وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا
(الحدیث)

خُطباتِ قاسمی

جلد دوم

حضرت مولانا مُحمّد ضِیاء القاسمیؒ

مَکتَبہ قاسِمیّہ
اے بلاک ٥ غلام محمد آباد ٥ فیصل آباد

نام کتاب.............................. خطبات قاسمی جلد دوم
مؤلّف .... مولانا محمد ضیاء القاسمی
ناشر............................. مکتبہ قاسمیہ اے بلاک
اشاعت............................. اٹھارہ
مطبع.............................. طبع فِی المطبعَة العَرَبِیَّة
تعداد............................. گیارہ سو
کتابت .... محمد یوسف اعجاز
قیمت............................. روپے

ملنے کا پتہ

ناظم مکتبہ قاسمیہ اے بلاک غلام محمد آباد، فیصل آباد

لاہور میں ملنے کا پتہ

ناظم مَکتَبَہ قَاسِمیَّہ

غلام محمد آباد......فیصل آباد

موبائل: 0333-6564074

باسمہٖ سبحانہٗ

انتساب

اپنی اہلیہ کے نام!

خطبات قاسمی دوسری جلد کا انتساب میں اپنی اہلیہ کے نام کرتا ہوں......
جنہوں نے میری دکھ سکھ کی زندگی اور مصائب و آلام میں بھی میرا ساتھ دیا۔
میں جیل میں تھا تو! اور میں سفر میں تھا تو! انہوں نے مجھے پریشان نہیں ہونے دیا۔ سچی بات ہے کہ ان کی دعاؤں اور تعاون سے اپنی دینی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور صحت عطا فرمائے۔

محمد ضیا القاسمی

رَبَّنا

لا تُؤَاخِذْنَا

اِنْ نَّسِيْنَا

اَوْ اَخْطَاْنَا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارش احوال واقعی

خطبات قاسمی کی دوسری جلد الحمد للہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں شکرگزار ہوں اپنے ربّ کا جس نے مجھے دونوں جلدوں کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔ اور میری دن رات کی محنت اور کاوش کو منزلِ مراد پہ پہنچایا۔ اس سلسلہ میں مجھے جن دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑا ان کو بھی میرے ربّ نے میرے لیے آسان سے آسان بنا دیا! میری تبلیغی مصروفیات اور دن رات کے سفر اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے تصّور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے ساتھ مدح صحابہ کی تحریک اور اس میں مسلسل جہاد نے کئی مرتبہ میرے لیے کتاب مکمل کرنے کے تمام راستے مسدود کر دیئے، مگر میرے ربّ نے اپنے ان قدوسی صفات بندوں اور محمد رسول ﷺ کے محبوب ترین اصحاب پاک کی برکات کا یہاں بھی ظہور فرمایا کہ میرے لئے میرے ربّ کی نصرت کے دروازے کھل گئے اور اب میں اپنے مولائے کریم کا شکرادا کرتے ہوئے اور اس کے انعامات اعزازات کے لئے ممنونیت کے جذبہ کے پیش نظر سجدہ شکرادا کرتے ہوئے آپ کو دوسری جلد کا تحفہ پیش کر رہا ہوں۔!

گر قبول افتد زہے عز و شرف!

اس سلسلہ میں مجھے چند ضروری گزارشات پیش کرنا ہیں جن کا ہر خطیب، مقرر، واعظ علم دوست کے ذہن میں رہنا ضروری ہے!

الف۔ پہلی بات تو یہ ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ یہ کتاب تقریریں کا مجموعہ ہے اس لئے اس کو اسی انداز سے پڑھنا اور دیکھنا چاہیے۔ اس میں اگرچہ مواد تحقیقی ہوگا۔ مگر اس کا انداز بیان خطیبانہ ہوگا تا کہ خطیب کے لئے اس کا بیان کرنا آسان ہو جائے اس لئے جگہ جگہ پر حوالے اور لفظی ترجمہ کی بجائے اکثر مفہوم بیان کر دیا گیا، تا کہ خطابت وفصاحت کا انداز بھی باقی رہے اور تحقیق وصداقت کا دامن بھی نہ چھوٹنے پائے!

ب۔ خطباء علماً کو بالخصوص اور طلباء اور علم دوست احباب کو بالعموم اس کا ہر جمعہ پر گہرے سکون سے مطالعہ کر کے اس کے مضامین کو ذہن نشین کر کے یا ازبر کر کے بیان کرنا چاہیے

اور فرصت کے اوقات میں دلائل کو زبان سے تنہائی میں بیان کر کے اس مشق کرنا چاہیے۔ انشاءٔ اللہ چند دنوں میں اس کے مضامین پر آپ کی گرفت مضبوط ہو جائے گی۔ اور پھر بے خوف بیان کیجئے۔ انشاءٔ اللہ آپ پر بیان و تقریر کے نئے نئے راستے کھلیں گے۔

ت۔ جس خطیب واعظ، عالم، یا مقرر کو میرے ساتھ یا میرے خطبات کے ساتھ مناسبت نہیں ہے۔ لگاؤ نہیں ہے۔ وہ بھی از راہِ کرم چند دن بادل نخواستہ ہی ان کا مطالعہ کرے ......اس کے لئے قرآن کی آیات احادیث کے جواہر پارے اس قدر مواد کی شکل میں موجود ہوں گے کہ وہ انشاءٔ اللہ چند لمحے سکون کے ساتھ مطالعہ کر کے جمعہ پڑھا سکیں گے! یا کسی کانفرنس اور اجتماع میں ایک مدلّل تقریر کر سکیں گے!

میں پچیس برس سے مسلسل جمعہ پڑھا رہا ہوں میں گھنٹوں مطالعہ کر کے جمعہ کے لئے جاتا ہوں۔ اگر کوئی بات ذہن میں نہیں اترتی تو اسے نوٹ کر کے ساتھ لے جاتا ہوں۔ ایک دو دفعہ بیان کرنے سے وہ بات ہمیشہ کے لئے ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ آپ بھی ایک نوٹ بک بنالیں اس پر اپنی پسند کے نوٹ لکھ کر لے جائیں اور جمعہ میں بلا تکلف بیان کرتے چلے جائیں۔ یہی محنت آپ کو ملک کا عظیم خطیب بنا دے گی۔ بشرطیکہ خدا کا فضل و کرم شامل حال رہے تو!

خطبات قاسمی

آپ کے لئے سال بھر کا ذخیرہ ہے۔ سال میں بون جمعہ آئیں گے اور خطبات قاسمی کی دونوں میں جلدوں میں آپ باون تقریریں ایک جگہ مل جائیں گی۔ چونکہ اس کی ترتیب میں مہینوں کا لحاظ رکھا گیا ہے اس لئے آپ ان تقریروں کو محرم کے پہلے جمعہ سے بیان کرنا شروع کریں اور ہر مہینہ میں بھر اسی کی مناسبت کے تقریریں کرتے چلے جائیں۔ انشاءٔ اللہ اَب آپ کو سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ نہیں کرنا پڑے گا۔ بلکہ خطبات قاسمی آپ کی خدمت کے لئے ہر جمعہ کو موجوس ہو گی۔

میری اس کوشش میں خدا کا خصوصی و کرم اور والدہ کی والدہ کی دعائیں اور میری اہلیہ کا تعاون اور اخلاص بہت ہی کارفرما ہے۔ میں آپ حضرات سے خصوصی دعاؤں کے لئے درخواست کرتا

ہوں کہ میرے لئے میرے اہل خانہ اور بچوں کے لئے خصوصی دعاؤں سے سرفراز فرمائیں۔اور خطبات قاسمی کے لئے دعا فرمائیں کہ عنداللہ اور عندالناس مقبولیت اور محبوبیت اور دینی اعتبار سے پوری دنیا کے لئے نافع بنائے۔خداوند قدوس اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے ،اور خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

محمد ضیاء القاسمی

خطیب

دوسرا خطبہ جمعہ

رجب

زکوٰۃ

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا. وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَاللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا.

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرضہ حسنہ دو۔ جو کچھ اپنے لئے بھلائی کر کے آگے بھیجو گے۔ اللہ کے ہاں محفوظ پاؤ گے یہی بہتری اور بہت بڑا اجر ہوگا۔

حضرات گرامی! یہ رجب کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں یا رمضان شریف میں اکثر لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ان دو مہینوں میں اپنی سال بھر کی کمائی سے حسب توفیق زکوٰۃ کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ حضرات کے سامنے فضائل زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کی برکات و انورات کے متعلق کچھ بیان کر دوں تا کہ آپ حضرات اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے منافع اور برکات سے باخبر ہو سکیں!

حضرات گرامی! بندے کے لئے خدا کا صحیح بندہ بننے کے لئے دو باتوں کا ہونا نہایت ضروری ہے!

پہلی بات تو یہ ہے کہ بندہ کا اپنے ربّ کے ساتھ گہرا تعلق ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ بندہ کا مخلوق خدا کے ساتھ تعلق گہرا ہو۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے وہ نماز سے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ نماز ہی آدمی کو بندے کو اپنے ربّ کا حقیقی قرب عطا فرماتی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ

وَاسجدو اقترب!

سجدہ کر اور قرب حاصل کر لے۔ گویا کہ سجدہ اپنے معبود سے بندے کو انتہائی قریب کر دیتا ہے

۔اس لئے نماز بندے اور مولیٰ کے درمیان حقیقی دوستی اور محبت کا ذریعہ ہے۔ جب نماز میں پختگی ہو گی اور اس کے ذریعے اپنے خالق سے صحیح تعلق ہو گیا تو اب یہی خالق کا تعلق اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ خالق کے تعلق کے ساتھ ساتھ اس کی مخلوق سے بھی تعلق استوار کیا جائے اور جس طرح مولائے کریم کے حقوق ادا کرنے کے لئے بندے نے اپنی تمام صلاحتیں اور نیازمندیاں صرف کر دی ہیں اسی طرح اب اس کی مخلوق کے ساتھ بھی اپنی ہمدردی اور پوری صلاحیتیں صرف کر کے اس کے حقوق کو ادا کیا جائے۔

یہ کام زکوٰۃ کے ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔قرآن وحدیث جس طرح نماز پر بار بار زور دیتے ہیں۔اسی طرح زکوٰۃ دینے پر اور اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے پر بھی زور دیتے ہیں۔یہی فلسفہ ہے بار بار اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ کو متعدد مقامات پر اکٹھالانے کا اور بتکرار اس کے ذکر کرنے کا! جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ہی سبب بنتی ہے۔اللہ کی راہ میں خرچ کرانے کا کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق خاطر نہیں ہوگا۔مخلوق خدا سے بھی لگاؤ نہیں ہوسکتا۔اسی لئے قرآن حکیم نے **یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ** ......**وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ** کے بعد...... **وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ** ....خرچ کرنے والوں کو پرہیزگاروں کی صف میں کھڑا کیا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے مولیٰ کی رضا حاصل کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ میں آپ کے سامنے ارشادات ربانی کو نمبروار بیان کر کے سمجھانے کی کوشش کروں گا تاکہ آپ کے قلب وجگر میں قرآن کی صحیح مٹھاس اتر جائے اور دل میں خدا کی راہ پر خرچ کرنے کا جذبہ ابھر آئے۔

پہلا ارشاد! **اَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا. وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَاللّٰہِ**

اے لوگو اللہ تعالیٰ کو قرضہ حسنہ دو۔اور جو کچھ اس کے ہاں جمع کرا دو گے۔ وہ بھلائی اور نیکی کا ذخیرہ اس سے حاصل کر لو گے!

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے قرض مانگتے ہیں۔ بھلا آپ ہی بتائیں اللہ کو قرض

مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟

زمین اس کی آسمان اس کا

عرش اس کا فرش اس کا

لوح اس کا قلم اس کا

چاند اس کا سورج اس کا

زمین کے خزانوں کا وہ مالک

آسمان کی دولت وہ مالک

مالک ارض وسما

مالک کن فیکون

تو اسے قرضے کی کیا ضرورت......وہ تو غنی ہے!

مگر قربان جائیں اس انداز بیان کے

اور قربان جائیں اس کے بندوں پر احسان کے

وہ فرماتے ہیں کہ مجھے قرضہ دو !

اپنے لئے نہیں!

میرے فقیر بندوں کے لئے

میرے مسکین بندوں کے لئے

میرے مفلس بندوں کے لئے

میرے نادار بندوں کے لئے

میرے معذور بندوں لے لئے

میرے یتیم بندوں کے لئے

میرے مفلوج بندوں کے لئے

دیکھو تم جمع ان کے ہاں کرادو!

تَجِدُوْهُ عِنْدَاللّٰهِ ......قیامت کے دن مجھ سے لے لینا کیونکہ ان غریبوں کو دینا گویا کہ مجھے دینا ہے۔

ان کی خدمت کرنا مجھے خوش کرنا ہے۔

میرے بندوں پر رحم کرنا میری رحمت کو لوٹنا ہے۔

ان کو کپڑے پہنانا میری مسرتوں کا باعث ہے۔

ان کے بال بچوں کی حفاظت ونگہداشت کرنا

میری رحمتوں اور شفقتوں کو لوٹنا ہے

تم زمین والوں پر رحم کروگے

عرش والا تم پر رحم کرے گا

میرے وہ ہیں جو میرے بندوں پر خرچ کرتے ہیں

دوسرا ارشاد! اللہ تعالیٰ اسی بات کو مزید کھل کر بیان فرماتے ہیں کہ

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا. اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَانُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا

کھانا کھلاتے ہیں محض (اللہ) کی محبت کے لئے مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کی یہ کھانا ہم تمہیں (صرف اور صرف) رضائے خدا کے لئے کھلاتے ہیں۔ ہم تمہاری طرف سے کسی جزا اور شکریہ کا تصور تک نہیں رکھتے!

اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا۔ جو لوگ میری رضا کے لئے اور صرف میری خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ یتیموں پر۔ مسکینوں پر۔ قیدیوں پر اور ان سے کسی داد وتحسین کی توقع رکھے بغیر خدا بھی ان کے لئے اپنی رحمت کے خزانے کھول دے گا اور ان کو ایسے راستوں سے رزق دے گا کہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا۔!

حضرات محترم! اللہ تعالیٰ ان ارشادات میں اپنے بندوں کو اپنے بندوں پر رحم کرنے کی اور ان کی غربت اور افلاس میں ہاتھ بٹانے کی ترغیب دے رہے ہیں تاکہ معاشرے کے کھاتے پیتے

افراد اپنی ان نعمتوں میں خدا کے غریب بندوں کو بھی شریک کریں۔

خطیب کہتا ہے

یہی اسلام اور کمیونزم کا فرق ہے

یہی اسلام اور سوشلزم کا فرق ہے

یہی اسلام اور کیپٹلزم کا فرق ہے

سوشلزم صرف نعرہ ہے

کمیونزم صرف نعرہ ہے

کیپٹلزم صرف نعرہ ہے

اسلام ایک حقیقت ہے

اسلام ایک عمل ہے

اسلام امیر اور غریب میں ایک معاشی ربط پیدا کرتا ہے۔ اسلام قانون کے نفاذ سے پہلے سمایادار کے دل میں اپنے غریب بھائی سے محبت پیدا کرتا ہے!

پھر اسلام امیر کو اور اپنے غریب بھائی کا ہاتھ بٹانے کی ترغیب دیتا ہے!

جب تک قانونِ زکوٰۃ نے نافذ ہونا ہوتا ہے

اس سے پیشتر

امیر اپنے سرمائے کا ایک کثیر حصہ اپنے غریب بھائی پر خرچ کر چکا ہے!

یہی وجہ ہے جن ممالک میں کمیونزم کا نفاذ ہے وہاں دولت کے ہاتھوں غربت اب بھی پس رہی ہے۔ وہاں یہ ازم اب تک انسانیت کے دکھی دلوں کا مداوا نہیں کر سکے!

قربان جاؤں اسلام ...... تیری سخاوت کے! تیری دولت حقیقی اور روحانی سکون ہے۔ انسان کے لیے۔ آدمی کے لیے۔ غریب کے لیے۔ مفلس کے لیے۔ نادار کے لیے! اور معاشی مفلوک الحال کے لیے۔

تیسرا ارشاد! مقربین بارگاہِ خداوندی کون ہیں؟

خدا کے لاڈے کون ہیں؟

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ. وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ.

جو لوگ اپنی نمازوں پر مدامت کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جن کے مالوں میں ایک متعین حِصّہ ہے سائل اور محروم کے!

اس آیت کریمہ میں نماز کی مداومت کے ساتھ ساتھ فرمایا کہ دولت مند کے مال میں غریبوں اور محروموں کے لیے ایک متعین حِصّہ ہونا چاہیئے۔ تا کہ معاشرے کا یہ طبقہ بھی بے آسرا زندگی نہ گزارے، وہ بھی اپنی زندگی کو خوش حالی سے بسر کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو نہایت تاکید فرمادی ہے کہ سائل اور محروم ان لوگوں توجہ کے مستحق ہیں۔

خطیب کہتا ہے

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ غریبوں کا وکیل ہے

اللہ تعالیٰ غریبوں کے لیے خود اپیلیں کرتا ہے

اللہ تعالیٰ غریبوں کے لیے امیروں کو امداد کرنے کے لیے کہتا ہے اور جب اسلام ایک ریاست کی حیثیت کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی روشنی میں ہینڈ آف دی سٹیٹ ان غریبوں کے لئے ایک مالیاتی نظام تشکیل دیتا ہے۔ جس میں سب سے بڑی آمدنی کی مدّ زکوٰۃ ہوتی ہے۔ اس مدّ سے پھر غریبوں اور ناداروں کو معاشرے کا ایک خوبصورت فرد بنا جاتا ہے۔ جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اسلامی ریاست کے حسن کو دوبالا کر دیتے ہیں۔ زکوٰۃ معاذ اللہ فقیروں اور سائلوں کے گروہ جنم نہیں دیتی بلکہ زکوٰۃ سے باداروں اور غریبوں کے گروہ ختم ہوتے ہیں اور پھر اپنے حسن کردار سے معاشرے کو ایک مثالی معاشرہ بناتے ہیں!

اس لئے زکوٰۃ۔ امیر۔ غریب۔ اور خدا اور رسول ﷺ کے درمیان بندے کے رابطے کی حسین کڑیاں قائم کرتی ہے۔ ماشاءاللہ۔ سبحان اللہ

چوتھا ارشاد!

یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ (بقرہ)

قل العفو ۔وہ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خیرات کریں۔ کہہ دو(اے پیغمبر) کہ تمہاری ضرورت سے جو کچھ بچ رہے(اس کو خیرات کرو)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو اس بات کے لئے ہمیشہ تیار کیا کہ جو کچھ تمہاری ضرورت سے بچ رہے۔اس کو ذخیرہ کرنے کی بجائے غریبوں اور مفلسوں میں تقسیم کردیا جائے، کیونکہ اسلام اپنے معاشرے میں کسی دکھیا کو نہیں دیکھا چاہتا جس کی درد بھری آہوں سے پورا معاشرہ لرز اٹھے۔اس لئے حکم ہوتا ہے کہ ایمان والے جب آپ سے سوال کریں کہ کیا خرچ کیا جائے تو ان کو فرمایا جائے کہ جو کچھ تمہارے پاس اپنی ضروریات سے بچ رہے اسے خدا کی راہ میں تقسیم کردیا جائے!

خطیب کہتا ہے

یہ دنیا بھر کے معاشی نظاموں کو چیلنج ہے کیا آپ دکھا سکتے ہیں کہ کسی نظام میں بھی یہ حکم ہو کہ جو کچھ تمہاری ضرورت سے بچ رہے۔اسے غریبوں میں تقسیم کردو۔

یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں تھا بلکہ سرکارِدوعالم ﷺ کے مقدس دور میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔

مثلاً۔ایک دفعہ سرکاردوعالم ﷺ نے مسلمانوں کی ضرورت کے لئے چندے کی اپیل کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پورے گھر کا سامان لاکر پیش کردیا۔اسی طرح حضرت فاروق اعظمؓ نے آدھے گھر کا سامان سرکاردوعالم ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا۔اسی طرح صحابہ کرامؓ نے ایثار و قربانی کی بے نظیر مثالیں پیش کردیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے نظام زکوٰۃ اور صدقات نے مسلمانوں میں جہاں مال خرچ کرنے کا جذبہ پیدا فرمایا تھا وہیں اس حقیقت کو بھی ان کے دلوں میں راسخ کردیا تھا کہ دنیاوی مال وجاہ چندروزہ ہے یہ دل لگانے کی چیز نہیں ہے۔دل اسی سے لگایا جائے جو حیّ وقیوم ہے جس کے قبضہ قدرت میں دنیا وآخرت کی ہر چیز ہے۔

پانچواں ارشاد!

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اَنفِقُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ

اُلْاَرْضِ (بقرہ)

اے مسلمانوں اپنی کمائی میں سے کچھ اچھی چیزیں اور جو ہم تمہارے لئے زمین سے پیدا کریں۔اس سے کچھ خیرات کردو!

مسلمانوں نے اس تعمیل میں خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ کوان کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ خود اپنی زبان مبارک سے خرچ کرنے والوں کی تعریف فرمائی کہ ومما رزقنٰھم ینفقون اور ہم نے ان کو جو روزی دی ہے اس میں سے وہ کچھ (خیرات) کرتے ہیں۔

حضرات گرامی میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید کی پانچ آیات بیّنات سے زکوٰۃ کی اہمیت اور حقیقت بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا ایک رکن اعظم ہے جس کی ادائیگی ہر مسلمان کے ذمے فرض ہے اب میں آپ حضرات کو قرآن حکیم کی ان آیات بینات کی طرف لئے چلتا ہوں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے یا صدقہ وخیرات کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ زکوٰۃ صدقات کی برکت سے اللہ تعالیٰ مال میں برکت عطا فرماتے ہیں اور بندے کے لئے رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں چنانچہ ارشاد ربّانی ہے!

زکوٰۃ میں برکت پیدا کرتی ہے

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی

پس جس نے دیا اور خدا سے ڈرا اور اچھے انجام کو سچ مانا اس کے لئے ہم راہ کھولیں گے آسانی کی!

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَمنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو جو اگائے سات بالیاں جس کی ہریالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے بڑھاتا ہے! اور اللہ بڑی سمائی رکھنے والا اور علم والا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمُ ابْتِغَآ ءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَتَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِکُمْ .

ان لوگوں کی مثال جواپنے مال خرچ کرتے ہیں۔اللہ کی رضا جوئی اوراپنے دل کو جمانے کے لئے

اپنے دل کو جمانے کے لئے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل کی خواہشات کے علی الرغم وہ اپنے مال اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ ان کے لئے خدا کے احکام کی تکمیل اوراس راہ میں ہرقربانی آسان ہوجائے جولوگ اس مقصد کے لئے مال خرچ کرتے ہیں۔ان کا صلہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایاہے کہ وہ ان کواپنی مغفرت اورفضل سے نوازتا ہے اورساتھ ہی ان کو حکمت کا وہ خزانہ بھی عطا فرماتاہے جو کبھی ختم ہونے والانہیں ہے۔!

زکوٰۃ مال کو پاک کرتی ہے

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کوارشادفرماتے ہیں کہ

خُذْمِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا (توبہ)

(اے محبوب)ان کے مال میں سے صدقہ (زکوٰۃ)وصول کروکہ اس کے ذریعہ سے تم ان کو پاک صاف کرسکو!

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال پاک ہوجاتاہے۔

(سبحان اللہ)

خطیب کہتاہے

پہلے پیغمبر نے عقیدہ پاک کیا۔

پھر ماحول پاک کیا

پھریاروں کو پاک کیا

پھرازواج مطہرات کو پاک کیا

پھرمکہ مکرمہ کو(بتوں) سے پاک

پھرفضائے مدینہ کو پاک کیا

اب حکم ہوتا ہے کہ ان کے مال بھی پاک کر دیئے جائیں۔ کیونکہ پاکیزہ مال ہی عبادت میں حلاوت پیدا کرتا ہے۔

سبحان اللہ

حضرات گرامی !اب آپ حضرات کے سامنے مستحقین زکوٰۃ کی ایک فہرست پیش کرتا ہوں تاکہ زکوٰۃ دیتے وقت آپ حضرات کے سامنے وہ فہرست رہے اور آپ اپنی زکوٰۃ صحیح مصرف پر خرچ کر سکیں!

زکوٰۃ کن کو دیں

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ .

زکوٰۃ کا مال تو غریبوں مسکینوں اور زکوٰۃ کے صیغہ میں کرنے والوں اور ان کے لئے ہے جن کے دلوں کو اسلام کی طرف ملانا ہے۔ اور گروں چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور خدا کی راہ میں اور مسافر کے بارہ میں یہ خدا کی طرف سے ٹھہرایا ہوا ہے۔ وہ خدا جاننے والا حکمت والا ہے۔(اس لیے اس کی یہ تقسیم حکمت وعلم پر مبنی ہے)

فقرا میں ان خوددار اور مستور الحال شرفا کو ترجیح دی ہے جو دین اور مسلمان کے لیے کس کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے کوئی نوکری چاکری یا ملازمت یا بیوپار نہیں کر سکتے۔ اور حاجت مند ہونے کے باوجود کس آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے اور اپنی آبرو اور خودداری کو ہر حال میں قائم رکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد بانی ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط

ان مفلسوں کو دینا جو اللہ کی راہ میں اٹک رہے ہیں اور زمین میں روزی حاصل کرنے کے لیے

چل پھر نہیں سکتے۔ ناواقف ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے ان کو بے احتیاج سمجھتے ہیں تم ان کو ان کے چہرہ سے پہچانتے ہو کہ وہ حاجت مند ہیں وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔

یہاں پر اس بات کو بھی خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ فقراء اور مساکین میں سے ان لوگوں پر جو بے حیائی کے ساتھ دربدر بھیک نہیں مانگتے پھرتے۔ ان کو ترجیح دی گئی ہے جو فقر وفاقہ کی ہر قسم کی تکلیف گوارا کرتے ہیں۔ لیکن اپنی عزت وآبرو اور خودداری کو ہاتھ سے نہیں جاتے دیتے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے ہیں یہ تعلیم خود قرآن پاک نے دی ہے! جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے!

سرکار دوعالم ﷺ نے بھی اس کی تاکید فرمائی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہیں کہ مسکین وہ نہیں ہےجس کو ایک دو لقمے دردر پھرایا کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے دریافت کیا پھر کون مسکین ہے؟ ارشاد ہوا وہ جس کو حاجت ہے، لیکن اس کو پتہ نہیں چلتا اور کسی سے مانگتا نہیں۔ (ابوداوٗد)

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں

حضرت گرامی! قرآن مجید کی آیت کریمہ میں جو آٹھ مصارف بیان کے گئے ہیں۔ یہ آٹھوں مصارف نیکی بھلائی اور خیر وفلاح کی ہر صنف کو محیط ہیں۔ فقراء اور مساکین میں وہ تمام اہل حاجت داخل ہیں جو اپنی محنت وکوشش سے اپنی روزی کمانے کی صلاحیّت نہیں رکھتے! جیسے بوڑھے لوے۔ لنگڑے۔ مفلوج کوڑھی یا وہ محنت تو کر سکتے ہیں، مگر موجودہ حالت میں دین وملِتّ کی کسی ایسی ضروری خدمت میں مصروف ہیں کہ وہ اپنی روزی کمانے کی فرصت نہیں پاتے! وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا! یعنی امام کی طرف سے صدقہ کی رقم وصول کرنے کا کام کرنے والے بھی اس میں سے اپنے کام کی اجرت پاسکتے ہیں۔

والمولفة قلوبهم (جن کی تالیف قلوب کی جائے)

اس میں وہ لوگ داخل ہیں جن کو ابھی اسلام کی طرف مائل کرنا ہے یا جن کو اسلام پر مضبوط کرنا ہے!

وَفِي الرِّقَابَ (گردن چھڑانے میں) اس سے مقصود وہ غلام ہیں جن کی گرنیں دوسرں کے

قبصہ میں ہیں اوران کوخرید کرآزاد کرنا ہے!اوروہ مقروض ہیں جواپنا قرض آپ کس طرح ادانہیں کرسکتے!

الغارمین! (تاوان اٹھانے والے)اس سے مرادوہ نیک لوگ ہیں جنہوں نے دوسرے لوگوں اورقبیلوں میں مصالحت کرانے کے لیےکسی مالی ضمانت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے۔یہ مالی ضمانت ایک قومی نظام کی حیثیت سے زکوٰۃ کے بیت المال سےادا کی جاسکتی ہے۔

وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ......(خدا کی راہ میں)اس کاوسیع مفہوم ہے جو ہرقسم کے نیک کاموں کو شامل ہے!

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔(مسافر)یہ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں جن کوزکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

حضرت گرامی! میں نے آپ حضرات کے سامنے نہایت تفصیل سے ارشادات ربّانی کی روشنی میں زکوٰۃ کے فضائل اورمناقب اورمصارف بیان فرمادیئے ہیں۔آخرمیں آپ سے نہایت وددر مندانہ اپیل کروں گا کہ آپ اللہ کے دیے ہوئے مال سے زکوٰۃ اورصدقات ضرورادا کرتے راہیں۔اس سے انشاءاللہ آپ کے مال ودولت میں بھی اضافہ ہوگااورخدارسولؐ کی رضاوخوشنودی بھی حاصل ہوگی۔آخر میں شاعرمشرق کے پیغام پراپنے بیان کوختم کرتاہوں جوانہوں نے زکوٰۃ کے مسلے پرمسلمانوں کودیاہے۔اقبالؒ کہتے ہیں کہ

جب دولت رافنا سازو زکوٰۃ
ہم مساوات آشنا سازو زکوٰۃ
دل ز حتیٰ تنفِقُوا محکم کند
زر فزائد اُلفت زر کم کند
ایں ہمہ اسباب استحکام تست
پختہ محکم اگر اسلام تست

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

تیسرا خطبہ جمعہ

رجب

معراج النبی ﷺ

نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡم. بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَالسَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (پ۱۵)

(ترجمہ) پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے کو وقت مسجد حرام (کعبہ) سے اس مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا جس کے اردگرد ہم نے برکت نازل کی ہے تاکہ ہم اپنے بندہ کو اپنی نشانیاں دکھائیں وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے!

حضرات گرامی! یہ رجب کا مہینہ ہے۔اس مہینہ میں جہاں اور بہت برکات وانورات کے خزانے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمّد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائے ہیں وہیں پر معراج جیسے بے مثال معجزہ سے بھی آپ کو سرفراز فرمایا ہے۔خدا کی شان ہے کہ جس طرح سرکار دوعالم ﷺ کے معجزات سے بے مثال و بے نظر بنایا ہے!

انبیاء کے معجزات

حضرات انبیاً علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے دلائل و برائین کی دولت سے مالا مال فرما کر دنیا میں معبوث فرمایا تھا۔انہی دلائل کو معجزات کہتے ہیں...... چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے کہ

وَلَقَدۡ جَآءَ تۡهُمۡ رُسُلُنَابِالۡبَیِّنٰتِ (مائدہ)

(ترجمہ) اور ہمارے پیغبر لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے۔

سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ **مامن الانبیاءِ نبیٌّ الّاعطی من الاٰیٰاتِ مَامثله اومن اومن علیه البشر (بخاری)**

نبی کو کچھ ایسی باتیں دی گئی ہیں جس کو دیکھ کر لوگ اس پر ایمان لائے

حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات عطا فرمائے تھے۔ ان میں آتش نمرود کا آپ پر گلزار ہو جانا ایک ایسا معجزہ تھا جس کی صدا اب تک گونج رہی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ . قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ. وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ

وہ سب کہنے لگے اس (ابراہیم) کو جلا ڈالو اور اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو اگر تم کرنا چاہتے ہو۔ ہم نے حکم دیا اے آگ تو ابراہیم کے حق میں سرد اور سلامتی بن جا اور انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ مکر کا ارادہ کیا اور ہم نے ان کو ان کے ارادہ میں ناکام بنا دیا!

حضرت موسیٰ علیہ اسلام کو کئی معجزات عطا فرمائے گئے جن میں دو معجزات آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں

وَاِذِاسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَاعَشْرَةَعَيْنًا (بقرہ)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا تو ہم نے کہا (اے موسیٰ) تو پتھر پر اپنی لاٹھی مار پس ابل پڑے اس سے بارہ چشمے!

عصائے موسیٰ بھی ایک معجزہ تھا۔ یوں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصاء کو پتھر پر مارا اس دے پانی کے چشمے جاری ہو گئے! کہاں پتھر اور کہاں پانی؟

کسی سخت دل کو اسی لئے پتھر سے تشبیہ دی جاتی ہے کہ اس کی سختی پتھر جیسی ہے اس لئے پتھر سے پانی کا جاری ہو جانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک عظیم معجزہ تھا!

اس طرح قرآن مجید نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک دوسرے عظیم الشان معجزہ کا ذکر کیا ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

اَاقِھایموسٰی ...... موسیٰ! اپنی اس لاٹھی کو زمین پر ڈال کو!

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیا ......!

فَـاَلقھافاذا ھی حیة تسعی موسیٰ نے لاٹھی کو زمین پر ڈال دیا۔پس ناگاہ وہ اژدہا بن کر دوڑنے لگا۔

حضرت موسیٰ السلام نے جب یہ حیرت زدہ واقعہ دیکھا تو گھبرا گئے اور بشریت کے تقاضہ سے متاثر ہوکر بھاگنے لگے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی اس حالت کو دیکھ کر آواز دی !

قَالَ ھَا وَلَا تَخف سَنعید ھَا سِیرَتَھَا الاولیٰ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔موسیٰ اس کو پکڑلو اور خوف نہ کھاؤ ہم اس کو اس کی اصل حالت پر لوٹا دیں گے!

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے ذریعہ آپ کو اس قدر عظیم الشان معجزات دکھائے کہ دنیا میں ایک عجیب تہلکہ مچ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وجہ سے عظیم فتوحات نصیب ہوئیں۔

اس طرح اگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ذکر کیا جائے تو ایک مستقل فہرست بنتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر اور ہر رسول کو صداقت نبّوت کو دوسرے دلائل کے ساتھ ساتھ معجزات بھی عطا فرمائے تھے جن سے عقلیں حیران ہوگیئں اور مخاطب حیران وششدر ہو گئے!

معجزات امام الانبیاء

سرکار دوعالم ﷺ کی ذات گرامی چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تمام محاسن اور عظمتیں عطا فرمائیں جو آپ کی ذاتِ گرامی اور مصنف نبّوت کے شایان شان تھیں۔اسی کو ایک شاعر نے نہایت خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے کہ

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

سرکار دوعالم ﷺ کے معجزات بے شمار ہیں اور آپ کے معجزات اس قدر عظیم ہیں کہ ان کی مثال ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔

آپ کے معجزات کی چند جھلکیاں آپ حضرات کے سامنے پیش کی جاتی ہیں جن سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ جس طرح آپ کی ذات تمام انبیاء علیہم السلام کی ذات سے افضل باکمال ہے اسی طرح آپ کے معجزات بھی تمام انبیاء کے معجزات سے افضل واکمل ہیں۔

معجزہ قرآن

معجزہ شق قمر

معجزہ معراج

ستون کا رونا

منبر کا ہلنے لگنا

چٹان کا پارہ پارہ ہونا

پہاڑ کا ہلنا

درختوں کا چلنا

کھانے سے تسبیح کی آواز

انگلیوں سے پانی ابلنا

سرکار دوعالم ﷺ کے معجزات یوں تو تمام بے مثال و بے نظیر ہیں مگر آپ کا معجزہ معراج ان سب میں انوکھا اچھوتا اور نرالا ہے جس سے آپ کی عظمتیں اور رفعتیں زمین وآسمان پر نقش ہوگئیں!

معراج کیا ہے؟

حضرات گرامی! معراج شریف دراصل محبوب ومحبّ۔ ساجد ومسجود۔ عابد ومعبود کی داستان محبت اور شریعت کا وہ عظیم الشان خزانہ ہے جس سے جواہرات وانوارات کے چشمے ابل پڑے اور حقیقت محمدی اور عظمت محمدی کے چار دانگ عالم میں ڈنکے بج گئے!

سوئے ہوئے کو جگایا

سرکاردوعالم ﷺ ارشادفرماتے ہیں کہ **بینا انا عند البیت بین النایم و الیقضان** میں بیداری اور نیند کی درمیانی حالت میں تھا اور ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ میرے پاس جبرائیل آئے۔

اس سے معلوم ہو کہ جو سوتا وہ خدا نہیں!

اور جو خدا ہے وہ سوتا نہیں!

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَانَوْمٌ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت لائق نہیں زندہ ہے سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا) نہ اس کو اونگھ آسکتی ہے اور نہ نیند

نینداور اونگھ دونوں چیزیں معبودیّت کے منافی ہیں جو کور باطن لوگ حضور اکرم ﷺ کو مقام پر فائز کرنے میں مصروف ہیں انہیں کتاب اللہ کی تصریحات کے بعد اپنے عقائد پر نظر کرنی چاہیے!

حضور کا شب معراج سونا......

آپ کے معبود ہونے کی نفی کرتا ہے

کیونکہ جو سوتا ہے وہ عبد تو ہوسکتا ہے

معبود نہیں ہوسکتا!

کیفیت معراج

حضرات ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ مکّہ میں تھے آپ کے گھر کی چھت کھلی اور جبریل علیہ اسلام نازل ہوئے۔ انھوں نے پہلے آپ کا سینہ مبارک چاک کیا۔

قال فرج علی سقف بیتی و انا بمکّة فنزل جبریل علیه السلام ففرج صدری ثم غسله بماء زمزم ثم جاء بطشت من ذهب ممتلئی حکمة و ایمانافافرغه فی صدری ثم اطبقه.

پہلے گھر کی چھت کھلی اور جبرائیل علیہ اسلام نازل ہوئے انھوں نے آپ کا سینہ مبارک چاک

کیا پھر اس کو آب زمزم سے دھویا۔اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان وحکمت سے بھر لائے اوران کو سینہ مبارک میں ڈال کر بند کر دیا۔ پھر آپ کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے جب آپ آسمان پر پہنچے تو جبریل علیہ السلام کے داروغہ سے کہا کہ ''کھولو'' اس نے کہا...... کہ من ؟(کون)انہوں نے جواب دیا جبرائل ......!اس نے کہا کہ ھَلْ مَعَکَ اَحَدٌ قال نَعَم مَعِیَ مُحَمَّدٌ قَالَ ءَ اُرْسِلَ اِلَیْہِ قَالَ نَعَم ......اس نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا! بہر حال آپ جب پہلے آسمان پر چڑھے تو آپ کو ایک شخص بیٹھا ہوا نظر آیا جس کے دائیں بائیں بہت سی پرچھائیاں تھیں۔ جب وہ دائیں جانب دیکھتا تو ہنستا تھا اور جب بائیں جانب نگاہ جاتی تھی تو روتا تھا!

انحضرت ﷺ کو دیکھ کر اس نے کہا!

فَقَالَ مَرحَبًا بِاالنَّبِیِ الصَّالِحِ. وَلاِبنِ الصَّالِحِ. قُلتُ لِجبرِئیلَ مَن ھٰذَاقَالَ ھٰذاٰادَمُ.

مرحبا اے نبی صالح اور اے فرزند صالح آنحضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آدم ہیں ......اور ان کے دائیں بائیں کی پرچھائیاں ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔

دائیں جانب والے جنتی اور بائیں جانب والے دوزخی ہیں اس لئے وہ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں جانب نگاہ کرتے ہیں تو روتے ہیں اس کے بعد آپ دوسرے آسمان پر پہنچے تو اسی کا سوال وجواب ہوا۔اور ہر آسمان پر کسی نہ کسی پیغمبر سے ملاقات ہوئی پہلے آسمان پر آدمؑ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے (حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے مجھ سے پیغمبروں کے منازل کی تعیین نہیں بیان کی) بہر حال حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو ادریس علیہ السلام کے پاس سے لے کر گزرے انہوں نے آپ کو دیکھ کر کہا مرحبا اے نبی صالح اور برادر صالح آپ نے نام پوچھا۔حضرت جبریل علیہ السلام نے نام بتایا۔ پھر یہی واقعہ حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا۔حضرت موسیٰ اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی صالح اور برادر صالح کہہ کر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبی صالح اور فرزند صالح کا کہہ کر آپ کا خیر مقدم کیا!

اس کے بعد حضرت جبریلؑ آپ کو اور اوپر لے گئے اور آپ اس مقام پر پہنچے جہاں قلم (قدرت) کے چلنے کی آواز آتی تھی۔اس موقع پر پچاس وقت کی نماز فرض ہوتی۔آنحضرت ﷺ اس عطیہ الٰہی کو لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا کہ خدا نے آپ کی امت کے لیے کیا فرض کیا ہے! آپ نے فرمایا...... پچاس وقت کی نماز......انہوں نے کہا کہ خدا کے پاس دوبارہ جائیے کہ آپ کی اُمتّ اس اس کی متحمل نہیں ہوسکتی! آنحضرت ﷺ گئے اور خدا نے ایک کم کردیا۔آپ واپس آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ دوبارہ خدا کے پاس جائیے آپ کی امتّ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔آپ گئے تو خدا نے ایک حصہ کی پھر تخفیف کر دی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر کہا کہ آپ کی امت میں اس کی بھی قوت نہیں آپ پھر گئے تو خدا نے اس تعداد کو گھٹا کر پانچ وقت کر دیا اور ارشاد ہوا کہ **وَهِـيَ خَـمسونَ لَايبَدَّل القَول لَـــدَىَّ** ...... پڑھی پانچ جائیں، مگر ثواب پچاس کا ملے گا کیونکہ میرے قول میں تغیر ل تبدل نہیں ہوسکتا! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تخفیف مزید کی غرض سے آنحضرت ﷺ کو پھر خدا کے پاس راجعت کا مشورہ دیا، لیکن آپ نے فرمایا کہ اب تو مجھے شرم آتی ہے۔اس کے بعد آپ کو **سـدرة المنتهٰی** کی سیر کرائی گئی جو مختلف رنگوں سے ڈھکا ہوا تھا جن کو آپ جان نہ سکے! **حَتّٰی انتَهٰی بِی اِلٰی السِدرَةِ المنتَهٰی وَغَشِیَهَا اَلرَانٌ لَا اَدرِی مَاهِیَ**......(بخاری)

کتب حدیث میں واقعہ معراج کے متعلق یہ مقدم ترین اور معتبرین روایت ہے۔اس کے بعد حضرت مالک بن صعصہؓ کی روایت ہے اور اس میں پہلی روایت سے زیادہ تفصیل ہے اور دوسری روایت نے واقعہ معراج کی تفصیل اور زیادہ وضاحت سے سامنے آتی ہے جن سے کیفیت معراج اور تفصیلات معراج سامنے آتی ہیں۔اس تفصیلی روایت سے چند حقائق سامنے آئے ہیں۔اسی طرح دوسری روایات سے

☆ آپ کا براق پر سوار ہونا

☆ براق کا شوخی کرنا

☆ بیت المقدس میں براق کو پتھر کے ساتھ باندھنا۔

☆ آنحضرت کا بیت المقدس میں انبیأ علیہم السلام کی امامت فرمانا

☆ بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف تشریف لے جانا۔

ان تمام امور کی تفصیلات موجود ہیں ۔جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نادر اور عجیب وغریب معجزانہ سفر میں آپ کو اس قدر عجیب بے مثال مشاہدات کرائے گئے جو صرف اور صرف آپ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ مخصوص تھے جن سے آپ کی عظمت اور بلندی اور رفعت شان کی عظیم الشان جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

خطیب کہتا ہے

سفر کا آغاز چھت کے اٹھانے سے ہوا!

اس میں یہ نکتہ اور راز تھا کہ اے محبوب یہ سفر تمام سفروں سے انوکھا ہے! کیونکہ تمام سفر شروع کرتے ہوئے دروازہ کو استعمال کیا جاتا ہے، مگر معراج میں جبرائیل علیہ السلام کا چھت پھاڑ کر تشریف لانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس سفر میں عجیب وغریب نوادرات کا آپ کو مشاہدہ کرایا جائے گا اور اسی طرح آپ کے ساتھ ایسے ایسے نادر واقعات پیش آئیں گے جن کا آپ کے لئے باعث تعجب ہونا تو ممکن ہے، مگر ان کو وقوع پزیر ہونا ناممکن نہیں بلکہ اس سے آپ کی عظمتوں کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہرا دیا جائے گا!

قلب مبارک کا اپریشن یعنی شق صدر

سرکار دو عالم ﷺ کے قلب مبارک کو سفر معراج سے پہلے زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور اس میں سونے کے طشت میں انوارات و برکات الٰہیہ کے بہا موتی اور جواہرات لا کر قلب مبارک میں رکھ دیئے گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے قلب مبارک کو ان تمام مشاہدات کے لئے تیار کر دیا گیا جو آپ کو اس سفر میں پیش آنے تھے! کیونکہ بعض ایسے واقعات پیش آنے والے تھے

جن کی وجہ سے بتقاضائے بشریّت آپ پر خوف کی سی حالت طاری ہوسکتی تھی۔ جیسی موسیٰ علیہ السلام کو اژدھا دیکھ کر پیدا ہوتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے قلب مبارک میں وہ تمام انوارات و جواہرات جمع فرما دیے۔ تاکہ آنے والے واقعات کا اطمنان اور سکون سے مشاہدہ اور معائنہ فرما سکیں! معلوم ہوا کہ انبیاءؑ کے پاس ایسے دل ہوتے ہیں جو تمام مخلوق کے قلوب سے بلند و بالا ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان کی بلند حوصلگی کا کوئی بشر مقابلہ نہیں کرسکتا۔

یہی فرق ہے قلب بشر

اور قلب ملک میں

علمائے کرام نے شق صدر اور شرح صدر دونوں کے الگ الگ محل بھی بیان کئے ہیں دونوں صورتون میں کسی کو مراد لیا جاسکتا ہے۔

زمزم سے کیوں دھویا

زمزم آپ کے سلسلۃ الذہب کے پیغبر جلیل حضرت اسمائیل علیہ السلام کا معزانہ چشمہ تھا۔ اس لئے اس کو قیامت تک جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے زمزم کی نسبت سرکاردو عالم ﷺ کے قلب اطہر کی طرف فرمادی تاکہ یہ چشمہ اُمّتِ محمّدیہ کے لئے بھی تا قیامت جاری رہے۔ اور نسبت اسماعیلی نسبت محمّدی کی طرف منتقل ہوجائے۔

یعنی...... پہلے اس چشمہ کا سوئچ اسماعیلؑ کے ساتھ تھا!

اب دوسرا سوئچ...... قلب محمد ﷺ کے ساتھ لگا دیا گیا۔ اب زمزم شفا اور برکات کا نادر و بے مثال چشمہ بن گیا!

آسمانون پر پہنچے تو پہلے آسمان کے انچارج نے پاچھا کہ

مَن مَعَکَ؟

عَ اُرسِلَ اِلیہ

کیا آپ کو بلایا گیا ہے!

معلوم ہوا کہ آسمانوں پر جانے کے لئے بلایا جانا ضروری ہے!

اگر آسمانوں پر اللہ تعالیٰ بلائیں گے......محمّد رسول اللہ تشریف لے جائیں گے!

☆ آپ کے جانے کے لئے دعوت خداوندی کا ہونا ضروری ہے۔

☆ میلاد کی مجالس اور عرس کی محافل میں نہ ہی اللہ تعالیٰ آپ کو بلاتے ہیں اور نہ حضور ﷺ تشریف لے جاتے ہیں!

انبیاؑ سے ملاقات کا راز

حضرات گرامی! آپ نے سن لیا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ جب معراج کے لئے تشریف لے جاتے ہیں، تو آپ کی چند برگزیدہ انبیاؑ (علیہم السلام) سے ملاقات ہوتی ہے حضراتِ انبیاؑ (علیہم السلام) سے جو تاریخی اور خوشگوار ملاقات ہوئی ہے۔اس کا نقشہ کچھ یوں بنتا ہے۔

☆ آسمان اوّل — حضرت آدم علیہ السلام

☆ آسمان دوم — حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام

☆ آسمان سوم — حضرت یوسف علیہ السلام

☆ آسمان چہارم — حضرت ادریس علیہ السلام

☆ آسمان پنجم — حضرت ہارون علیہ السلام

☆ آسمان ششم — حضرت موسیٰ علیہ السلام

☆ آسمان ہفتم — حضرت ابراہیم علیہ السلام

تمام اکابر انبیاؑ کی مالاقات میں بھی سرکار دوعالم ﷺ کے لئے بہت سے علوم ومعارف کے دریا بہادیئے گئے۔اور انبیاؑ علیہم السلام نے سرکار دوعالم ﷺ کو جس پیار اور محبت سے نوازا اس کی مٹھاس اب بھی ان کے الفاظ میں پائی جاتی ہے۔مثلاً حضرت آدم علیہ السلام سے جب ملاقات ہوئی تو آپ سرکار دوعالم ﷺ کو فرمایا کہ

مَرحَبًا یا ابنَ الصَّالِح......اے نیک فرزند مبارک ہو!

حضرت آدم علیہ السلام اپنے فرزند ارجمند کی اس بالاتری اور شکوہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ داد وتحسین اور تبریک مرحبا کے محبت بھرانداز سے آپ کا استقبال فرمایا۔ان محبت بھرے الفاظ سے

جہاں پہلے اور آخری نبی کی باہمگی محبت و پیار کی چاشنی کی خبر ملتی ہے وہیں پر یہ بھی ثابت ہوا کہ

محمد رسول اللہ (ﷺ)

اولاد آدم کے معزز ترین فرد ہیں۔

فرد اکمل۔فرد اعلٰی۔فرد اشرف۔فرد اطیب

تو اصل و جود آمدی از نخست

دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

لیکن ان تمام صفات حمیدہ کے باوجود آپ کو ک جنس بشریت سے خارج کرنا کسی کور باطن اور دشمن کتاب وسنّت کا ہی کام ہوسکتا ہے۔(اعاذ نا اللہ)

حضرت آدمؑ سے ملاقات کا راز

حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے آسمان پر اس لئے ملاقات کرائی گئی کہ اس ملاقات میں ہجرت کی طرف اشارہ تھا کہ جس طرح حضرت آدمؑ نے ایک دشمن کی وجہ سے آسمان اور جنت سے زمین کی طرف ہجرت فرمائی اسی طرح آپ بھی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرما جائیں گے!اور حضرت آدمؑ کی طرح آپ کو بھی مالوف کی جدائی سے طبعًا صدمہ ہوگا۔

حضرت عیسٰیؑ و یحیٰیؑ سے ملاقات کا راز

دوسرے آسمان پر حضرت عیسٰی علیہ السلام اور یحیٰی علیہ السلام کی ملاقات کرائی گئی۔اس ملاقات کا راز یہ تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زمانہ کے اعتبار سے سرکار دوعالم ﷺ کے قریب پہنچے۔!چنانچہ سرکار دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ **اَنَا اَقۡرَبُ النَّاسِ بِعِیۡسَی بنِ مَرۡیَمَ لَیۡسَ بَیۡنِی وبَیۡنہٗ نَبِیٌّ.**

میں تمام انبیاء میں عیسٰی بن مریم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں۔میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔نیز حضرت عیسٰی علیہ السلام اخیر زمانہ میں دجال کے قتل کے لئے آسمان سے نازل ہوں گے اور دین محمدی کی نصرت فرمائیں گے اور قیامت کے دن حضرت عیسٰی علیہ السلام تمام اولین وآخرین کو لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور شفاعت کبریٰ کی

درخواست کریں گے! ان وجوہات کی بنا پر حضرت عیسٰی سے ملاقات کرائی گئی۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام چونکہ آپ سے قرابت نسبی رکھتے تھے۔ اس لئے ان کو بھی شرف ملاقات بخشا گیا۔ اس ملاقات میں یہود کی تکالیف اور مصائب پہنچانے کی طرف بھی اشارہ تھا کہ یہود آپ کو رنج اور تکالیف پہنچانے میں کوئی وقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے اور آپ کو شہید کرنے کے لئے طرح طرح کے مکر وفریب کریں گے، مگر اے محبوب جس طرح اللہ تعالٰی نے عیسٰی علیہ السلام کو یہود کے شر سے محفوظ رکھا۔ اسی طرح اللہ تعلی آپ کو بھی ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

یوسف علیہ السلام سے ملاقات کا راز

حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات سے اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ یوسف علیہ السلام کی طرح آپ بھی اپنے برادرانِ قریش سے مصائب اور تکلیفیں اٹھائیں گے۔ بالآخر آپ فتح پائیں گے اور آپ کے حاسد ومعاند شکست عظیم سے دوچار ہوں گے! پھر جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی جان کے دشمنوں کو معاف فرمادیا تھا۔ آپ بھی اسی طرح فتح مکہ کے بعد اپنے دشمنوں کو معاف فرماتے ہوئے ارشاد فرمائیں گے!

لَاتَشرِیبَ عَلَیکُم الیَومَ یَغفِرُ اللهُ لَکُم وَهُوَارَحَمُ الَّراحِمِینِ اِذهَبُو فَاَنتُمُ الطُّلَقَاء.

آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے اور تم کو معاف کرے وہ ارحم الراحمین ہے اور جاؤ تم سب آزاد ہو

!

حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات کا راز

حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ سلاطین کو خط وکتابت کے ذریعہ دعوت اسلام دیں گے! حضرت ادریس علیہ السلام فن کتابت کے اولین موجد ہیں نیز حضرت ادریس علیہ السلام کو وَرَفَعنَا مَکَانًاعَلَیًّا...... کے مقام بلند سے بھی سرفراز فرمایا گیا تھا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اے محبوب جس طرح حضرت ادریس علیہ السلام کو مقام بلند فرمایا گیا تھا اسی طرح آپ کی ذات گرامی کو بھی اس بلند وبالا مقام اور رفعت شان سے سرفراز

فرمایا جائے گا!

حضرت ہارون علیہ السلام کی ملاقات کا راز

حضرت ہارون علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ مقصود تھا کہ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام کے روکنے کے باوجود ان کی قوم گوسالہ پرستی سے باز نہ ائی اور آخرکار ہلاکت کا شکار ہوگئی......اسی طرح اے محبوب یہ سرداران قریش بھی آپ کی نافرمانی اور بغاوت کے سبب تباہ وبرباد ہوں گے اور ان کو ذلت ورسوائی سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی! چنانچہ جنگ بدر میں قریش کو ذِلّت آمیز شکست اور رسوائی ہوئی!

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا راز

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں تو بہت ہی اسرار ورموز پائے جاتے ہیں ان میں سے ایک اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام ملک شام میں جبارین سے جہاد وقتال کے لئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح دی۔ اسی طرح اے محبوب آپ بھی ملک شام میں جہاد کے لئے داخل ہوں گے۔ چنانچہ آپ غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے اور دومتہ الجندل کے رئیس نے جزیہ دے کر صلح کی درخواست کی۔ آپ نے اس کی صلح کی درخواست کو قبول فرمایا اور جس طرح ملک وشام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع کے ہاتھ پر فتح ہوا اسی طرح سرکار دوعالم ﷺ کے بعد سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ملک شام فتح ہوا اور اسلامی عظمت کے پرچم پورے شام پر لہرانے لگے موسیٰ علیہ السلام سے طور پر کلام فرمائی اور سرکار دوعالم ﷺ کو قاب قوسین کی منزلیں طے کرا کے شرفِ باریابی بخشا!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کا راز

حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ جدالانبیاء ہیں اور سرکار دوعالم ﷺ چونکہ آپ کی دعاؤں کا ثمر ہیں اس طرح آپ کو اس طرف اشارہ کردیا گیا کہ اب آپ کے ذریعہ بنائے ابراہیمی بیت اللہ شریف کی بہاروں کو ایک نیا جوبن بخشا جائے گا اور آپ کو بیت المقدس اور بیت اللہ دونوں قبلوں

کو نبی بنادیا جائے گا۔

حضرات گرامی !سرکاردوعالم ﷺ ساتوں آسمانوں کی ان نہایت ہی عظیم الشان پرازانوارات ملاقات اور جنت کے معائنہ کے بعد سدرہ المنتہٰی سے ہوتے ہوئے جبریلؑ سے مقام سدرہ پر الوداع ہوتے ہوئے اس مقام قرب میں پہنچتے ہیں۔ جہاں پر۔

ایک عبد تھا ایک معبود تھا

ایک ساجد تھا ایک مسجود تھا

ایک محبّ تھا ایک محبوب تھا

فاوحی الی عبده ما اوحی

محبوب میرے لئے کیا لائے ہو؟

تحفے تحائف

آپ مختار مطلق ہیں۔اور **علی کل شیی قدیر** ہیں۔آپ کو بھلا کس چیز کی ضرورت ہے ؟

فرمایا محبوب......کوئی چیز تو مقام محبت و ناز میں پیش کرو؟

عرض کیا کہ مولیٰ......تین تحفے دربار خداوندی کے لیے لایا ہوں۔وہ پیشِ خدمت ہیں۔

التحیات لله

والصلوات

والطیبات

قولی عبادتیں تیرے لئے

بدنی عبادتیں تیرے لئے

مالی عبادتیں تیرے لئے

معراج کی رات حضور ﷺ کے تین حلف

میرے مولیٰ آج اس راز و نیاز محبت وعظمت کی رات میں تیرے دربار میں تین حلف اٹھاتا

ہوں؟

کہ میری زبانی عبادتیں تیرے لئے ہوں گی
میری بدنی عبادتیں تیرے لئے ہوں گی
میری مالی عبادتیں تیرے لئے ہوں گی

خطیب کہتا ہے

معراج کی رات یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب کو بلا کر تین حلف لئے کہا اے محبوب مجھے آ کر بتاؤ کہ آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے خدا کے حضور ﷺ نہایت نیاز مندی سے عرض کیا کہ

زبانی عبادت صرف اور صرف تیری کروں گا
بدنی عبادت صرف اور صرف تیری کروں گا
مالی عبادت صرف اور صرف تیری کروں گا

گویا کہ زبان تیری
جان تیری
مال تیرا

توحید خداوندی کا یہ اقرار واعتراف معراج کا اس قدر عظیم عہد و پیمان ہے جو پوری امت کے لئے مشعل راہ ہے۔ باعث نجات ہے اور عقیدہ توحید پر استقامت کی عظیم دستاویز ہے!

زبان سے غیر اللہ کے وظیفے چھوڑنا
جان سے غیر اللہ کے سجدے چھوڑنا

مال سے غیر اللہ کے نذر و نیاز چڑھاوے چھوڑنا یہ معراج کی حقیقی روح ہے اور معراج کا حقیقی فلسفہ ہے!

اس گروہ کو معراج کی محافل اور مجالس منعقد کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا جو غیر اللہ کے وظیفے پڑھتے ہیں۔

غیر اللہ کے چڑھاوے چڑھاوے ہیں

غیر اللہ کے سجدے کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے تین تحفے

سرکار دوعالم ﷺ نے جب خدا کے حضور نہایت محبت و نیازمندی کے عالم میں تین تحفے پیش کئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تین تحفے عطا فرمائے۔

السلام علیک ایھاالنبی

ورحمۃ اللہ ....وبرکاتۃ

اے نبی آپ پر سلامتی ہو

اور اللہ کی رحمت ہو

اور اللہ کی برکتیں ہوں!

معلوم ہوا جب عقیدہ توحید پر پختگی کا عہد ہوگا

اور اس پر استقامت کا یقین ہوگا تو

اللہ کی سلامتی نازل ہوگی

اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی

اللہ کی برکتیں نازل ہوں گی

عرض کیا کہ مولا کریم؟ صرف مجھے ہی نہیں بلکہ میری امت کو بھی ان رحمتوں اور برکتوں میں شامل فرما۔

السلام علینا

وعلی عباداللہ الصالحین

ہم پر سلامتی ہو

اور اللہ (تیرے) نیک بندوں پر سلامتی ہو!

معلوم ہوا کہ یہ سلامتی امت کے لئے اور صالحین کے لئے بھی معراج کی رات کو مانگی گئی تاکہ

امت محمدیہ کو بھی اس تحفہ معراج میں شامل کرلیا جائے

امت کی خوش بختی

اے امت محمدیہ کے فرزندو تمہیں بھی اس بات کا احساس ہے یا نہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے تمہیں معراج کے خصوصی سفر میں بھی فراموش نہیں فرمایا بلکہ خداوند قدوس کی بارگاہِ اقدس میں بھی تمہیں یاد رکھا گیا، کیا اس سے بڑھ کر تمہارے لئے کوئی اور خوش بختی ہوسکتی ہے، مگر افسوس تم نے اس کی بھی پرواہ نہیں کی ......تمہارے عقائد اور تمہارے اعمال جوں کے توں رہے اور تم نے کبھی احساس نہیں کیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کا کس قدر احسان ہے کہ وہ تمہیں ہر وقت یاد رکھتے اور تم ہو کہ غفلت اور تساہل کا شکار ہو یا اسفی

آیئے آج عہد کریں کہ ہم بھی توحید و سنت اور اعمال و کردار میں سرکار دو عالم ﷺ کی اطاعت وفرمابرداری کو حرز جاں بنائیں گے۔

بمصطفٰی برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بادنرسیدی تمام بولہبی است
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

جبریل امین کو کہ سدرۃ المنتہٰی پر رہ گئے تھے۔ انہوں نے بارگاہ قدس میں عرض کیا کہ

اَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں!

جبریلؑ نے بات مکمل کردی!

خدا اور رسولؐ کے اس قدر عظیم قرب کی دیکھتے ہوئے کوئی گمراہ یوں نہ کہہ دے کہ

وہی ہے اوّل وہی آخروہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

(حدائق بخشش۔مصنفہ احمد رضا خان۔ج ۱)

اس لئے جبرائیلؑ علیہ السلام نے اشہدان لا الٰہ الا اللہ کہہ کر خدا کے وحدہ لاشریک لہ ہونے کی گواہی دے کر پوری دنیا کو عقیدہ توحید پر قائم ودائم رہنے کا اعلان کر دیا؟

نوری نے بشر کا کلمہ پڑھا

جبرئیل علیہ السلام نوریوں کے سردار ہیں۔معراج کی رات سیّد البشر امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی عبدّیت ورسالت کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ

وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

خطیب کہتا ہے

عبدہ پہلے رسولہ بعد میں۔

عبدیت کا اقرار پہلے رسالت کا اقرار بعد میں۔

کیونکہ وصف نبوت کے لئے ظرف بشریت کا ہونا ضروری ہے۔

نبوت چونکہ بے مثال دولت تھی۔

اس کے بشریت کا بے مثال ظرف بنایا۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ

(ہم نے انسانوں کو پیدا کیا۔بہترین صورت میں)

ولقد کرّمنا بنی آدم

(ہم نے بنی آدم کو فظیلت دی)

جو عبد ہوگا.................وہی رسول ہوگا

جو عبد نہیں ہوگا............وہ رسول بھی نہیں ہوگا

اسی لئے قرآن مجید نے واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ

بعبده ......کہا

رسوله......نہیں کہا

بعبده......کہا

بنبیه......نہیں کہا

بعبده......کہا

بحبیبه......نہیں

تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ عبدیت کا اقرار پہلے کرو اور رسالت کا اقرار بعد میں کیونکہ معراج عبد اور بشر کو ہی ہو سکتا ہے۔نور......اور نورانی کو معراج نہیں ہو سکتا! اقبال مرحوم فرماتے ہیں کہ

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفٰے سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

غالی چلّاتا ہے

جب قرآن وسنت کی روشنی میں سرکار دوعالم ﷺ کی عبدیت اور بشریت کا بذکرہ کیا جاتا ہے تا کہ غالی اپنی کج فطرتی کی وجہ سے منصب نبوت کو منصب الوہیت کے برابر نہ سمجھے لگ جائے تو غالی چیختا اور چلانا شروع کر دیتا ہے کہ............اوہو حضورؐ کو بشر کہہ دیا............اپنے جیسا کہہ دیا (معاذ اللہ) بڑے بھائی جیسا بنالیا............استغفر اللہ

حضرات گرامی یہ محض جھوٹ اور افترا ہے حالانکہ علمائے حق کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام کائنات ایک طرف ہوا اور سرکار دوعالم ﷺ کی ذات گرامی ایک طرف ہو تو تمام کائنات مل کر بھی سرکار دوعالم ﷺ کے مرتبے اور مقام کو نہیں پہنچ سکتی!

خدا سے تو کم ہیں اور سب سے زیادہ
دوعالم سے اعلیٰ ہمارے احمدؐ

ہمارا عقیدہ ہے کہ جو حضورؐ کو بڑے بھائی جتنا سمجھتے وہ کافر ہے اور یہ بھی سن لیجئے کہ حضورؐ کو خدا جیسا کہتا ہے وہ بھی کافر ہے۔

نہ بڑے بھائی جیسا ہے

نہ خدا جیسا ہے

خدا اپنی خدائی میں وحدہ لاشریک ہے

اور

مصطفیٰؐ اپنی مصطفائی میں وحدہ لاشریک ہے

میرے مصطفیٰؐ (ﷺ)

میرے خدا کی تخلیقات کا شاہکار ہیں......اور توحید کی آخری اور مکمل دلیل ہیں

خطیب کہتا ہے

خلاصہ یہ نکلا۔

التحیات نے..................صحیح عقیدہ توحید دیا

التحیات نے..................صحیح عقیدہ اسلام دیا

التحیات نے..................صحیح عقیدہ بشریت دیا

اے فرقہ ضالّہ

لڑنا ہے تو خدا سے لڑو

بدلنا ہے تو التحیات کو بدلو

کیونکہ التحیات کے ہوتے ہوئے تمہارے فاسد اور غلط عقائد کا سکّہ نہیں چل سکتا! معلوم ہوا کہ التحیات صحت مند عقائد کا گلدستہ ہے اسی لئے اس کی خوشبو ہر نماز میں بار بار سونگھی گئی۔

التحیات روح صلوٰۃ ہے

التحیات روح معراج ہے

التحیات روح عقیدہ توحید ہے

التحیات روح عقیدہ رسالت ہے

التحیات روح عقیدہ بشریت ہے

التحیات گلدستہ عبادات ہے

سبحان اللہ

صلوٰۃ تحفہ معراج

حضرات گرامی! معراج شریف میں جہاں اور بہت سے نوادرات اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائے ہیں۔ وہیں نماز کا تحفہ بھی دیا گیا۔ پہلے پچاس نمازیں فرض کی گئیں، مگر جب واپسی پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ حضورؐ! آپ خداوند قدوس کے حضور دوبارہ جائیے یہ آپ کی امت کے لئے متحمل نہیں ہوں گی۔ چنانچہ آپ بار بار گئے تخفیف ہوتے ہوئے پانچ نمازیں ہوگیئں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب آپ کی امت کی ادا تو پانچ نمازیں ہوں گی، مگر ثواب پچاس نمازوں کا دیا جائے گا۔! سبحان اللہ

محنت تھوڑی اور مزدوری زیادہ۔

لطیفہ! میں ایک مقام پر تقریر کر رہا تھا کہ حضورؐ کو معراج میں پچاس نمازیں دی گئیں تھی۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کے بار بار کہنے پر حضورؐ تشریف لے جاتے رہے تو پانچ نماز باقی رہ گئیں۔ اس پر بھی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ حضورؐ ایک مرتبہ اور تشریف لے جائیں یہ بھی آپ کی امت کے لئے دشوار ہوگا، تو ایک آدمی کہنے لگا۔

اللہ بھلا کرے موسیٰ علیہ السلام کا ایک چکر اور لگوا دیتے تو جان چھوٹ جاتی۔!

اس بے چارے کو کیا معلوم کہ

الصلوٰۃ عماد الدین ۔نماز دین کا ستون ہے۔ اس کے چھوٹنے سے اسلام کا ستون گر جاتا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ **قرۃ عینی فی الصلوٰۃ** میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور ارشاد نبوت ہے کہ الصلوٰۃ معراج المومنین نماز مومنوں کی معراج ہے!

نماز سے انسان کو خدا کا قرب ہوتا ہے۔ نماز سے انسان کو روحانی بلندی اور بالیدگی حاصل ہوتی ہے نماز اس قدر پاکیزہ اور مقدس عبادت ہے جو حضورؐ کو عرش پر عطا کی گئی جتنی نماز خود بلند

تھی۔

اتنی ہی بلند مقام سے عطا کی گئی۔

نماز کو دوست بنانے والا

دنیا اور آخرت میں بلند رہے گا۔

معراج کے تین انعام

حضرات گرامی! سرکار دو عالم ﷺ کو معراج شریف میں انوارات و برکات کے وہ خزینے عطا فرمائے گئے جن کی مہک سے آج پوری دنیا معطر ہے۔ حضور ﷺ کی ذات گرامی تو مرکز عنایات تھی! مگر آپ کی امت پر بھی اس رات رحمت خداوندی کے خزانے کھول دیئے گئے تا کہ امت محمدیہ کو بھی اس سفر مبارک کی دولت سے مالا مال کر دیا جائے اور حضور ﷺ کے شرف نسبت سے جو اعزاز اس امت کو ملا ہے انہیں بھی خدا کے دربار سے ایسے انعامات و کرامات سے نوازا گیا کہ جریدہ عالم پر ان کی بالا دستی ہمیشہ کے لئے ثبت کر دی گئی۔ چنانچہ بارگاہ ایزدی سے ارشاد ہوتا ہے کہ اے محبوب جہاں آپ معراج کی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال ہو کر جا رہے ہیں وہیں اپنے ساتھ اپنی امت کے لئے بھی تیس تحفے اور تین انعام لے جائیں تا کہ امت محمدیہ بھی ان نعمتوں سے مالا مال ہو جائے۔

فاعطی رسول اللہ ﷺ ثلثا اعطی الصّلوٰات الخمس واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ و غفر لمن لّایشرک باللّٰہ من امّتہ شیا. (مشکوٰۃ باب فی المعراج)

رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں عطا فرمائی گئیں۔

☆ پانچ نمازیں

☆ سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں۔

☆ شرک نہ کرنے والا موحد جنتی ہوگا۔

سورۃ بقرہ کی آخری آئتیں کو معراج کی رات عطا فرمائی گئیں۔ ان میں خدا سے مانگنے کا طریقہ

اور سلیقہ بتایا گیا ہے۔حتیٰ کہ درخواست کے الفاظ اور مضمون بھی خداوند قدوس نے خود ہی بتا دیا۔کیا کوئی ایسا مالک بھی ملے گا جو اپنے چاہنے والوں کو بتائے کہ میرے پرستارو! مجھے اس انداز سے اور ان الفاظ سے پکارو گے تو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دوں گا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ......

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَاتُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (بقرہ)

ہمارے پروردگار اگر بھول جائیں یا چُوک جائیں تو ان کی باز پرس ہم سے نہ کر۔اے ہمارے پروردگار اور ہم پر اس کا بوجھ نہ ڈال جس طرح سے پہلوں پر تو نے ڈالا اور اے پروردگار اور اتنا بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے! ہم سے نہ اٹھوا! اور ہمارے قصوروں سے درگزر اور ہمارے قصوروں کو معاف فرما۔اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مددگار ہے تو ان لوگوں کے مقابلہ میں جو تیرے منکر ہیں ہماری مدد فرما!

ان آیات میں تمام دعاؤں اور اپیلوں کے بعد رحم کی اپیل ہے جو خداوند قدوس اپنے رحم وکرم سے ضرور منظور فرمائیں گے۔!

موحد کی بخشش

حضرات گرامی! شرک ایک بنیادی ناسور ہے جو انسان کی تمام عبادتوں اور ریاضتوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔اس لئے قرآن حکیم میں آیا ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ .

یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی بخشش نہیں فرماتے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے! اس کے علاوہ جس کو چاہیں بخش دیں۔معلوم ہوا کہ شرک کرنے والے کی بخشش نہیں ہوگی اور شرک سے اعتراض کرنے والے کو بخش دیا جائے گا۔یہ بشارت عظیم عطیہ الٰہی ہے جو امت محمدیہ کو عطا فرمایا گیا ہے۔

خطیب کہتا ہے

معلوم ہوتا ہے سفر معراج کی وجہ سے بہت سے لوگ احد اور احمد کو ایک سمجھنے لگ جائیں گے۔ یہ بات علم الٰہی میں تھی۔

اس لئے اس امت کو بتا دیا گیا خبردار۔ خبردار۔ خبردار شرک سے بچنا۔ ورنہ بخشش نہیں ہوگی۔

یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ.

معلوم ہوا کہ مشرک کو سفر معراج کی برکات سے حصہ نہیں ملے گا۔

معلوم ہوا مشرک سفر معراج کے انوارات سے محروم رہے گا۔

معلوم ہوا مشرک کو معراج کے انعامات سے سرفراز نہیں فرمایا جائے گا۔

مصدق اول معراج

حضرات گرامی! سرکار دو عالم ﷺ جب سفر معراج سے واپس مکہ مکرمہ تشریف لائے اور آپ نے اس معجزہ عظیم کا ذکر قریش مکہ کے سامنے کیا تو سرزمین مکہ میں ایک کہرام برپا ہو گیا اور ہر طرف سے انکار و استہزا کے آوازے بلند ہونے لگ گئے۔ کوئی کچھ کہتا تھا۔ سب تعجب اور حیرانگی سے کہتے تھے کہ......

یہ نہیں ہوسکتا!

کیونکہ

آمنہ کا لال — آسمان پر نہیں جاسکتا

عبداللہ کا بیٹا — آسمان پر نہیں جاسکتا

خدیجہ کا خاوند — آسمان پر نہیں جاسکتا

اور پھر سب کا مشترکہ ترانہ بن گیا۔

کہ — بشر ہو کے عرشاں تے جا کوئی نہیں سکدا۔

(یعنی بشر ہو کر کوئی شخص آسمانوں پر نہیں جاسکتا!

یہ دعوٰی تھا اہل مکہ کا

یہ دعوٰی تھا قریش مکہ کا

یہ دعوٰی تھا لات وعزیٰ کے پجاریوں کا

یہ دعوٰی تھا ہبل کے پجاریوں کا

کہ

بشر ہو کے عرشاں تے جا کوئی نہیں سکدا۔

یہی دعوٰی لے کر صدیق اکبرؓ کے پاس گئے

اور بغلیں بجا کر پوچھنے لگے؟

ابوبکرؓ یہ بتاؤ؟

کوئی راتوں رات آسمانوں پر جا سکتا ہے؟

فرمایا نہیں؟

اچھا یہ بتاؤ؟

کوئی راتوں رات ساتوں آسمانوں کی سیر کر سکتا ہے

فرمایا، نہیں!

اچھا یہ بتاؤ؟

کوئی راتوں رات ان تمام آسمانوں کی سیر کر کے واپس آ سکتا ہے؟

فرمایا نہیں؟

قریش بغلیں بجانے لگ گئے!

کیونکہ کفار مکہ کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح رسولؐ اور صدیقؓ کو جدا کر دیا جائے!

مگر کفار توڑتے تھے

اور خدا جوڑنے تھے

کفار نے پوری قوت صرف کر دی، مگر صدیقؓ کو رسولؐ سے جدا نہ کر سکے۔ خدا نے رسولؐ اور

صدیقؓ کوایسا جوڑا......

کہ............فاران کا ساتھی

ایمان کا ساتھی

ایقان کا ساتھی

سفر کا ساتھی

حضر کا ساتھی

بدر کا ساتھی

غار کا ساتھی

مزار کا ساتھی

ثانی اثنین کی آواز پوری کائنات میں گونج اٹھی......

اس لئے آج بھی کفار صدیق اکبرؓ کو اپنے محبوب سے جدا نہ کر سکے۔

سیّدنا صدیق اکبرؓ نے پوچھا؟

یہ تو بتاؤ ایسی باتیں کون کہتا ہے؟

کفار جھٹ سے بولے کہ تیرا محمدؐ!

صدیق اکبرؓ نے فوراً فرمایا!

سن لو......اور کان کھول کر سن لو، اگر یہ باتین میرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہیں تو خدا کی قسم۔

زمین اپنی جگہ سے ہٹ سکتی

آسمان اپنی جگہ بدل سکتا ہے

آفتاب اپنی روشنی چھوڑ سکتا

چاند اپنی چاندنی چھوڑ سکتا ہے

مگر میرے محمدؐ کا قول غلط نہیں ہو سکتا۔

سبحان اللہ

کفار کہتے ہیں کہ ابو بکرؓ بھلا سوچو تو سہی کہ کیا؟

بشر ہو کے عرشاں تے جا کوئی نہیں سکدا

کفار کا فلسفہ ہی یہی تھا

کفار کا عقیدہ ہی یہی تھا

انہوں نے صدیق اکبرؓ کو بھی یہی فلسفہ سنایا

آپ نے بزبان حال کہا کہ

بشر ہو کے عرشاں تے جاوے **محمدؐ**

ملک ہو کے عرشاں تے جا کوئی نہیں سکدا

خطیب کہتا ہے

آسمان پر سدرہ سے آگے جا ہی بشر سکتا ہے!

معراج بشر کے جانے سے ہی ہوگا۔

نوری جائے گا تو یہ جانا اس کی عادت ہوگا۔

نوری آئے گا تو یہ آنا اس کی عادت ہوگا۔

بشر جائے گا تو یہ جانا اس کا کمال ہوگا

بشر آئے گا تو یہ آنا اس کا کمال ہوگا

بشر کا جانا بھی کمال

بشر کا آنا بھی کمال

بشر کا جانا بھی معراج

بشر کا آنا بھی معراج

سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کے ایمان کی اس قوت و استقامت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ............

انت الصدیق ......انت الصدیق

گویا کہ آج کے بعد آپ کو صدیق کا سرکاری لقب عطا فرمایا گیا

محمد ﷺ مصدق ہیں

تو

ابوبکر........................صدیق

محمد (ﷺ) مصدق انبیاء

ابوبکرؓ (رضی اللہ عنہ) مصدق مصطفٰے ہیں۔

واخر دعوناان الحمد للّٰہ رب العالمین

رجب کا چوتھا خطبہ

معراج مصطفٰی ﷺ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ.

ترجمہ ؛ پاک ذات ہے کو اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصٰے تک لے گیا! جس کے ارد گرد کو ہم نے با برکت بنا رکھا ہے تا کہ (بندہ) کو ہم بعض اپنے عجائب (قدرت) دکھائیں۔ بے شک سمیع و بصیر وہی اللہ ہے!

حضرات گرامی !اس وقت جو آیت کریمہ میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مسئلہ معراج اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج مجلس میں قرآن مجید کے ان الفاظ کے موتی اور جواہرات آپ کے سامنے پیش کروں جو اس آیت کریمہ میں پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے معجزہ معراج کو بیان فرمانے کے لئے لفظ سبحان سے آغاز فرمایا ہے. سبحٰن...... کا معنی...... پاک ہے۔ عموماً بیان کیا جاتا ہے۔ تا کہ مضمون کی مناسبت سے اس عنوان جلی کا مفہوم سامنے آسکے! چنانچہ قرآن حکیم کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر لفظ سبحٰن کے مفہوم کو جب سمجھنے کی کوشش کی جائے گی تو معلوم ہوگا کہ سبحٰن اس ذات کو کہا جاتا ہے جہاں بندہ اپنی عاجزی کا اعتراف کرے اور اللہ تعالیٰ کے غلبہ کامل کا معترف ہو جائے۔ سبحٰن ......یعنی بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس حقیقت کو تسلیم کر جائے کہ میں عاجز وہ غالب ہے!

سبحٰن بندہ اور تمام کائنات کی جس مقام پر طاقت ختم ہو جائے اس مقام سے جس کی طاقت اور غلبے کا آغاز ہو اسے سبحٰن کہتے ہیں، لیکن عام فہم زبان میں اس کے مفہوم کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ

میں عاجز اور وہ قادر

یہ ہے ذات سبحان

آیئے قرآن مجید سے لفظ سبحان کے حقیقی مفہوم کو سمجھیں تا کہ اس کی شرینی اور حلاوت سے بہرہ در ہوسکیں۔حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر قرآن میں ہے کہ جب آپ اپنی قوم سے ناراض ہوکر تشریف لے گئے تو آپ نے جس منزل پر تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا تھا اس کے راستہ میں ایک دریا کو عبور کرنا پڑتا تھا۔آپ جب اس دریا کے کنارے پر پہنچتے ہیں تو ملاح نے انہیں نیک سیرت اور پاکیزہ شخصیت دیکھ کر اپنی کشتی میں سوار کرلیا۔قرآن مجید میں ارشادربانی ہے۔

وَذَاالنُّوْنِ اِذْذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ. اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.

اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام کا معاملہ یاد کرو) جب ایسا ہوا تھا کہ وہ راہ حق میں خشمناک ہوکر چلا گیا۔پھر اس نے خیال کیا کہ ہم اس کو تنگی (آزمائش) میں نہیں ڈالیں گے۔پھر (جب اس کو آزمائش کی تنگی نے آگھیرا) تو اس نے مچھلی کے پیٹ میں اور دریا کی گہرائی کی تاریکیوں میں پکارا خدایا تیرے سوا کوئی بچانے والا قادر نہیں تیرے لئے ہر طرح کی پاکی ہو. **سبحانک** ......تو قادر میں عاجز......اس لئے اس مچھلی کے پیٹ سے تیرے سوا کوئی نہیں بجات دے سکتا۔

خطیب کہتا ہے

مچھلی	کے	پیٹ	کا	اندھیرا الگ
پانی	کی	موجوں	کا	اندھیرا الگ
رات	کی	تاریکی	کا	اندھیرا لگ

ان تمام اندھیروں میں حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا کہ **سبحانک یا اللہ** ......تو قادر اور میں عاجز اب تو ہی ہے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں میری فریاد کو سن کر مجھے پار لگانے والا معلوم ہوا کہ اس مقام پر حضرت یونس علیہ الاسلام کی زبان مبارک سے سبحان کا مفہوم متعین کرادیا کہ جس مقام پر بندہ کی طاقتیں جواب دے جائیں اس مقام سے جس ذات اقدس کی قوت و طاقت کا آغاز ہوتا ہے اسے سبحان کہا جاتا ہے!

آیئے قرآن مجید کے دوسرے مقام پر غوطہ زن ہوں اور وہاں سے لفظ سبحان کے اسی مفہوم کے موتیوں سے اپنے دامن کو بھریں تاکہ انوارِ قرآنی سے ہمارے قلب وجگر روشن ہوجائیں اور قرآن کی روشنی میں سبحان کا مفہوم ہمارے دل ودماغ میں راسخ ہوجائے!

چنانچہ ارشاد ربانی ہے!

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (بقرہ)

پھر جب ایسا ہو کہ مشیت الٰہی نے جو کچھ چاہا تھا ظہور میں آگیا اور آدم نے (یہاں تک معنوی ترقی کی) تعلیم الٰہی سے تمام چیزوں کے نام معلوم کر لئے تو فرشتوں کے سامنے وہ تمام حقائق پیش کردیئے اور فرمایا اگر تم (اپنے شبہ میں) درستی پر ہو تو بتلاؤ ان (حقائق) کے نام کیا ہیں۔فرشتوں نے عرض کیا خداوندا! ساری پاکیاں اور بڑائیاں تیرے ہی لئے ہیں ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں سکھلا دیا! علم تیرا علم ہے۔حکمت تیری حکمت ہے!

خطیب کہتا ہے

ملائکۃ اللہ نے اپنے اعتراف عجز کو جس لفظ سے خداوند قدوس سے سامنے تعبیر کیا وہ لفظ سبحان ہے۔ **سبحانک لاعلم لنا.**

اے ذات............والا تو قادر ہم عاجز............تیری ذات ہر عجز اور عیب سے پاک ہے۔

معلوم ہوا کہ سبحان اس مقام پر بولا جاتا ہے۔ جہاں خدا کی عظمتوں اور قوتِ غالبہ کا اعتراف کرنا مقصود ہوتا ہے اور دنیا کو یہ بتلانا ہوتا ہے کہ تم سب خدا کی قوت اور طاقت کے سامنے عاجز ہو! **سبحانک**

ملائکہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ خداوند کی قوت وشوکت سب پر غالب ہے۔

نمازی کو ذرا دیکھئے؟

جب نماز سے باہر ہوتا ہے

تو علامہ صاحب

مولانا صاحب

محدّث

مفسر

حکمران

تاجر

لینڈ لارڈ

قطب ۔ابدال

پریذیڈنٹ

وزیر اعظم

بادشاہ

مگر جونہی نماز میں شامل ہونے کے لئے جاتا ہے تو مکبر تکبیر کہتا ہے اور امام آواز بلند کرتے ہوئے کہتا ہے۔ **اللہ اکبر**

تو نمازی دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے نیت باندھ کر سب سے پہلا جو جملہ زبان پر لاتا ہے وہ یہی ہوتا ہے کہ................**سبحانک اللّٰھم**

اے اللہ۔ہم عاجز اور تو قادر

اے اللہ عظمت تیری

اے اللہ رفعت تیری

اے اللہ قدرت تیری

اے اللہ طاقت تیری

اے اللہ الوہیت تیری

اس لئے اب

چوکھٹ تیری..................اور گردن میری

سبحانک اللھمہ

حضرات گرامی! ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ لفظ سبحان اس مقام پر بولا جاتا ہے جہاں پر یہ بتلانا مقصود ہو کہ اب اس کی عظمتوں کا اعتراف کیجئے جو سب سے عظمت والا ہے اور اس کی طاقت کے سامنے سر نیاز خم کیجئے جو تمام قوتوں کا مالک ہے۔

سبحان سے معراج کا آغاز

لفظ سبحان سے معراج کے بیان کا آغاز کرنے میں یہی حکمت ہے کہ منکریں معراج کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ تم جس وجہ سے سمجھتے ہو کہ انسان معراج پر نہیں جا سکتا۔

عبداللہ کا چاند معراج پر نہیں جا سکتا تو (معاذ اللہ) خوب خوب سمجھ لیجئے کہ ان کو معراج پر لے جانے والا محمد رسول اللہ ﷺ کو معراج کی رفعتوں سے مالا مال کرنے والا اور اپنے محبوب کو معراج کے انوارات سے سرفراز کرنے والا کوئی معمولی طاقت کا مالک نہیں ہے، بلکہ جس ذات اقدس نے اپنے محبوب کو معراج کرایا ہے اس کو سبحان کہتے ہیں ....اور سبحان اس ذات کو کہا جاتا ہے کہ جو کام کوئی نہ کرسکتا ہو وہ اس کو چشم زون میں کر دکھائے۔ جس مقام پر تمام کائنات عاجز آجائے اس کام کو کرنے والے ہی کو تو سبحان کہا جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا ہے............**سبحان الذی اسریٰ**

مفسرین نے لفظ سبحان کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ سبحٰن وہ ذات ہے جو ہر نقص اور کمی سے پاک ہے ہر عجز سے منزہ، ہر قید اور حد بندی سے بالاتر ہے تسبیح کا لفظ لایا ہی ایسے موقعہ پر جاتا ہے جہاں کسی امر اہم اور عظیم الشان کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ **فالتسبیح انمایکون عندالامور العظامه (ابن کثیر)**

سبحٰن الّذی اسریٰ

جب آپ حضرات کو معلوم ہو گیا کہ سبحٰن کا حقیقی مفہوم کیا ہے تو اب آپ پر بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ اس سفر کے آغاز میں ہی بتلا دیا گیا کہ معراج مقدس کے معجزہ کو عقل و خرد کی

روشنی میں جانچنے کی بجائے خدا کی قدرت اوراس کی طاقت کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش کرتا، تاکہ تمہیں کوئی اشکال باقی نہ رہے کیونکہ لفظ سبحان نے پہلے جانے والے کی بجائے لے جانے پر غوروفکر کی دعوت دی ہے کہ پہلے اعتراض نہ کیجئے۔ پہلے بحث نہ کیجئے۔ پہلے انکار نہ کیجئے۔ پہلے دیکھئے کہ جو ذات باری لے جانے والی ہے، وہ اس قابل بھی ہے کہ وہ یہ کام سرانجام دے سکے!

چنانچہ......لفظ سبحٰن ......نے پہلے ذات باری کے غلبہ،قوت، طاقت اور شوکت کا تعارف کرایا کہ لے جانے والا سبحٰن ہے......اور سبحٰن ہوتا ہی وہ ہے کہ جس کام کو کوئی نہ کر سکے وہ ذاتِ اقدس اس کو پل بھر میں کر دکھائے!

اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ سبحٰن الذی اسریٰ...... پاک ہے وہ ذات طاقت والا وہ اللہ جس نے اپنے محبوب کو یہ عظیم الشان سیر کرائی اور ان کا سکہ دونوں عالم پر بٹھا دیا۔

(سبحان اللہ)

لے جانے والا محبّ
جانے والا محبوب
لے جانے والا مسجود
جانے والا ساجد
لے جانے والا معبود
جانے والا عابد
لے جانے والا سبحٰن
اور جانے والا عبدِ سبحٰن

سبحان اللہ

خطیب کہتا ہے

سبحٰن کو پہلے مانا جائے گا
سبحٰن کا عقیدہ میں پہلا نمبر ہوگا

اور عبد سبحٰن کا دوسرا نمبر ہوگا

توحید کا پہلا نمبر ہوگا

اور رسالت کا دوسرا نمبر ہوگا

اسی لئے کلمہ میں

لا الٰہ الااللہ پہلے پڑھا جائے گا

محمد رسول اللہ دوسرے نمبر پر پڑھا جائے گا

نمبر نہ بدلئے.................نمبر بدل جانے سے

کال نہیں ملے گی

جو راتوں رات اپنے

بندے کو لے گیا!

الّذی اسریٰ بعبدہٖ

عبد......عبدیّت انسان کا وہ خصوصی جوہر جو اسے تمام اوصاف سے بلند و بالا کرتا ہے! عبد اور معبود کا تعلق جب سلسلہ انتہا کو پہنچ جائے تو عبد عبدہ، بن جاتا ہے۔ اسی کو علامہ اقبال کی زبان میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر

اور سراپا انتظار ایں منتظر

یہاں پر عبدہ کے جملہ مقدسے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ معراج عبدہ کو ہوا ہے اس لئے دیکھنا کہیں اپنی جہالت کی وجہ سے عبدیت مصطفٰی کا انکار نہ کر دینا۔ کیونکہ عبدیت مصطفٰی کا انکار دراصل انکار معراج بھی ہوگا اور انکار رسالت بھی ہوگا۔

جانے والا عبد کامل

اور

لے جانے والا معبود کامل

نور۔نوری۔فرشتہ۔ان کا آنا جانا تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ان کا آنا جانا عبادت ہے اور عبد کا آنا جانا معجزہ ہے اور کمال عبدیت ہے۔اس لئے بعبدہ کے مقدس جملہ سے سرکار دو عالم ﷺ کی بشریت اور عبدیت کاملہ کو بھی بیان کر دیا گیا تا کہ معراج کے اس عظیم واقعہ اور معجزہ سے سبحٰن اور عبد کا فرق واضح ہو جائے۔

☆ مسجد حرام سے مسجد اقصٰی میں جانا اور مسجد اقصٰی سے پہلے آسمان پر جانا اور پہلے آسمان سے سدرہ تک جانا اور سدرہ سے قاب قوسین کی منزلوں تک جانا اور پھر اس قدر جلد واپس آنا کہ صبح کو پھر آفتاب رسالت کی شعاؤں سے سرزمین مکہ کو منور کرنا یہ اس قدر عجیب وغریب اور حیران کن بات تھی جو لوگوں میں شبہ پیدا کر سکتی تھی کہ جانے والا کہیں خدائی صفات کا ہی حامل نہ ہو! اس میں وہ اختیارات اور قوتیں ہی موجود نہ ہوں جو ایک اللہ اور معبود کا خاصا ہوا کرتی ہیں۔اس لئے ان شبہات اور وساوس کے ازالہ کے لئے **بعبدہ** فرما کر تمام شبہات کا ازالہ کر دیا اور سوچنے والوں کو بتا دیا گیا کہ عبد خواہ سدرہ پر چلا جائے۔عبد خواہ قاب قوسین کی وادیوں سے گزر جائے مگر عبد اور معبود کے فاصلے پھر بھی قائم رہتے ہیں۔عبد۔عبد ہی ہوتا ہے۔معبود۔معبود ہی ہوتا ہے عبد معبود نہیں ہو سکتا اور معبود عبد نہیں ہو سکتا!

بعبدہ۔سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معراج جسمانی تھا۔روح اور جسم دونوں اس سفر کی کیفیات اور انوارات سے بہرہ ور ہوئے، کیونکہ قرآن مجید کی آیات کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد روح اور جسم دونوں کے مجموعے پر بولا جاتا ہے۔چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو حکم دیا **فاسر بعبادی لیلاً** (پ ۲۵)

اے موسٰیؑ (علیہ السلام) میرے بندوں کو رات میں لے جاؤ!

اس آیت کریمہ میں **فاسر بعبادی** سے مراد کی روحوں کو لے جانا نہیں ہے بلکہ ان بندوں کو روح مع الجسد لے جانا ہے اسی طرح اسرٰی بعبدہ میں بھی روح مع الجسد لے جانا ہے تا کہ عظمت کاملہ کا اظہار ہو جائے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے کہ

اَرَءَ یْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی

کیا دیکھا تو نے اس کو جو روکتا ہے۔ بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔

نماز روح نہیں پڑھا کرتی ، بلکہ نماز پڑھنا بھی روح مع الجسد کے ساتھ ہی ہوا کرتا ہے! اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ عبد روح اور جسم کے مجموعے کا نام ہے قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ **لما قام عبد اللّٰہ یدعوہ**

جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ (حضرت محمد ﷺ) اس حال میں کہ اللہ کو پکارتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں عبداللہ روح اور جسم پر ہی ہوتا ہے ان تین آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ عبد کا اطلاق روح اور جسم دونوں کے مجموعے پر ہوتا ہے اس لئے بعبدہ میں اسی بات کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا اور وہ بندہ صرف روحانی عالم میں خواب ہی نہیں دیکھتا رہا، بلکہ اس کو روح اور جسم دونوں اس معجزہ معراج کے انوارات و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ اس لفظ میں جسمانی معراج کا انکار کرنے والے نام نہاد فلسفیوں کا بھی قلع قمع کر دیا گیا۔

معجزہ اور معراج بھی تبھی بنے گا کہ جب حضورؐ اقدس ﷺ جسم و روح سمیت جائیں اور اگر صرف روح کو تمام چیزیں دکھائی گئیں تو یہ معجزہ معراج نہیں ہو سکے گا۔

اس لئے منکرین معراج جسمانی کو دلائل پر غور کر کے اپنے نظریے کی اصلاح کرنی چاہیے!

لیلاً۔ آیت کریمہ میں لیلاً کے لفظ لا راس نکتہ کو بیان فرمایا گیا کہ رات ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں سکون ہی سکون ہوتا ہے اور خداوند قدوس کی رحمت کے خزانے رات کو ہی لٹائے جائے ہیں۔ خداوند قدوس نے اپنے اکثر تحفے اپنے محبوب بندوں کو رات ہی میں عطا کیئے ہیں۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کو **اربعین لیلۃ** چالیس راتوں میں اس قدر انعامات نوازشات سے مکرم فرمایا کہ **کلیم اللّٰہ** بن گئے۔

اپنے حبیب لبیب پر توجہ فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اے کملی اوڑھنے والے رات کو اٹھا کرو۔

کیونکہ اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا.

بے شک رات کے وقت اٹھنے میں (دل ودماغ کا) خوب میل رہتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے!

خطیب کہتا ہے

میرے محبوب آپ میرے دروازے پر رات کو آیا کریں۔عبادت وریاضت کیا کریں۔

آپ بھی رات کو آئیں

میں بھی آپ کو اپنی نشانیاں دکھانے کے لئے رات کو ہی بلاؤں گا۔!

قرآن کا تحفہ بھی رات کو دوں گا۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ

ہجرت کا سرور بھی رات کو عطا کروں گا۔

صدیقؓ کی سنگت بھی رات کو دوں گا

معلوم ہوا

قرآن ملا	رات کو
معراج ملا	رات کو
ہجرت ملی	رات کو
تہجد ملی	رات کو
سوز و تڑپ ملی	رات کو
امامت انبیاء ملی	رات کو
مسجد اقصٰی دیکھی	رات کو
ساتوں آسمان دیکھے	رات کو
سدرہ دیکھی	رات کو
جنت دیکھی	رات کو

اور

آیات ربانی دیکھیں..................رات کو

رات کواور رات کے بھی ایک تھوڑے حصے میں التنوین للتقلیل ۔

دن کو جاتے تو............جانے والے کو دیکھ لیا جاتا۔ وہ جارہا ہے۔ جانے والا جارہا ہے اور دیکھنے والا دیکھ رہا ہے۔ اس لئے رات میں لے گئے تاکہ نہ کوئی جاتے ہوئے دیکھے اور نہ کوئی آتے ہوئے دیکھے!

مگر ماننے پہ آئے تو ایمان بالغیب کا وہ مظاہرہ کردے کہ دنیا اس کے ایمان پر رشک کرنے لگ جائے۔ اس لئے ابوبکرؓ نے کہا............کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب بات کو مان رہا ہوں تم مجھے کس وسوسے میں ڈالنا چاہتے ہو۔ اگر میرے محبوب فرماتے ہیں کہ میں رات کو گیا ہوں تو مجھے تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ان کے جانے کو بھی مانتا ہوں اور میں ان کے آنے کو بھی مانتا ہوں!

ان کا جانا بھی معراج اور ان کا آنا بھی معراج......

تیری معراج کہ تو لوح وقلم تک پہنچا

میری معراج کہ تیرے قدم تک پہنچا

....

رات نے ایک کو صدیقؓ بنادیا

اور

رات نے ہی ایک کو زندیق بنادیا

جو تاریکی میں رہا

وہ زندیق ہو گیا

اور جو روشی میں آ گیا

وہ صدیقؓ بن گیا سبحان اللہ

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

معراج جانے کا بھی نام ہے

معراج آنے کا بھی نام ہے

جو موجوداور ہر جگہ موجوداور ہر آن موجود کا نظریہ رکھتے ہیں۔وہ دراصل معراج مصطفےٰ ؐ کے منکر ہیں کیونکہ آتا جاتا وہی ہے جو ہر جگہ موجود نہ ہواور جو ہر جگہ موجود ہووہ نہ تو آیا کرتا ہے اور نہ کہیں جایا کرتا ہے!

خطیب کہتا ہے

دوراتیں

سرکاردوعالم ﷺ کی حیات طیبہ میں دوراتیں ایسی آئی ہیں۔جن کی دھوم ساری خدائی میں مچ گئی۔

ایک معراج کی رات

اور

ایک ہجرت کی رات

ان دونوں راتوں میں رفیق سفرایسے دیئے گئے جن کی دھوم پوری خدائی میں مچ گئی۔

معراج کا رفیق سفر جبرائیل ہوا

ہجرت کا رفیق سفر صدیقؓ ہوا

معراج کے رفیق سفر کو سیّدالملائکہ بنادیا گیا

اور

ہجرت کے رفیق سفر کو سیّدالصحابہ بنادیا گیا۔

معراج کا رفیق سفر سدرہ تک گیا

ہجرت کا رفیق سفر حجرہ تک گیا

معراج کا رفیق سفر امین بن گیا

ہجرت کا رفیق سفر صدیق بن گیا

ذالک فضل اللّٰہ یوتیه من یّشاء

اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ

آں امن الناس برمولائے ما

آں کلیم اول سینائے ما

ہمت اوکشت ملت راچوں ابر

ثانی اسلام غار و بدر و قبر

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک!

کہاں سے آغاز سفر ہوا............**مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ**

کہاں تک ہوا........................ **اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی**

بیت المقدس کا داخلہ!

سرکا دوعالم ﷺ براق پرسوار ہوکر بیت امقدس روانہ ہوئے تمام انبیاء علیہم اسلام کی ارواح مقدسہ کو پہلے سے حکم مل گیا تھا کہ میرے محبوب کی سواری پہنچنے سے پہلے آپ سب بیت المقدس پہنچ جائیں تا کہ میرے محبوب کا شاہانہ استقبال ہو سکے! اور دوسرے بلانے والوں کے لئے بھی ضابطہ بن جائے کہ جو سرکار دوعالم ﷺ کو بلانا چاہیے گا۔ پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی انتقبالیہ کمیٹی بنائے اور پھر میرے محبوب کو بلائے! کیونکہ جب خود مالک ارض وسماء اپنے محبوب کو بلاتے ہیں تو جب تک تمام انبیاء علیہم السلام سے استقبال نہیں کراتے اپنے محبوب کو نہیں بلاتے!

ایک دفعہ بلایا تو اس قدر اعزاز سے بلایا۔ اس بلانے کی دھوم مچ گئی!

تم کون ہوتے ہو میرے محبوب کو اس طرح بلانے والے۔ نہ تم قیامت تک انبیاء کی استقبالیہ کمیٹی بنا سکو گے اور نہ سرکار کو بلا سکو گے!

براق نوری تھی......سوار سیّد البشر تھا۔ معلوم ہوا کہ نوری مخلوق تو سرکار دوعالم ﷺ کی غلام اور

خادم کی حثیت رکھتی ہے۔ بشر کونور پر فضیلت حاصل ہے۔نور کو بشر پر فضیلت نہیں ہے۔ کیونکہ تمام مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو برگزیدہ اور افضل المخلوقات بنایا ہے۔خدا کی کوئی مخلوق بھی انسان کا مقابلہ نہیں کر سکتی!

وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ وَ ھٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ.

قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی کہ ہم نے انسان کو بہترین انداز کے ساتھ پیدا کیا ہے!

اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسمیں کھا کر فرمایا کہ انسان سب سے بہترین مخلوق ہے معلوم ہوا کہ جب انسان تمام مخلوقات سے افضل ہے تو پھر نبوت بھی اس مخلوق کو عطا فرمائی جائے گی جو تمام مخلوقات پر افضلیت کا درجہ رکھتی ہو۔اس لئے عظمت نبوت کا تقاضا تھا کہ ظرف نبوت بھی عظیم الشان ہو اور وہ وجود بشریت ہی ہوسکتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے تاج نبوت پہنانے کے لئے خالق بشرا من طین

وَاِذۡقَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً.

انسان کو ہی نبوت ورسالت عطا کرنے کے لئے پیدا فرمایا گیا اور تمام مخلوقات کو انسان کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا۔اس لئے سرکار دو عالم ﷺ کونوری سواری عطا فرما کر آپ کی شوکت و عظمت کا نوریوں پر بھی سکہ بٹھا دیا گیا۔تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ

تو مرد میداں تو میر لشکر
نوری حضوری ہیں تیرے سپاہی
کچھ قدر تونے اپنی نہ جانی
یہ کم نگاہی اور یہ بے سواری

....

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا

مگر اس میں ہوتی ہے محنت زیادہ

تین سواریاں

خطیب کہتا ہے

امت کو دو............سواریاں اور ایک سوار کبھی بھولیں گے!

سواری حلیمہ کی اور حضور سوار

سواری معراج اور حضور سوار

سواری ہجرت کی اور حضور سوار

میرے آقا............حلیمہ کی سواری پر سوار ہوئے تو حلیمہ کی سواری سب سواریوں سے آگے۔

میرے آقا! معراج کی براق پر سوار ہوئے تو براق سب براقوں سے آگے!

میرے آقا! ہجرت کی رات صدیقؓ کے کندھوں پر سوار ہوئے تو صدیقؓ سب صحابہؓ سے آگے ۔ (سبحان اللہ)

نہ دو سواریاں بھول سکتی ہیں اور نہ ہی ایک شان والا سوار بھول سکتا ہے

نوری براق باندھ دیا گیا

بیت المقدس کے دروازے پر نوری براق کو ایک پتھر کے ساتھ باندھ دیا گیا اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس کے بھاگنے کا خدشہ تھا۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں! اصلی نوری کبھی نہیں بھاگا کرتے یہ تدبیر تھی جو ہر وقت بندے کو اختیار کرنی چاہیے۔ تدبیر کے بعد بھروسہ تقدیر پر کرنا چاہیے۔

کیونکہ............تدبیر اللہ کے ذمہ ہے

تکمیل اللہ کے ذمہ ہے

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

امامت انبیاء کا اعزاز

بیت المقدس میں سرکار دو عالم ﷺ داخل ہوئے تو تمام انبیاء علیہم السلام نے والہانہ استقبال کیا۔ ایک اذان دینے والے نے اذان دی۔

جب اشھد ان محمدا رسول اللہ پر پہنچتا ہے تو سوچ میں ڈوب جاتا ہے کہ اب میں کس کے نام کا تذکرہ کروں اور کس کا کلمہ پڑھوں! آواز آتی ہے۔ سوچتے کیا ہو جس کا کلمہ پڑھنے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام جمع ہوئے ہیں اسی کا کلمہ آپ بھی پڑھ لیں۔ تا کہ آج یوم میثاق کا وعدہ بھی پورا ہو جائے جو تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا کہ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ !

خطیب کہتا ہے

تمام انبیاء علیہم السلام عام امتوں کے نبی ہیں

مگر میں قربان جاؤں

سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی پر کہ آپ تمام نبیوں کے نبی تھے!

تمام امتوں نے اپنے اپنے انبیاء کا کلمہ پڑھا اور تما نبیوں نے سرکار دو عالم ﷺ کا کلمہ پڑھا۔

اذان ختم ہوئی تو جماعت کی باری آئی۔

جماعت کون کرائے گا ؟

آدم علیہ السلام فرمایا نہیں

نوح علیہ السلام فرمایا نہیں

ابراہیم علیہ السلام فرمایا نہیں

موسیٰ علیہ السلام فرمایا نہیں

عیسیٰ علیہ السلام فرمایا نہیں

دیگر انبیاء علیہ السلام فرمایا نہیں

آخر کون پڑھائے گا آواز آتی ہے

جہاں میرا **محمد** موجود ہوگا

کوئی نبی بھی مصلے پر کھڑا ہوکر نماز نہیں پڑھا سکتا۔

جہاں میرا مصطفیٰ ؐ موجود ہوگا

امامت انہی کی ہوگی مصلے انہی کا ہوگا

خطیب کہتا ہے

ملاّ سے کہو یا عقیدہ چھوڑ

یا

مصلیٰ چھوڑ

کیونکہ اگر سرکار دو عالم ﷺ کی موجودگی میں کوئی نبی مصلے پر کھڑا ہوکر نماز نہیں پڑھا سکتا تو پھر حضور ؐ کی موجودگی میں کوئی مولوی بھی مصلے پر امامت نہیں کرا سکتا۔!

یا عقیدہ چھوڑنا ہوگا

یا مصلیٰ چھوڑنا ہوگا

لطیفہ

میں نے ایک مقام پر اسی مسلہ کو زور دے کر بیان کیا تو ایک مولوی صاحب نے جواب میں فرمایا کہ خدا بھی تو ہر جگہ موجود ہوتا ہے اگر خدا کی موجودگی میں قاسمی نماز پڑھا سکتا ہے تو حضور ؐ کی موجودگی میں ہم نماز کیوں نہیں پڑھا سکتے۔ میں نے کہا حضور مجھے یہ سودا بھی منظور ہے۔ خدا کا نماز پڑھنا تم ثابت کردو مصلے میں چھوڑ دوں گا نہ تم قیامت تک خدا کا نماز پڑھنا ثابت کر سکتے ہو اور نہ مصلیٰ چھوڑا جا سکتا ہے۔

یہی تو فرق ہے عابد اور معبود میں۔ سبحٰن اور عبد میں۔ سبحٰن کو سجدہ جاتا ہے اور عبد سجدہ کیا کرتا

ہے۔حاضر وناظر کا مسئلہ معراج کے مسئلہ سے حل ہوگیا۔اگر حضور انور ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو مسجدیں خالی کردو اور امامت کی بجائے کسی اور مشغلے کو اختیار کیا جائے! کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں تمہاری امامت کا سکہ نہیں چل سکتا!

امام رسل پیشوائے سبیل
امین خدا مہبط جبرائیل ؑ

ختم نبوت

ذرا دیکھئے! حاضرین کرام! تصورات کی دنیا میں سرکار دوعالم ﷺ کے پیچھے صفوں کا جائزہ لیجئے۔تمام انبیاء علیہم السلام آپ کی اقتدا کئے ہوئے ہیں۔جو نبی ہے وہ آج حضور کی امامت میں بیت المقدس میں نماز ادا کر رہا ہے اور جو نبی نہیں ہے اس کا میرے مصلےٰ کے پیچھے نام ونشان تک نہیں ہے۔اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسیلمہ پنجاب غلام احمد قادیانی نبی ہوتا تو ہو معراج کی رات حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھتا اس کا معراج کی رات موجود نہ ہونا اور میرے آقا کی اقتدا میں نماز نہ پڑھتا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ قادیانی دجال تو ہوسکتا ہے، مگر نبوت کے ساتھ اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوسکتا۔

امام رسل پیشوائے سبیل
امین خدا مہبط جبرائیل ؑ

میری اذان میری نماز

محترم سامعین! میں تو سرکار دوعالم ﷺ کا غلام ہوں۔میری نماز بھی وہی ہوگی جو میرے حضورؐ کی تھی اور میری اذان بھی وہی ہوگی جو میرے آقا سرکار دوعالم ﷺ کی تھی۔میں نہ تو اس نماز میں ترمیم کروں گا اور نہ ہی اس اذان میں اضافہ کروں گا۔جو میرے محبوب کے سامنے پڑھی اور کہی جاسکتی!

آئیے جائزہ لے لیں کون نماز رسول سے ہٹا ہوا ہے۔میری نماز اور میری اذان انہی درخشندہ سنّتوں کے مطابق ہوگی جو میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ لطبور نمونہ چھوڑ گئے۔

لقد کان لکمه فی رسول الله اسوة حسنة ۔دین کی روح بھی یہی ہے اورنجات کا راستہ بھی یہی ہے!

مسجد اقصیٰ سے عندسدرۃ المنتہیٰ

حمد الٰہی کانفرنس! تمام نبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں اپنی زبان مبارک سے حمد الٰہی کا اس انداز سے تذکرہ کیا کہ فضا ذکرالٰہی اور حمد ربانی سے گونج اٹھی............حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حمد الٰہی کرتے ہوئے ارشادفرمایا۔

الحمدلله الذی اتخذنی خلیلا واعطانی ملکا عظیما وجعلنی امة قانتا یئوتم بی وانقذنی من النار وجعلها علی برداوسلاما (زرقانی ج۶)

ترجمہ: حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کواپنا خلیل بنایااور مجھ کوملک عظیم عطافرمایااور امام اور پیشوابنایا!اورآگ کومیرے حق میں بردوسلام بنایا۔

حمد ربانی موسیٰؑ کی زبانی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حمد ربانی کا خطبہ دیتے ہوئے ارشادفرمایا کہ

الحمدلله الذی کلمنی تکلیما وجعل هلاک ال فرعون ونجاة بنی اسرائیل علی یدی وجعل من امتی قوما یهدون باالحق وبه یعدلون.

ترجمہ: حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ سے بلاواسطہ فرمایااورقوم فرعون کی ہلاکت اور تباہی اور نبی اسرائیل کی رست گاری میرے ہاتھ پرظاہرفرمائی اور میری امت میں ایسی قوم بنائی کہ جوحق کے مطابق ہدایت اورانصاف کرتے ہیں۔

تحمید وداؤدی

حضرت داؤدعلیہ السلام حمد ربانی کرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں کہ

الحمدلله الذی جعل لی ملکا عظیما وعلمنی الزبوروالان لی الحدید وسخرلی الجبال یسبحن والطیر واعطانی الحکمة وفصل الخطاب.

ترجمہ: حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا اور زبور سکھلائی اور لوہے کو میرے نرم کیا اور پہاڑوں اور پرندوں کو میرے لئے مسخر کیا کہ میرے ساتھ تسبیح پڑھیں اور مجھ کو علم وحکمۃ اور تقریر دل پذیر مجھ کو عطا کی۔

حمد الٰہی اور سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبان سے حمد الٰہی کا تذکرہ اس انداز سے ہوا کہ بیت المقدس کی فضا میں ذکر وحمد کا رس گھول گیا۔!

الحمدلله الذی سخرلی الریاح وسخرلی الشیاطین یعملون ماشت من محاریب وتماثیل وجفان کالجوب وعلمنی منطق الطیر واتانی من کل شئی فضیلاوسخرلی جنود الشیاطین والانس والطیر وفضلنی علی کثیر من عباده المومنین واتانی ملکا عظیما. لاینبغی لاحد من بعدی وفعل ملکی ملکاطیبالیس فیه حساب .

ترجمہ: حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے ہوا اور شیاطین اور جنات کو میرے مسخر کیا۔ اور ایسی سلطنت عطا کی کہ میرے بعد کسی کے لئے مناسب نہ ہوگی اور نہ مجھ سے اس پر کوئی حساب و کتاب ہوگا۔

حمد ربانی اور عیسیٰ علیہ السلام

الحمدلله الذی جعلنی کلمة وجعل مثلی مثل ادم خلقه من تراب تم قال له کن فیکون وعلمنی الکتاب والحمة والتوراة والانجیل. وجعلنی اخلق من الطین کهئیته الطیر فاتفخ فیه فیکون طیرا باذن الله وجعلنی ابری الاکمه والابرص واحی الموتی باذن الله ورفعنی وطهرنی واعاذنی وامی من الشیطان الرجیم فلمه یکن شیطان علینا سبیل......

ترجمہ: حمد ہے اس ذات پاک کی کہ جس نے مجھ کو کلمہ بنایا اور حضرت آدمؑ کی طرح مجھ کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور پرندوں کو بنانے اور مردوں کو زندہ کرنے اور کوڑھی اور مادرزاد اندھے کو اچھا

کرنے کا معجزہ مجھ کو دیا اور تورات اور انجیل کا علم دیا اور مجھ کو اور میری ماں کو شیطان کے اثر اسے محفوظ کیا اور مجھ کو آسمان پر اٹھایا اور کافروں کی صحبت سے پاک کیا۔

محمّد رسول اللہ کی حمد الٰہی

الحمدلله الذی ارسلنی رحمة للعلمین و کافة للناس بشیرا و نذیرا و انزل علی الفرقان فیه بیان لکل شئی و جعل امتی خیر امة اخرجت للناس و جعل امتی هم الاولین و شرح لی صدری و رضع عنی وزری ورفع لی ذکری. و جعلنی فاتحا و خاتما. (زرقانی ج ٦)

ترجمہ: حمد ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا اور تمام عالم کے لئے بشیر و بزیر بنایا اور مجھ پر قرآن کریم اتارا جس میں تمام امور دینیہ کا صراحۃ یا کنایۃ بیان ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا اور میری امت کو اولین اور آخرین بنایا۔ یعنی ظہور میں آخری امت اور مرتبہ میں اول بنایا اور میرے سینہ کو کھولا اور میرے ذکر کو بلند کیا اور مجھ کو فاتح اور خاتم بنایا۔

تئید ابراہیمی

سرکار دوعالم ﷺ جب خطبہ تحمید سے فارغ ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انبیاء علیہم السلام سے فرمایا کہ بھذا فضلکم محمد ﷺ۔ یعنی انہی فضائل کی وجہ سے حضرت محمد ﷺ آپ سب پر فضیلت پا گئے۔

عروج ہی عروج

بیت المقدس سے فارغ ہوکر سرکا دوعالم ﷺ نے آسمانوں کی طرف عروج فرمایا۔ یہ عروج بذریعہ سیڑھی تھا جو سپیشل آپ سے معراج کے لئے بنائی گئی۔ یا براق پر تھا۔ جبریل امین ساتھ ساتھ تھے! پہلے آسمان پر فرشتہ نے سوال کیا کہ کون؟

جبرائیل نے کہا.................انا جبرائیل

من معک ! آپ کے ساتھ کون؟

فرمایا.........محمد رسول (ﷺ) دروازہ کھلتا ہے۔!

دوسرا آسمان آیا تو اسی طرح سوال و جواب ہوا، اسی طرح ساتوں آسمانوں سے گزرتے ہوئے سرکا دو عالم ﷺ جبریل امین کی قیام گاہ تک یعنی سدرۃ المنتہی تک تشریف لے گئے اور یوں مکہ مکرمہ سے ساتھ جانے والا جبریل سرکار دو عالم ﷺ کی رفاقت میں سدرۃ المنتہی تک پہنچ گیا!

عند سدرۃ المنتہیٰ

جبریل رک گئے۔نوری رک گیا۔سید البشر آگے بڑھ گیا۔حضورؐ نے فرمایا..........جبریل آگے چلیں؟ مگر جبریل کی کیا مجال کہ آگے بڑھے، کیونکہ اس مقام پر نوری کا روٹ ختم ہو چکا تھا اور آگے۔

نوریوں کا ساخلہ ممنوع تھا! اس لئے ترجمان اہل سنت حضرت سعدی شیرازیؒ کی زبان میں!

بدو گفت سالار بیت الحرام
کہ اے حامل برتر خرام

....

چوں در دوستی مخلصم یا فتی
عنانم زصحبت چرا تافتی

....

بگفتا فراتر مجالم نہ ماند
بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یکسر موئے برتر پرم
فروغ تجلّی بسوزد پرم

تجلی ربانی آئے گی تو نوری کے تحمل سے باہر ہوگی...... یہ سیّد البشر جا سینہ ہوگا جو اس کی تجلیات کو برداشت کر سکے گا۔شیشہ سورج کے سامنے کر دیا جائے تو اس کی روشنی کی شعائیں اس کے

آر پار ہو جائیں گی مگر آئینہ سورج کے سامنے کیا جائے تو اس کی شعائیں آر پار نہیں ہو سکتیں، بلکہ اس میں جذب ہو کر وہیں رک جائیں گی، کیونکہ اس کا مسالہ ان کو آر پار نہیں جانے دے گا۔ اسی طرح تجلیات ربانی کا متحمل نور کا سینہ نہیں ہو سکتا، بلکہ ان انوارات اور تجلیات کو برداشت کرنے کے لئے سیّد البشر کا سینہ ہونا چاہیے۔ تا کہ تجلیات الٰہی کا مرکز بن جائے! یہی فرق ہے نور اور بشر کا نور تجلیات ربانی میں جل جاتا ہے۔

بشر تجلیات پر فیصلہ میں پل جاتا ہے۔

خطیب کہتا ہے

سدرۃ پر فیصلہ ہو گیا!

نور............افضل............یا بشر افضل

نور سدرۃ پر رہ گیا

سیّد البشر سدرۃ سے آگے بڑھ گیا!

نوری کا آخری سٹاپ سدرۃ

بشر کا آخری سٹاپ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔

سدرۃ المنتہی ...... سے عروج محمدی کا آغاز ہوتا ہے! اور عظمتوں اور رفعتوں کا نکتہ انتہا۔

سدرۃ سے آگے

سدرۃ سے آگے کیا ہوا اور س کی کیفیات و واردات کیا تھیں۔ اس کو خطیب کی زبان بیان نہیں کر سکتی! یہ راز و نیاز محبت و یقین کا ایک ایسا مرحلہ تھا جسے لے جانے والا اور پا جانے والا ہی سمجھ سکتا ہے اور وہی اس کو بیان کر سکتا ہے۔ چنانچہ سورہ نجم میں اس کا عجیب رنگ میں نقشہ کھینچا گیا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی.

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی.

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی.

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى.

ذُوْمِرَّةٍ ط فَاسْتَوٰى.

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى.

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى.

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى.

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى

(سورة والنجم)

ترجمہ: قسم ہے ستارہ کی جب وہ گرے کہ تمہارا رفیق نہ تو بھٹکا ہے اور نہ بہکا ہے اور نہ یہ باتیں اپنے دل سے بنا کر کہتا ہے، بلکہ وہ تو وحی ہے جو اس کو بنایا جاتا ہے۔ اس کو بڑی طاقتوں والا اور بڑی عقل والا تعلیم دیتا ہے۔ وہ آسمان کے اونچے کنارے میں سیدھا ہو کر نمودار ہوا پھر قریب آیا اور جھکا تو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔ اس سے بھی کم، پھر اس نے بندے سے جو باتیں کیں!

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى

اس نے اپنے پروردگار بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں!

نشانیاں کیا تھیں

یہ بشانیاں کیا تھیں کیا ان تفصیل کیلئے عاجز و درماندہ انسان کی زبان میں کچھ الفاظ ہیں۔ ہاں ہیں مگر نا تمام! ہماری فہم ہمارا خیال ہمارا قیاس غرض جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ اس کا دائرہ ہمارے محسوسات اور ہمارے تعلقات سے آگے نہیں بڑھ سکتا! اور ہمارے ذخیرہ لغت میں صرف انہی کے لئے کچھ الفاظ ہیں۔ اس بنا پر وہ معانی جو نہ عام محسوسات انسانی کی حدود میں داخل ہیں اور نہ ہی تصور کے احاطہ میں آسکتے ہیں وہ الفاظ و کلمات میں کیونکر سما سکتے ہیں۔ اسی لئے سورۃ النجم میں جہاں ان اسرار کے چہرہ سے کچھ پردہ ہٹایا گیا ہے۔ ایسی تفصیل ہے جو تمام تر اجمال ہے اور ایسی توضیح ہے جو سرتا پا ابہام ہے۔ دو لفظ کے فقرے میں ضمیریں مخدوف ہیں۔ فاعل کا ذکر ہے تو مفعول کا نہیں ہے مفعول بیان ہوا تو فاعل نہیں ...... متعلقات فعل کی تشریح نہیں ضمیروں کے

مرجعوں کی تفصیل نہیں کیوں؟ اس لئے کہ اس مقام کا مقتضیٰ یہی ہے!

خطیب کہتا ہے

اگر نشانیاں گننا ہی چاہتے ہو تو آیئے؟

گنیں؟

جنت

دوزخ

سدرہ

صریف الا اقلام

صحابہؓ کے محلات

رفرف

عرش

اور نہ معلوم کیا کیا؟

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے

کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

معراج میں کیا تحفے ملے

(۱) التحیات للّٰہ . والصلوٰت والطیبات

(۲) نماز پنج گانہ

(۳) شرک سے اجتناب

(۴) اولاد کو قتل نہ کرو

(۵) زنا کے قریب نہ جانا

(۶) ناحق کسی کی جان نہ مارنا

(۷) یتیم سے بہتر سلوک کرنا

(۸) ایفائے عہد

(۹) ناپ تول صحیح کرنا

(۱۰) زمین پر مغرور بن کر نہ چلنا

(۱۱) نبی القبلتین بنایا

فکان قاب قوسین او ادنیٰ

فاوحیٰ الیٰ عبدہ مااوحیٰ

خطیب کہتا ہے

اس قدر قرب کے باوجود

خدا.................خدا رہا

مصطفیٰ..........مصطفیٰ رہا

عبد.................عبد رہا

معبود.................معبود رہا

خدا کو مصطفیٰ بنانا

اور

مصطفیٰ کو خدا بنانا

اس فاسد عقیدہ کی شب معراج نے جڑیں اکھاڑ دیں!

سرکار دو عالم ﷺ معراج کی شب تجلیات ربانی سے بہرہ ور ہو کر واپس تشریف لے آئے اور مکہ مکرمہ میں آکر بتایا کہ رات میں نے اس قدر تاریخی اور بے مثال سفر کیا ہے تو اس پر کفار مکہ سیخ پا ہو گئے اور سرزمین مکہ میں ایک ہنگامہ برپہ ہو گیا۔ مگر سرکار دو عالم ﷺ کے جانثار اول اور مزاج شناس رسول سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ فرما کر حضرت محمد رسول ﷺ اگر اس سے بھی کوئی انوکھی بات فرمائیں گے تو ہم اس کی بھی تصدیق کریں گے۔ تمام ہنگامہ ٹھنڈا پڑ گیا اور قریش مکہ کے حوصلے ٹوٹ گئے۔

ادھر.................عروج ہی عروج

اور صف دشمناں میں

زوال ہی زوال ہے

....

معراج مصطفیٰ سے سرکار دو عالم ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک اور روشن باب کھل گیا۔ جس سے پورا عالم روشن ہو گیا۔

وما علینا الا البلاغ

....

رجب کا پانچواں خطبہ جمعہ

صحابہؓ کی ہجرت حبشہ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡم. بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ اَرۡضِیۡ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعۡبُدُوۡنِ (عنکبوت)

(ترجمہ) اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین وسیع ہے۔ پس تم میری ہی بندگی بجالاؤ!

حضرات گرامی! رجب کے مہینہ میں جہاں اور تاریخی واقعات رونما ہوئے ہیں۔ وہیں پر اسی مہینہ میں اصحاب رسولؐ کا سرزمین مکہ کے مظالم سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا تاریخی واقعہ بھی ہے۔ اس لئے آج کے خطبہ میں آپ حضرت کے سامنے اس عظیم الشان واقعہ کے تاریخی نتائج اور ثمرات بیان کروں گا تاکہ تاریخ اسلام کے اس پہلو کے بھی آپ کو شناسائی حاصل ہوسکے! اور آپ کا دامن اصحابِ رسول ﷺ کی عزیمت و استقلال کی زندگی کے انمول موتیوں سے بھر جائے!

محترم سامعین! یہ تو آپ سماعت فرما چکے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ سرزمین مکہ کو توحید و سنت کی روشنی سے جوں جوں مستنیر فرما رہے تھے توں توں قریش مکہ کا پرا چڑھتا جارہا تھا اور مسلمانوں پر مظالم کے بے پناہ پہاڑ ڈھائے جارہے تھے۔ بھڑکتی آگ کے شعلوں پر لٹایا جارہا تھا۔ جلتے اور ابلتے ہوئے تیل میں ڈالا جارہا تھا۔ چمڑی ادھیڑی جارہی تھی۔ مشکیں باندھی جارہی تھیں۔ گرم ریت پر لٹایا جارہا تھا۔ پسلیاں توڑی جارہی تھیں۔ اونٹوں کا پاؤں سے باندھا جارہا تھا۔ غرضیکہ کوئی اذیت نہیں تھی جو قریش مکہ نے مسلمانوں کو اور سرکار دو عالم ﷺ کے دیوانوں اور شیدائیوں کو نہ پہنچائی ہو مگر ان کے مظالم اور ان کے ظلم و ستم صحابہ کے عشق توحید و سنت کو کم نہیں کرسکے! بلکہ

مریض عشق پر رحمت خدا کی

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

صحابہ کرام دیوانہ وار مشق ستم بن رہے تھے اور زبان حال سے جاری تھا!

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہوتو محبت کا کچھ مزا ہی نہیں

سرکا ودو عالم ﷺ اپنے جیالوں اور جانثاروں پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹتے دیکھتے تو دل ہی دل میں خون سے آنسو روتے۔ اپنے صحابہ کی جانثاری اور جان فروشی دیکھ کر آپ کا دل بھر آتا آپ سوچتے کہ ان کو ان مظالم سے کیسے رہائی دلائی جائے اوران کے صدمات کو کس طرح کم کیا جائے!

آخر ایک دن جب پانی سر سے گزر گیا تو آپ نے صحابہ کرام کو بلا کر ہجرت حبشہ کا تاریخی پیغام دیا!

نبوت کا تاریخی پیغام

سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ

لو خرجتم الی ارض حبشة فان بها ملكالا يظلم عنده احد وهی ارض صدق حتى يجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه.

اچھا ہو کہ تم لوگ نکل کر حبش چلے جاؤ! وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سرزمین ہے جب تک اللہ تعالیٰ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ کرے تم لوگ وہاں ٹھہرے رہو!

صحاب رسولؐ نے سب کچھ پیغبر کے حکم سے کیا تھا۔ ان کی آبرو اوران کی زندگی کی بہاریں انہی سے وابستہ تھیں۔ اس لئے انہی کے حکم سے اپنا گھر بار اپنے اعزا اور اقربا کو چھوڑ کر حبشہ کی ہجرت کے لئے تیار ہو گئے!

خطیب کہتا ہے

اپنا وطن بھی بہت پیارا ہوتا ہے۔

اپنا خویش قبیلہ بھی بہت پیارا ہوتا ہے۔

اپنا گھر بار بھی بہت پیارا ہوتا ہے۔

لیکن

ان سب سے بڑھ کر مسلمان کو اپنا عقیدہ پیارا ہوتا ہے

عقیدہ کے لئے وطن چھوڑا جا سکتا ہے

عقیدہ کے لئے خویش و اقارب چھوڑے جا سکتے ہیں

عقیدہ کے لئے رشتے دار چھوڑے جا سکتے ہیں

عقیدہ کے لئے بیوی بچے چھوڑے جا سکتے ہیں

عقیدہ کے لئے والدین کو چھوڑے جا سکتے ہیں

مگر عقیدہ کسی کے لئے نہیں چھوڑا جا سکتا

عقیدہ پر سب کچھ قربان

مگر عقیدہ کسی پر قربان نہیں کیا جا سکتا

اس لئے مسلمانوں نے مکہ جیسے مقدس شہر کی گلیوں سے ہجرت کرنا تو گورا کر لیا مگر توحید و رسالت کی وہ شمع جو ان کے قلب و جگر میں روشن ہو چکی تھی اس کو گل نہ کیا! عقیدہ کی روشنی ساتھ لے کر مکہ سے روانگی کا فیصلہ کر لیا۔

سورہ مریم کا تحفہ

مظلوم مسلمانوں کا یہ گروہ جب مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف روانہ ہوا تو حضورؐ نے بھیگی ہوئی پلکوں سے ان کو رخصت کرتے ہوئے سورہ مریم کا تحفہ انہیں عطا کیا۔ تا کہ اس کی روشنی سے ارض حبشہ کو منور کیا جا سکے اور عیسائیت کے ماحول کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیا جا سکے۔ سورہ مریم ایسا تحفہ تھا جس نے مسلمانوں کو ہر قدم پر حوصلہ اور رہنمائی دی اور ارض حبشہ میں ایک ایسا انقلاب برپا کر دیا۔ جو پوری دنیا کے لئے مثال بن گیا تھا! سورہ مریم کی تاثیر ساتھ لئے اور سرکار دو عالم ﷺ کی درد بھری دعائیں لئے صحابہؓ کا یہ قافلہ ارض حبشہ کو روانہ ہو گیا۔ جس تقدیر سے ساحل سمندر پر انہیں کوئی دشواری پیش نہ آئی اور وہ نہایت آسانی سے حبشہ روانہ ہو گئے۔ اس طرح

حبشہ کی ہجرت اول اور ہجرت ثانیہ پائیہ تکمیل کو پہنچ گئی اور مسلمان حبشہ پہنچ کر نہایت آزادی سے اپنی عبادت اور روحانی زندگی کی بہاریں بلا روک ٹوک قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے!

مشرکین کی مشاورت کمیٹی

قریش مکہ سچائی کی قوت سے باخبر ہوچکے تھے اور مسلمانوں کے عقیدہ کی پختگی اور عزم و استقلال کے کوہ گراں ہونے سے بھی باخبر تھے۔انہیں یقین تھا کہ اسلام کی یہ روشنی اگر بیرونی دنیا میں پہنچ گئی تو وہ کسی وقت بھی شعلہ جوالہ بن کر مشرکین کے شرک و بدعت کے کھلیان ک بھسم کر کے رکھ سے گی اس لئے انہیں مسلمانوں کا حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جانا ایک آنکھ نہ بھایا اور فوراًایمر جنسی بتوں کے پجاریوں۔ملنگوں۔گدی نشینوں۔چڑھاوے کا مال کھانے والوں اور نذر و نیاز کے رسیا مہنتوں کی میٹنگ بلائی۔اور اس میں دھوئیں دار تقریریں کیں جن کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر مسلمانوں کو اسی طرح باہر جانے کے موقعے دیئے گئے تو یہ کسی وقت بھی ہمارے لئے ہمارے عقیدے کے لئے، ہمارے رسم ورواج کے لئے اور ہمارے چڑھاؤں اور اللوں کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں۔ان کا ابھی سے کوئی تدارک کیا جائے اور ان کا ہر محاذ پر ہر اعتبار سے ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے!

قرآن جہاں بھی جائے گا
اپنا ہی جہان بنائے گا

چنانچہ متفقہ طور پر ایک قرارداد مرتب کی گئی۔جس کا خلاصہ کچھ یوں تھا۔

☆ کہ توحید پرستوں کا ہر مقام پر مقابلہ کیا جائے گا
☆ توحید پرستوں پر خدا کی زمین تنگ کردی جائے
☆ توحید پرستوں کو حبشہ سے مکہ واپس لاکر عبرت ناک سزادی جائے۔
☆ توحید پرستوں کو واپس لانے کے لئے ایک وفد بھیجا جائے۔
☆ اس وفد کا لیڈر عمرو بن حاص ہوگا اور ڈپٹی لیڈر عبداللہ بن ابی ربیعہ ہوگا۔
☆ اس وفد کو دنیا کے سامان سے لیس بھیجا جائے!

تا کہ دولت کے خزانے لٹا کر صحابہؓ کو مکہ مکرمہ واپس لا کر سخت ترین سزا دی جائے۔

☆ وفد کو اختیار دیا گیا کہ جو دولت بھی خرچ آئے پرواہ نہ کرنا جس طرح ہو سکے۔ محمدؐ کے یاروں کو واپس لایا جائے!

اس قرارداد کی روشنی میں قریش کا ایک وفد حبشہ روانہ ہو گیا

کس لئے.................مظلوموں کے تعاقب کے لئے

مظلوموں کو کچلنے کے لئے

مظلوموں کو تختہ مشق بنانے کے لئے

خطیب کہتا ہے

جانے والوں کو کیا معلوم!

تدابیر ان کے ساتھ تھی...............اور تقدیر صحابہؓ کے ساتھ تھی!

ادہام ان کے ساتھ تھے.................اور الہام صحابہؓ کے ساتھ تھے!

دولت کی بلا ان کے ساتھ تھی...........اور محمدؐ کی دعا صحابہؓ کے ساتھ تھی

ضلالت ان کے ساتھ تھی.................اور صداقت صحابہؓ کے ساتھ تھی

جھوٹے خدا ان کے ساتھ تھے...........اور سچا خدا صحابہؓ کے ساتھ تھا

بھلا سوچو تو سہی؟

غور تو کرو یارو؟

صحابہؓ سینکڑوں میل دور چلے گئے۔ صحابہؓ وطن سے دور چلے گئے۔ ان سے میل ملاپ ختم ہو گیا۔

ان کے خطے میں آنا جانا بند ہو گیا؟

مگر یہ مشرک خوف زدہ کیوں ہیں

یہ مشرک لرزہ براندام کیوں ہیں

ان کو چین کیوں نہیں ہے؟

ان کا سکون کیوں لٹ گیا ہے؟

ان کی نیندیں کیوں حرام ہوگئی ہیں؟

معلوم ہوتا ہے کہ عقیدے کی سچائی دھرتی کے فاصلے نہیں دیکھتی

عقیدے کی سچائی سرحدوں کی دیواریں نہیں دیکھتی

وہ جب بھی آتی ہے پوری قوت سے آتی ہے اور راستے کی چٹانوں کو دیواروں کو پامال کرتے ہوئے آتی ہے!

اور تمام فاصلے ختم کر کے دل کی گہرائیوں میں ڈیرے ڈال دیتی ہے۔

مشرکین کو دھڑ کا اس بات کا تھا! کہ محمدؐ (ﷺ) کے دیوانے

ایک نہ ایک دن طوفان بن کر ائیں گے

اور شرک و بدعت کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکیں گے

ان کے طرے سرنگوں ہو جائیں گے

ان کی تو ندیں ختم ہو جائیں گی

ان کا عقیدہ ریت کے محل کی طرح پیوند زمین ہو جائے گا

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

مگر اس کا علاج ان کے پاس یہی تھا کہ وفد بن کر جاؤ۔ دولت لٹاؤ اور صحابہ کو واپس لے آؤ۔ مگر خدا جن کا نگہبان ہو، دنیا کی کوئی طاقت ان کو مغلوب نہیں کر سکتی۔؟

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے

اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے!

مشرکین کا نمائندہ وفد حبشہ پہنچ گیا

عمرو بن حاص جو آگے چل کر فاتح مصر ہوئے جنھوں نے اسلامی سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے بے مثال شہرت حاصل کی وہ اس وفد کے لیڈر تھے۔ انہوں نے اپنی پوری صلاحیتیں صحابہؓ کو واپس لانے کے لئے صرف کر دیں۔ دولت کے خزانے لٹا دیئے۔ پوری نوکر شاہی اور افسر شاہی کو نزرانے دیئے۔ رشوت دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ ان مسلمانوں کو جو ہمارے بھگوڑے

ہیں۔واپس کیا جائے۔ان کا مذہب تم سے جدا ان کا مذہب ہم سے جدا اور یہ کسی وقت بھی تمہارے اور ہمارے لئے وبال جان بن سکتے ہیں۔نوکر شاہی کونظریات سے کیا سروکار افسر شاہی کوعقیدے سے کیا واسطہ انہیں تو دولت چاہیے۔ضمیر بیچ کر ملے تو عزت بیچ کر ملے تو۔کردار بیچ کر ملے تو؟اور وطن فروشی کر کے ملے تو............!

نوکر شاہی ہمنوا ہو جائے تو صاحب بہادر کو زیر کرنا آسان وزیراعظم کو منوانا آسان اور ہیڈ آف دی سٹیٹ پر ڈورے ڈالنا آسان ....بس نوکر شاہی کو ہاتھ میں لیا اور افسر شاہی پر نذرانوں کا مال لٹا کر انہیں ساتھ ملایا............اور ان مظلوموں کی شکایت کے لئے بادشاہ حبشہ نجاشی سے وقت لے لیا۔

وفد کی عجیب منطق

وفد نے اس بات کی سرتوڑ کوشش کی کہ مسلمانوں کو نجاشی کے دربار میں پیش کئے بغیر یک طرفہ فیصلہ لے لیا جائے۔نجاشی کے سامنے صحابہ کو پیش نہ کیا جائے۔صرف ہم جائیں اور اپنا موقف بیان کریں اور صحابہ کو واپس لے کر وطن ہوٹ جائیں۔اس طرح دولت جیت جائے گی اور غربت ہار جائے گی۔

شرک جیت جائے گا اور توحید ہار جائے گی۔

ہائے کیا فلسفہ ہے؟

پیشی پڑ گئی

وفد کے لیڈر عمرو بن حاص کی سرتوڑ کوشش سے وفد کو نجاشی کی ملاقات کا وقت مل گیا اور قریش کا یہ وفد نہایت کروفر سے نجاشی سے دربار میں وقت مقررہ پر پہنچ گیا۔دربار میں پہنچتے ہی قائد وفد ....سجدے میں گر کر آداب بجالایا۔

غیر اللہ کے آگے گردن جھک گئی

گردن کیا جھکی عقیدہ جھک گیا!

نجاشی نے سر اٹھا کر کہا..................بتایئے کیسے آئے ہو؟

عمرو بن عاص گویا ہوئے کہ..........شاہ ذی وقار!

ہمارے شہر کے چند نادان اپنا آبائی دین چھوڑ کر آپ کے شہر میں پناہ گزیں ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر آپ کا دین اختیار کیا۔ نہ وہ آبائی ہیں اور نہ ہی عیسائی ہیں۔ وہ تخریب کار ہیں، بد مذہب ہیں۔ اگر وہ عالی جاہ کے ملک میں پناہ گزین رہے تو کسی وقت بھی آپ کے خلاف مذہبی اور سیاسی بحران پیدا کر دیں گے! ہمارے رؤسا اور مکہ کے اشرف نے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ ان بھگوڑوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے تا کہ ہم انہیں واپس مکہ لے جائیں۔ آپ اور آپ کی رعایا ان کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہ سکے!

عمرو بن عاص نے جونہی تقریر ختم کی پورے ہاؤس نے بلند آواز سے عمرو بن عاص کی تائید کی اور پورے ہاؤس نے بلند آواز سے کہا کہ ان تخریب کاروں کو وفد کے حوالے کر دیا جائے، ہمیں ان کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے!

نجاشی عمرو بن عاص کی تقریر اور نوکر شاہی کی تائید سے برافروختہ ہوکر بولا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ دور دراز کا سفر کر کے میرے ملک میں پناہ گزین ہوئے ہوں اور انہوں نے مجھ پر اعتماد کیا ہو، میں ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا۔ میں حکم دیتا ہوں کہ ان مسلمانوں کو میرے سامنے ابھی پیش کیا جائے۔ میں ان کا بھی موقف سنوں گا۔ اور بغیر تحقیق کے کوئی یک طرفہ فیصلہ نہیں کروں گا۔

یہ کہتے ہوئے نجاشی نے اپنے افسر اعلیٰ کو فوراً مسلمانوں کو پیش کرنے کا حکم دیا۔

پولیس پہنچ گئی

پولیس فوراً مسلمانوں کے وارنٹ لے کر پہنچ گئی اور انہیں پوراً بادشاہ کے دربار میں پیش ہونے کا آرڈر دیا۔ صحابہؓ کرام یہ حکم سنتے ہی فوراً تیار ہوئے اور بچوں اور مستورات کو دعا کے لئے چھوڑ آئے اور خود راستے میں چلتے چلتے مشورہ کر لیا کہ

اگر بادشاہ نے سجدہ پر مجبور کیا تو؟

اگر بادشاہ نے عقیدہ چھوڑنے پر مجبور کیا تو؟

اگر بادشاہ نے ملک چھوڑنے پر مجبور کیا تو؟

صحابہ نے طے کرلیا

جو ہوتا ہے ہونے دو!

نہ تو سجدہ کریں گے اور نہ ہی عقیدہ چھوڑیں گے۔ اگر ملک بدر کردیا اور وفد قریش کے حوالے کردیا تو شہادت کو ضلالت پر ترجیح دیں گے! دنیا ناراض ہو۔ مگر لولی کریم کی ناراضگی نا قابل برداشت ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دوعالم سے خفا میرے لئے ہے

صحابہؓ کا دربار نجاشی میں موحدانہ داخلہ

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام نے اپنا قائد بنالیا اور ان کے اشارے پر چلنا اور مرمٹنا اپنی زندگی کا منشور بنالیا۔ صحابہؓ کی قدسی صفات جماعت یونہی نجاشی کے دربار میں داخل ہوتی ہے۔ ایک سناٹا سا طاری ہوگیا............اس سناٹے میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی آواز گونجتی ہے **والسلام علی من اتبع الھدی** خدا کے حضور جھکنے والی گردن............نجاشی کے دربار میں نہ جھک سکی............نہ سجدہ عبادت............اور نہ سجدہ تعظیمی

خطیب کہتا ہے

موحد ماحول ک بدلتا ہے۔

ماحول کے ساتھ خود نہیں بدلتا۔

محمد (ﷺ) کی یونیورسٹی کا طالب علم غیر اللہ کے سامنے سربسجود نہ ہوا۔ نہ رواداری، نہ لچک، نہ رعایت! نہ مصلحت

مومن کی گردن کٹ سکتی ہے، مگر غیر اللہ کے سامنے جھک نہیں سکتی، کیونکہ سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے یاروں کی یہی سکھایا تھا!

کیوں قبر کے پجاریو؟

اگر سجدہ تعظیمی بھی کوئی اصطلاح تھی؟

تو آج جعفر طیارؓ کو اس کا فائدہ اٹھانا چاہیے تھا!

مگر دنیا کو جعفر طیارؓ یہ بتا گئے۔

کہ سجدہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کے سوا ہر کسی کو سجدہ حرام ہے!

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدہ سے دیتا ہے آدمی کو نجات

لعنة الله علی الیهو دوالنهصاری اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد.

دربار میں کھلبلی مچ گئی

صحابہ کرامؓ نے نجاشی کو سجدہ نہ کیا تو ایک طوفان بدتمیزی برپا ہوگیا۔ دیکھا باجی۔

ہم نہ کہتے تھے ان کو بڑوں کا احترام نہیں ہے۔

ہم نہ کہتے تھے ان کو آداب شہنشائی کا علم نہیں ہے۔

ان کا مذہب یہی ہے۔ یہ گستاخ ہیں۔ یہ مغرور ہیں۔ یہ خودسر ہیں۔ جو کسی کے منہ میں آیا بکتا چلا گیا! مگر صحابہ کرامؓ کے چہروں پر طمانینت تھی اور سکون تھا۔ ان کا دل مطمئن تھا۔ انہوں نے وہی کچھ کیا تھا جو ان کے محبوبؐ نے ان اور جو ان کے رسولؐ نے ان کو سکھایا تھا!

نجاشی نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو خاموش ہونے کے لئے کہا!

جب دربار میں خاموشی چھا گئی تو!

نجاشی نے جعفر طیارؓ کو مخاطب کو کر پوچھا؟

تم نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟

حضرت جعفر طیارؓ نے فرمایا! کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کیا کرتے حتیٰ کہ اپنے محبوبؐ سرکار دوعالم ﷺ کو بھی سجدہ نہیں کیا کرتے اس لئے آپ کو بھی سجدہ نہیں کیا کیونکہ ہمارے دین اسلام میں غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے! اس کلمہ حق کو سن کر نجاشی خاموش ہوگیا۔ باطل دب گیا اور حق کا بول بالا ہوگیا!

نجاشی نے سوال کیا؟

یہ تم نے کیا کیا کہ اپنی قوم کا دین بھی چھوڑا اور میرے دین میں بھی شامل نہیں ہوئے اور نہ دنیا کے دوسرے ادیان ہی میں سے کسی کو اختیار کیا۔ آخر یہ تمہارا اپنا دین ہے کیا؟

اس پر حضرت جعفر طیارؓ نے ایک جامع تاریخی تقریر فرمائی۔

خطیب اسلام کی تاریخی تقریر

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت جعفر طیارؓ رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا............**ایھا الملک**............اے بادشاہ ہم ایک جاہلیت میں پڑی ہوئی قوم تھے بت پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے، فحش کام کرتے تھے، قطع رحمی کرتے تھے۔

ہمسائیگی اور عہد وامان کا پاس کرنے میں برا رویہ رکھتے تھے اور ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھائے جاتا تھا! ہم اسی حال پر تھے کہ اللہ نے ہماری طرف خود ہم ہی میں سے ایک رسولؐ بھیجا جس کے نسب جس کی صداقت جس کی امانت اور جس کی پاک دامنی کو ہم جانتے تھے۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اس کی توحید کے قائل ہوں اور اسی کی عبادت کریں اور ان پتھروں اور بتوں کو چھوڑ دیں۔ جن کی عبادت ہم اور ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔ اس نے ہمیں راست گوئی امانت داری، صلہ رحمی ہمسائیگی اور عہد وامان کی پاسداری کا اور حرام افعال اور خونریزی سے باز رہنے کا حکم دیا۔ ہم کو فواحش سے جھوٹ سے مال یتیم کھانے سے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے روکا۔

ہمیں صرف اللہ واحد کی عبادت کرنے سے اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کرنے کی تلقین کی اور ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے روزہ رکھنے کی ہدایت کی......پس ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لائے اور جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے لایا تھا اس میں اس کی پیروی کی ہم نے صرف اللہ کی عبادت کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا۔ جس چیز کو اس نے ہم پر حرام کر دیا اور جس کو اس نے ہمارے لئے حلال کر دیا۔ اسے ہم نے حلال کیا۔ س پر ہماری قوم ہم پر ٹوٹ پڑی۔ اس نے ہم کو عذاب دیئے اور دین کے معاملہ میں ہم پر ظلم توڑے تا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے

بتوں کی طرف پھیر دے اور ہم ان تمام خبائث کو پھر سے حلال کر لیں جنہیں پہلے حلال کئے ہوئے تھے۔آخر کار جب انہوں نے ہم پر سختی کی! اور ظلم ڈھایا اور ہماری زندگی تنگ کردی اور ہمارے دین کے راستے میں حائل ہوگئے تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے اور دوسروں کی بجائے آپ کے ہاں آنا پسند کیا اور آپ کی پناہ لینی چاہی اس امید پر کہ............اے بادشاہ؟

آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہ ہوگا؟

نجاشی بولا

نجاشی نے حضرت جعفر طیارؓ کی تقریر سن کر کہا اچھا ذرا وہ کلام تو سناؤ جو تم کہتے ہو کہ خدا کی طرف سے تمہارے نبی پر اترا ہے۔حضرت جعفر طیارؓ نے جواب میں سورہ مریم کا ابتدائی حصہ تلاوت کرنا شروع فرمایا تلاوت کیا تھی دل ہل گئے۔در و دیوار پر گریہ طاری ہوگیا۔نجاشی کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔آنسوؤں کا سیلاب تھا جو نہ رک سکا اور نہ ہی روکا جا سکا۔اہل دربار کے پادریوں کی ہچکی بندھ گئی دربار میں کوئی فرد ایسا نہیں تھا جس پر اس الہامی کتاب کی تلاوت سے گریہ طاری نہ ہو عمرو بن عاص اور اس کے وفد کی گردنیں جھک گئیں۔رنگ فق ہوگئے۔چہرے اڑ گئے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔کئے کرائے پر پانی پھر گیا۔

فقال النجاشی لجعفر هل عندک مما جاء به عن الله تعالیٰ شیی فقال جعفر نعم. فقال فاقراه علی . فقرات علیه صدرا من کهیعص وبکت اسافقته (سیرت حلبیه ثانی)

حضرت جعفرؓ اور سورہ مریم کی تلاوت

حضرت جعفر طیارؓ نے نجاشی کی خواہش پر سورہ مریم کا ابتدائی حصہ تلاوت فرمایا۔

کٓھٰیٰعٓصٓ. ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَهٗ زَکَرِیَّا. اِذْنَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا. قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْم بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا. وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِ یْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا. یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا. یٰزَکَرِیَّآ

اِنَّـا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا(۷)قَالَ رَبِّ اَنّٰـی یَـکُـوْنُ لِـیْ غُـلٰـمٌ وَّ کَانَتِ امْرَاَتِی عَاقِرًاوَّ قَدْبَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا. قَالَ کَذٰلِکَ قَالَ رَبُّکَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا .

یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا اپنے بندے زکریا پر۔ جب پکارااس نے اپنے رب کو آہستہ آواز سے۔ بولا اے میرے رب بوڑھی ہوگیئں میری ہڈیاں اور شعلہ نکلہ سر سے بڑھاپے کا اور تجھ سے مانگ کر، اے رب میں کبھی محروم نہیں رہااور میں ڈرتا ہوں بھائی بندوں سے اپنے پیچھے اور عورت میری بانجھ ہے سو بخش تو مجھ کو اپنے پاس سے ایک کام اٹھانے والا جو میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد کی اور کر اس کو اے رب پسندیدہ اے زکریا ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں۔ ایک لڑکے کی جس کا نام ہے یحیٰ نہیں کیا ہم نے پہلے اس نام کا کوئی۔ بولا اے رب کہاں سے ہوگا مجھ کو لڑکا اور میری عورت بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہو گیا ہوں یہاں تک اکڑ گیا۔ کیا یونہی ہوگا فرمادیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے۔اور تجھ کو پیدا کیا میں نے پہلے سے اور نہ تھا تو کوئی چیز۔

خطیب کہتا ہے

زکریا علیہ السلام نے بیٹا اللہ تعالیٰ سے مانگا۔

معلوم ہوا کہ بیٹے دینے کا ڈپو اللہ تعالیٰ ہے

جب انبیاء علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ نے اولاد مانگتے ہیں تو ہمیں بھی اولاد اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے۔!

معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بھی اللہ ہی کے محتاج ہیں۔

....

حضرت زکریا علیہ السلام نے آہستہ آہستہ دعا اس لئے بھی مانگی کہ کہیں سننے والے مذاق نہ کریں کہ اس عمر میں اولاد مانگتا ہے!

میرے خدا اگر چہ میں بوڑھا ہوں۔ بال سفید ہو گئے ہیں۔ ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور امید کے تمام دروازے بند ہو گئے ہیں۔مگر تیرا دروازہ تو کھلا ہے۔

تیرے کرم سے اے کریم کونسی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے جہاں کمی نہیں

آواز آتی ہے اے زکریا گھبرا نہیں
مانگنا تیرا کام ہے اور بیٹا دینا میرا کام ہے
بیٹا بھی ایسا شان والا دوں گا کہ
بیٹا تیرا ہوگا اور نبی میرا ہوگا
دنیا بیٹے کا نام فرش پر رکھتی ہے
میں نے تیرے بیٹے کا نام عرش پر رکھا ہے۔

نجاشی اور اہل دربار پر سورہ مریم کی تلاوت کے اس قدر رقت طاری ہوئی کہ

فقال النجاشی لجعفر هل عندک مما جاء به عن الله تعالیٰ شیی فقال جعفر نعم . قال فاقرائه علی فقرات علیه صدرا من کهیعص فبکی والنجاشی والله حتی اخضل وبکت اسافقته

(سیرت حلبیه ج ثانی)

نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ کیا تمہارے پاس وہ کلام ہے جو تمہارا نبی اللہ کی طرف سے لایا ہے۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا ہوں ہے! نجاشی نے کہا کہ مجھے پڑھ کر سناؤ۔ گو میں نے سورہ مریم کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا۔ خدا کی قسم نجاشی رو پڑا۔

سامعین محترم! نجاشی اور اس کے درباریوں پر قرآن اپنا اثر قائم کر چکا تھا۔ قرآن کی تاثیر سے قریش کا وفد بہت ہی پریشان ہوا اور رسوائی کی حد ہوگئی جب نجاشی نے یہ کہہ کر دربار برخواست کر دیا کہ ان مسلمانوں کو میں تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ یہ میرے ملک کے رہنے والے ہیں۔ ہم ان کو ہر قسم کی عزت بخشیں گے!

آخری ہتھیار

وفد قریش انتہائی ذلت ورسوائی سے دربار سے اٹھ آیا مگر عمرو بن عاص نے خوصلہ نہیں ہورا بلکہ

عبداللہ ابن ابی ربیعہ سے کہا کہ اب میں ان کے لئے ایک ایسی تدبیر کروں گا کہ ان کو نجاشی اور اس کے درباریوں سے ہی نیست و نابود کرادوں گا۔ عبداللہ بن ربیعہ نے عمرو بن عاص کو بہت سمجھایا کہ ہم نے اچھی خاصی محنت کرلی ہے، مگر ہمیں کامیابی نصیب نہیں ہوئی اب اور کچھ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ ہمارے ہی رشتے دار ہیں اور ہمارے ہی خون کا ایک حصہ ہیں۔ اگر ان کو اس سرزمین میں کوئی صدمہ پہنچتا ہے تو یہ ہمارا اپنا ہی نقصان ہے اس لئے اب ہمیں مزید کسی کاروائی کے بغیر واپس مکہ چلا جانا چاہیے۔ مگر عمرو بن عاص نے ایک نہ مانی اور ازسرنو صحابہؓ کے خلاف ایک مہم کا آغاز کردیا۔ ایک ایک افسر سے ملاقات کی اور ایک ایک وزیر کو مل کر ایک نیا ہتھیار استعمال کیا کہ **انا ھم یشتمون عیسی و امہ** ۔ یہ لوگ عیسی علیہ السلام اور ان کی والدہ کو گالیاں دیتے ہیں (معاذاللہ)

افسر شاہی اور نوکر شاہی پہلے بھی عمرو بن عاص کا ساتھ سے چکی تھی، مگر اپنی شکست پر نادم تھی یہ نیا الزام ان کے لئے بہت ہی موثر ہوسکتا تھا۔ اس لئے سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ ایک مرتبہ پھر نجاشی سے وقت کر اس کے سامنے اس الزام کو رکھا جائے۔ اس بات کو سن کر یقیناً نجاشی برافروختہ ہوگا اور ان کے خلاف فوری کاروائی کا حکم دے گا۔ اس کے بعد ہماری فتح یقینی ہے۔ چنانچہ افسر شاہی کی کوششوں سے نجاشی نے ایک مرتبہ پھر وفد قریش کو وقت دے دیا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ فریقین کو ایک ساتھ پیش کیا جائے تا کہ وقت ضائع کئے بغیر دونوں کا موقف سن کیا جائے اور کسی پر زیادتی نہ ہوسکے!

خطیب کہتا ہے

مشرکین کا یہ موثر ہتھیار ہے کہ فلاں شخص بزرگوں کو گالیاں دیتا ہے!

جب مشرکین کا دامن دلائل سے خالی ہوجاتا ہے تو وہ یہ ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ کہ یہ گستاخ ہے ہمارے بزرگوں کو گالیاں دیتا ہے۔

آخر یہی ہتھیار مشرکین کے وفد نے نجاشی کے ہوں استعمال کیا۔

کل اور آج

کل کا ہتھیار آج بھی علمائے حق کے خلاف استعمال ہورہا ہے آج کا مشرک بھی علمائے حق کو یہی کہتا ہے کہ یہ انبیاء اور اولیا کے گستاخ ہیں۔ بلکہ معاذ اللہ گالیاں دیتے ہیں۔سرکاردوعالم ﷺ کو بھی مشرکین مکہ نے یہی الزام دیا تھا کہ **یسب الھتنا**۔ یہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے! مشرکین نے ہمیشہ قرآن کی تقریر کو گالیوں سے تعبیر کیا ہے۔قرآنی دلائل کو گالیوں سے تعبیر کرنے والے خود ایک گندی گالی ہیں!

انما المشرکون نجس.................یقیناً مشرکین غلاظت کا ڈھیر ہیں۔

گالی دینے کا الزام...........ان لوگوں پر ہمیشہ لگتا رہا ہے جنہوں نے حق وصداقت کے چراغ جلائے ہیں۔

علمائے حق کے خلاف علمائے سوء نے جو تھوڑی بہت فضا مکدر کر رکھی ہے اس کے پس منظر یہی الزام کام کر رہا ہے۔!

کون مسلمان ہے جو یہ سن کر فلاں طبقہ انبیاء واولیاء کا گستاخ ہے اس طبقہ سے محبت کرے! یہ ملاں کا۔اور کافر گر واعظ اور پیٹ کے بندے کا پروپیگنڈہ ہے۔محض جھوٹا پروپیگنڈہ اور فریب اور دجل پر مشتمل پروپیگنڈہ علمائے حق اس الزام کے اسی طرح بری ہیں جس طرح نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء اس گھناؤنے الزام سے بری تھے!

جس طرح صحابہ کرامؓ عظمتِ مصطفیٰ ؐ اور عظمت انبیاء اور مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کی عظمت ورفعت کے دل و جان سے قائل تھے۔اس طرح علمائے حق (علمائے دیوبند) بھی عظمت مصطفیٰ ؐ اور عظمت انبیاء واولیاء کے دل و جان سے قائل ہیں بلکہ ہمارے ایمان کی اساس یہی ہے۔الحمدللہ۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

نجاشی کے دربار میں آخری پیشی

نجاشی کے حکم کے مطابق فریقین پھر پیش ہوئے اصحاب رسول طے کر کے آئے تھے کہ نجاشی

جو بھی سوال کرے گا اس کا وہی جواب دیا جائے گا جو رسول اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھلایا ہے اس سے سرموانحراف نہیں کیا جائے گا!

آج پہل حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمائی اور نجاشی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جناب والا! عمرو بن عاص سے میرے تین سوالات ہیں ان کا جواب دلایا جائے۔

نجاشی نے کہا کہ فرمایئے! حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

سلھما ....اعبید نحن ام احرار؟ فان کنا عبیداًابقینا من اربابنا فارددنا الیھم .

ان دونوں سے پوچھیئے کہ ہم کسی کے بھاگے ہوئے غلام ہیں یا آزاد لوگ ہیں۔ اگر ہم بھاگے ہوئے غلام ہیں تو ہمیں ابھی ان کے سپرد کر دیں ہم جانے کو تیار ہیں۔ اگر غلام نہیں ہیں تو پھر ان کا کس بنیاد پر ہماری واپسی کا مطالبہ ہے؟

قال عمرو ....بل احرار ....عمرو نے کہا کہ غلام نہیں ہیں بلکہ آزاد ہیں۔

فقال جعفر ....سلھما ھل اھر قنا دماءً بغیر حق

فیقتص منا ....ھل اخذنا اموال الناس

بغیر حق فعلینا قضاءُ؟

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان سے سوال کیا جائے کیا ہم نے ان کے کسی فرد کو قتل کیا ہے کہ اس بدلے میں ہمیں لے جانا چاہتے ہیں یا ہم نے ان کا مال چرایا ہے کہ اس کی ادائیگی ہمارے ذمہ ہے اور یہ اس کی وجہ سے ہمیں واپس لے جانا چاہتے ہیں۔

فقال عمرو ......لا ......عمرو بن عاص نے کہا کہ بالکل نہیں ایسی بات کوئی نہیں ہے!

پھر نجاشی خود بولا۔

فقال النجاشی لعمر ووعماۃ. ھل لکمٰا علیھما دین

قالا ......لا ......قال انطلقا......فواللہ لا اسلمھم الیکما ابدا ولو اعطیتمونی دیرامن ذھب

نجاشی نے کہا اے عمرو بن عاص اور عمارۃ۔کیا انہوں نے تمہارا کوئی قرضہ دینا ہے۔

انہوں نے کہا نہیں!

پھر نجاشی نے غصے سے کہا کہ خدا کی قسم چلے جاؤ اگر تم مجھے ان کا بدلے سونے کا پہاڑ بھی دو تب بھی میں انہیں تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔

خطیب کہتا ہے

نجاشی کے دل میں صحابہ کی عظمت کا سمندر امنڈ آیا۔

صحابہؓ کی منڈی میں قیمت لگا دی۔

سونے کا پہاڑ ایک طرف اور محمد ﷺ کے صحابہ ایک طرف

سونے کا پہاڑ صحابہ کے نعلین کے تسمے کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔صحابہؓ کی محبت کی وجہ سے نجاشی کو ایمان نصیب ہوگیا جو عظمت صحابہ دل میں نہیں رکھتا وہ ایمان کی دولت سے محروم رہے گا۔

اللہ اللہ کیا شان ہے صحابہ کی۔ان کے نورانی چہرے بادشاہی کو بھی متاثر کر گئے!

مصطفیٰؐ کے فقیر شہنشاہوں سے بھی اونچے۔

ان کی زلفوں کے جو اسیر ہوتے ہیں
آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

حضرات گرامی! عمرو بن عاص نے جب بادشاہ کا پارا چڑھتے دیکھا اور یہ یقین کرلیا کہ نجاشی پھر صحابہ سے متاثر ہورہا ہے تو اس نے فوراً اپنا وہی ہتھیا استعمال کیا جو دنیا کے مشرکین کا مشترکہ ہتھیار ہے کہ

انهم يشتمون عيسى و امه

جناب والا .... یہ عیسی علیہ السلام اور ان کی والدہ کو گالیاں دیتے ہیں۔یہ بات سن کر نجاشی کا ماتھا ٹھنکا۔

انهم يقولون فى عيسى قولا عظيما اى يقولون انه عبدالله اى و انه ليس ابناالله .

یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے بہت برے خیالات ونظریات رکھتے ہیں، کیونکہ ان کو عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے تھے! اللہ کے بیٹے نہیں تھے!

نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

قال فما تقولون فی مریم و امه ...... قال نقول کما قال الله عزوجل روح الله وکلمته القاها الی مریم العذرا ای ابکر البتول المنقطعة عن الا زواج .

(سیرت جلبیه تانی)

حضرتؓ نے سورہ مریم کی آیات تلاوت فرمائیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا تفصیل سے تذکرہ ہے۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًافَرِيًّا يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَاكَانَ اَبُوْكِ امْرَاَسَوْءٍ وَّمَاكَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًااَيْنَ مَاكُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِمَادُمْتُ حَيًّا وَّبَرًّام بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ يَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِيًّا وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا .

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْ يَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ مَاكَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَاقَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ.

پھر لائی اس کو اپنے لوگوں کے پاس گود میں وہ اس کو کہنے لگے اے مریم تو نے کیا یہ چیز طوفان کی! اے بہن ہارون کی نہ تھا۔ تیرا باپ برا آمی۔ اور نہ تھی تیری ماں بدکار، پھر اشارہ کیا اس لڑکے کو۔ بولے ہم کیونکر بات کریں اس شخص سے کہ وہ ہے گود میں بچہ۔ وہ بولا میں بندہ ہوں۔ اللہ کا مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو اس نے نبی کہا ہے اور بنایا مجھ کو برکت والا جس جگہ میں ہوں اور تاکید کی نماز کی اور زکوۃ کی جب تک رہوں میں زندہ اور سلوک کرنے والا اپنی ماں سے اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست بدبخت اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن

اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہوکر۔

یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا۔ سچی بات جس میں لوگ جھگڑتے ہیں۔

خطیب کہتا ہے

حضرت عیسیٰ نے بچپن میں اپنی والدہ بی بی مریم کی گواہی دی وہ بیٹے کی گواہی سے صدیقہ بن گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صداقت کی گواہی دی تو اللہ کی گواہی سے عائشہ صدیقہ بن گئیں!

جس سورۃ میں حضرت عیسیٰ کی والدہ کی صداقت کا ذکر ہے وہ سورہ مریم بن گئی۔

جس سورۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا ذکر ہے وہ سورہ نور بن گئی۔

مریم علیہا السلام کی صداقت کی دونوں جہاں میں سورہ مریم نے دھوم مچادی۔

عائشہؓ کی صداقت کی دونوں جہاں میں سورہ نور نے دھوم مچادی۔

بچے کبھی نہیں بولتے۔ مگر جب بلانے والا چاہے تو ایسا بولتے ہیں کہ ان کی گفتار صداقتوں کی امین بن جاتی ہے!

انی عبداللہ............ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے روز ہی اپنی عبدیت کا اقرار کرلیا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام خدا کے بندے ہوا کرتے ہیں!

کنت مبارکاً این ما کنت.

معلوم ہوا کہ............ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو مبارک

عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں گئے تو مبارک

عیسیٰ علیہ السلام والدہ کے گھر میں گئے تو مبارک

عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ اٹھائے گئے تو مبارک

عیسیٰ علیہ السلام واپس بیت المقدس آئیں گے تو مبارک

عیسیٰ علیہ السلام حضورؐ کے روضہ میں دفن ہوں گے تو مبارک

عیسٰی علیہ السلام کو جو مقام جو جگہ جو مسجد جو مصلٰے جو محراب جو منبر جو روضہ ملے گا وہ مبارک ہی مبارک ہوگا۔

قربان جاؤں صدیقؓ و عمرؓ آپ کے آپ کو بھی وہی مدفن ملا جو عیسٰی علیہ السلام کو ملے گا۔

وجعلنی مبارکاً این ماکنت

حضرت جعفر طیارؓ نے بڑے سوز اور درد بھری آواز سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیات طیبہ پر قرآنی آیات تلاوت فرمائیں تو نجاشی تڑپ اٹھا اور اس نے بے ساختہ اعلان کر دیا کہ

مرحبا بکم وبمن جئتم من عنده اشهدانه رسول الله وانه الذی بشربه عیسٰی ولولا مااناا فیه من الملک لاتیته فاکون انالذی احمل نعله .
(سیرت حلبیه)

وقال للمسلمین انزلوا حیث شئتم سیوم بارضی اے امنون بها . وامرلهم بما یصلحهم من الرزق وقال من نظر الی هئولاء الرهط نظرة توذیهم فقدعصانی .

خوش خبری ہو تمہیں اور ان کو بھی جن کے ہاں سے تم آئے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے رسولﷺ ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ان کی بشارت دی ہے۔ اگر میں امور سلطنت میں مصروف نہ ہوتا تو میں خود حاضر ہوتا اور آپ کے نعلین اٹھاتا۔ اور مسلمانوں سے کہا کہ جاؤ یہ میرا ملک تمہارا ملک ہے اور حکام کو حکم دیا کہ ان کی رہائش اور خوراک کا سرکاری انتظام کیا جائے اور اعلان کر دو جس نے ان کو تکلیف دی اس کو میرا باغی تصور کیا جائے گا۔

خطیب کہتا ہے

مشرک لوٹنے آئے تھے لٹ کے واپس آگئے۔ مسلمان پناہ لینے آئے تھے فقیری میں بادشاہی کرنے لگے۔ توحید کے شیدائیوں کو ہر مقام پر نصرت خداوندی سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

کلمہ حق کہنے والا کبھی خسارے میں نہیں رہتا۔ خلوص ہو تو توحید و سنت سے سلطنتوں میں نظریاتی انقلاب لا سکتے ہیں۔

صحابہؓ جہاں بھی گئے خدا اور رسولؐ کے نمائندے بن کر گئے۔

نجاشی کو دربار رسالتؐ کا اعزاز

نجاشی کی صحابہؓ کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کا تذکرہ جب حضرت جعفرؓ نے واپسی پر خیبر پہنچ کر سرکار دو عالم ﷺ سے کیا تو آپ آبدیدہ ہو گئے اور آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ **اللھم اغفر للنجاشی** ....اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرمادے اور آخر میں تو بالکل ہی حد کردی کہ جب آنحضرت ﷺ کو نجاشی کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ نے نجاشی کا غائبانہ جنازہ پڑھایا۔ جس میں نہایت رقت آمیز لہجے میں نجاشی کے لئے دعائے مغفرت فرمائی گئی۔

سامعین کرام! ہجرت حبشہ کے واقعات کو نہایت تفصیل سے آپ حضرات کے سامنے بیان کیا گیا ہے تاکہ اس سمندر کی تہ میں عظمت رسالت اور عظمت یاران رسالت کے انوارات اور موتیوں سے ہم لوگ مالا مال ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے سیرت رسولؐ کے ہر پہلو کے محاسن سے روشنی حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

شعبان کا پہلا خطبہ

قرآن کی انقلابی تاثیر

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

لَوْاَنْزَلْنَاھٰذَاالْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتفَکَّرُوْنَ. (الحشر)

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو اسے ضرور دیکھتا جھکا ہوا اور پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے اور مثالیں لوگوں کے لئے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

حضرات گرامی! چونکہ رمضان کی آمد آمد ہے اور قرآن مجید کو رمضان سے ایک خاص تعلق ہے اس لئے رمضان کی آمد سے پہلے ہی آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید کے فضائل پر گزارشات کرنا چاہتا ہوں! لیکن مجھے معاف رکھیئے میں قرآن مجید کو صرف تعویذ دھاگے کے لئے یا برکت حاصل کرنے کے لئے بلا سوچے سمجھے پڑھنے کو ہی زندگی کا ماحصل قرار نہیں دیتا میرے نزدیک قرآن مجید ایک ایسی انقلابی کتاب ہے جس نے دلوں کی کایا پلٹ دی اور جو دل برسہا برس سے زنگ آلود ہو چکے تھے ان کو اس طرح قلعی کر دیا کہ پھر کوئی میل کچیل ان کے قریب نہ آسکی! اس لئے مجھے آج کی مجلس میں آپ حضرات کو یہ بتانا ہے کہ قرآن مجید ایسی موثر اور دلوں میں حیرت انگیز انقلاب برپا کرنے والی کتاب ہے کہ اس کی تاثیر کو آج بھی آزمایا جا سکتا ہے اور ضرورت ہے کہ ہمارے خطیب اور واعظ قرآن کے وعظوں سے دنیا میں پھر ایک انقلاب اور صالح معاشرہ پیدا کر دیں۔ کیونکہ قرآن میں آج بھی وہی معجزہ نما تاثیر موجود ہے جو آج سے پندرہ سو سال پہلے موجود تھی!

تاثیر قرآن کے معجزاتی واقعات

حضرات گرامی! ایک مرتبہ حرم میں سرداران قریش کی محفل جمی ہوئی تھی عتبہ۔ ابوجہل۔ ابولہب

اور اِن جیسے لوگ شریک تھے۔عام دنوں کی طرح مسرت وشادمانی کی بجائے ان کے چہروں سے پریشانی اور تردد کے آثار نمایاں تھے۔موضوع سخن نہ تجارت تھی نہ جنگ..........صرف اور صرف محمد رسول اللہ موضوع سخن تھے۔ان کی دعوت ان کے ساتھی ان کی تبلیغ۔ نئے دین کو ماننے والے اپنے اباؤاجداد کے مذہب کے باغی! وہ سوچ رہے تھے۔کہ ان کو دبانے کے لئے ہم نے کیا کچھ نہیں کیا۔ نئے دین سے پھیرنے کیلئے کیسی کچھ کوششیں نہ کرلیں اور دھونس اور دھاندلی کا کون ساحربہ ہے جو ہم آزما نہیں چکے ظلم وزیادتی کی ہر تدابیر آزما کر دیکھ لیں! مگر کیا مجال اس کو ہوش آئے۔اس کی لگائی ہوئی آگ بڑھتی ہی جارہی ہے! جو ایک دفعہ اس کا ہوجاتا ہے کسی طرح ہمارا نہیں بنتا۔اب تو اس کو سیدھی راہ دکھانے کی صرف ایک ہی صورت رہ گئی ہے کہ اسے لالچ کے دام میں پھانسا جائے! سبز باغ دکھائے جائیں۔کیونکہ یہ ترکیب بھی بڑی مؤثر ہوتی ہے۔بڑے بڑوں کے پیر پھسل جاتے ہیں۔دولت عزت،عورت شہرت آرام وآسائش کون نہیں چاہتا اور یہ سب کچھ بڑی مشکل سے ملا کرتا ہے،لیکن کسی کی جھولی میں بلامحنت پڑے تو؟......ہوں یہ ترکیب ٹھیک ہے۔سب نے کہا!

عتبہ نے کہا کہ میں محمدؐ کے پاس جاتا ہوں اور اس موثر ہتھیار کو میں ہی آزماتا ہوں۔میں دیکھتا ہوں کہ (محمد ﷺ) کس طرح ہمارے جال سے نکلتے ہیں۔!

سب مسرت اور خوشی سے جھوم اٹھے کہ عتبہ معمولی آدمی نہیں ہے۔ چرب زبان فصیح اللسان ذہین آدمی ہے۔اس میدان میں اس کے حریف کم ہیں یہ تھوڑی ہی دیر میں محمدؐ کو زیر کرلے گا! سب نے کہا عتبہ شاباش! آپ جائیں اور محمدؐ سے کھل کر بات کرلیں اور آج شام سے پہلے آپ کی گفتگو کے ساحرانہ انداز کے نتائج کو ہم دیکھنا چاہتے ہیں،عتبہ شاداں شاداں چلتا ہے اور حضورؐ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوگیا! سرکاردوعالم ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ اے محمد (ﷺ) آپ کیا چاہتے ہیں؟

ابھی آپ نے جواب نہیں دیا تھا کہ خود بول اٹھا کہ کیا آپ مکہ کی ریاست چاہتے ہیں؟

سرکاردوعالم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں!

تو کیا کسی بڑے گھرانے میں شادی چاہتے ہو!

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا نہیں!

تو کیا دولت کا ڈھیر چاہتے ہو؟

آپ نے فرمایا نہیں!

عتبہ یہ سن کر سٹپٹا گیا اور کہنے لگا یقین مانیئے ہمیں آپ سے بڑی ہمدردی ہے۔ اگر آپ یہ کچھ بھی نہیں چاہتے تو آپ پر جنات کا اثر ہو گیا ہے! اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کا علاج کرتے ہیں اور تمام اخراجات ہم خود برداشت کریں گے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے عتبہ کی تمام باتیں نہایت حوصلہ سے سن کر ارشاد فرمایا کہ اے عتبہ تم نے تو اپنی تمام باتیں کرلیں اب اگر مجھے اجازت ہو تو میں بھی کچھ باتیں آپ کے گوش گزار کروں؟

عتبہ نے بڑی خوشی سے کہا ضرور ضرور!

سرکار دو عالم ﷺ نے میٹھی زبان سے سورہ حم کی تلاوت شروع فرمائی۔ تلاوت قرآن اور پھر محمد ﷺ کی زبانی۔ سبحان اللہ۔ ایک سماں بندھ گیا۔ عتبہ ہاتھ زمین پر ٹکاتے ہوئے مبہوت ہو کر سن رہا ہے اور آپ تلاوت فرما رہے ہیں فرمایا۔

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ. تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ.

حٰم ۔ یہ کلام رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے جس کی ایتیں کھول کر بیان کردی گئیں ہیں۔ یعنی فصیح قرآن جو نافع ہے۔ دانش مند لوگوں کے لئے انہیں بشارت دینے والا اور ڈرانے والا، لیکن ان میں اکثر نے روگردانی کی۔ سو وہ سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے

دل پردوں کے اندر ہیں۔اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کئے جائیں اور ہم اپنا کام کررہے ہیں۔آپ کہہ دیجئے! میں تم جیسا بشر ہوں البتہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ بس تمہارا خدا تو ایک ہی خدا ہے!

اسی کی طرف سیدھ باندھے رہو اور اسی کی طرف سے معافی مانگو!

محترم سامعین! سرکار دو عالم ﷺ اسی طرح تلاوت کرتے رہے اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے ہوئے غور سے سنتا رہا۔اتنے میں آیت سجدہ آئی اور آپ سجدہ میں پڑ گئے عتبہ غور سے دیکھتا رہا۔جب سرکار دو عالم ﷺ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو آپ نے فرمایا کہ عتبہ تم نے میرا جواب سن لیا؟ اب تم جانو اور تمہارا کام۔عتبہ جو طاقت لسانی کے زعم میں حضور کو فتح کرنے آیا تھا خود مفتوح ہو گیا۔منہ سادھے ہوئے سرداران قریش کی طرف چل نکلا۔سرداران قریش نے جب عتبہ کو منہ لٹکاتے آتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بول پڑے!

یہ وہ صورت نہیں ہے جس کو لے کر گیا تھا۔انہوں نے عتبہ سے پوچھا کہ کیا جواب لے کر آئے ہو عتبہ نے کہا کہ بخدا میں نے محمد (ﷺ) سے ایک ایسا کلام سنا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا! خدا کی قسم نہ تو یہ شعر ہے اور نہ سحر ہے اور نہ ہی کہانت ہے۔اے سرداران قریش؟ میری بات مانو تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کلام رنگ لاکر رہے گا! فرض کرو اگر عرب اس پر غالب آگئے تو اپنے بھائی کے خلاف ہاتھ اٹھانے سے تم بچ جاؤ گے! اور دوسرے اس سے نبٹ لیں گے! لیکن اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کی بادشاہی تمہاری بادشاہی ہو گی! اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی! عتبہ کی یہ باتیں سیدھی سادھی تھیں، مگر سرداران قریش انہیں کیوں مانیں ؟

کہنے لگے لو جی محمد کا جادو عتبہ پر بھی چل گیا۔

قرآن کی تاثیر کام کرگئی

عتبہ کو قرآن نے متاثر کرلیا۔عتبہ کی اپنے مشن میں ناکامی کوئی معمولی بات نہ تھی۔سرداران

قریش کی ناکامی تھی۔ کافروں کی ناکامی تھی۔ ذرا غور کیجئے! عتبہ کس رنگ میں سرکار دو عالم ﷺ کے پاس گیا تھا اور پھر اس کا رنگ کیسے اڑ گیا۔ عتبہ کی پیش کش پر آپ نے کوئی لمبی چوڑی تقریر نہیں فرمائی۔ بلکہ قرآن مجید کی آیات کو نہایت درد میں ڈوبی ہوئی آواز سے تلاوت فرمایا۔ بس پھر کیا تھا قرآن نے اپنا رنگ دکھایا۔ کیونکہ یہ شاہوں کے شہنشاہ کا کلام تھا۔ اہل دنیا کے جادو سے بلکل مختلف لیکن دل و دماغ کی کایا پلٹ دینے والا کلام اس میں مقناطیسیت ہے جو دلوں کو کھینچتی ہے! اس میں وہ کیف ہے کہ سن کر آدمی تو آدمی شجر و حجر بھی جھومنے لگتے ہیں وہ حلاوت ہے جو دل کے سارے تار جوڑ دیتی ہے! وہ نغمہ ہے جو روح کو سرشار کر دیتا ہے وہ آگ ہے جو اندر کی تاریکی کو منور کر دیتی ہے! وہ طاقت ہے جو ایک نئے انسان کو جنم دیتی ہے!

اسی لئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

عمرؓ کو قرآن نے زیر کر لیا

حضرات گرامی! عمر بن خطاب قریش کا جوشیلہ اور بانکا نوجوان جس مجلس میں پہنچ جاتا سب سے ممتاز رہتا۔ جس کی شجاعت زور آوری شہسواری تیر اندازی اور بہادری کے ڈنکے پورے مکہ میں بجتے تھے! جو جسم اور دل دونوں کا مضبوط تھا لیکن جو واقعہ میں عرض کر رہا ہوں وہ ان دنوں کا ہے جب وہ سرکار دو عالم ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔

ایک روز عمرؓ سرداران قریش کی مٹینگ میں اپنا یہ فیصلہ سناتا ہے کہ میں تمہیں محمدؐ ﷺ کا سر کاٹ کر لائے دیتا ہوں۔ اس ارادے سے گھر سے چل نکلا تو عجب اتفاق ہوا کہ راستہ ہی میں خبر ملی کہ تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں اسلام کی دولت سے مالا مال ہو چکے ہیں اسی غصہ کے عالم میں بہن کے گھر پہنچے اور ان دونوں کو اس قدر شدید مارا کہ لہولہان کر دیا۔ مارتے مارتے تھک گئے مگر محمد (ﷺ) کے پروانوں کے دلوں سے توحید و رسالت کا خمار نہ نکال سکے! آخر حیرانگی سے کہا کہ اچھا اگر باز نہیں آتے تو وہ کلام سناؤ جو پڑھ رہے تھے۔ حضرت سعید نے سورہ طٰہٰ کی ابتدائی آیات کی تلاوت شروع فرمائی کہ

طٰهٰ .مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى .اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى. تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى. اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى. لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى. وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى . اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَهُ الْاَ سْمَآءُ الْحُسْنٰى.

(ترجمہ) طٰہٰ ۔ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں ، بلکہ یہ تو نصیحت ہے اس کے لئے جو ڈرتا ہے۔ نازل اس کی طرف سے ہوا ہے جس نے پیدا کیا زمین اور بلند آسمانوں کو وہ خدائے رحمٰن عرش پر قائم ہے ۔اس کی ملکیت ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان میں ہے اور کچھ بھی زمین کے نیچے ہے اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات اور اس کے زیادہ چھپی ہوئی کو جانتا ہے! وہ اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔اچھے اچھے نام اسی کے ہیں۔

بس قرآن کا سننا تھا دل موم ہوگیا قرآن دل میں اتر گیا۔قرآن کی تاثیر اپنا کام کرگئی ساری شقاوت دور ہوگئی اور یوں دامن اسلام میں آگرے جیسے پکا پھل ٹوٹ کر گود میں آپڑتا ہے! کلام الٰہی سنتے ہیں تو چیخ پڑتے ہیں اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگتے ہیں اور سیلاب اشک سے دل میں کفر کی جو بھٹی دہک رہی تھی سرد پڑگئی ۔قلب نور ایمان سے منور ہوجاتا ہے اور سیدھے آستانہ نبوت پر جا کر حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے ہیں اور قرآن اپنی معجزانہ تاثیر سے عمر جیسے بہادر اور جرآت کے کوہ گراں کو زیر کر لیتا ہے۔ سچ فرمایا خداوند قدوس نے

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

طفیل دوسی پر قرآن غالب آگیا

حضرات گرامی! میں آپ حضرات کے سامنے ان تاریخ ساز شخصیتوں کا ذکر کر رہا ہوں جو ایک دفعہ قرآن سن کر اس کی جادو بیانی اور اثر انگیزی کا مقابلہ نہ کر سکے۔اسی طرح طفیل دوسی جو اپنے قبیلے کے سربرآوردہ شخص تھے۔شعر و ادب سے لگاؤ تھا۔نئے دین کا شہرہ سنا تو تماشا دیکھنے کے لئے مکہ چلے آئے۔مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں کے لوگ چمٹ گئے اور کہنے لگے تم ہمارے شہر میں مہمان آئے

ہواس لئے ہم تمہیں آ گاہ کرتے ہیں کہ یہاں ایک شخص محمدؐ نامی رہتے ہیں۔ان کے قریب نہ جانا۔ اس شخص نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال کر ہمارا شیرازہ منتشر کردیا ہے اور ہم لوگوں کو بہت تنگ کررکھا ہے۔نامعلوم اس کی زبان میں کیا جادو ہے جس کے ذریعے بیٹے کو باپ سے اور بھائی کو بھائی سے اور بیوی کو شوہر سے چھڑا دیتا ہے۔ہمیں خوف ہے کہ کہیں تم اور تمہاری قوم ہم کو گوں کی طرح اس کے دام میں نہ آجائے۔اس لئے تم اس سے نہ ملواور نہ ہی اس کی بات سنو پہلے تو یہ قریش کی باتوں میں آ گئے اور کانوں میں روئی ٹھونسے پھرتے تھے کہ مبادا محمد (ﷺ) کی آواز کانوں میں پڑ جائے!

لیکن تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ

خدا کا کرنا ہوا کہ ایک دن حرم شریف میں چلے گئے تو وہاں سرکار دوعالم ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت فرمارہے تھے۔قرآن کی آواز یونہی طفیل دوسی کے کانوں میں پڑی وہ دم بخود ہوکر جہاں کھڑے وہیں کھڑے رہ گئے۔دیر تک قرآن سنتے رہے۔قرآن کے الفاظ کیا تھے۔بجلیاں تھیں۔جنہوں نے دل کے خرمن کفر کو بھسم کر کے رکھ دیا تھا!

دیکھا تو حضورؐ نماز ختم کر کے جارہے ہیں۔یہ بھی ساتھ ہولئے۔آپ کے ساتھ آپ کی قیام گاہ تک پہنچے۔

اور اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دامن رسالت کے ساتھ وابستہ کرلیا۔بعد میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم آج تک اس سے بہتر کلام نہ میرے کانوں نے سنا اور نہ اس سے زیادہ عادلانہ مذہب میں نے کوئی دیکھا!

جس سردار قبیلہ کو اپنی عظمت ووقار پر ناز تھا قرآن کی ایک ہی بجلی نے اسے ختم کر کے دامن نبوت سے وابستہ کردیا۔سچ ہے

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ.

جبیرابن مطعم قرآنی تاثیر کے اسیر ہوگئے

حضرات گرامی! آپ مسلسل ان واقعات کو سن رہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم

ایک انقلابی کتاب ہے اس کی تاثیر اور دلوں میں گھر کرنے والے مضامین ایک مستقل حلقہ اثر پیدا کرتے ہیں۔ مقرر اور خطیب کے لئے لازم ہے کہ قرآنی احکامات وارشادات کو خود بھی سمجھے اور اپنے سامنے بیٹھنے والے سامعین کو بھی ان مطالب اور مقاصد سے آگاہ کرے جو قرآن مجید نے عقائد۔ اخلاق اور آخرت کی زندگی کے لئے بیان فرمائے ہیں۔ اس سے انشااللہ وہ بہاریں پیدا ہوں گی جو معاشرہ اور ماحول کو مثالی بنا دیں گی!

حضرات محترم! جس طرح قرآن کے موثر ہونے کے اس سے قبل میں نے واقعات بیان کئے ہیں اسی طرح چند اور واقعات کا تذکرہ کروں گا جن سے آپ کے ایمان کو روشنی ملے گی۔ جبیر ابن مطعم کا نام بھی تاریخ میں شہرت رکھتا ہے۔ آپ ایک سلیم الطبع اور ہر ظالمانہ اقدام کے خلاف آواز اٹھانے والے شخص تھے! ان کے والد بھی نرم دل اور نیک طینت آدمی تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود عصبیت جاہلیت قبول حق کے راستے میں مانع تھی۔ جبیر جنگ بدر کے بعد اپنے قیدی کو چھڑانے کیلئے مدینہ منورہ سرکار دوعالم ﷺ کے پاس پہنچتے ہیں۔ تو اتفاق سے آپ اس وقت نماز میں مصروف تھے اور سورہ طور کی یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَالطُّوْرِ. وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ. فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ. وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ. وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ. وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ. اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ. مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ.

قسم ہے پہاڑ کی اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے کھلے کاغذ میں اور بیت معمور کی! اور اونچی چھت کی اور پانی سے لبریز سمندر کی کہ بے شک آپ کے پروردگار کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا۔ کوئی بھی اسے ٹال نہیں سکتا۔!

خطیب کہتا ہے

جبیر اس آیت کا بوجھ نہ برداشت کر سکا یا یوں کہہ لیجئے جبیر اس آیت کا چیلنج برداشت نہ کر سکا۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ. مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ.

کس قدر زور بیان ہے!

کس قدر اپنے مخاطب کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا!

اس میں دھمکی ہے تو ساتھ ہی سوچنے پر مجبور کر دیا کہ

اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بَلۡ لَّا یُوۡقِنُوۡنَ اَمۡ عِنۡدَھُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّکَ اَمۡ ھُمُ الۡمُصَیۡطِرُوۡنَ.

یا انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کرلیا۔ اصل یہ ہے کہ ان میں یقین ہی نہیں ہے۔ کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں۔ یا یہ لوگ کم مجاز ہیں۔

جبیر ابن مطعم سرکار دو عالم ﷺ کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیات سن رہے تھے تھوڑی دیر میں انہیں ایسا معلوم ہوا کہ ان کا جگر پھٹنے لگا ہے۔ جب آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ **ان عذاب ربک لواقع مالہ من دافع** تو ان پر کپکپی طاری ہوگئی اور خوف ہوا کہ کہیں اسی وقت اللہ کا عذاب نازل نہ ہو جائے۔ اس لئے قرآن کی تاثیر اپنا کام کرگئی اور قرآن آپ کے قلب وجگر میں اتر گیا اور آپ فوراً دل کی گہرائیوں سے سرکار دو عالم ﷺ کی دعوت کو قبول کر کے اسلام کی حقانیت کے ساتھ وابستہ ہوگئے

لَوۡ اَنۡزَلۡنَا ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡیَةِ اللّٰهِ.

حضرت عثمان ابن مظعون پر قرآن کا اثر

حضرت عثمان ابن مظعوم تو پہلے ہی سے سادہ طبیعت نیک نفس اور پاک باز تھے۔ دلگداز رکھتے تھے۔ انہوں نے جب یہ آیت کریمہ سنی تو قرآن کے گرویدہ ہوگئے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآئِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَیَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ وَالۡبَغۡیِ یَعِظُکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ.

بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا اور حسن سلوک کا اور اہل قرابت کو دیتے رہنے کا حکم دیتا ہے اور کھلی برائی سے اور ظلم سے ممانعت کرتا ہے! وہ تمہیں یہ نصیحت دیتا ہے اس لئے کہ تم نصیحت قبول کرو!

خطیب کہتا ہے

عدل، احسان، قرابتداروں کی اعانت۔ کھلی اور مخفی برائی سے روکنا۔ ظلم اور سرکشی کی ممانعت

کرنا............ یہ اس قدر اساسی اور بنیادی قدریں ہیں جو ایک حسین اور صالح معاشرہ قائم کرتی ہیں !

☆ قرآن نے اس قدر موثر پیرائے سے اپنے ماننے والوں کو اس کا پابند کر دیا کہ حضرت عثمان بن مظعون اس کی اثر انگیزی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے !

دنیا کا بہترین معاشرہ اسلام ہی پیش کرتا ہے۔اس لئے حضرت عثمان بن مظعون نے ان آیات سے متاثر ہوکر فوراً اسلام قبول کرلیا اور سرکار دوعالم ﷺ کے دامن رحمت سے وابستہ ہوگئے ! کیوں نہ ہوتے آخر قرآن حکیم کی اثر انگیزی بھی تو بے مثال ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ.

حضرات گرامی ! نمونے کے چند واقعات اس وقت میں نے آپ حضرات کے سامنے پیش لئے ہیں۔جن سے قرآن کی معجزہ نما تاثیر اور دل کو منہ لینے والے اثرات کا پتہ چلتا ہے۔

ورنہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی جماعت کی جماعت کو قرآن ہی نے اپنی طرف کھینچا تھا اور قرآن حکیم کی کشش میں قرآن پیش کرنے والے کی کشش بھی قدرتی طور پر شامل تھی۔ کیونکہ ان کا کردار بھی تو آئینہ دار قرآن تھا۔قرآن کو خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ قرآن مجید اپنے اندر کس بلا کی تاثیر رکھتا ہے اور اس کو سنانے والا کس پائے کا انسان ہے ! اور اس کے ساتھ ہی اس کا طرز ادا کس درجہ موثر ہے وہ سمجھتے تھے کہ ایسے عالی مرتبہ شخص کی زبان سے اس دل کش انداز میں اس بے نظیر کلام کو جو سنے گا وہ بلاآخر گائل ہوکر ہی رہے گا۔اس لئے وہ اپنے بچوں اور عورتوں تک کو قرآن سننے سے روکتے تھے مشہور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عبادت کرنے کی اجازت صرف اسا س شرط پر دی تھی کہ وہ قرآن بلند آواز سے نہ پڑھا کریں۔ کفار لوگوں سے کہتے تھے کہ جب محمد (ﷺ) قرآن سنائیں تو تم خوب شور مچایا کرو۔

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ. (حم سجده)

اس قرآن کو نہ سننا بلکہ اس میں شور مچایا کرو تا کہ تم غالب آجاؤ۔

حضرات گرامی ! کلام اللہ کی اس تاثیر کو حق تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا ہے جو

میں نے شروع میں تلاوت کی تھی

لَوْاَنْزَلْنَاهٰذَاالْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ.

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو اسے ضرور دیکھتا جھکا ہوا اور پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں لے لئے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں!

البتہ اس کا اثر وہی لوگ قبول کرتے ہیں۔جن کے پاس سوچنے والا دماغ سمجھنے والا دل اور دیکھنے والی آنکھیں موجود ہوں اس طرح جس طرح روشنی میں صرف وہ آنکھیں دیکھتی ہیں جن میں بینائی ہو۔اگر آنکھ ہی بینا نہ ہوتو آفتاب کی روشنی بھی چراغ راہ نہیں بن سکتی!

مسلمانوں کی قرآن سے بے رغبتی

اس وقت مسلمانوں کا قرآن مجید سے جو تعلق ہے اسے شاعر نے عجیب انداز سے بیان کیا ہے

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویز بنایا جاتا ہوں دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر وریشم کے اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح طوطا مینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں اس طرح سکھایاجاتا ہوں
جب قول و قسم لینے کے لئے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے ہاتھوں میں اٹھایا جاتاہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسہ میں پڑھ پڑھ کر سنایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں کس عرس میں میری دھوم نہیں

پھر بھی میں اکیلا رہتاہوں مجھ سابھی کوئی مظلوم نہیں

....

اقبال مرحوم نے مسلمانوں کی زندگی کو قرآن کے بغیر نامکمل قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ

گر تو مے خواہی مسلماں زیستن

نیست ممکن جز بقرآں زیستن

دوسرا خطبہ شعبان

فضائل شبِ برات

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ. وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

(ترجمہ) قسم ہے اس وضاحت والی کتاب کی یقیناً ہم نے بابرکت رات میں اسے اتارا ہے۔ ہم ڈرانے والے ہیں۔ اس رات میں ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے ہمارے پاس سے حکم ہوکر ہم ہی رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں۔ رب کی مہربانی سے وہ ہے بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

حضرات گرامی! یہ شعبان کا مہینہ ہے اس مہینہ کی سرکار دو عالم ﷺ بے شمار فضیلتیں بیان فرمائی ہیں اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کے خطبہ میں آپ حضرات کے سامنے شعبان کے فضائل پر بیان ہوجائے تاکہ آپ کو اس ماہ کی عظمت اور اس کی اہمیت کا اندازہ ہوسکے۔ جو آیت کریمہ میں نے اس وقت آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے اس کے متعلق بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ رمضان شریف کی لیلۃ القدر کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیت کریمہ شعبان کی رات کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس لئے اس آیت کریمہ سے اگر شعبان کی پندرھویں رات کو مراد لے لیا جائے تو مفسرین کی رائے کے مطابق اس کو صحیح تصور کیا جائے گا۔

بخشش کا سیزن

حضرات گرامی! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی برکت سے اس امت پر جہاں اور بہت سے احسان فرمائے ہیں۔ وہیں شعبان کا مہینہ اور اس ماہ کی پندرھویں شب بھی امت محمدیہ کے لئے

رحمت۔مغفرت اور بخشش کا سیزن بنا کر بھیجی ہے۔

گناہ گاروں کو بخشنا

گناہ گاروں کے گناہ پر پردہ ڈالنا

گناہ گاروں کو رحمت کی طرف آنے کی دعوت دینا۔

یوں تو سارا سال ہی چلتا ہے،مگر کچھ خاص اوقات اور خاص دن اور مہینے اللہ تعالیٰ نے ہم گنہگاروں کو لئے ریز رو کر دیے ہیں تا کہ یہ گناہ گار لوگ جو میرے محبوب کے امتی ہیں۔وہ سیزن کے دنوں میں اپنے تمام تر گناہوں سے پاک ہو جائیں۔اور اللہ کے حضور اپنے ندامت کے آنسوؤں سے اس کی رحمت کے خزانے لوٹ لیں۔

چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ!

اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها فان الله تبارك وتعالىٰ ينزل فيها لغروب الشمس الى اسماء الدنيا . فيقول الامن مستغفر فاغفرله الامن مسترزق فارزقه الامن مبتلىً فاعافيه الا كذا الاكذا حتى يطلع الفجر (ابن ماجه)

(ترجمہ) شعبان کی پندرھویں شب کو قیام کرا اور دن کا روزہ رکھو(پندرھویں تاریخ دن کا) اللہ تعالیٰ پندرھویں شب کے غروب آفتاب کے بعد آسمان دنیا کی طرف تمام رحمتوں کو متوجہ فرما کر یہ آواز دیتے ہیں۔کوئی معافی چاہنے والا ہے جو مجھ سے معافی مانگے اور میں اس کو معاف کر دوں۔ کوئی روزی چاہنے والا ہے۔کوئی مصیبت زدہ ہے کہ جو مجھ سے مصیبت دور کرنے کے لئے کہے اور میں اس کی مصیبت کو دور کر دوں۔اسی طرح صبح صادق تک آوازیں دیتا ہے!

خطیب کہتا ہے

گناہ گارو دوڑو

خدا خود آواز دے رہا ہے

ہے کوئی گناہ گار

ہے کوئی سیاہ کار

ہے کوئی مفلس وفادار

ہے کوئی مصیبت زدہ

ہے تو آئے۔ جلدی آئے

سال بھر گناہ گار مجھے پکارتے ہیں۔

آج میری رحمت گناہ گاروں کو بلا رہی ہے۔

میری رحمت گناہ گاروں کے دروازوں پر دستک دے رہی ہے!

گناہ لے کے آؤ گے تو معاف کر دیا جائے گا

رزق لینے آؤ گے تو دے دیا جائے گا

اولاد لینے آؤ گے تو دے دی جائے گی

جنت لینے آؤ گے تو عطا کر دی جائے گی

کس چیز کی کمی ہے مولا تیری گلی میں
دنیا تیری گلی میں اور عقبیٰ تیری گلی میں

پرچون مانگو گے تو ملے گا

تھوک مانگو گے تو ملے گا

اور لطف کی بات یہ ہے

سب کچھ دیا جائے گا............اور کچھ نہیں لیا جائے گا

مفت میں رحمتیں لوٹو۔

تیرے کرم سے اے کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

اس رات کو

حضورؐ خدا کے دروازے پر

صدیقؓ خدا کے دروازے پر

عمرؓ خدا کے دروازے پر

علیؓ خدا کے دروازے پر

مگر افسوس کہ امتی کہلانے والے آتشباز کے دروازے پر یا اسفی

حضرت عائشہ نے فرمایا

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس رات کی مبارک ساعتوں کا تذکرہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

قام رسول الله ﷺ من الیل فصلی فاطال السجود حتی ظننت انه قد قبض فلما رایت ذالک قمت حتی حرکت البهامه فتحرک فرجعت فسمعته . یقول فی سجوده اعوذبعفوک من عقابک برضاک من سخطک واعوذبک منک الیک لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک فلما رفع راسه من السجود هفرغ من صلوته قال یا عائشة اویاحمیراء اظننت ان النبی ﷺ قدخان بک قلت لاوالله یارسول الله ظننت انک قبضت بطول سجوک فقال اتدرین ای لیله للهذه قلت الله ورسوله اعلم قال هذه لیلة النصف من شعبان فیغفر للمستغفرین ویرحم للمسترحمین ویوخراهل الحقد کما هم .(بیهقی)

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے رات کو کھڑے ہوکر نماز پڑھنی شروع کی جس میں اتنا لمبا سجدہ کیا کہ میں نے یہ خیال کیا کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو کھڑی ہوکر حاضر خدمت ہوئی اور آپ کے پیر کے انگوٹھے کو ہلایا وہ ہل گیا تو میں سمجھ گئی کہ آپ ٹھیک ہیں۔ پھر کان لگا کر میں نے سنا تو آپ سجدے میں یہ دعا پڑھ رہے تھے کہ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیری معافی کے ساتھ۔ تیرے عذاب سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری خوشنودی کے ذریعے سے تیرے غصہ سے اور میں پناہ چاہتا ہوں تیرے عذاب وقہر سے اور تیری معافی کے ذریعہ سے تیرے عذاب

سے پناہ چاہتا ہوں اور تو اتنی خوبیوں والا ہے کہ میں ان کو گن نہیں سکتا اور اتنی تعریفیں ہیں تیری کہ تو خود ہی ان کو جانتا ہے تو ایسا ہی ہے کہ جیسے کہ تو نے اپنی تعریف کی ہے۔ جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ تو نے یہ خیال کیا ہے کہ اللہ کے رسولؐ تیری حق تلفی کریں گے!

میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ۔ خدا کی قسم نہیں؟ میں نے آپ کے سجدہ کے طویل ہونے کی وجہ سے خیال کیا تھا کہ شاید آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ کیا تم جانتی ہو کہ یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آج شعبان کی پندرھویں رات ہے۔ اس شب میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف نظر رحمت سے دیکھتا ہے اور معافی چاہنے والوں کو معاف کرتا ہے اور رحم چاہنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔ اور بغض رکھنے والوں کو انکے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

اس حدیث پاک سے چند امور ثابت ہوئے!

☆ حضورؐ نے اس رات کو طویل قیام فرمایا۔

☆ حضورؐ نے اپنے مسجود حقیقی کو سجدے میں راضی کیا۔

☆ حضورؐ نے خدا کے غضب سے پناہ مانگی۔

☆ حضورؐ نے خدا کی رحمت کو طلب کیا۔ آپ نے فرمایا

☆ اس رات کو رحمت طلب کرنے والے کو رحمت دی جائے گی۔

☆ اس رات کو مغرت طلب کرنے والوں کو بخش دیا جائے گا۔

☆ کینہ رکھنے والے کی اس رات بھی بخشش نہیں ہوگی۔

خطیب کہتا ہے

اس رات کو خدا کے حضور رویا کرو

اس رات کو رحمت کے پانی سے گناہوں کو دھویا کرو

اس رات کو ماضی کے گناہوں سے توبہ کرو

اس رات کو رحمت خداوندی کے خزانے لوٹا کرو

اور عذاب خداوندی سے چھوٹا کرو

گناہوں سے رہائی ملے گی

سیدہ عائشہ کی عظمت کا ڈنکا بج گیا

تیرے سجدوں کی گواہ زمین

تیرے سجدوں کی گواہ جبین

تیرے سجدوں کی گواہ بدر

تیرے سجدوں کی گواہ احد

لیکن قربان جاؤں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی صداقت پر کہ محمد کے سجدوں کی گواہ عائشہؓ۔

محبوب خدا نے عائشہ کو تسلی دی

کہ

حجرہ تیرا وجود محمد کا

ان میں جدائی نہیں ہوسکتی

شب معراج صدیقؓ کا ڈنکا بج گیا

شب برات صدیقہؓ کا ڈنکا بج گیا

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشاء

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

چھ آدمیوں کی بخشش نہیں ہوگی

حضرات گرامی! آپ نے سرکار دو عالم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ اندازہ کرلیا ہوگا کہ یہ رات بخشش کی رات ہے اور یہ رات رحمت کی رات ہے اور یہ رات گناہوں سے نجات کی رات ہے۔ اس رات کو رحمت خداوند خود گناہ گاروں کے دروازے کھٹکھٹا کر انہیں اپنے دروازے پر لاتی

ہے۔لیکن بعض بدنصیب اورازلی بدبخت ایسے بھی ہوں گے جن کورات اس رات بھی بخشش اور رحمت سے نہیں نوازا جاتا۔

یہ ان کے مقدر کا کھیل ہے یا ان کی کرتوتوں کی وجہ سے ان پر غضب الٰہی اس قدر ہو چکا ہے کہ وہ سیزن میں رحمت خداوندی کی بہاروں سے مزے نہ لوٹ سکے! چنانچہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ۔

اتانی جبرائیل علیه السلام فقال هذه لیلة النصف من شعبان ولله فیها عتقاء من النار بعد دشعر غنم ولا ینظر الله الی مشرک ولا الی مبسل ولا الی عاق لوالدیه ولا الی مد من خمر .   (بیهقی)

(ترجمہ) میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا آج کی رات شعبان کی پندرھویں رات ہے اس رات میں اللہ تعالیٰ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کے شمار کے برابر دوذخ سے بندوں کو آزاد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس رات کو مشرک کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھتا اور نہ ہی کینا پرور کی طرف دیکھتا ہے اور نہ رشتہ کاٹنے والوں کی طرف دیکھتا ہے اور نہ ٹخنے سے نیچے پاجامہ لٹکانے والے کی طرف دیکھتا ہے! اور نہ ماں باپ کے نافرمان کی طرف دیکھتا ہے اور نہ شراب پینے والے کی طرف دیکھتا ہے۔

نظر کرم سے محروم

مشرک

کینہ پرور

صلح رحمی سے عاری

متکبر۔ پاجامہ لٹکانے والا

والدین کا نافرمان

شرابی

مشرک

آپ کو معلوم ہے کہ سب سے بدتر گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔شرک کسی جانور کا نام نہیں ہے۔شرک نام ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ایسے گناہ کا مرتکب کبھی بخشش خداوندی کا مستحق نہیں ہوسکتا، کیونکہ جب کوئی آدمی خدا کے ساتھ شریک بناتا ہے تو اس کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ کام کرنے کی اس ہستی میں طاقت ہے اس لئے اس کو پکارتا ہے اور اسی سے حاجتیں طلب کرتا ہے اور اسے مشکل کشا اور حاجت روا گردانتا ہے۔خدا پر اس سے بڑا اور کوئی بہتان نہیں ہوسکتا کہ اسی کا بندہ اسی کی ذات پاک کی موجودگی میں اس کے بندوں کو اس کے اختیارات میں شریک ٹھہرائے۔اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ

یقیناً شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ.

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک ٹھہرانے والے کو معاف نہیں فرماتے ۔ اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کو جس طرح چاہے معاف کردے!

خدا کی خدائی میں سب سے گندہ اور نجس وجود مشرکین کا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ

یقیناً مشرکوں کا وجود ناپاک ہے اس لئے اس رحمت اور برکت والی رات میں مشرک کی نجات نہیں ہوسکتی۔

اسی طرح

کینہ پرور

صلہ رحمی سے عاری

متکبر

والدین کا نافرمان

شرابی

مشرک جس طرح اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ غداری کرتا ہے۔ اسی طرح یہ پانچ افراد خدا کی مخلوق کے ساتھ ظلم وستم ڈھا کر معاشرے کو گندہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے شبِ برات کو بھی یہ چھ وجود رحمتِ خداوندی سے محروم ہو جائیں گے۔

اس لئے ہمارے ہر فرد کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کہیں ان بیماریوں کا ہم تو شکار نہیں ہو چکے۔ اگر آپ بھی مریض ہیں تو آیئے جلدی سے توبہ کیجئے اور خدا کی رحمتیں لوٹنے کے لئے ایک نئی زندگی کی داغ بیل ڈالیں تا کہ خدا کی عنایات سے خوب بہرہ ور ہو سکیں۔

شعبان میں حضورؐ کا عمل

حضرات گرمی ! سرکار دو عالم ﷺ کا شعبان میں روزہ رکھنے کا معمول تھا۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ

ما رایت النبی ﷺ یصوم شھرین متتابعین الا شعبان ورمضان .

(ترجمہ) کہ میں نے حضورؐ کو متواتر دو مہینے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ سوائے شعبان اور رمضان کے!

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے!

حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ

یارسول اللہ لم ارک تصوم من شھر من الشھور ماتصوم فی شعبان قال ذالک شھر یغفل الناس عنہ بین رجب ورمضان وھو شھر ترفع فیہ الاعمال الی رب العلمین واحب ان یرفع عملی وانا صائم.

(ابو دائود ونسائی)

(ترجمہ) اے اللہ کے رسول (ﷺ) میں نے آپ کو سوائے رمضان کے اتنے روزے

رکھتے ہوئے نہیں دیکھا جس قدر روزے آپ شعبان میں رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ اس رجب اور رمضان کے درمیان والے مہینے کی فضیلت سے غافل ہیں حالانکہ اس مہینے میں لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میرے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے میرے روزے کی حالت میں پیش ہوں!

اعمال کی پیشی ایک بہت ہی نازک مرحلہ ہے اس لئے پیشی کے وقت روزہ دار ہونے سے بارگاہ خداوندی سے ضرور بندے کے اعمال کو حسن سند عطا فرمائی جائے گی اور بارگاہ ایزدی میں ضرور اعمال کو شرف قبولیت عطا فرمایا جائے گا۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

شب برات میں امت کا عمل

حضرات گرامی! آپ نے شعبان کے فضائل اور مناقب کو بھی سن لیا اور یہ بھی آپ سن چکے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ اس مہینہ میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، کیونکہ اس ماہ کی پندرھویں شب کو بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضورؐ پیش ہوتے ہیں۔ اس لئے اس رات کو شب بیداری اور دن میں روزے کا عمل مسنون ہے، مگر برا ہو پیٹ کے پجاریوں کا جس طرح ان کی دست برد سے سنت کا گلشن محفوظ نہیں رہا اسی طرح شعبان کی سنتیں بھی ان کی ہوس اور خواہش زر کی نذر ہو گئیں! یا اسفی

شب برات میں امت کا عمل وہی ہونا چاہیے تھا جو اس کے محبوب پیغمبر ﷺ کی سنت کے مطابق ہوتا، مگر آپ کے نام لیواؤں نے اور نام نہاد عشاق نے دو باتوں پر خصوصیت سے اس مہینہ میں زور دیا۔

ایک آتشبازی

دوسرے حلوہ کھانا پکانا

گویا کہ اس مبارک رات کو عبادت کرنے کی بجائے آتش بازی چلانا اس قدر ضروری ہو گیا کہ کوئی گھر اور کوئی محلّہ اور شہر اس بری اور انتہائی خطرناک رسم سے خالی نہیں ہے۔ بچے بوڑھے

جوان پڑھے لکھے اور ان پڑھ سب کا یہی شغل ہوگا کہ زیادہ سے زیادہ آتشبازی پر روپیہ خرچ کیا جائے! کہیں آپ کے بچے اس رسم سے پیچھے نہ رہ جائیں۔کوئی یہ نہ کہہ دے کہ چودھری صاحب کے بچے تو شب برات کی مسرتوں میں شریک نہیں ہوئے۔آخر ناک بھی تو رکھنی ہے سیٹھ صاحب ہیں تو مولانا صاحب ہیں تو۔تاجر ہیں تو پیر صاحب ہیں تو امیر ہے تو غریب ہے تو! ہر آدمی کے لئے گویا آتشبازی ضروری ہے۔

فلسفہ آتشبازی

آپ نے کبھی غور کیا کہ اس آتشبازی میں پوری قوم کیوں مصروف ہوگئی ہے۔اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی عیاں ہوتی ہے۔آسمانوں سے خدا کی رحمت تو زمین کی طرف آتی ہے تاکہ اپنے بندوں کے گناہ معاف کر کے انہیں برگزیدہ بنایا جائے مگر بندے ہیں کہ آگ کے شعلے آسمانوں کی طرف چھوڑ رہے ہیں تاکہ رحمت خداوندی متوجہ نہ ہو سکے! اور لوگوں پر گناہوں کا بوجھ جوں کا توں رہے آگ ویسے بھی شیطان کا مادہ خلقت ہے اس لئے شیطان بھی اپنی پوری قوت صرف کر کے انسان کو اپنے مادہ خلقت کی بلندی کا کام پر لگا دیتا ہے۔گویا کہ اس نے حضرت انسان سے اس طرح بدلہ لیا کہ اپنے تخلیقی نشان کو انسان کے ہاتھوں سے بلند کرایا۔کیونکہ شیطان اپنے مقاصد میں کامیاب ہوا یا نہیں؟

شیطان نے عظمت آدم کا بدلہ چکانے کے لئے کس طرح اولاد آدم کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرلیا۔

کاش یہ رقم ناداروں کے کام آتی

اے مسلمان قوم! آپ جو رقم آتشبازی پر خرچ کرتے ہیں۔کاش یہ لاکھوں روپے مفلوک الحال اور نادار بیواؤں اور یتیموں کے کام آتی۔اس سے دینی اور فلاحی ادارے بنتے اس سے سماجی برائیوں کو جنم دینے والی تحریکوں کا مقابلہ کیا جاتا یہ رقم ملک وملت کے کام آتی۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

کتنے گھر ہیں جو آتشبازی کی نذر ہو چکے ہیں

کتنے ہنستے بستے گھرانے آتشبازی سے ویران ہو چکے ہیں۔

کتنے سہاگ اس آتشبازی سے لٹ چکے ہیں۔

کتنی فلک بوس عمارتیں پیوندز مین ہو چکی ہیں۔

آتشبازی سے ملک کا نقصان ہے۔ ملت کا نقصان ہے عوام کا نقصان ہے اور آپ کا نقصان ہے اور ان سب سے بڑھ کر دین کا نقصان ہے۔ یہی رسومات ہیں جن سے خدا کے غضب میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہے کوئی رجل رشید جو آتشبازی کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے میدان عمل میں آئے اور اجتماعی طاقت سے اس نا قابل برداشت رسم کا قلع قمع کر دے!

خطیب قوم۔ واعظ۔ لیڈر۔ اخبارات۔ رسائل اس مسئلہ میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

جلوے کی رات یا حلوے کی رات

حضرات گرامی! پیٹ پرست ملاں نے بھی اس رات سے خوب خوب فائدہ اٹھایا ہے اس نے جب قوم پر نظر ڈالی کہ یہ تو آتشبازی پر رقم صرف کرنا اسراف نہیں سمجھتی تو اس نے بھی فیصلہ کر لیا کہ کیوں نہ قوم کو زیادہ سے زیادہ بدھو بنایا جائے۔ چنانچہ بیٹھے بٹھائے ایک روایت گڑھ لی کہ غزوہ احد میں سرکار دو عالم ﷺ کا دانت ٹوٹ گیا تھا اس لئے آپ کھانا نہیں کھا سکتے تھے۔ آپ نے اس تاریخ کو حلوہ کھانا شروع کیا تو آپ کے دانت کی تکلیف دور ہوگئی۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ بھائیو اس دن خوب سے خوب حلوہ پکا کر کھایا کرو یہ حضور ﷺ کی سنت ہے۔ نہ صرف خود کھایا کرو، بلکہ پوری بستی اور محلے میں تقسیم کیا کرو! دیکھنا تقسیم کے وقت ملاں جی کا گھر نہ بھولنا یہ آپ کے کام آتا ہے اور جنازہ غسل، تیجا، ساتا، چالیسوں، یہ سب اس کے فرائض میں شامل ہے جب ملاں بیچارہ آپ کے تمام ضروری کام خود سرانجام دیتا ہے تو آپ کو بھی اس حلوے کی رات ملاں کو فراموش نہیں کرنا چاہیے!

دے جا سخیا راہ خدا تیرا اللہ بوٹا لائے گا

بس جلوے کو حلوے میں تبدیل کرنا کوئی دشوار کام تو نہیں ہے۔ صرف ایک نقطے کو نیچے سے

اوپر کردیا،تو جلوہ حلوہ ہوگیا!

ایک نقطے نے ہمیں محرم سے مجرم کردیا

رہے نام اللہ کا۔

سامعین کرام ! سنا ہے کہ حلوہ بوجھل ہوتا ہے اس کے کھانے سے معدہ بوجھل ہوتا ہے اور طبیعت میں انقباض اور ثقل پیدا ہوجاتا ہے۔اس لئے شیطان نے یہ نسخہ استعمال کیا کہ کیوں نا؟ پوری قوم کواس رات سلا دیا جائے تاکہ قوم شب بیداری کے انوارات سے بہرہ ورنہ ہوسکے!اور نہ ہی نوافل کی شیرینی سے لطف اندوز ہو۔حلوہ کھلا کے سلا دیا جائے تاکہ حلوہ ہی حلوہ رہے۔جلوہ نہ دیکھ سکے!

تیسرا جمعہ شعبان

فضائل رمضان

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (البقرہ)

(ترجمہ) اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ اور پرہیز گاری پیدا ہو............!

حضرات گرامی! رمضان شریف کی آمد آمد ہے اس مبارک مہینہ کی آمد سے قبل شعبان میں سرکار دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ نہایت ہی تفصیلی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں فضائل رمضان، اہمیت رمضان اور اعمال رمضان کو صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا تھا سرکار دو عالم ﷺ کی سنت کے مطابق آج میں بھی آپ حضرات کے سامنے اپنے آقا حضرت محمد ﷺ کا وہی خطبہ اور آپ کے رمضان شریف کی فضیلت کے متعلق ارشادات بیان کروں گا۔ تاکہ سنت نبوی بھی ادا ہو جائے اور رمضان شریف کی اہمیت اور اس کے فضائل بھی آپ حضرات کے سامنے آ جائیں۔ تاکہ اس مبارک مہینہ کا زیادہ سے زیادہ احترام اور اس کے اعمال واشغال پر پوری توجہ دی جا سکے!

اس سے قبل کہ میں آپ حضرات کے سامنے اس خطبہ کا آغاز کروں جو زبان رسالت سے عظمت رمضان پر بیان ہوا۔ ضروری سمجھتا ہوں کہ عظمت رمضان کے سلسلہ میں ان قرآنی آیات کا تذکرہ بھی کرتا چلا جاؤں جو قرآن حکیم میں خصوصیت سے اس ماہ مبارک کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

اوّلاً...... يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.

اے ایمان والو! تم پر رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ پہلی امتوں پر فرض کئے

گئے تھے۔تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ!

خطیب کہتا ہے

معلوم ہوا کہ روزہ صرف محمدیؐ پر ہی فرض نہیں ہوا بلکہ یہ ایسی روحانی غذا ہے جو پہلی امتوں کو بھی عطا کی گئی تھی!

نتیجہ ؟ روزے کا فائدہ اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مسلمان تقویٰ اور طہارت کی زندگی اختیار کر لیتا ہے۔کیونکہ صوم۔دراصل اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے تابع کرنے کا عملی مظاہرہ ہے۔!

اپنی مرضی ختم..مولیٰ کی مرضی شروع

کھانا چھوڑ دو	بہت اچھا
پینا چھوڑ دو	بہت اچھا
زبان سے ناپسندیدہ باتیں چھوڑ دو	بہت اچھا
ناپسندیدہ اعمال وافعال چھوڑ دو	بہت اچھا
اپنی مرضی کی ہر ایک چیز چھوڑ دو	بہت اچھا
میری مرضی میں فنا ہو جاؤ	بہت اچھا

یہی عظیم الشان کورس ہے جو رمضان نے دیا۔

اس میں اگر کامیابی حاصل کرلو گے تو

غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ .

اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔

سبحان اللہ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْعَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُاللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَاهَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ .

ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو انسانوں کے لئے سراپا ہدایت ہدایت کی دلیلیں اور حق و باطل میں فارق بن کر آیا تو جو اس رمضان کو پائے تو وہ مہینہ بھر روزے رکھے! اور جو بیمار ہو یا سفر پر دوسرے دنوں میں رکھ لے۔ خدا آسانی چاہتا ہے۔ سختی نہیں تاکہ روزہ کی تعداد پوری کرسکو! اور یہ روزہ اس لئے فرض ہوا تاکہ تم خدا کے اس ہدایت دینے پر اس کی بڑائی کرو! اور تم شکر بجالاؤ!

خطیب کہتا ہے

اس آیت کریمہ میں روزہ کے مندرجہ ذیل احکامات کا بیان ہوا۔

☆ ....روزہ کا مفہوم

☆ ....روزہ کی مذہبی تاریخ

☆ ....روزہ کی حقیقت

☆ ....ایام روزہ کی تحدید

☆ ....روزہ کے معذورین کے احکامات

☆ ....آخر میں روزہ کے مقاصد

نمبرا..**لتکبرو الله علی ماهد کم**

تاکہ خدا نے جو تم کو ہدایت کی ہے۔ اس پر اس کی بڑائی بیان فرمائی ہے!

بڑائی صرف اور صرف اللہ ہی کی ہے۔

معلوم ہوا کہ روزے میں بھی مقصود خدا کی توحید کا بیان ہے۔

تکبیر۔ بڑائی۔ نعرۂ تکبیر۔ اللہ اکبر۔

یہ سب روزے کے مقاصد ہیں۔ اگر ان کے اظہار میں کمی کرے گا تو اس کے دن بھر بھوکا پیاسا رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ عقیدہ توحید و رسالت دراصل ہر عبادت کی جان ہے۔

(۲) **ولعلکم تشکرون**

تاکہ اس ہدایت کے ملنے پر تم خدا کا شکر کرو!

(۳) **لعلکم تتقون**

تا کہ تم پرہیز گار بنو، تم میں تقویٰ پیدا ہو !

کھانا پینا خدا کے لئے چھوڑا جائے تو اس سے روحانی ترقی ملتی ہے!

موسیٰ علیہ السلام چالیس روز خلوت میں روزہ سے رہے تو

تورات ملی

عیسیٰ علیہ السلام چالیس روز خلوت میں روزہ سے رہے تو

انجیل ملی

محمد رسول اللہ ﷺ تیس روز غار حرا میں خلوت میں رہے تو

قرآن ملا

سبحان اللہ

ان آیات بینات سے معلوم ہوا کہ روزہ اپنے اندر بہت سے مقاصد اور روحانی علاج رکھتا ہے جن کو اپنانا اور پورا کرنا ہر مسلمان کا دینی فرض ہے۔ روزہ رکھنا کوئی تفریحی عمل نہیں ہے یا صحت اچھی کرنے کا نسخہ نہیں ہے، بلکہ روزہ رکھنا مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ اس کے بغیر اس کی زندگی میں مرضی مولیٰ پر چلنے کا سلیقہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ مولیٰ کی مرضی اور پسند ہی مومن کی حقیقی معراج ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حلاوت سے ہمیں بہرہ ور فرمائے!

استقبال رمضان بزبان پیغمبر آخر الزمان

حضرات گرامی! میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا کہ رمضان شریف کی آمد سے قبل سرکار دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کے سامنے اہمیت رمضان اور فضائل رمضان پر ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس کی عظمت و رفعت کا کیا کہنا؟

زبان نبوت کی — اور شان رمضان کی

مقرر بھی اعلیٰ — اور موضوع بھی اعلیٰ

مجمع بھی اعلیٰ — اور مسجد بھی اعلیٰ

سبحان اللہ

میرے محبوب فداہ امی وابی حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا جسے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے زبان نبوت سے سماعت فرما کر بیان فرمایا آپ فرماتے ہیں کہ

خطبنا رسول الله ﷺ فی آخر یوم من شعبان فقال یاایها الناس قداظلکم شهر عظیم . شهر مبارک شهر فیه لیلة خیر من الف شهر جعل الله صیامه فریضة وقیام لیله تطو عامن تقرب فیه بخصلةمن الخیر کان کمن اڈی فریضةفیما سواه ومن ادی فریضةفیه کان کمن اڈی سبعین فریضةفیما سواه.

وهوشهر الصبر

والصبرثوابه الجنه

وشهر المواساة!

وشهر یزاد فیه رزق المومن!

من فطر فیه صائما کان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار.

وکان له مثل اجره من غیر ان ینتقص من اجره شیی قلنا یارسول الله لیس کلنا یجد مایفطر به الصائم ؟فقال رسول الله ﷺ یعطی الله هذا الثواب من فطر صائما علی مذقة لبن اوشربة من ماء ومن اشبع صائماً سقاه الله من حوضی شربة لا یظماءُ حتی یدخل الجنة.

وهو شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة واخره عتق من النار ومن خفف عن مملوکه فیه غفرالله له واعتقه من النار (بیهی شعب الایمان)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک خطبہ دیا۔ اس میں آپ نے فرمایا اے لوگو تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ افگن ہورہا ہے اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس

مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونے کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔

جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔

یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) افطار کرایا تو اس کیلئے گناہوں کی مغرت اور آتش دوذخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا! بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے!

آپ سے عرض کیا گیا کہ

یارسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو روزہ افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا، (تو کیا غربا اس ثواب سے محروم رہیں گے)

آپ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے! (رسول اللہ ﷺ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے ارشاد فرمایا کہ) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا نا کھلاوے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی۔ تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔

(اس کے بعد آپ نے فرمایا) اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوذخ سے آزادی ہے (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینہ میں اپنے غلام اور خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کردے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوذخ سے آزادی اور رہائی دے دے گا!

خطیب کہتا ہے

اس خطبہ کے چند نکات سماعت مرمائیں!

اس خطبہ میں ماہ رمضان کی سب سے بڑی اور پہلی عظمت وفضیلت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس میں ایک ایسی رات ہوتی ہے جو ہزار دنوں اورراتوں سے نہیں، بلکہ ہزار مہینون سے بہتر ہے۔

اس لیلۃ القدر نے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا مطلب یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے اوراس کے قرب ورضا کے طالب بندے اس ایک رات میں قرب الٰہیٰ کی اتنی مسافت طے کر سکتے ہیں جو دوسری ہزاروں راتوں میں طے نہیں ہوسکتی۔ہم جس طرح اپنی اس مادی دنیامیں دیکھتے ہیں کہ تیز رفتار ہوائی جہاز یاراکٹ کے ذریعے اب ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ میں اس سے زیادہ مسافت طے کی جاسکتی ہے۔جتنی پرانے زمانے میں سینکڑوں دنوں میں طے ہوا کرتی تھی۔

اسی طرح حصول رضائے خداوندی اورقرف الٰہیٰ کے سفر کی رفتار لیلۃ القدر میں اتنی تیز کردی جاتی ہے کہ جو بات صادق طالب علموں کوسینکڑوں مہینوں میں حاصل نہیں ہوسکتی وہ اس مبارک رات میں حاصل ہوجاتی ہے۔

اسی طرح

اوراسی کی روشنی میں حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب بھی سمجھنا چاہیئے کہ اس مہینہ میں جوشخص کسی قسم کی نفلی نیکی کرے گا۔اس کا ثواب دوسرے زمانہ کی فرح نیکی کے برابر ملے گا! اورفرض نیکی کرنے والےکودوسرے زمانے کے ستر فرض ادا کرنے کا ثواب ملے گا۔

گو یالیلۃ القدر کی خصوصیت تو رمضان المبارک کی ایک مخصوص رات کی خصوصیت ہے! لیکن نیکی کا ثواب ستر گنا ملنا یہ رمضان المبارک کے ہردن اور ہررات کی برکت اورفضیلت ہے!

ثانی

اس خطبہ میں رمضان کے بارے میں فرمایا گیاہے کہ یہ صبراورغم خواری کا مہینہ ہے دینی زبان میں صبر کے اصل معنی ہیں اللہ کی رضا کے لئے اپنے نفس کی خواہشوں کو دبانا اورتلخیوں اور

نا گواریوں کو جھیلنا ظاہر ہے کہ روزہ کا اول وآخر بالکل یہی ہے! اسی طرح روزہ رکھ کر ہر روزہ دار کو تجربہ ہوتا ہے کہ فاقہ کیسی تکلیف کی چیز ہے اس سے اس کے اندر ان غربا اور مساکین کی ہمدردی اور غم خواری کا جذبہ پیدا ہونا چاہیئے ! جو بیچارے ناداری کی وجہ سے فاقوں پر فاقے کرتے ہیں۔ اس لئے رمضان کا مہینہ بلاشبہ صبر اور غم خواری کا مہینہ ہے۔!

ثالثاً

ارشاد فرمایا کہ............اس بابرکت مہینہ میں اہل ایمان کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے اس کا تجربہ تو ہر روزہ دار صاحب ایمان کو ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں جتنا اچھا اور جتنی فراغت سے کھانے پینے کو ملتا ہے باقی گیارہ مہینوں میں اس قدر نصیب نہیں ہوتا! خواہ اس عالم اسباب میں وہ کسی بھی راستے سے آئے سب اللہ ہی کے حکم سے اور اسی کے فیصلے سے آتا ہے!

رابعا

خطبہ کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا کہ

اوله رحمة

واوسطه مغفرة

وآخره عتق من النار

چونکہ رمضان کی برکتوں سے مستفید ہونے والے بندے بھی تین طرح کے ہوتے ہیں۔اس لئے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

اوّل

ایسے افراد جو نیک ہیں اور ہمیشہ صلاح وتقویٰ سے زندگی گزارتے ہیں۔اور جب کبھی ان سے کوئی خطا اور لغزش ہوجاتی ہے تو اسی وقت توبہ اور استغفار سے اس کی صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں۔

تو ان بندوں پر تو شروع مہینہ ہی سے بلکہ اس کی پہلی رات سے اللہ کی رحمتوں کی بارش ہونے

لگتی ہے!

ثانیاً

دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو ایسے متقی اور پرہیز گار تو نہیں ہوتے لیکن اس لحاظ سے اتنے گئے گزرے بھی نہیں ہیں! تو ایسے جب رمضان کے ابتدائی حصے میں روزوں اور دوسرے اعمال خیر اور توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے احوال کو بہتر اور اپنے کو رحمت ومغفرت کے لائق بنا لیتے ہیں تو درمیانی حصے میں ان کی بھی مغفرت اور معافی کا فیصلہ فرما دیا جاتا ہے!

ثالثاً

تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو اپنے نفسوں پر بہت ظلم کر چکے ہیں اور ان کا حال بڑا ابتر رہا ہے اور اپنی بداعمالیوں سے وہ گویا دوزخ کے پورے پورے مستحق ہو چکے ہیں۔ وہ بھی جب رمضان کے پہلے اور درمیانے حصے میں عام مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھ کے اور توبہ واستغفار کر کے اپنی سیاہ کاریوں کی کچھ صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں تو اخیر عشرہ میں (جو دریائے رحمت کا جوش کا عشرہ ہے) تو اللہ تعالیٰ دوزخ سے ان کی بھی نجات اور رہائی فرما دیتا ہے!

اس سے پہلا حصہ رحمت
دوسرا حصہ مغفرت
تیسرا حصہ دوزخ سے آزادی
پوری امت کے تمام طبقوں پر محیط ہو گیا
اگر یوں کہہ لیا جائے تو اور مختصر ہو جائے گا
پہلے حصہ میں وہی روزہ رکھے گا جسے رحمت کھینچ لائے گی۔
دوسرے حصے میں وہی داخل ہوگا جسے رحمت نے بخشش کی طرف دھکیل دیا۔

تیسرے حصے میں دوزخ سے آزادی اسی کو ملے گی جس کو رحمت خداوندی اور مغفرت خداوندی نے رمضان کے روزوں کی توفیق دی۔

سبحان اللہ

اس سے ارشادات رسول کا اور بھی مطلب واضح ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دریائے رحمت سے حصہ عطا فرمائے۔

روزہ کی قیمت اور صلہ

حضرات گرامی! اب میں آپ حضرات کے سامنے چند احادیث رسول بیان کرتا ہوں جن سے روزہ کی قدر و قیمت اور اس کا جو صلہ روزہ دار کو ملے گا۔

عن سهل ابن سعد قال ان في الجنة با با يقال له ريان يدخل منه الصائمون يوم القيامة لا يدخل منه احدغير هم فقال اين الصائمون ؟ فيقومون لا يدخل منه احد غير هم . فاذا دخلوا اغلق فلم يدخل منه احد (بخاری مسلم)

حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے دروازں میں ایک خاص دروازہ ہے جس کو باب الریان کہا جاتا ہے اس دروازہ سے قیامت کے دن صرف روزہ داروں کا داخلہ ہوگا۔ ان کے سوا کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہو سکے گا۔ اس دن پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں۔ وہ بندے جو اللہ کے لئے روزے رکھا کرتے تھے! اور بھوک پیاس کی تکلیف اٹھایا کرتے تھے! وہ اس پکار پر چل پڑیں گے۔ اس کے سوا کسی اور ان اس دروازہ سے داخلہ نہیں ہو سکے گا۔ جب وہ روزہ دار اس دروازے سے جنت میں پہنچ جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پھر کسی کا اس دروازے سے داخلہ نہیں ہو سکے گا!

خطیب کہتا ہے

روزہ میں جس چیز کا احساس سب سے زیادہ ہوتا ہے اور جو روزہ دار کی سب سے بڑی قربانی ہے، وہ اس کا پیاسا رہنا ہے اس لئے اس کو جو صلہ اور انعام دیا جائے گا اس میں سب سے زیادہ نمایاں اور غالب پہلو سیرابی کو ہونا چاہیئے۔ اسی مناسبت سے جبت میں روزہ داروں کے داخلہ کے لئے جو مخصوص دروازہ مقرر کیا گیا ہے! اس کی خاص صفت سیرابی و شادابی ہے!

ریان کے لغوی معنی ہیں۔ پورا پورا سیراب! یہ بھرپور سیرابی اسی دروازہ کی صفت ہے جس

سے روزہ داروں کا داخلہ ہوگا۔ آگے جنت میں پہنچ کر جو کچھ اللہ تعالیٰ کے انعامات ان پر ہوں گے! ان کا علم تو بس اللہ تعالیٰ کو ہے جس کا ارشاد ہے۔

الصوم لی وانا اجزی به

بندہ کا روزہ بس میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کا صلہ دوں گا۔

روزہ اور قرآن شفاعت کریں گے

عن عبدالله بن عمر و ان رسول الله ﷺ قال الصیام والقرآن یشفعان للعبد. یقول الصیام ای رب انی منعته الطعام والشهوات بالنهار فشفعنی فیه ویقول القرآن منعته النوم باالیل فشفعنی فیه فیشفعان . (بیهقی)

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے! یعنی اس بندے کی جو دن میں روزہ رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے یا سنے گا۔ روزہ عرض کرے گا! اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش کو پورا کرنے سے روکے رکھا تھا آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما اور اس کے ساتھ مغفرت ورحمت کا معاملہ فرما اور قرآن کہے گا کہ میں اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا! خداوند۔ آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما! چنانچہ روزہ اور قرآن کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی! اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا۔

خطیب کہتا ہے

رمضان۔ قرآن — روزہ دار کے سفارشی

رمضان بھی — مبارک

قرآن بھی — مبارک

اوراس بندہ رحمان کوبھی مبارک

جورمضان اورقرآن کی سفارش سے نجات پاگیا

اللہ تعالیٰ یہ سفارش ہم سب کونصیب فرمائے

روزے کا تقاضہ

حضرات گرامی ! اب تقریر کے آخر میں آپ حضرات کے سامنے اس حدیث رسول کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جس میں روزے نے ہم سے کچھ تقاضا کیا ہے۔

عن ابی هريرة (رضی االله تعالیٰ عنه)قال قال رسول الله ﷺ ميدع قول الزور والعمل به فليس للّٰه حاجة ان يدع طعامه وشرابه . (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جوآدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کلام کام نہ چھوڑے تو اللہ کا اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی ضرورت نہیں۔

خطیب کہتا ہے

جھوٹ اور جھوٹوں سے میل جول چھوڑنا ضروری!

غیرشرعی مجالس میں جانے سے اعراض ضروری!

بدعات اورشرک سے بھرپور مجالس کی شرکت سے اجتناب ضروری!

فریب۔مکر۔رسوم وبدعات شرک اورمنکرات سے نہیں بچتا تو اس کے روزہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرات گرامی ! آپ حضرات کے سامنے قرآن آیات اوراحادیث مبارکہ اورارشادات پیغمبر ﷺ سے رمضان اورروزے کی اہمیت اور برکات پر تفصیل سے گزارشات کی ہیں۔میری دعاہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان شریف کے روزے اوراس کے پورے اعمال ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے تاکہ ہم بھی ان بشارات کے مستحق ہوسکیں جوروزے داروں کے لئے مخصوص کی گئی ہیں۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰه رب العالمين

چوتھا خطبہ

جمعہ شعبان

عظمت سیّدہ عائشہ صدیقہؓ

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ

نبی زیادہ حق دار ہے مومنین کی جانوں کا اوراس کی ازواج مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے نبی کی بیویو! تم اورعورتوں کی طرح نہیں ہو !

عن ابی موسیٰ الاشعری قال رسول اللہ ﷺ کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الامریم بنت عمران واسیة امرء ة فرعون وفضل عائشة علی النساء کفصل الثرید علی سائر الطعام. (بخاری فضل عائشہ)

ابوموسی اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مردوں میں بہت سے کامل گزرے لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران آسیہ زوجہ فرعون سے سوا کوئی کامل پیدا نہ ہوئی اور عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید (ثرید ایک عربی کھانا ہے جو روٹی کو شورے میں بھگو کر تیار کیا جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں عربوں میں بہت اعلیٰ غذا سمجھی جاتی تھی) کو دوسرے کھانوں پر۔ (بخاری)

عن ابی سعید الخدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قال قال رسول اللہ ﷺ ماتزوجت شیا من نسائی ولا زوجت شیا من بناتی الا بوحی جاء نی بہ جبریل عن ربی. (زرقانی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جب بھی کسی عورت سے نکاح کیا۔ یا اپنی بیٹیوں کے

رشتے کئے ہیں تو یہ تمام میرے رب کے حکم سے ہوئے اور جبرئیل نے آکر اس کی تصدیق فرمائی!

حضرات گرامی! اس وقت میں نے آپ حضرات کے سامنے دو آئتیں تلاوت کی ہیں اور دو حدیثیں پڑھی ہیں جن میں مشترکہ طور پر یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مقام ومرتبہ اس طرح بلند وبالا ہے کہ اس کی مثال چراغ رخ زیبا لے کر بھی تلاش نہیں کی جاسکتی۔

☆ سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کا ام المومنین ہونا
☆ آپ کے مثل امت کی عورتوں میں کسی کا نہ ہونا
☆ آپ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسے ہونا جیسے ثرید کی تمام کھانوں پر
☆ آپ کا نکاح حکم خداوندی سے ہونا

سیدہ طاہرہ کے یہ فضائل ایسے ہیں جو آپ کو پوری امت میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام عطا کرتے ہیں!

حضرات گرامی! یوں تو حضرت سیدہ صدیقہ طاہرہؓ کے فضائل ومناقب قرآن وحدیث میں بے شمار بیان کئے گئے ہیں۔مگر میں آپ کے سامنے اختصار کے ساتھ آپ کی حیات طیبہ کے دو پہلوؤں پر روشنی ڈالوں گا جس سے آپ کی عظمت و رفعت آپ کے سامنے اظہر من الشّمس ہو جائے گی۔وہ دو پہلوس طرح سے ہوں گے؟

سیدہ کا مقام خدا کی نظر میں

اور

سیّدہ کا مقام مصطفٰے کی نظر میں

گویا کہ

ایک نشست کا مقرر خدا ہوگا

اورعنوان

فضائل حبیبہ خدا عائشہ صدیقہ ہوگا

اور ایک نشست کا مقرر مصطفٰے ہوگا

اور عنوان

عظمت عائشہ صدیقہؓ ہوگا

سبحان اللہ

کیسی شان ہوگی طاہرہ کی

جب بیان خدا کا ہوگا اور شان عائشہ کی ہوگی !

اور کیا شان ہوگی......حبیبۂ حبیب خدا کی

جب بیان مصطفٰے کا ہوگا اور شان عائشہ کی ہوگی !

سبحان اللہ

حضرات گرامی ! سب سے پہلے میں آپ حضرات کے سامنے اس تاریخی واقعہ کا تذکرہ کروں گا ! جسے افک عائشہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے منافقین مدینہ نے بڑی ڈھٹائی سے سیّدہ پر ایک سراسر بے بنیاد اور جھوٹا بہتان باندھا تھا۔ جو بہتان جس قدر بڑا تھا اس کی صفائی بھی اسی بڑے پیمانے سے دی گئی جو آج تک سورہ نور کے شاہپاروں میں محفوظ ہے ! بخاری شریف میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ نجد کے قریب مرسیع نامی بنی مصطلق کا ایک چشمہ تھا۔ شعبان ۵ ہجری میں مسلمان اسی چشمہ کے پاس ان سے معرکہ آراء ہوئے تھے ! چونکہ یہ معلوم تھا کہ یہاں کوئی خونریز جنگ نہ ہوگی اس لئے منافقوں کی ایک بہت بڑی تعداد فوج میں شریک ہوگئی تھی !

ابن سعد کہتے ہیں کہ **وخرج معه بشر كثير من المنا فقين لم يخر جوا في غزاة قط مثلها** (ابن سعد منازی)

سیّدہ عائشہ رفیقہ نبوت تھیں

اس غزوہ میں سرکار دوعالم ﷺ کے ہمراہ سفر میں جانے کے لئے جس رفیقہ حیات کا نام قرعے میں آیا۔ وہ سیّدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں گویا کہ یہ قدرت کا انتخاب تھا ہی اس لئے کہ اس سفر میں عائشہ کا امتحان بھی بڑا ہوگا اور پھر عائشہ کے لئے انعام بھی بڑا

ہوگا۔ ماشاء اللہ۔ سبحان اللہ۔

فتح ہی فتح

مسلمانوں کا لشکر جونہی بنی مصطلق پہنچتا ہے ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور پورا قبیلہ بنو مصطلق بغیر کسی مزاحمت کے فتح ہوگیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے واپسی کی تیاری فرمائی اور صحابہؓ کو روانگی کا حکم دیا۔ یوں مسلمانوں کا لشکر رواں دواں ہوا۔ رات ہوگئی تو راستہ میں ایک مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ تمام لشکر نے رات بھر آرام کیا۔ پچھلے پہر لشکر روانگی کو تیار تھا کہ حضرت عائشہ قضائے حاجت کے لئے قافلہ سے ذرا دور نکل کر باہر آڑ میں چلی گئیں۔ فارغ ہوکر جب لوٹیں تو اتفاق سے گلے پر ہاتھ پڑ گیا۔ دیکھا تو ہار نہ تھا ایک تو کم سنی اور پھر مانگے کی چیز گھبرا کر وہیں ڈھونڈنے لگیں۔ سفر کی ناتجربہ کاری کی بنا پر ان کو یقین تھا کہ قافلہ کی روانگی سے پہلے ہی ہار ڈھونڈ کر واپس آجاؤں گی! اس بناء پر نہ کسی کو واقعہ کی اطلاع دی نہ ہی کجاوہ اٹھانے والے آدمیوں کو اپنے انتظار کا حکم دے کر گئیں۔

ساربان حسب دستور محمل کو اونٹ پر رکھ کر قافلہ کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ تھوڑی دیر کی تلاش میں ہار مل گیا۔ ادھر قافلہ چل چکا تھا۔ پڑاؤ پر آئیں تو یہاں سناٹا تھا!

خطیب کہتا ہے

ایک مقام پر مسئلہ علم غیب اور مسئلہ حاضر و ناضر خود حل ہوجاتا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے قافلہ کو روانگی کا حکم دے دیا۔ اگر آپ کو خبر ہوتی کہ عائشہ محمل میں نہیں ہیں تو کیا حضور اکرم ﷺ قافلہ کو روانگی کا حکم دیتے؟ اس معلوم ہوا کہ ذرے ذرے کی خبریں رکھنا اور حاضر و ناظر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ خاص ہے۔

اس کے سوا نہ تو کوئی عالم الغیب ہے اور نہ ہی حاضر و ناظر ہے۔

علم غیبے کس نمے داند بجز پروردگار
ہر کسے گفتے کہ من دانم باو باور مدار
مصطفٰے ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیل

جبرائیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

حضرات محترم! سیّدہؓ نے جب قافلے کو وہاں نہ پایا تو مجبوراً چادر اوڑھ کر وہیں پڑی رہیں کہ جب لوگ محمل میں نہ پائیں گے تو خود لینے آئیں گے! صفوان ابن معطل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک صحابی تھے جو چھوٹے چھوٹے سپاہیوں اور فوج کی گری پڑی چیزوں کے انتظام کیلئے لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے تھے! صبح کو جب وہ پڑاؤ پر آئے تو دور سے انہیں کوئی چیز دکھائی دی۔قریب آکر معلوم ہوا کہ سیّدہ عائشہ صدیقہؓ ہیں پاس آکر اناللہ پڑھا آواز سن کر حضرت عائشہ صدیقہ سوتے سے چونک پڑیں۔صفوان نے اپنا اونٹ بٹھایا اور ان کو سوار کر کے اگلی منزل کا راستہ لیا۔اوپر قافلہ نے دوپہر کا پڑاؤ کیا ہی تھا کہ محمل سامنے نظر آیا۔صفوان کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار تھی اور حضرت عائشہؓ محمل میں سوار تھیں۔یہ نہایت معمولی واقعہ تھا اور اکثر سفر میں پیش آتا ہے۔آج ریل کے زمانے میں بھی اس قسم کے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں۔

کمینگی کی انتہا

عبداللہ ابن ابی جو رئیس المنافقین تھا۔جو نبیؐ وصدیقؓ کا ازلی دشمن تھا۔جس کا دل اور چہرہ جل بھن کر سیاہ ہو چکا تھا! اس نے پورے مدینے میں یہ افواہ پھیلا دی کہ معاذاللہ عائشہ کا دامن عصمت داغدار ہو گیا۔معاذاللہ ثم معاذاللہ یہ اس کے نبی وصدیق کے بغض میں بھرے ہوئے دل کی سنڈرس تھی۔جس نے اسے پورے مدینے میں ڈھٹائی اور بے حیائی سے پھیلایا اور اس پر دنیائے کفر ونفاق کی تمام قوتیں صرف کر دیں۔ استغفراللہ

خطیب کہتا ہے

منافقین شروع سے ہی نبوت وصداقت کے دشمن ہیں۔

سوال یہ ہے؟ منافقین نے صدیق کی عفت مآب بیٹی کو ہی اس کا نشانہ کیوں بنایا؟

جواب ظاہر ہے کہ منافقین کے ہاں یہ طے شدہ منصوبہ تھا کہ نبیؐ اور صدیقؓ اسلام کے دو ستون اعظم ہیں۔ان پر حملہ پورے اسلام پر حملہ ہوگا۔

ان کی رسوائی۔پورے اسلام کی رسوائی ہوگی۔اس لئے اسلام کے بنیادی ستونوں پر حملہ

منافقین کے تصور میں ضروری تھا اور یہی انہوں نے کیا!

منافقین کل کا ہو یا منافق آج کا ہو!

اس کو صدیقؓ کی عزت نہ کل اچھی لگتی تھی اور نہ آج

اور اسی طرح

اس کو صدیقہؓ کی عزت نہ کل اچھی لگتی تھی اور نہ آج

مسلمان خواہ کل کا ہو خواہ آج کا

وہ

صدیقؓ اور صدیقہؓ کی عزت کا پہلے امین تھا

اور

آج بھی عظمت صدیقؓ اور عفت صدیقہؓ

مومن کے ایمان کا کل بھی حصہ تھا اور آج بھی!

مدینہ سوگوار ہوگیا

سیّدہ عائشہؓ پر بہتان کوئی معمولی بات نہ تھی۔ جوں ہی اس بہتان کی افواہ اصحابؓ رسول نے سنی پریشانی واضطراب کے طوفان برپا ہوگئے ہر آنکھ آنسوؤں سے بھر گئی۔ سبحان اللہ۔ ھذا بہتان عظیم کی آواز سے پورا مدینہ گونج اٹھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ شق ہوگیا۔ ام رومانؓ پر سکتہ طاری ہوگیا۔ خود سرکار دوعالم ﷺ کے قلب وجگر میں ایک دکھ اور درد کی لہر دوڑ گئی بیوی جو نبوت کی زندگی کی تصور ہوتی ہے اور عائشہؓ جیسی بیوی جو صرف بیوی ہی نہ تھی بلکہ معلم اخلاق کی پرائیویٹ زندگی کی آئینہ دار اور نبوت کی خلوت وجلوت کی امینہ اور خواتین اسلام کی معلّمہ۔ اور نبوت کے مدرسہ البنات کی معلّمہ اعلیٰ۔ اور پرنسپل۔ رنج والم کے پہاڑ ٹوٹ گئے مگر مجال ہے کہ کسی مسلمان کے دل میں ذرہ برابر بھی حضرت عائشہؓ کی عفت وعصمت کے مسئلہ پر کوئی حرف آیا ہو! سب کی سوچ ایک تھی سب کا نظریہ ایک تھا! سب کا عقیدہ ایک تھا کہ عائشہؓ عصمت وعفت کی پیکر ہیں۔ عائشہؓ صداقت ونظامت کی زندہ تصویر ہیں۔ عائشہؓ کی گرد راہ سے بھی عفت و پاکیزگی کے چشمے

پھوٹتے ہیں۔

دنیا عفت و عصمت کو تلاش کرتی ہے
اور عفت و عصمت عائشہ کو تلاش کرتی ہے

مدینہ سوگوار ہو جاتا ہے مگر ابھی تک سیّدہ کو اس افواہ اور الزام کا علم تک نہیں ہے۔ وہ رات کو قضائے حاجت کیلئے باہر جارہی ہیں تو راستے میں ام مسطح جو ہمراہ تھیں ٹھوکر کھا گئیں۔ منہ سے بے ساختہ مسطح کے لئے بد دعا نکل گئی۔

سیّدہ نے منع فرمایا تو ام مسطح نے فرمایا بیٹی تجھے معلوم نہیں کہ تجھ پر منافقین مدینہ نے جو الزام لگایا ہے اس میں مسطح بھی ان کا شکار ہو گئے ہیں۔

ہیں مجھ پر الزام؟ کیسا الزام کیا الزام سیدہ نے پریشان ہو کر پوچھا............تو ام مسطح نے تمام کا تمام واقعہ سنا دیا ....سیّدہ باہر جانا بھول گئیں۔ انہی قدموں سے واپس لوٹیں مگر زندگی کی بہاریں ختم ہو چکی تھیں۔ دل ڈوب ڈوب جارہا تھا۔ پورا مدینہ تاریک نظر آرہا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ تو آپ کی نظروں میں بھی وہ پیار وہ محبت وہ مٹھاس نہ دیکھی تو اور بھی سیّدہ سوگوار ہو گئی کیونکہ

خدا کی قسم نہ اٹھ سکے گا قیامت تک
جسے تو نے نظروں سے گرا کے چھوڑ دیا

سرکار دو عالم ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ مگر گھر میں دور سے پوچھ لیتے ہیں ....ان کا کیا حال ہے یہ جگر خراش منظر سیّدہ سے نہ دیکھا گیا۔ ناز سے عرض کیا کہ طبیعت زیادہ خراب ہے اگر اجازت ہو تو میکے چلی جاؤں؟ خیال تھا......مجھ سے محبت کرنے والا رسول ؐ مجھے اجازت نہیں دے گا۔

وہ تو گلاس میں وہیں سے پانی پیتے ہیں جہاں پر میں منہ لگا کر پیتی ہوں، وہ تو اپنے منہ سے نکال کر مجھے دودھ پلایا کرتے ہیں۔

وہ تو مجھے پیار سے کبھی حمیرا کہتے ہیں

وہ تو پیار سے مجھے کبھی عائشر کہتے ہیں

بھلا وہ مجھے کیسے جانے کی اجازت دیں گے

لیکن میرے پاؤں سے زمین نکل گئی!

جب سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا

اچھا چلی جاؤ!

میں گھر سے میکے گھر کو چلی!

مگر اداس ہوکر!

آزردہ خاطر ہوکر!

دل ٹوٹا ہوا۔ پاؤں بوجھل

ابّا کیا کہیں گے؟

امی کیا کہیں گے؟

یالیتنی مت قبل هذا و کنت نسیا مسنییّا.

گھر پہنچی تو دیکھا............صدیق اکبرؓ رو رو کر نڈھال ہو چکے ہیں۔ والدہ کی جان میں جان نہیں ہے۔ نہ ان کے آنسو رکتے ہیں۔ نہ میرے آنسو تھمتے ہیں۔ میرا خیال تھا وہ مجھے کوئی دلاسہ دیں گے! وہ مجھے کیا دلاسہ دیتے۔ ان کی اپنی دنیا اجڑ چکی تھی!

اداسی............مایوسی............رنج والم پورا ماحول رنج والم میں ڈوبا ہوا............

مدینہ میں مشورے اور عفت

عائشہؓ پر ایمان افروز بیانات

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ سے اگر کوئی یہ کہتا تو تم مان جاتیں فرمایا استغفر اللہ کسی شریف زادی کے متعلق اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ عائشہؓ تم سے ہزار ہا درجہ شریف ہیں۔

حضرت اسامہ رضہ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ چادر عائشہ داغدار نہیں ہوسکتی!

آپ نے حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا تو حضرت علیؓ نے کہا دنیا میں عورتوں کی کمی نہیں (یعنی اگر لوگوں کے کہنے سے پریشان ہے۔تو خادمہ سے پوچھ لیا جائے وہ سچ سچ بتا دے گی۔ کیونکہ اس کا ہر وقت گھر میں ساتھ رہتا ہے۔

خطیب کہتا ہے

اگر خادمہ گھر میں رہتی ہے وہ سچ سچ بتا دے گی

تو کیوں نا عائشہ سے پوچھ لیا جائے

کہ خلیفہ اول کون ہیں، وہ بھی حضورؐ کے گھر میں رہتی تھیں وہ بھی سچ سچ بتا دیں گی کہ۔

خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ ہیں

دنیا کی کوئی طاقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے خلافت کا اول نمبر واپس نہیں لے سکتی۔

حضرات گرامی! خادمہ سے پوچھا گیا تو وہ واقعہ اس کی سمجھ میں ہی نہ آیا۔ وہ عام خانہ داری کے متعلق ان کی حالت کا استفسار سمجھی بولی کہ اور تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں بچپن ہے سوتی ہے تو بکری آٹا کھا جاتی ہے! جب صاف لفظوں میں اس خادمہ سے پوچھا گیا تو اس نے کہا............سبحان اللہ............خدا کی قسم جس طرح سونار کھرے سونے کو جانتا ہے۔ اسی طرح میں ان کو جانتی ہوں! زر خالص ہیں۔ زر خالص۔

نبیؐ عائشہؓ کے ہاں

سرکار دوعالم ﷺ ایک دن حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ بستر پر تھیں۔ آنکھیں آنسوؤں سے پرنم تھیں۔ والدین داہنے بائیں تیمار داری میں مصروف تھے آپ قریب جا کر بیٹھ گئے اور حضرت عائشہؓ سے خطاب کر کے فرمایا عائشہؓ؟ اگر تم سے بالفرض گناہ ہو گیا ہے تو توبہ کرو خدا قبول کرے گا اور تم گناہ گار نہیں ہو تو خود خدا تمہاری طہارت و پاکیزگی بیان کرے گا! والدین کو اشارہ فرمایا کہ آپ بھی ان کو سمجھائیں؟

والدین کیا سمجھائیں اور پیغمبر انہیں کیا کہے۔ کیسے ان کی صفائی دے!

خطیب کہتا ہے

اگر حضورؐ صفائی دیتے ہیں تو لوگ کہیں گے کہ خاوند بیوی کی صفائی دے رہا ہے۔
اگر لوگ صفائی دیتے ہیں تو لوگ کہیں گے کہ مرید پیر کی صفائی دے رہے ہیں۔
اگر صدیقؓ صفائی دیتا ہے تو لوگ کہیں گے کہ والد بیٹی کی صفائی دے رہا ہے!
اگر رومان صفائی دیتی ہیں تو لوگ کہیں گے کہ والدہ بیٹی کی صفائی دے رہی ہے۔
اگر عائشہؓ خود اپنی دیتی ہے تو لوگ کہیں گے کہ اپنی صفائی ہر کوئی دیتا ہے
اس لئے سیّدہؓ نے کہا
کہ میرا معاملہ تو یوسف علیہ السلام کے والد کی طرح ہے
فرماتی ہیں کہ مجھے رنج اور دکھ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بھی یاد نہ رہا۔
جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے والد نے اپنی کشتی خدا کے حوالے کر دی تھی۔ میں بھی اپنی کشتی خدا کے حوالے کرتی ہوں۔

عمرؓ کا عطائی جواب

واللہ المستعان علی ماتصفون

آنحضرت ﷺ اٹھ کر دروازے سے باہر آئے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے سامنا ہو گیا!
فرمایا عمرؓ تمہارا عائشہؓ سے بارے میں کیا خیال ہے۔
عمرؓ بولے............حضورؐ؟ یہ نکاح میں نے کرایا ہے۔
فرمایا نہیں! اور کسی نے کرایا ہے ؟
فرمایا نہیں؟
عائشہؓ سے آپ کا نکاح کس نے کرایا
فرمایا اللہ نے!
عرض کیا کہ اللہ پھر ایسا بھولا نہیں ہے کہ
نبی پاک ہو اور بیوی ناپاک دے

سبحانک ھذا بھتان عظیم

سرکار دوعالم ﷺ عمرؓ کا یہ جواب سن کر آگے نہ بڑھ سکے۔ فوراً عائشہ کے پاس تشریف کے گئے اور پیشانی پر وحی کے آثار نمایاں ہونے لگے!

صدیق وام رومان سہم گئے نامعلوم کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ جان میں جان نہ رہی۔

ارشاد ہوتا ہے جبرائیل؟

جی رب جلیل؟

فرمایا.......... جاؤ عائشہ کی صداقت کا ڈنکا بجادو!

عائشہ کے متعلق جو رائے عمرؓ کی فرش پر ہے

وہی رائے خدا کی عرش پر ہے

اس میں ترمیم کرتا ہوں نہ اضافہ

جو فیصلہ عمرؓ کا

وہی فیصلہ میرا

سبحانک ھذاجھتان عظیم

خطیب کہتا ہے

کبھی عمرؓ دعائے مصطفیٰ ؐ بن کر بولتا ہے۔

اور

کبھی عمرؓ عطائے خدا بن کر بولتا ہے

کبھی عمرؓ نمائندہ خدا کا ہوتا ہے

اور

کبھی عمرؓ نمائندہ مصطفیٰ ہوتا ہے

آج سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدہ کی تصدیق کا حق ادا کردیا۔

مگر سیدہ بھی احسان کو بھلا نہ سکیں۔

فاروق اعظمؓ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے حجرے میں جگہ دے دی۔

سبحان اللہ

ماں نے بیٹے کا حق ادا کر دیا

اور

بیٹے نے ماں کا حق ادا کر دیا

ذالک فضل اللّٰہ یو تیہ من یّشاء

وَلَوْلَآ اِذْسَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُم مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ.

اور تم نے اس بات کو جب (اول اول) سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ایسی بات منہ سے بھی نکالیں معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔!

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ (سوره نور)

گندی عورتوں گندے مردوں ہی کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے اور بہترین عورتیں بہتر مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور بہترین مرد بہتر عورتوں کے!

یہ لوگ اس سے پاک ہیں۔ جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں۔

حضرات گرامی! آپ خود ہی اندازہ فرمالیں کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صداقت و پاکیزگی بیان کرنے کے لئے قرآن نازل ہوا ہوگا اس وقت سرکار دو عالم اور صحابہ کرامؓ کو س قدر مسرت ہوگی! مدینہ میں عید کا سا سماں تھا صحابہ کرام ایک دوسرے سے مبارک باد دے رہے تھے! عین اس مسرت اور لازوال خوشیوں کے وقت سیدہ صدیقہؓ طاہرہ پر ایک عالم کیف و وجد طاری تھا۔ آپ مقام توحید میں فنا تھیں اور مقام ناز اور خداوندی وفا اور صدق کا جذب طاری تھا۔ اسی عالم وجد و کیف میں اماں نے کہہ دیا بیٹی اٹھو اور خاوند کے پاؤں پکڑ لو۔ شکریہ ادا کرو!

فرمایا............اماں؟ میں نہ آپ کی شکر گزار ہوں

نہ ابّا کی

نہ خاوند کی

میں تو اس کے دروازے پر سجدہ ریز ہوں گی جس نے میری صفائی دی ہے۔

جس نے مجھے سر بلند کر دیا

جس نے مجھے بالا و اعلیٰ کر دیا

جس نے میرا شرق و غرب میں ڈنکا بجا دیا

جس میں میری برات کو قرآن بنا دیا

جس نے میری صداقت کو نماز کا حصہ بنا دیا

جس نے عائشہؓ کوثری سے ثریا پہ پہنچا دیا

ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العٰلمین

یہ سیّدہ کا مقام ناز تھا! سرکار دو عالم ﷺ بھی اس ادائے ناز پر مسکرا دیئے۔ یہ عائشہ کا حق تھا حق ہو بھی کیوں نا؟ جب حق ان کے ساتھ تھا۔

سبحان اللہ

خطیب کہتا ہے

کسی پر ردائے تطہیر ہے

کسی پر ردائے تقدیر ہے

مگر میں قربان اماں عائشہؓ تیرے مقام پر

کہ تجھ پر ردائے نور ہے

چادر تطہیر بھی بہت پاکیزہ

چادر تقدیر بھی بہت پاکیزہ

مگر چادر نور کا کیا کہنا

جب سے یہ چادر نور پہنی
علم کے دروازے کھل گئے
حلم کے دروازے کھل گئے
تقویٰ کے دروازے کھل گئے
عرش سے سلام آنے لگ گیا
جبرائیل درعائشہؓ پر سلام لے کر آنے لگا
یوں تو سب ازواج مطہرات ہی مرکز انوار نبوت تھیں
مگر صدیقہ طاہرہؓ کی عظمت کا کیا کہنا
خدا کا سلام آئے تو یہاں
جبرائیل کا سلام آئے تو یہاں
خدا کا کلام آئے تو یہاں
محمدؐ کا پیغام آئے تو یہاں
گویا کہ مرکز انورات خدا و جبرائیل علیہ السلام و مصطفٰے
حجرہ صدیقہ بن گیا!
کتنا بڑا امتحان تھا اور کتنا بڑا انعام ملا۔

عائشہؓ کا گواہ خدا

حضرات گرامی! حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو ایک بچے نے گواہی دی۔

اِنْ کَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّمِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَھُوَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ. وَاِنْ کَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَھُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ . فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ کَیْدِکُنَّ ط اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ.

کہ ان پیراہن اگر آگے سے پھٹا ہوا ہو تو وہ سچی ہے اور یہ جھوٹے اور اگر پیراہن پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو وہ جھوٹی اور یہ سچے سو جب (عزیز) نے ان کا پیراہن پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو بول

اٹھا کہ بے شک یہ سب تم عورتوں کا فریب ہے، بے شک تم عورتوں کا فریب غضب کا ہوتا ہے۔
اوراسی طرح سیّدہ مریم پر تہمت لگی تو ایک بچے نے گواہی دی جس کو قرآن نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا . قَالَ اِنِّىْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا . وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا .

اس پر مریم نے اس (بچہ) کو طرف اشارہ کیا۔ وہ بولے ہم اس سے کیسے بات چیت کریں۔ جو ابھی گہوارہ میں (پڑا ہوا) بچہ ہی ہے (وہ بچہ) بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں! اس نے مجھے کتاب دی اور اس نے مجھے نبی بنایا اور (اسی نے) مجھے بابرکت بنایا۔ میں جہاں کہیں بھی ہوں! اور اسی نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ جب تک میں زندہ رہوں گا!

خطیب کہتا ہے

جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو صفائی ایک بچے نے دی۔
اور جب حضرت مریم پر تہمت لگی تو ایک بچے (عیسیٰ علیہ السلام) نے دی
قربان جاؤں عائشہؓ آپ کی صداقت اور طہارت کے۔!
جب آپ پر تہمت لگی تو صفائی کسی بچے سے نہیں دلائی!

بلکہ عدالت خود گواہ بن کر عائشہؓ کی عزت کیلئے میدان میں آ گئی، کیونکہ یہ معاملہ سرکار دو عالم ﷺ کی عزت و عظمت کا تھا۔ اس لئے خداوند قدوس نے عائشہؓ طاہرہ کی گواہی خود دی۔

سُبْحٰنَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

سبحان اللہ

جب تک قرآن رہے گا
عائشہؓ کی صداقت کا اعلان رہے گا۔
سورہ نور کانفرنسوں میں پڑھی جائے گی

مسجد میں پڑھی جائے گی
امام بارگاہ میں پڑھی جائے گی
منبر ومحراب میں پڑھی جائے گی

جہاں سورہ نور کی تلاوت ہوگی
وہیں ردائے نور کا تذکرہ ہوگا
سلام ہو آپ پر اے عائشہؓ
آپ اسلام کی آبرو ہیں
اور آپ نبوت کی آبرو ہیں
آپ پوری امت کی آبرو ہیں
اعدائے رسالت نے جو بہتان لگایا
خالق نے تجھے اس سے بری کرکے دکھایا
رتبہ تیرا اللہ نے یوں جگ میں بڑھایا
ناموس پیغمبرؐ تجھے مولیٰ نے بنایا
اور سورہ نور تیری شان میں اتری
تطہیر کی آیت تیری برہان میں اتری

☆

جو تیرا مخالف ہے وہ بد بخت و شقی ہے
حاسد تیرا عرفان و صداقت سے تہی ہے
رتبہ ہے بڑا تیرا تیری شان بڑی ہے
اے مادر امت میرا ایمان یہی ہے

....

حجرہ تیرا آرام گہر سرور دیں ہے

یوں عرش سے بڑھ کر تیرے حجرے کی زمیں ہے

حضرات گرامی! آپ نے سماعت فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام اور رتبہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کس قدر بلند تھا کہ جب منافقین حضرت عائشہؓ کی گستاخی پر اتر آئے تو مالک ارض وسما نے خود ان کا مقابلہ کر کے عظمت وعفت عائشہؓ کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجادیا! منافقین نہ اس وقت حضرت عائشہؓ کو مانتے تھے اور نہ ہی آج مانتے ہیں مگر اس سے عظمت عائشہؓ میں ذرہ برابر فرق نہیں آئے گا کیونکہ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

....

جس پر باندھا تھا خدا کے دشمنوں نے اتہام
آج تک انسان شرمندہ ہے اس الزام پر
ہوں میرے ماں باپ قرباں اس مقدس نام پر
عائشہؓ کے سینکڑوں احسان ہیں اسلام پر

عائشہ کی برکت سے پوری امّت کو انعام

حضرات گرامی! سرکار دو عالم ﷺ ایک غزوہ سے تشریف لا رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ کا ہار پھر گم ہو گیا۔ صحابہ کرام کا ہار تلاش کرنے کے لئے فرمایا گیا۔ صحابہ ہار تلاش کر رہے تھے، مگر کہیں سے ہار کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ ادھر سرکار دو عالم ﷺ سیّدہ عائشہؓ کی جھولی میں سر رکھے آرام فرما رہے تھے۔ نماز کو دیر ہو رہی تھی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے صحابہؓ نے عرض کیا کہ نماز کو دیر ہو رہی ہے اور خطرہ ہے کہ کہیں نماز قضا نہ ہو جائے۔ پانی میسر نہیں ہے اور نہ ہی دور دور تک پانی کا کوئی نشان ملتا ہے۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کی بے چینی دیکھ کر تشریف لائے اور سیّدہ عائشہؓ کی پسلی میں زور سے کئی کو نچے دیئے اور بیٹی کو غصے سے کہا کہ ہر روز تم نئی مصیبت سب کے سر لاتی ہو۔ یہ

فرماتے ہوئے مسلسل حضرت عائشہؓ کی پسلی میں کچو کے مارتے رہے۔مگر عائشہؓ نے حرکت نہ کی کہ کہیں سرکار دو عالم ﷺ کی نیند میں فرق نہ آجائے۔

فجاء ابوبکرو رسول الله ﷺ واضع راسه علی فخذی قدنام . فقال حبست رسول الله ﷺ والناس ولیسو علی ماء ولیس معهم ماء فقالت عائشة فعاتبنی ابوبکر وجعل یطعننی بیده فی خاصرتی فلایمنعنی من التحرک الا مکان رسول الله ﷺ علی فخذی فقام رسول الله ﷺ حین اصبح علی غیر ماء فانزل الله عزوجل ایة التیمم......فتیمموا......

فقال اسیدبن الحضیر ماهی باول برکتکم یا ال ابی بکر ......قالت فبحتنا البعیر الذی کنت علیه فاصبنا العقد تحته (بخاری ج اول)

خطیب کہتا ہے

معاملہ نماز کا ہے !

نماز خدا کی ہے !

وضو نہیں ہوگا............تو نماز نہیں ہوگی۔!

گویا کہ آج نماز جاتی ہے !

صدیق اکبرؓ بیٹی سے ناراض ہوتے ہیں!

تیری وجہ سے مسلمان پریشان ہیں!

پانی نہیں ہے۔نماز کیسے ادا کریں!

حکم ہوتا ہے جبریل ؟

یارب جلیل ؟

ان سے کہو !

عائشہ پر ناراض نہ ہوں !

پانی نہیں ملتا تو نہ ملے! میں عائشہؓ کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتا۔

آج کے بعد تیمّم سے نماز پڑھنا تمہارا کام ہے۔

اور نماز کو قبول کرنا میرا کام ہے۔

گویا کہ عائشہؓ کی برکت سے وضو کا بدل امت کو عطا کر دیا گیا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا. (النساء)

بیمار ہو تو تیمّم کرو

معذور ہو تو تیمّم کرو

پانی نہیں ہے تو تیمّم کرو

حضرت اسیدؓ بن حضیر رضی اللہ عنہ مسرت سے پھولے نہیں سماتے تھے اور صدا بلند کر کے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدہ صدیقہؓ طاہرہ کو خراج تحسین پیش کر رہے تھے۔

فقال اسيد بن الحضير (رضى الله عنه) ماهى باول بركتكم يا ال ابى بكر .

اے ال ابی بکر یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ (گویا کہ حضرت اسیدؓ یہ فرما رہے ہیں کہ مسلمانوں کا دامن ال ابی بکر کی بے شمار برکات سے پہلے ہی بھرا پڑا ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

حضرات گرامی! میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا کہ میں انشاءاللہ سیّدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی کے دو نمایاں پہلوؤں پر گزارشات پیش کروں گا پہلے پہل حضرت عائشہؓ کی عظمت کا حصہ بیان کروں گا جس میں اللہ تعالیٰ نے خود عظمت صدیقہؓ بیان فرمائی ہوگی۔ الحمدللہ اب تک س پہلو پر آپ حضرات کے سامنے تفصیل سے ان فضائل کا بیان ہو گیا ہے۔ جو خود خالق ارض و سمانے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ شان

حبیب خدا مصطفٰے ﷺ بھی آپ کے سامنے بیان ہو جائے!

سیّدہ عائشہؓ حضورؐ کی نظر میں

حضرات گرامی! ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

کمل من الرجال کثیراً اولم یکمل من النساء الا مریم بنت عمران وآسیة امراة فرعون وفضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام (بخاری)

مردوں میں تو بہت لوگ کامل ہوئے۔ مگر عورتوں میں تکمیل کو نہ پہنچی۔ سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے۔ اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو سب عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے۔ جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر

خطیب کہتا ہے

مریم صدیقہ سلام اللہ علیہا

آسیہ رضی اللہ عنہا

پوری دنیا میں کامل ترین خواتین

مگر عائشہؓ صدیقہ کو تمام عورتوں پر برتری حاصل

یہ سرکار دو عالم ﷺ کا فیصلہ ہے

یہ رسول اکرمؐ کا فیصلہ ہے

بحث کرنی ہے تو حضورؐ سے کرو

یہ حضورؐ کا فیصلہ ہے !

کون ہے جو آپ کے سامنے دم مارے ؟

ضدی کہے گا کہ یہ علمی برتری کا فیصلہ ہے !

چلو جناب یونہی سہی! اللہ کے ہاں تو فیصلے علم وتقویٰ کی بنیاد پر ہی ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کا علمی قد تو پھر بھی تمام کائنات کی خواتین سے بڑا ہو گیا ؟

تو میں کہہ دوں کہ عائشہؓ تمام امت کی مادر علمی ہے ؟

آخری مرکز نبوّت حجرہ عائشہ بنایا گیا

سردار دو عالم ﷺ کی بیماری جب شدت اختیار کرگئی تو آپ کی انتہائی خواہش ہوئی کہ میری زندگی کے آخری ایام حجرہ صدیقہ میں گزریں۔

عن هشام عن ابيه ان رسول الله ﷺ لما كان فى مرضه جعل يدور فى نساء ه ويقول اين انا غداً اين انا غداً . حرصًا على بيت عائشة.

(بخاری)

آپ ایام مرض میں امہات المومنین کے ہاں باری باری تشریف لے جاتے تھے! مگر بار بار دریافت فرماتے تھے کہ میں کل کہاں گا ؟

کیونکہ آپ کی انتہائی خواہش تھی کہ میری زندگی کے آخری ایام حجرہ عائشہؓ میں گزریں!

خطیب کہتا ہے

حضورؐ کی خواہش تھی کہ مشن رسالت کا وارث ابوبکر بنے اور جسم رسالت کی وارث عائشہؓ صدیقہ بنے !

آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو حجرہ صدیقہ میں پہنچا دیا گیا۔

کیوں ؟

اس لئے کہ جس کی دولت ہے اسی کو ملے۔ سبحان اللہ

قیامت میں جب اعمال کے گوشوارے پیش ہوں گے!

کوئی کہے گا کہ یا اللہ میرے پاس علم کی دولت ہے

کوئی کہے گا کہ یا اللہ میرے پاس قرآن کی دولت ہے

کوئی کہے گا کہ یا اللہ میرے پاس حدیث کی دولت ہے

کوئی کہے گا کہ یا اللہ میرے پاس شرکت بدر کی دولت ہے

کوئی کہے گا کہ یا اللہ میرے پاس احد کی شہادت کی دولت ہے

کوئی کہے گا کہ یااللہ میرے پاس صداقت کی دولت ہے
کوئی کہے گا کہ یااللہ میرے پاس عدالت کی دولت ہے
کوئی کہے گا کہ یااللہ پاس مظلومانہ شہادت کی دولت ہے
کوئی کہے گا کہ یااللہ میرے پاس شجاعت کی دولت ہے
لیکن جب مادر امت عائشہؓ کی باری آئے گی

....

توعائشہؓ کہے گی۔ یااللہ میرے حجرے کا دروازہ کھول کر دیکھ
میرے پاس محمد ﷺ اور اس کی رسالت کی دولت ہے۔
سبحان اللہ
اسی میں رحمۃ اللعالمین رہتے تھے رہتے ہیں۔
یہی حجرہ ہے جس کو گنبد خضرا بھی کہتے ہیں۔

عائشہؓ کا رشتہ خدا نے کرایا

عن عائشةؓ قالت قال لی رسول الله ﷺ اریتک فی المنام ثلٰث لیال یجیی بک الملک فی خرقة من حریر فقال لی هذا امراتک فکشفت عن وجهک الثوب فاذاانت هی فقلت ان یکن هذا من عندالله عمضه (مشکوٰة)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا ہے کہ تجھے خواب میں مجھ کو تین راتیں مسلسل دکھایا گیا۔ فرشتہ ایک ریشم کے ٹکڑے میں تیری صورت کا نقشہ کا کر مجھے دکھاتا تھا۔ میں نے جب تیرا نقاب اٹھا کر دیکھا تو ویسی ہی تھی جیسی مجھے دکھائی گئی تھی۔ فرمایا...... پھر تو یہ فیصلہ خدائی فیصلہ ہی ہے۔

خطیب کہتا ہے

عائشہؓ کو نبوت کی پسندیدہ خدا نے بنایا

فرشتہ نے عائشہؓ کا نقشہ نبوت کو دکھایا

فرمایا یہ اللہ کی طرف سے سب کچھ ہوا

معلوم ہوا کہ واقعہ افک میں خداوند قدوس کا خود شہادت دنیا بھی اسی وجہ سے تھا کہ یہ رشتہ خداوندی پسند کا رشتہ تھا !

عائشہؓ کو.......... چونکہ رسالت کی خلوت کی زندگی کا راز دار بنانا تھا اس لئے اس کا انتخاب خود خدا نے کیا۔

عائشہؓ..........انتخاب خدا..........حبیبہ حبیب خدا..........

مادرامت..........والی صاحب دنیٰ فتدلیٰ

سیّد کونین کی سیرت کا نورانی ورق
جیسے صیقل جگمگاتی ہو دل صمصام پر
عائشہؓ کی خوبیوں تک ہورسا کس کی نظر
ہوں مگر ذات پیغمبر راز دار عائشہؓ

عائشہؓ کے بستر پر وحی نازل ہوئی

سرکار دوعالم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ مجھے عائشہؓ کے بارے میں کچھ نہ کہو کیونکہ !

واللہ مانزل علی الوحی وانافی لحاف امرء ة منکن غیرھا (بخاری)

قسم خدا کی مجھ پر کسی بیوی کی خواب گاہ میں وحی نازل نہیں ہوئی۔ سوائے اس کے کہ (یعنی عائشہؓ رضی اللہ عنہا کے)

خطیب کہتا ہے

مرکز نبوت	بستر عائشہؓ
مہبط وحی	بستر عائشہؓ
نزول قرآن کا مرکز	بستر عائشہؓ

نزول برکات کا مرکز　　　بستر عائشہؓ

معلوم ہوا کہ آپ کو نبوت کا فیضان تھا۔

اور وحی الٰہی کا عرفان تھا۔

ماں اور بیٹی کا مناظرہ

حضرات گرامی! آخر میں آپ حضرات کے سامنے ایک دلچسپ مناظرے کی روئداد عرض کرتا ہوں جو حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ نے مثنوی شریف میں رقم فرمایا ہے۔ مولانا ارشاد فرماتے ہیں کہ

گفتگوئے　　رفت　　درخانہ　　رسولؐ

درمیان　　صدیقہؓ　　و　　زہراؓ　　بتول

(ترجمہ) حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ اے ماں (یعنی عائشہؓ صدیقہ) میں تجھ سے افضل ہوں کیونکہ میں سرکار دوعالم ﷺ کے جسم اطہر کا محبوب حصہ ہوں! یعنی دل کا ٹکڑا!

تواز　　صدیقی　　تو　　باانصاف　　باش

فرق　　درصدیق　　و　　مصدوق　　است　　فاش

توصدیق کی بیٹی ہے اور میں مصطفےؐ کی بیٹی ہوں

صدیق اور مصطفےؐ میں زمین آسمان کا فرق ہے

سیّدہ عائشہؓ صدیقہ نے جواب میں فرمایا کہ بیٹی اس کا فیصلہ آج نہیں ہوگا۔ اس کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔

چوں　　بود　　روز　　جزا　　اے　　نیک　　کیش

ہر یکے　　را　　پایہ　　پر　　مقدر　　خویش

جب روز جزا اے نیک خصائل بیٹی آئے گا

تو ہر ایک کا مرتبہ اس کے مقدر کے مطابق ہوگا

سیّدہ عائشہؓ نے فرمایا! بیٹی تو نے یہ مسئلہ تو اپنے والد گرامی سے سنا ہوگا کہ قیامت کے دن نیک

بیویاں اپنے خاوندوں کے ساتھ جنت میں جائیں گی! عرض کیا کہ ہاں یہ مسئلہ تو سنا ہے!

تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ بیٹی .... جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے کہ عائشہؓ تو بھی جنت میں جا! اور فاطمہؓ تو بھی جنت میں جا! بیٹی جنت میں تو بھی جائے گی اور جنت میں میں بھی جاؤں گی، لیکن دونوں کے جنت میں جانے کا ایک امتیازی فرق ہوگا۔

عرض کیا اماں وہ کیا ہوگا؟

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ

من با احمدؐ باشم و تو با علیؓ
فرق کن در آگر عاقلی

میری بیٹی جنت میں تو بھی جائے گی اور جنت میں میں بھی جاؤں گی۔ لیکن تو جنت میں جائے گی تو۔

انگلی علیؓ کی ہوگی اور ہاتھ تیرا ہوگا
میں جنت میں جاؤں گی
تو انگلی نبیؐ کی ہوگی اور ہاتھ میرا ہوگا

سبحان اللہ

چوں شنید ایں فاطمہؓ بگریست زار
خواست صدیقہؓ گر فتش در کنار

....

اے نشانی روئے احمدؐ روئے تو
من کجا باشم ازیں یک موئے تو

جب حضرت فاطمہؓ الزہرا رضی اللہ عنہا نے سنا تو رو پڑیں۔ حضرت عائشہؓ نے روتے ہوئے دیکھا تو سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو گود میں لے لیا اور محبت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹی وہ تو دلیل کا جواب دلیل سے تھے تو تو میرے محبوب کے چہرہ اقدس کی نشانی ہے۔ میں تو تیرے بالوں

پرقربان۔

سبحان اللہ

حضرات گرامی! قرآن وحدیث۔آثارسلف سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا محبوبہ محبوب خداتھیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کواس قدر فضائل ومناقب سے سرفراز فرمایا تھا کہ آج!انہیں شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔میری دعا ہے کہ مولیٰ کریم مجھےاورآپ کو مادرامت کے کمالات ومحاسن کے اعتراف اوران سے حقیقی عقیدت و نیازمندی نصیب فرمائے تاکہ ہم اپنی ماں کے حضور قیامت کے روز سرخرو ہوسکیں۔

ہوں میرے ماں باپ قربان اس مقدس نام پر
عائشہؓ کے سینکڑوں احسان ہیں اسلام پر

جس کی عفت کی گواہی دی کلام اللہ نے
جس کی غیرت کے نشاں ہیں دامن ایام پر

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

پہلا جمعہ رمضان

اسلام کی پہلی جنگ عظیم

غزوۂ بدر

نَحمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُولِہِ الکَرِیمِ اَمَّا بَعدُ فَاَعُوذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ. بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

وَلَقَدنَصرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدرٍوَّاَنتُم اَذِلَّۃٌ فَاتَّقُوااللّٰہَ لَعَلَّکُم تَشکُرُونَ

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدر میں نصرت فرمائی اور تم کمزور تھے۔اللہ سے ڈروتا کہ شکرگزار بن جاؤ۔

حضرات گرامی! رمضان المبارک میں جہاں اور بہت سے ضروری عنوانات پر خطبات دیے جائیں گے وہیں پر رمضان شریف میں کچھ ایسے بے نظیر اور تاریخی واقعات پیش آئے ہیں جن سے اسلامی انقلاب پیش قدمی کی منزلوں میں داخل ہوگیا تھا۔اس لئے ان کا تذکرہ آپ حضرات کے سامنے کرنا بے حد ضروری ہے اس وقت جو آیت کریمہ آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی گئی ہے اس میں غزوہ بدر کا بیان ہے۔غزوہ بدر رمضان شریف میں ہوا تھا اور یہ اسلام کی پہلی جنگ عظیم تھی جس نے دنیائے کفر کی کمر توڑ کے رکھ دی! اور مشرکین مکہ کو اس قدر ذلت آمیز اور عبرتناک شکست ہوئی کہ پھر ان کے قدم نہ جم سکے۔حتیٰ کہ وہ دن بھی آ گیا کہ مسلمان پھر نہایت اعزاز و شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور اسلام کا پرچم وادی مکہ میں اس طرح لہرادیا گیا کہ آج تک وہاں اسلام ہی کی تاج داری ہے!

مہاجرین وانصار کا امتحان عظیم

مہاجرین کے زخم ابھی تازہ ہی تھے۔مکہ سے لٹے پٹے آئے تھے کہ پھر قریش مکہ نے ان لٹے پٹے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی ٹھان لی۔اور مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کی پوری قوت سے تیاری کرلی اور فیصلہ کیا کہ محمد (ﷺ) اور آپ کے نام لیواؤں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا

جائے گا! مگر تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ...........سرکاردوعالم ﷺ کو قریش کی تیاریوں کا علم ہوا تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے قریش کے مذموم عزائم اور اسلام دشمنی کا تذکرہ فرماتے ہوئے مشورہ لیا اور ساتھ ہی...........جان کا چندہ مانگا؟

صحابہؓ جانیں لے کر حاضر ہو گئے

ایک بڑھیا نے حضورؐ کی خدمت میں بال پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں کوئی نہیں ہے جو اس جہاد میں آپ کا شریک سفر ہو سکے۔ میں خود مفلس و نادار ہوں گھر میں کچھ بھی نہیں تھا۔ آخر غور و فکر کے بعد سر کے بال قینچی سے کاٹ لائی ہوں۔ یہی حضورؐ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہوں! میں جانتی ہوں میرے ان بالوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ کسی غازی کے گھوڑے کی رسی بن جائیں گے؟ مگر قیامت کے دن ان خوش نصیبوں میں تو نام آئے گا۔ جنہوں نے سرکاردوعالم ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہر قسم کی قربانی پیش کر دی تھی!

سبحان اللہ

اسی طرح دو ننھے بچے مدینے کی گلیوں میں پھر رہے تھے کہ جہاد کی خبر سنی۔ نہایت جوش و خروش سے والہانہ انداز میں گھر کی طرف دوڑے تا کہ اپنی بوڑھی اماں سے اذن جہاد حاصل کر سکیں!

بچوں نے دیکھا کہ ان کی ماں رو رہی ہے!

ماں سے رونے کا سبب پوچھا؟

بولی بیٹا...........آج سرکاردوعالم ﷺ نے جہاد کا اعلان فرمایا ہے۔ اے کاش تمہارے والد زندہ ہوتے تو وہ آپ کے ساتھ جہاد میں جانے کی سعادت حاصل کرتے یا میرا کوئی اور بھائی یا رشتے دار ہوتا تو انہیں اس سعادت میں آپ کے ساتھ کر دیتی مگر آج میرا کوئی بھی نہیں ہے جسے میں حضورؐ کی جھولی میں ڈال دوں!

یہ کہہ کر بچوں کی والدہ بلک بلک کر رونے لگی!

بچوں نے والدہ کے گلے میں بانہیں ڈال کر پیار سے عرض کیا کہ ہم جو اس سعادت میں شریک

ہونے کو تیار ہیں!

بیٹا تم جوان نہیں ہو ابھی بچے ہو!

عرض کیا کہ اماں کیا ہوا!

اگر ہم جوان نہیں ہیں۔ تو ہمارا ایمان تو جوان ہے!

اجازت دینا آپ کا کام ہے

اور کفر کے چھکے چھڑانا ہمارا کام ہے

یہ دو بچے وہی جن کو تاریخ اسلام معوذؓ اور معاذؓ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ ایک دس سال کا ہوگا اور دوسرا، آٹھ برس کا ہوگا؟ چشم فلک نے کبھی یہ نظارہ بھی دیکھا؟ کہ معصوم بچے بھی تو حید رسالت پر جان کا نذرانہ پیش کرنا ایمان کی روح سمجھتے تھے!

سچ یہ ہے کہ صحابہ کی درسگاہ نبوت سے سبق ہی یہی ملا تھا کہ

نماز اچھی روزہ اچھا حج اچھا زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد کہ میرا کامل ایماں ہو نہیں سکتا

ماں............بچوں کا جواب سن کر خوشی سے جھوم اٹھی!

دونوں لخت جگر ماں سے چمٹ گئے اور ماں کی دعائیں لیتے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے!

محبوبؐ خدا کا صحابہؓ سے خطاب

سرکار دوعالم ﷺ نے قریش کی چیرہ دستیاں اور مظالم بیان فرمانے کے بعد ان کے موجود عزائم کا تذکرہ فرمایا اور صحابہؓ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا مشورہ کیا ہے؟ کیا تم اس امتحان میں میرا ساتھ دو گے؟

صدیقؓ کا پہلا نمبر

صدیق اکبرؓ فوراً کھڑے ہوگئے اور بزبان حال عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ میری جان حاضر ہے۔شاعر نے اسی کی عکاسی کی ہے۔

جان مانگو تو جان حاضر جومال مانگو تو مال حاضر
نہیں گر نکلے زبان سے میری تو کٹوا دوزباں میری

آپ نے فرمایا.........آپ بیٹھیں.........آپ تو ہر مقام پر ساتھ ہوتے ہیں!

اسی طرح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر جان کا نذرانہ پیش کیا۔مگر سرکار دوعالم ﷺ کی منشاء مبارک تھی کہ انصار میں سے کوئی بولے آپ ابھی کچھ فرمانا ہی چاہتے تھے کہ حضرت مقدادؓ نے ایک ایسی تقریر فرمائی کہ عرش وفرش پر صحابہؓ کی جانثاری کی دھوم مچ گئی!

حضرت مقدادؓ بن اسود (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ

یارسول اللہ امض لما امرک اللہ (تعالیٰ) فنحن معک واللہ لانقول کما قالت بنو اسرائیل لموسیٰ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون . ولکن اذھب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون

(ابن ھشام زرقانی)

یارسول اللہ.................جس چیز کا اللہ نے آپ کوحکم دیا ہے۔اس کو انجام دے دیجئے۔ہم سب آپ کیساتھ ہیں۔خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ ہرگز نہ کہیں گے کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، بلکہ ہم تو آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ اور خداوند جس جہاد کے لئے ہمیں حکم دیں گے ہم پروانہ وار آپ کے ساتھ چل کر آپ پر اور دیں پر فدا ہوجائیں گے۔

بخاری شریف کے الفاظ اس طرح ملتے ہیں کہ **ولکنا نقاتل عن یمینک وعن شمالک وبین یدیک وخلفک**

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سرکار دوعالم ﷺ حضرت مقداد کا

جواب سن کراس قدر مسرور ہوئے کہ آپ کا چہرہ انوار مسرت سے چمک اٹھا! **فرایت النبی ﷺ اشرق وجهه !**

حضرت سعد بن معاذؓ کی تاریخی تقریر

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو انصار کے سردار تھے انہوں نے کھڑے ہوکر انصار کی طرف سے عرض کیا کہ

یارسول الله ....قد امنا بک وصدقناک وشهدنا ان ماجئت به هوالحق واعطینک علی ذلک عهودا ومواثیق علی السمع والطاعة ولعلک یارسول الله . خرجت لا مرفا حدث الله غیرة فامص لما شئت وصل جبال من شئت واقطع جبال من شئت وعادمن شئت واعطنا ماشئت . وما اخذت منا کان احب الینا مما ترکت وما امرت به من امرنا فامر ناتبع لامرک لئن سرت حتّٰی تاتی برک الغماد لنسرن معک فوالذی بعثک باالحق لواستعرضت منا هذا البحر لخفناه وما تخلف منا رجل واحد . (زرقانی ج ۱)

یارسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس امر کی گواہی دی! کہ آپ کو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے! اور اطاعت کرو جانثاری کے معاملے میں ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق سے چکے ہیں۔ یارسول اللہ (ﷺ) آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے، مگر اللہ تعالیٰ نے اب دوسری شکل پیدا فرمادی ہے۔

آپ کا جو منشاء مبارک ہو اس پر چلیں۔ آپ جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں تعلقات توڑ لیں جس سے چاہیں صلح کریں اور جس سے چاہیں جنگ کریں ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے مال میں جس قدر چاہیں لے لیں اور جس قدر چاہیں ہمارے لئے چھوڑ دیں۔ آپ ہمارے مال میں جو لے لیں گے، وہ ہمیں اس مال سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپ ہمارے پاس چھوڑیں گے۔ (سبحان اللہ)

آپ ہم کو حکم دیں گے ہم اس کے تابع ہیں۔

اگر آپ ہم کو برک الغما جانے کا حکم دیں گے ہم وہاں جانے کو تیار ہیں۔

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کی حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپ ہم کو سمندر میں چھلانگیں لگانے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت کود پڑیں گے اور ہم میں سے کوئی شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔

خطیب کہتا ہے

صحابہؓ کے ایمان کا اندازہ فرمایئے !

حضورؐ سے عرض کرتے ہیں۔

جو آپ کے ہیں وہ ہمارے ہیں۔

جو آپ کے نہیں وہ ہمارے نہیں

آپ کی دوستی ہماری دوستی

آپ کی دشمنی ہماری دشمنی

سمندر میں کودنا آسان آپ کو چھوڑنا مشکل

آپ کا فیصلہ آخری فیصلہ !

سبحان اللہ۔ یہ روح ایمان ہے

یہ ایمان کی جان ہے۔ ہمارے پاس تو ایمان ہی ایمان ہے۔

صحابہؓ کے پاس جان ایمان تھی اور روح ایمان تھی یہی ایمان تھا جس کی وجہ سے صحابہؓ جیت گئے............اور صحابہؓ کے دشمن ہار گئے

سبحان اللہ

صحابہ کرام کے اس ایمان پرور اریقین افروز بیانات کے بعد صحابہؓ کے لشکر کو تیاری کا حکم ملتا ہے، مگر روانگی سے پہلے ضروری سمجھا گیا کہ کہ کمزور بیمار اور بچوں کو یہیں سے رخصت دے دی جائے چنانچہ کمانڈر انچیف نے اپنی نبوت کی نظروں سے لشکر کا جائزہ لیا۔ جو بیمار نظر آتا ہے اسے

واپسی کا حکم ملتا ہے اور جو معذور نظر آتا ہے اسے واپس جانے کا ارشاد فرمایا جاتا ہے۔ اچانک سامنے ایک بچہ نظر آیا جو پاؤں کی انگلیوں پر کھڑا ہے تا کہ اس کا قد بڑا نظر آئے۔ میرے آقا نے اس کو دیکھ کر بہت ہی مسرت کا اظہار فرمایا مگر عمر چونکہ چھوٹی تھی اس لئے ارشاد فرمایا کہ تم واپس جاؤ اور اپنی والدہ کی خدمت کرو یہیں پر جہاد کے ثواب سے بہرہ ور ہو جاؤ گے۔ اس نے پرنم آنکھوں سے التجا کی کہ یا رسول اللہ............ اب اگر میں واپس جاؤں گا تو ماں کا کلیجہ منہ کو آئے گا اور وہ افسردہ خاطر ہو جائے گی اور افسوس کرے گی کہ نا معلوم ہمارے آقا نے میرے بچوں کی کیوں قبول نہیں کیا۔ مہربانی فرمالیں خدا نے چاہا تو میں بھی کسی کام آجاؤں گا۔

خدا کی قسم نہ اٹھ سکے گا قیامت تک
جسے تو نے نظروں سے گرا کے چھوڑ دیا

اس طرح وہ بچہ بارگاہ رسالت میں شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ تھوڑا آگے بڑھے تو اسی کا چھوٹا بھائی ایڑیاں اٹھائے اسی جذبے سے کھڑا ہے۔ حضورؐ سے دیکھ کر مسکرادیئے مگر وہ تو بہت چھوٹا تھا اس لئے اس بااصرار فرمایا کہ تم جاؤ............ ابھی نہیں بڑے ہو کر تم بھی ساتھ چلا کرنا اس بچے نے نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بڑا بھائی تو منظور ہو گیا اور مجھے شرف قبولیت نہیں بخشا جاتا۔ میں جا کر ماں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

وہ کہے گی کہ اس میں کوئی جوہر تھا تو اسے قبول کر لیا............؟

اور تجھ میں کوئی جوہر تو تجھے بھی قبول کر لیا جاتا !

اچھا اگر ایسا نہیں ہے تو میری ایک تجویز ہے ؟

فرمایا کیا؟

میری اپنے بڑے بھائی سے کشتی کرالو۔ اگر میں نے اس کو گرالیا تو مجھے بھی ساتھ لے لینا اور اگر نہ گرا سکا تو جو حضورؐ کی مرضی۔ آپؐ خوش ہوئے اور دونوں کی کشتی کا ارشاد فرمایا۔

خطیب کہتا ہے

مقابلہ کیا تھا وقار کا؟ نہیں

مقابلہ کیا تھا عظمت کا؟ نہیں

مقابلہ کیا تھا دنیاوی جاہ وجلال کا؟ نہیں

مقابلہ کیا تھا اقتدار کا؟ نہیں

مقابلہ کیا تھا دنیا کے مال ومتاع کا؟ نہیں

مقابلہ تھا جہاد میں جانے کا

مقابلہ تھا خدا راستے میں جان دینے کا

مقابلہ تھا ناموس پیغمبرؐ پر قربان ہونے کا

مقابلہ تھا توحید وسنت کے علم بلند کرنے کا

مقابلہ تھا خدا اور رسولؐ کے دشمنوں کو مٹانے کا

مقابلہ تھا شرک کی ظلمتوں سے

مقابلہ تھا بدعت کی تاریکیوں سے

مقابلہ تھا لات وعزیٰ کے پجاریوں سے

.........................کس کا ننھے بچوں کا

محمدؐ کے فداکاروں کا مصطفٰی کے جانثاروں کا

کشتی اس کے لئے ہوئی

چھوٹے نے بڑے کے کان میں کہا ؟

خدا کے لئے شکست کھا جاؤ !

تمہارا بگڑے گا کچھ نہیں............اور میرا سب کچھ بن جائے گا

بڑا بھائی بھی تو.........................درسگاہ مصطفٰی کا طالب علم تھا

اس کے گرنے سے.................اگر چھوٹا بڑا بنتا ہے تو بننے دو

یہ بڑائی.................اس کی بعد میں ہوگی............اور میری پہلے ہوگی

بس بڑا بھائی گر گیا.................چھوٹا سینے پر بیٹھ گیا

اس طرح گرے ہوئے نے..................چھوٹے کو اونچا کر دیا !

اور محبوب نے دونوں کو اونچا کر دیا !

دونوں منظور ! سبحان اللہ، ماشاء اللہ

قافلہ روانہ ہو کر بدر پہنچ گیا۔ کافر پہلے پہنچ چکے تھے۔ پختہ زمین پر انہوں نے آتے ہی قبضہ کر لیا ۔ ریت اور پہاڑ مسلمانوں کے حصے میں آیا۔ مگر اسی ریت اور پہاڑ نے آج زیارت مصطفٰیؐ سے بہرہ ہونا تھا۔

بدر کی شرمندگی اور دعا

مقام بدر آج مسلمانوں کا میزبان تھا۔ مگر اسے سخت شرمندگی تھی کہ اس کے دامن میں نہ تو پانی تھا اور نہ ہی سایہ! اس کے مہمان آج ساقی کوثرؐ اور وہ قدسی صفات چہرے تھے جن پر تقویٰ اور تقدس خود فخر کرتے تھے! میدان بدر نے اپنی بے بسی دیکھی تو دربار الٰہی میں ہوتھ پھیلا دیئے اور اس رب العٰلمین کے دربار میں فریاد شروع کر دی جو سب کا داتا ہے! حفیظ نے بہت ہی پیارے انداز میں اس کا نقشہ کھینچا ہے۔!

یہ تشنہ لب جماعت جب یہاں پر رک گئی آکر
دعا کی دامن صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر

....

کہ اے صحرا کو آتش ناک چہرہ بخشنے والے
رخ خورشید کو کرنوں کا سہرا بخشنے والے
خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا
کہ تیرا ساقی کوثر یہاں تشریف لائے گا
خبر کیا تھی یہاں تیرے غازی آکے ٹھہریں گے
شہید آرام فرمائیں گے غازی آکے ٹھہریں گے
خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو

بنایا جائے گا فرش عبادت میرے دامن کو
تیرے محبوب کے پیارے قدم اس خاک پر آئے
الٰہی حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے
اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمۃ للعالمین سے شرم آئے گی
برائے چند ساعت ابر باراں بھیج دے یارب
بہاراں بھیج دے یارب بہاراں بھیج دے یارب

بارش کا نزول

دعا صحرا نے مانگی دامن امید پھیلا کر
یکایک ابر باراں آسماں پر چھا گیا آکر
انہی کی منتظر تھی غالبًا شان الٰہی بھی
کہ پیاسے تھے محمدؐ سے سپاہی بھی
مدینے کی بلندی سے جو رحمت کی گھٹا آئی
تو استقبال کو فردوس کی ٹھنڈی ہوا آئی
یہ ریگستان کہ اک اک بوند پانی کو ترستا تھا
اسی پر آج بادل چھا گئے تھے مینہ برستا تھا

قرآن کہتا ہے۔

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ

اور آسمان اوپر سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک کر کے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کرے اور تمہارے دل مضبوط کرے اور ثابت قدم رکھے !

بارش سے میدان بدر میں ایک انقلابی تبدیلی آگئی۔ ریتلی زمین جو مسلمانوں کے پاس تھی وہ

پختہ ہوگئی اوراس پر چلنا پھرنا آسان ہوگیااور کچی زمین جو کفار کے پاس تھی اس پر کیچڑ ہوگیا پھسلن ہوگئی۔ابوجہل قدم رکھتا تھا تو پھسل کر چار گز آگے پہنچ جاتا تھا............ یہ نکتہ تھا اس بات کا کہ پھسلاہٹ کفار کے حصے میں آئے گی اور فتح ونصرت اوراستحکام مسلمانوں کے حصے آئے گا۔

رسولؐ خدا عریش میں

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم ﷺ سے عرض کیا کہ حضورؐ میری رائے ہے کہ آپ کے لئے ایک اونچے ٹیلے پر ایک چھپر بنالیا جائے،تا کہ آپ اس میں تشریف رکھیں اور اس بلندی سے اپنے جانثاروں پر نظر رہے اور ضروری ہدایات بھی جاری ہوتی رہیں سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت سعدؓ کی اس تجویز کو پسند فرمایا۔چنانچہ آپ کے لئے ایک عریش تیار کردی گئی جس میں آپ نے قیام فرمایااوراپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی حکم دیا کہ آپ میرے ساتھ رہیں۔چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ ہی تشریف فرما ہوگئے۔اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر عریش پر پہرہ دینے لگے! آپ نے اعلان فرمادیا کہ تمام صحابہ کرام رات بھر آرام کریں۔چنانچہ صحابہ کرام نے سرکار دو عالم ﷺ کے ارشادات کے پیش نظر رات بھر آرام کیا!

رسولؐ خدا سجدے میں

تمام اصحاب مصطفےؐ آرام فرما ہوگئے تو سرکار دو عالم ﷺ پوری شب بیدار رہے۔حفیظ نے اس کا بہت ہی پیارا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا ہے کہ

سلا کر پہلوؤں میں سب کو سوئی بدر کی وادی
نہ تھا بیدار کوئی ہاں مگر اسلام کا ہادی
یہی سر تھا کہ سجدہ ریز تھا درگار باری میں
یہ روشن جبیں مصروف تھی طاعت گزاری میں
یہ پر انوار آنکھیں اشک کی لڑیاں پروتی تھیں
خدا کے سامنے خلق خدا کے غم میں روتی تھیں

صحابہ کو جو دیکھا محو ذوق جاں سپاری میں
سرسردار عالم جھک گیا درگاہ باری میں
وہ جس کے گھر قبولیت مرادیں مانگنے آئے
وہی اسی وقت سجدے میں پڑا تھا ہاتھ پھیلائے

حضور (ﷺ) نے جب اپنے جانثاروں کو بے سروسامان اور دشمنوں کی تعداد اور ان کی نخوت اور تکبر کو دیکھا تو نماز کیلئے کھڑے ہوگئے اور سربسجود ہوکر اپنے خدا سے اس قدر عاجزی اور الحاح سے مانگا کہ اس دعا کی لذت سے عرش وفرش بھی سرشار ہوگئے!

دعا کی کیفیت بے مثال تھیں۔کبھی آپ اپنے خدا کے حضور ہاتھ پھیلا دیتے اور کبھی آنسوؤں کے موتیوں سے رحمت خداوندی کو متوجہ فرماتے۔

محویت کا یہ عالم تھا کہ چادر کندھوں سے گر پڑی تھی۔ریش مبارک آنسو سے تربتر تھی۔خوش قسمت تھی زمین بدر جس کے سینے پر نبوت کے آنسو گر رہے تھے اور آپ عالم عجز وانکسار میں بار بار خدا کے حضور فریاد کر رہے تھے کہ

اللھم انجزنی ماوعد تنی اللھم ان یھلک ھذہ العصابة من اھل الاسلام لاتعبد فی الارض .

اے اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما !اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں تیری پرستش نہیں ہوگی !

وہ جس کے گھر قبولیت مرادیں مانگنے آئے .
وہی اس وقت سجدے میں پڑاتھا ہاتھ پھیلائے
الٰہی یہ تیرے بندے ہیں تیری راہ میں حاضر
ہوئے ہیں سربکف ہوکر شہادت گاہ میں حاضر
تیرے پیغام کی آیات ہیں ان کی زبانوں پر
مدار قسمت توحید ہے ان چند جانوں پر

اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کرڈالا
زمین پر کون ہے پھر دین حق کو پوچھنے والا
الٰہی اب وہ عہد لیلۃ المعراج پورا کر
محمدؐ سے جو وعدہ ہوچکا ہے آج پورا کر

سرکار دوعالم ﷺ کی اس گریہ زاری اور آہ بکا کو دیکھ کر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا وہ آپ سے سجدے میں ہی لپٹ گئے اور عرض کرنے لگے۔ حضورؐ سر سجدہ سے اٹھائیں۔ خدا کی مدد آگئی ہے!

فاخذ ابوبکر بیدہ فقال حسبک فخرج وھو یقول سیھزم الجمع ویو لون الدبر .

حضرت ابوبکر نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا کہ آپ کو اللہ کافی ہے۔ آپ نے دعا ختم فرمائی اور زبان پر جاری تھا کہ عنقریب کافروں کی یہ جماعت شکست کھائے گی اور پشت پھیر بھاگے گی !

خطیب کہتا ہے

عریش میں ایک نبیؐ تھا اور دوسرا صدیقؓ
اس وقت خاص میں جب کہ **لایسعنی فیه ملک مقرب ولانبی مرسل**
صدیق کی ایک نمایاں شان ہے کہ اس میں بھی محبت وخلوص کا نمایاں کردار ادا کیا۔

لوگوں نے ایک سجدہ یاد رکھا جس میں
حسینؓ نبیؐ کے سجدہ سے کھیلا تھا !
لیکن
بدر کے سجدہ کو بھلا دیا جس میں
صدیقؓ نے سجدے کی حالت میں نبیؐ سے کہہ دیا
کہ حضورؐ سر اٹھا لیجئے......................وہ خدا کی مدد آ گئی۔

نصرت خداوندی کی خبر صدیقؓ نے نبیؐ کو دی
صدیقؓ تیرے قربان آپ نبیؐ کی تصدیق کرتے ہیں

اور بدر میں نبیؐ نے تیری تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ

ابشر یا ابابکر اتاک نصر الله هذا جبرائیل اخذ بعنان فرسه یقوده علی ثنایاه الغبار .

اے ابوبکر تجھ کو بشارت ہو تیرے پاس یہ اللہ کی مدد آ گئی ۔ یہ جبریل انہیں گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے ہیں۔ دانتوں پر ان کے غبار ہے

حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ **کفاک مناشدتک ربک فانه سینجز لک ماوعدک (مسلم)**

اے محبوب بس کریں اتنی مناجات کافی ہے۔

یہ وہی کہہ سکتا ہے جو فنا فی التوحید اور فنا فی الرسول ہوا۔

سبحان اللہ

مزاج شناس نبوت نے آج اپنے رب کے ارادوں کو بھانپ لیا اور محبوب کا ہاتھ پکڑ کے کہا کہ بس کرو۔ رب راضی ہو گیا اور اس کی نصرت آ گئی۔ ایک اور مسئلہ بھی ہو گیا!

آج نور بشر کی قیادت میں جنگ کرنے آ گیا۔ بدر میں نوری فرشتے صحابہ کے ساتھ مل کر جنگ کرتے رہے۔ یوں میرے مصطفےؐ کی سیادت وقیادت کا علم فرش وعرش پر بلند ہو گیا !

اقبال نے کیا خوب کہا ہے

تو مرد میداں تو میر لشکر
نوری حضوری ہیں تیرے سپاہی
کچھ قدر تو نے اپنی نہ جانی
یہ کم نگاہی یہ بے سوادی
فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا

مگر اس میں ہوتی ہے محنت زیادہ

مدد کا اعلان ہوتا ہے کہ

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ. وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَاالنَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ.

یاد کرو اس وقت کو، جب تم اللہ سے فریاد کر رہے تھے! پس اللہ نے تمہاری دعا قبول کی کہ میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا! جو یکے دیگرے آنے والے ہوں گے! اور انہیں بنایا اللہ نے اس مدد کو محض تمہاری بشارت اور خوشخبری کے لئے اور اس لئے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور حقیقت میں یہ مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے!

آپ اسی وقت چھپر سے باہر تشریف لائے اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے تھے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ.

عنقریب کافروں کی یہ جماعت شکست کھا جائے گی اور پشت پھیر کر بھاگے گی!

بس نقشہ ہی بدل گیا۔ صحابہ کے قدرت نے دل بڑھا دیئے حوصلے بلند کر دیئے اور دشمن کی صفوں میں عجیب افراتفری اور بے یقینی کی فضا طاری ہوگئی۔

میرے محبوب نے صحابہ کی صفیں باندھیں تو ایک عجیب منظر دکھائی دے رہا تھا جس کا نقشہ حفیظ کی زبانی سماعت فرمائیں۔

صفیں باندھے کھڑے تھے ایمان والے بھی
خدا والے بھی محمدؐ والے بھی قرآن والے بھی
نمائش تھی نہ شوکت تھی نہ گھوڑے تھے نہ جوڑے تھے
نہ کلغی تھی نہ طرہ تھا کمندیں تھیں نہ کوڑے تھے
اگرچہ عرش پیما ہمت مردانہ تھی ان کی

فقیرانہ تھا ملک وضع درویشانہ تھی ان کی
نماز عجز کے سجدے تڑپتے تھے جبینوں میں
چٹانوں کی طرح مضبوط دل رکھتے تھے سینوں میں
نہ تیغ نہ تیر پر تکیہ نہ خنجر پر نہ بھالے پر
بھروسہ تھا تو اک سادی سی کالی کملی والے پر

نبیؐ کے ہاتھ پھر دعا کے لئے اٹھ گئے

اللھم انھم حفاۃ فاعملھم وعراۃ فالبسھم وجیاع فاشبعھم وعاتلۃ فاغنھم من فضلک !

اے میرے پروردگار یہ لوگ پا پیادہ ان کو سوار کر دے یہ لوگ برہنہ ہیں۔ان کو لباس پہنا۔یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کر یہ نادار ہیں۔ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے!

خطیب کہتا ہے

ایک طرف روشنی	ایک طرف ظلمت
ایک طرف صفائے قلب	ایک طرف قدرت
ایک طرف صداقت	ایک طرف طاقت
ایک طرف تحمل	ایک طرف حماقت
ایک طرف تعمیر	ایک طرف تخریب
ایک طرف مومن	ایک طرف مشرک
ایک طرف تقدیر والے	ایک طرف شمشیر والے
ادھر ایمان صف آرا	ادھر شیطان صف آرا

اعلان خداوندی ہوا کہ **ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلہ**

معرکہ بدر کی چند جھلکیاں

حضرات گرامی! سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ وعتبہ آمنے سامنے آئے عتبہ کو اپنے حسب نسب اور

قوت بازو پر بہت ناز تھا۔اس نے آتے ہی حضرت حمزہؓ کو للکارا اور نہایت تیزی سے حضرت حمزہؓ کے سر پر وار کر دیا۔حضرت حمزہؓ نے تکبیر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اس کے وار کو روکا۔

صدا تکبیر کی آئی زمین بدر تھرآئی
پلک جھپکی کھلی آنکھیں تو یہ صورت نظر آئی
پڑی تلوار فولادی سپر کے ہوگئے ٹکڑے
سپر سے تا بہ سر پہنچی تو سر کے ہوگئے ٹکڑے
گلو میں بھی نہ اٹکی سینہ کاٹا دل جگر کاٹا
لہو چاٹا جگر کا بند زنجیر کمر کاٹا
گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی
زرہ بکتر کے بندھن اور کڑیاں کاٹ کر نکلی
یہ تیغ حمزہؓ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے
زمیں پر آرہی کرکے دو ٹکڑے جسم ناری کے
یہ برق نور تھی باطل کا قصہ پاک کرآئی
گری یک لخت اور دولخت کرکے خاک پر آئی
گری جب خاک پر دوٹکڑے ہوکر لاش خود سرکی
دہان شیر سے نکلی صدا اللہ اکبر کی

سیّدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ولید کو ایک عظیم مقابلے کے بعد زمین پر ڈھیر کر دیا۔حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے مقابلے پر تھے۔شیبہ آخر حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ کے واروں سے جہنم رسید ہوگیا۔دشمنوں پر ایک عجیب رعب طاری ہوگیا ابو جہل عجیب سراسمیگی کے عالم میں مشرکین کی ہمت بڑھا رہا تھا۔آخر ابو جہل کی بھی باری آگئی۔

معوذؓ اور معاذؓ میدان میں

وہی دو بچے جن کو کم عمری کی وجہ سے چھوڑا جا رہا تھا وہ اچانک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے

قریب آئے اور آکر آہستہ سے پوچھا کہ چچا جان ابوجہل کہاں ہے!

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف فرماتے ہیں کہ میں جس مقام پر کھڑا تھا۔ میں نے سوچا کہ اپنے ارد گرد کا جائزہ لوں، اگر میدان کارزار میں کسی ساتھی کی ضرورت پڑی تو اس کو آواز دے دوں گا۔ مگر کیا دیکھتا ہوں

نظر آئیں مجھے دو سادہ رو معصوم تصویریں
ابھی نو عمر تھے دونوں کے ہاتھوں میں تھیں شمشیریں
بہت شائستہ خوش اطوار کم عمرو حسیں دونوں
فرشتوں کی طرح آئے تھے بالائے زمیں دونوں
ابھی میں اپنی حالت پر نہ تھا کچھ سوچنے پایا
کہ اک جانب سے لڑکا دوڑ کر میری طرف آیا
نہایت رازداری سے نشاں ابوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ نشاں پوچھا

عبدالرحمٰنؓ بن عوف فرماتے ہیں بیٹا تم نے ابوجہل کو کیا کہنا ہے؟

قسم کھائی ہے کہ مرجائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

....

میں نے کہا بیٹا وہ دیکھو............وہ جو لوگوں کو بار بار بلا رہا ہے۔ وہ جو مشرکین کو چلا چلا کر آوازیں دے رہا ہے۔ وہ ابوجہل ہے لیکن بیٹا

حفاظت کر رہا ہے گرد اس کے فوج کا دستہ

انہوں نے کہا چچا جی

یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

یہ کہہ کر معوذؓ اور معاذؓ شیر کی طرح ابوجہل پر حملہ آور ہوئے ہیں اور اس کو پل بھر میں بے بس کر کے زمین پر ڈھیر کر دیا۔

خطیب کہتا ہے

اللہ اکبر ....خدا کام لینے پر آئے تو بچوں سے ابوجہل کو **فی النار و السقر** کر دے۔

مچھروں سے نمرود کو تباہ و برباد کرا دے

مکڑی سے غار پر جالا بنوا دے

ایک چڑیا سے آتش نمرود پر پانی ڈلوا دے

اور ابابیلوں سے ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں کو مروا دے

....

نہ کام لے نوح علیہ السلام کے بیٹے کا مقدر بجھا دے

ابراہیم علیہ السلام کے والد کو ایمان سے کورا رکھوا دے

ابو طالب کو دامن رحمت سے جدا کرا دے

یہ قدرت کے فیصلے ہیں ان کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا

....

ابوجہل تو گر پڑا مگر عکرمہ نے ایک شدید وار کر کے حضرت معاذؓ کے شانے سے بازو کاٹ دیا۔ تھوڑا سا چمڑہ بازو کے ساتھ رہ گیا۔ حضرت معاذؓ اسی طرح پورا دن جہاد کرتے رہے۔ شام کو جب اس بازو نے درد کی ٹیسوں سے تنگ کر دیا تو بازو کو پاؤں کے نیچے لے کر تن سے جدا کر دیا ....اور فرمایا جو جسم کا حصہ جہاد سے روکے، اسے جسم سے الگ کیا جا سکتا ہے۔ مگر جہاد کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

خطیب کہتا ہے

حضرت معاذؓ پوری امت کو سبق دے گئے

جو جسم کا حصہ جہاد سے روکے اسے جسم سے الگ کر دیا جائے

اور جو فرقہ امت کو جہاد سے روکے اس کو امت سے جدا کر دیا جائے۔ یعنی الگ کر کے اقلیت قرار دے دیا جائے۔

اللہ اللہ کیا سبق صحابہ نے دے دیا

حضرات گرامی! سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے مٹی کو مٹھی بھر کر کافروں کی طرف شاہت الوجوہ پڑھتے ہوئے پھینکی تو مشرکین کے چہرے جھلس گئے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ افراتفری کے عالم میں بھاگنا شروع کر دیا۔ ایک دوسرے کو روندنے لگ گئے۔ فرشتوں کے پے در پے وار سے مشرکین کی صفیں تتر بتر ہو گئیں......اور بلآخر فتح و نصرت سے مسلمانوں کو سرفراز کر دیا گیا............اور کفر کی کمر ٹوٹ گئی۔ اسلام کا بول بالا ہو گیا۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

دوسرا جمعہ رمضان

سیّدنا علیؓ اور ان کی شہادت

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

عن علیؓ قال دعانی رسول اللہ ﷺ فقال یا علی انّ فیکم مثلاً من عیسیٰ ابغضتہ الیھود و حتّی بھتوا امّہ و احبّتہ انصارٰی حتّی انزلوہ بالمنزل الذّی لیس بہ الا وانّہ یھلک فی اثنان محبّ مفرط یفرظنی بما لیس فی و مبغض مفتر یحملہ شنآنی علی ان یبھتنی. (تاریخ الخلفا)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایک دن حضورؐ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اے علیؓ؟ تیری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ ان سے یہود نے دشمنی کی حتیٰ کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھا! اور نصارٰی نے ان سے محبت کر کے اس مقام پر پہنچایا۔ جو ان کیلئے نہیں تھا۔ میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہوں گے، ایک محبت میں غلو کرنے والا اور دوسرا گستاخ گروہ

حضرات گرامی! رمضان شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہادت کا درجہ حاصل کیا تھا۔ اس لئے میرا معمول ہے کہ اس مہینہ میں ایک خطبہ فضائل سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ پر دیا کرتا ہوں، تا کہ آپ حضرات کے سامنے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شان اور فضائل کا تذکرہ بھی آ جائے اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے جو عقیدت و محبت اہل سنت کے دلوں میں موجزن ہے وہ بھی روز روشن کی طرح عوام کے سامنے آ سکے!

اس وقت جو حدیث میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھی ہے اس میں سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا ہے کہ تیری وجہ سے دو طبقے گمراہی کا شکار ہوں گے!

غالی محبّ

غالی گستاخ

جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں دو طبقوں نے جنم لیا۔

غالی محبّ

غالی گستاخ

الحمدلله ....ہم اہل سنت والجماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان عقیدتمندوں اور محبت کرنے والوں میں شامل ہیں جنہیں نہ تو عیسائیوں جیسی محبت ہے کہ حضرت علیؓ کو خدا اور مشکل کشا بنا دیں اور نہ ہی اس گستاخ کی طرح بے ادب ہیں جو سرے سے حضرت علیؓ کے فضائل کے منکر ہو گئے

حضرات گرامی! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل پر جب میں نظر ڈالتا ہوں تو چند فضائل ان میں ایسے نظر آتے ہیں جو انفرادی طور پر ان ہی کی ذات گرامی کا حصہ ہیں اور اہل سنت والجماعت دل و جان سے ان فضائل و مناقت کو اپنے ایمان کی زینت بناتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ سب فضائل اہل سنت کی حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں اور سنی طالب علم کو اس وقت تک فراعت کی سند نہیں دی جاتی جب تک ان احادیث کی کتابوں کو نہیں پڑھ لیتا۔ اس کے باوجود غالیوں کو ضد ہے کہ اہل سنت حضرت علیؓ کے فضائل کو مانتے نہیں۔ (معاذ اللہ)

حضرت علیؓ کا ایمان

حضرات گرامی! حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو طالب کے فرزند ارجمند ہیں۔ ابو طالب چونکہ کثیر العیال تھے۔ اس لئے سرکار دو عالم ﷺ نے ان کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔ اس طرح بچپن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی تربیت میں رہے۔ آپ دس سال کی عمر میں تھے جب سرکار دو عالم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا۔ چونکہ آپ چھوٹے تھے اور اپنے فیصلے خود نہیں کر پاتے تھے اس لئے حضور ﷺ نے جب آپ کو اعلان نبوت کے بعد ایمان اور اسلام کی دعوت دی تو آپ نے عرض کیا کہ مجھے آپ کے دعویٰ نبوت کی صداقت دل و جان سے قبول ہے مگر ابی طالب سے پوچھ کر اعلان کروں گا۔ چنانچہ دوسرے دن آپ نے اپنے اسلام اور ایمان کا اعلان فرما دیا۔ اس طرح اپنے ہم عمروں میں یعنی بچوں میں سب سے پہلے

ایمان کی سعادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میسر آئی۔ غالبًا والد سے پوچھنے کا یہ معنی ہوسکتا ہے کہ انہیں بھی اپنے ساتھ ہی حضورؐ کی غلامی کے لئے آمادہ کیا جائے، مگر یہ اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں تھا ؟

خدا کی شان ہے کہ بیٹا شیر خدا بنتا ہے اور باپ محروم رہتا ہے۔ خدا کے فیصلے خدا ہی جانے۔

خطیب کہتا ہے

حضرت علیؓ............کا بچپن میں حضورؐ کی تربیت میں جانا

عظمت علیؓ کی بین دلیل ہے !

علیؓ کی نبیؐ نے تربیت کی !

نمازوں میں حضورؐ کی تربیت

جہاد میں حضورؐ کی تربیت

عبادت میں حضورؐ کی تربیت

ریاضت میں حضورؐ کی تربیت

شجاعت میں حضورؐ کی تربیت

سخاوت میں حضورؐ کی تربیت

عقائد میں حضورؐ کی تربیت

اخلاق میں حضورؐ کی تربیت

اطوار میں حضورؐ کی تربیت

غرضیکہ

علی درس گاہ نبوت کا تربیت یافتہ نوجوان تھا
آپ کے ایمان لانے سے بچوں میں تبلیغ کا راستہ کھل گیا

سبحان اللہ

ہجرت رسولؐ اور حضرت علیؓ

ہجرت مدینہ سرکار دوعالم ﷺ کی زندگی کا ایک بہت ہی کٹھن اور دشوار مرحلہ تھا اس میں سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علیؓ دونوں کا کردار مثالی تھا۔مشرکین مکہ جب سرکار دو عالم ﷺ کے جوش تبلیغ اور آپ کی دن رات بڑھتی ہوئی مقبولیت کا مقابلہ نہ کر سکے تو انہوں نے دارالندوہ میں میٹنگ بلائی کہ محمد (ﷺ) کے بڑھتے ہوئے دینی اور روحانی سیلاب کو روکنے کی مؤثر تدبیر کی جائے۔چنانچہ مختلف تجاویز کے بعد متفقہ طور پر یہ قرارداد پاس کی گئی............کہ تمام قبائل میں سے ایک منتخب اور سربرآوردہ شخص لیا جائے اور یہ تمام مل کر متفقہ طور پر محمد (ﷺ) کو قتل کر ڈالیں اس طرح کسی ایک قبیلہ کے ذمہ یہ قتل نہیں ڈالا جاسکے گا، بلکہ اس میں تمام قبائل کی شرکت مسئلہ کی سنگینی کا احساس کم کردے گی ۔ چنانچہ ادھر مشرکین نے اپنے ہاں حضورؐ (ﷺ) کو ختم کرنے کا (معاذ اللہ) فیصلہ کیا اور ادھر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو دشمن کے ارادوں سے باخبر فرمایا۔سرکار دو عالم ﷺ جس کاشانہ مبارک میں رات کو آرام فرماتے تھے۔قریش اور مشرکین نے رات کو اس کا محاصرہ کرلیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اس امتحان کی دشوار اور کٹھن گھڑیوں میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے جب کفار کے محاصرے کو دیکھا تو عرض کیا کہ حضورؐ مشرک آ گئے ؟

آواز آئی کہ وہ تو اب آئے ہیں۔بچانے والا پہلے ہی موجود ہے! سرکار دو عالم ﷺ کی امانت و دیانت سرزمین مکہ میں ضرب المثل بن گئی تھی۔اس لئے آپ کے خون کے پیاسے بھی اپنا دنیاوی مال، سونا چاندی حضورؐ کے پاس بطور امانت رکھا کرتے تھے۔ان کو یقین تھا کہ ان کا مال اگر کسی کے ہاں محفوظ رہ سکتا ہے تو وہ حضورؐ کی ذات گرامی ہی ہوسکتی ہے، چنانچہ پورے مکے کے لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس جمع تھیں۔آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ علیؓ تم رات میرے بستر پر گزارو اور مکہ والوں کی امانتیں واپس کر کے پھر ہجرت کرنا !

وامر عليا ان يبيت فى مضجعه تلک اليلة فبات فيه علی وتغشى بردا احمر حضر ميا كان رسول الله ﷺ ينام فيه . (طبقات کبریٰ)

اور حکم دیا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو کہ آپ میرے بستر پر رات گزاریں۔حضرت علیؓ نے حکم کے مطابق وہیں رات گزاری اور آپ حضرمی سرخ رنگ کی چادر اوڑھ کر سو گئے جس میں رسول ﷺ سویا کرتے تھے

خطیب کہتا ہے

علیؓ تلواروں کے سائے میں رات بھر بستر رسولؐ پر سویا
علیؓ نے رات بھر دشمن کے ہاتھوں موت کا مقابلہ کیا
علیؓ نے محبت وعظمت رسولؐ کے لئے جان دینے کی بنیاد رکھ دی
علیؓ نے اپنی جان کو حکم رسالت پر قربان کرنا سعادت سمجھا

اور

رسولؐ نے علیؓ کو با اعتماد سمجھتے ہوئے اپنا بستر علیؓ کے حوالے کیا۔

اس میں بھی نکتہ ہے

کہ انسان تمام فراغتیں حاصل کر کے آخر میں بستر پر جاتا ہے اسی طرح حضرت علیؓ نے تمام خلفاء کی خدمت کر کے آخر میں تاج خلافت پہنا۔ !

جس طرح بستر پر جانا انسان کے مشاغل کا آخری عمل ہوتا ہے۔ اسی طرح علیؓ کا مسند خلافت پر آخر میں جانا اسی عملی ترتیب کو قائم رکھنا تھا !

تلواروں کے سائے میں وہی ہو سکتا ہے جو اپنی جان سے عزیز اپنے محبوب کے حکم کو سمجھتا ہو۔!

کافروں نے اس رات بھی علیؓ کو رسولؐ سمجھا

اور رات بھر نکلنے کا انتظار کرتے رہے۔

اور آج بھی علیؓ کو رسولؐ سمجھتے ہیں ؟
کیسی مطابقت ہے آج میں اور کل میں
چادر رسولؐ علیؓ پر

اور

خود رسولؐ دوش صدیقؓ پر
نبیؐ نے امانتیں علیؓ کے سپرد کیں

اور

خدا نے اپنی امانت (یعنی رسولؐ) کو صدیقؓ کے سپرد کیا!

جو رسولؐ مشرکین مکہ کی امانتیں غصب نہیں کرتے

وہ

علیؓ کی خلافت غصب کر کے کس طرح صدیق کو دے سکتے تھے۔

علیؓ رسولؐ کے بستر پر سویا

اور

رسولؐ صدیقؓ کی گود میں سویا

واہ علیؓ تیری شان کے قربان جاؤں ہجرت کی رات کو محبت رسالت اور عشق رسالت کا حق ادا کر دیا۔

(سبحان اللہ)

فلما اصبحو اقام علی عن الفراش فسئلوه عن رسول الله ﷺ فقال لا علم لی به.

جب صبح ہو گئی تو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے۔ کافروں نے آپ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟

آپ نے فرمایا مجھے علم نہیں ہے !

حضرت علی رضی اللہ نے

سچ فرمایا تھا کیونکہ اگلا پروگرام کیا تھا ؟

اس کا علم یا خدا کو تھا !

یا مصطفٰی کو تھا !

یا صدیق کو تھا !

اللہ اکبر اس لئے علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے آپ کے بارے میں اب علم نہیں ہے، کیونکہ اب میری ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے۔ سیکرٹری بدل چکے ہیں۔

رات کے کچھ حصے کا سیکرٹری علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھا

اور دوسرے حصے کا سیکرٹری ابوبکر صدیقؓ تھا

علیؓ امتحان میں کامیاب ہوئے

حضرات گرامی ! ہجرت کا یہ مرحلہ بھی انتہائی کٹھن اور دشوار تھا، لیکن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو اس قدر جرأت اور بہادری سے نبھایا کہ پوری دنیا میں آپ کی دھوم مچ گئی ! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ مرتضیٰ سرکار دوعالم ﷺ کے انتہائی بااعتماد اور جانثار ساتھی تھے جن کی خدمات ہمیشہ اہل دل عزیمت واستقلال کی دنیا میں یاد رکھیں گے !

حضرت علیؓ اور معرکہ بدر

بدر میں شرکت اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر مقبول ومحبوب ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ

مَاشِئتُم قَدْ غَفَرتُ لَكُمْ وَ بَدَّلتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ.

جو چاہو کرو آج کے بعد تمہاری تمام لغزشوں کو معاف کر دیا گیا اگر (بالفرض) تم سے کوئی فرو گزاشت بھی ہوئی تو تمہاری اس فروگزاشت کو بھی نیکی بنا کر تمہارے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا ۔حضرت علیؓ بدر میں شریک ہوئے اور اس میں آپ کا ولید بن عقبہ سے اس قدر شدید مقابلہ ہوا کہ تاریخ بدر میں اس کی تاریخی حیثیت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثبت ہوگئی اور سرزمین بدر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ اور معرکہ حق وباطل میں آپ کا دلیرانہ کردار ہمیشہ یادرہے گا۔ حفیظ اس معرکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی داستان اپنے موثر پیرایہ میں یوں بیان کرتا ہے۔

ادھر حمزہؓ کے ہاتھوں عقبہ فرش خاک پر لیٹا

علیؓ سے تھا ادھر تیغ آزما مقتول کا بیٹا

بدر کے خون سے منہ ہوگیا غصے میں لال اس کا

بھڑک اٹھا بدن پر مثل شعلہ بال بال اس کا

علیؓ اس شان سے روک رہے تھے اس کے واروں کو

کہ ہوتا تھا تعجب نوجوان پر پختہ کاروں کو
یکایک وار خالی دے کے حیدر کو جلال آیا
کہ نازک وقت گزراجارہا ہے یہ خیال آیا
کیا نعرہ ! ہمارا بھی تو لے اک وار او کافر
سنبھل دیکھ آئی یہ اللہ کی تلوار او کافر
صدائے شیر حق سے چھائی ہیبت قلب دشمن پر
سپر اٹھنے نہیں پائی کہ آئی تیغ گردن پر
نہ پائی دیکھنے والی نگاہوں نے بھی آگاہی
کب اٹھی کب گری کیسے پھری تیغ یداللّٰہی
کمال ضرب پر حمزہ کے منہ سے مرحبا نکلی
صف اسلام سے اللہ اکبر کی صدانکلی
نوید فتح ٹکرائی زمینوں آسمانوں سے
کہ اترا بار سراک ہستی باطل کے شانوں سے

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بدر میں ادھر تو دشمنوں کا مقابلہ کررہے تھے اور ادھر بار بار سرکاردوعالم ﷺ کو بھی دیکھتے آتے تھے کہ میرے محبوب کا کیا حال ہے !

چنانچہ آپ نے ارشادفرمایا کہ میں تین بارآپ کی طرف آیااورآپ سربسجود تھے اور یا حی یا قیوم کہتے جاتے تھے !

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ میدان بدر میں جہاد بھی کررہے تھے اور عشق رسالت کے بے قراریاں جب آپ کومضطرب کردیتی تھیں تو سرکاردوعالم ﷺ کی زیارت کیلئے بھی بے تابانہ آتے تھے !

اس طرح حضرت علیؓ جریدہ عالم پراپنانام ثبت کرگئے۔

نبیؐ نے اپنی چہیتی بیٹی کا رشتہ علیؓ کو دیا

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو جہاں اور بہت سے اعزاز حاصل ہیں۔ وہیں پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح سرکاردوعالم ﷺ کے داماد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جو خاندان نبوت میں آنحضرت ﷺ کو بہت ہی محبوب اور پیاری تھیں۔ ان کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سیّدہ فاطمہ سے نکاح پر اتنا بڑا اعزاز ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک چمکتا ہوا آفتاب ہے !

عن ابی سعید الحذریؓ قال رسول اللہ ﷺ ماتزوجت شیئا من نسائی ولا زوجت شیئامن بناتی الا بوحی جاء نی بہ جبرائیل عن ربی (زرقانی)

حضرت ابی سعید حزری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اگر کسی عورت سے نکاح کیا ہے یا اپنی کسی بیٹی کا رشتہ کیا ہے۔ وہ سب خدا کے حکم سے کئے ہیں

....

خطیب کہتا ہے

حضرت علیؓ کا رشتہ فاطمہؓ سے خدا کی منظوری سے ہوا

حضرت عثمانؓ کا رقیہ اور ام کلثومؓ سے رشتہ خدا کی منظوری سے ہوا

حضورؐ کا سیّدہ عائشہؓ اور حفصہؓ سے رشتہ خدا کی منظوری سے ہوا

سبحان اللہ

علیؓ نبیؐ کا داماد ہے

اور

نبیؐ صدیقؓ و عمرؓ کا داماد ہے

علیؓ کو رشتہ نبیؐ نے دیا

نبیؐ کو رشتہ صدیقؓ نے دیا

مزے کی بات یہ ہے

نکاح کی رقم علیؓ کو عثمانؓ نے دی

جہیز کا سامان علیؓ کو صدیقؓ نے خرید کر دیا

سبحان اللہ

یہ صحابہ کرام میں باہمی محبت والفت تھی۔

فاتح خیبر علیؓ

خیبر کی جنگ بھی ایک نمایاں مقام رکھتی ہے اس میں حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو سرکار دوعالم ﷺ نے ایک نمایاں اعزاز بخشا۔ جو نبیؐ کا معجزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے۔ کئی دن تک محاصرہ جاری رہا، مگر خیبر کے فتح ہونے کی نوبت نہیں آرہی تھی۔ ایک دن سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

عن سهل بن سعد (رضی الله عنه) ان رسول الله ﷺ قال يوم خيبر الا اعطين هذه الراية غدا رجلا يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله قال فبات الناس يتذكرون ليلتهم ايهم يعطاها فلما اصبح الناس غدوا على رسول الله ﷺ كلهم يرجون ان يعطاها فقال اين على بن ابى طالب فقالوا هويارسول الله يشتكى عينيه قال فارسلوا اليه فاتى به فبصو رسول الله ﷺ فى عينيه ودعا له فبراء حتّٰى كان لم يكن به وجع فاعطاه الراية . (بخاری)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خیبر کے دن کہ کل کو یہ جھنڈا ایسے آمی کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا۔ وہ شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت فرماتے ہیں فرمایا............ کہ تمام رات لوگ اس بات کا تذکرہ کرتے رہے کہ دیکھئے کل یہ جھنڈا کس کو ملتا ہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو ہر شخص کو تمنا تھی کہ یہ جھنڈا مجھے ملے مگر سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ علیؓ بن ابی طالب کہاں

ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ آنکھیں کے مریض ہیں۔آپ نے ان کی طرف آدمی بھیجے اور وہ حاضر ہوئے۔ پھر لعاب دہن حضورؐ نے علیؓ کی آنکھوں پر لگایا اور ان کے لئے دعا فرمائی ۔حضرت علیؓ کو شفاء ہوگئی۔ گویا کہ انہیں درد کی شکایت نہیں تھی ! پھر آپؐ نے وہ جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا فرمادیا۔

خطیب کہتا ہے

نبیؐ نے فرمایا کہ کل جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا

جو خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہے اور خدا رسولؐ اس سے محبت رکھتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو نمایاں کرنا مقصود تھا! تا کہ لوگ علیؓ سے صحیح محبت کریں !

خدا اور رسولؐ کی محبت کی طرح حدود ہیں۔

اسی طرح علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی محبت کی بھی حدود ہیں۔

حدود سے تجاوز نہ نبیؐ کی محبت میں جائز ہے

حدود سے تجاوز نہ علیؓ کی محبت میں جائز ہے۔

محبت کے پیمانے وہ نہیں ہوں گے !

جو میں اور آپ بنائیں۔محبت کے پیمانے وہ ہوں گے

جو خدا رسولؐ نے خود امت کو عطا فرماتے ہیں۔

سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخدو اقبور انبیاء ھم مساجد !**

خدا کی لعنت ہو یہودیوں اور نصرانیوں پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا !

معلوم ہوا کہ جس طرح یہودی اور نصرانی انبیاء علیہم السلام کی محبت میں تجاوز کر کے ان کی قبروں کو سجدہ کرنے لگ گئے ۔اسی طرح بعض گمراہ فرقے حضرت علیؓ کو خدا کے اختیارات کا مالک۔مشکل کشا۔حاجت روا۔اور تمام کائنات کا مختار تک کہنے لگ گئے ہیں جوان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات سے غالیانہ محبت ہے جسے اسلام کسی صورت بھی روا نہیں رکھتا !

خیبر کی فتح......................................**یفتح الله علی یدیه**

خدا کی عطا کردہ فتح تھی

ہاتھ علیؓ کا تھا......................................نصرت خدا کی تھی

اندھا سمجھا......................................سب کچھ علیؓ نے کیا

آنکھ والے نے سمجھا......................................کہ سب کچھ اللہ نے کیا ہے۔

معجزہ اور کرامت ہوتا ہی یہی ہے
کہ ہاتھ نبیؐ اور ولی کا ہوتا ہے
اور طاقت میرے خدا کی ہوتی ہے

سبحان اللہ

سرکار دو عالمؐ کا لعاب دہن !

یہ لعاب دہن تھا یا شفا کا خزانہ ؟

صدیقؓ کی آنکھ پر لگا تو درد دور ہو گئی

اور

جابرؓ کی ہنڈیا میں گیا تو کھانے میں اضافہ ہو گیا

کنوئیں میں پڑا تو کنواں میٹھا ہو گیا

مرحب اور حضرت علیؓ

حضرات گرامی ! حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول خدا ﷺ کے عطا کردہ علم کو لے کر چلتے ہیں، تو راستے میں مرحب سے ملاقات ہوتی ہے جو خیبر کا مانا ہوا طاقتور جنگجو پہلوان تھا۔ اس نے حضرت علیؓ کو للکارا کہ لڑنے سے پیشتر مجھ سے کشتی کر لو۔ آپ نے فرمایا جلدی کرو۔ تمہارا یہ فخر بھی ختم ہو جائے کہ تمہارے مقابلے کا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ بڑے فخر سے میدان میں اترا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بچھاڑ دیا ! وہ بے اختیار بول پڑا کہ

یہ شکست فاش مجھ کو آج پہلی بار ہے

معلوم ہوتا ہے کہ تو ہی حیدر کرار ہے

مرحب کا غرور تو ٹوٹ چکا تھا، مگر اس نے اپنی خفت مٹانے کے لئے پھر للکارا۔

قد علمت خیبر انی مرحب . شاک السلاح بطل مجرب

خیبر مجھے جانتا ہے کہ مرحب ہوں، ہتھیار اٹھانے والا تجربہ کار بہادر۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کی للکار کے جواب میں نہایت بہادری سے فرمایا کہ

اناالذی سمتنی امی حیدرہ

کلیث غابات کریہ المنظرہ

میں وہ ہوں کہ جس کا نام میری ماں نے شیر رکھا ہے۔ جنگل کے شیر کی طرح نہایت مہیب ہوں۔

فغلق راس مرحب باالسیف و کان الفتح علی یدیه

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار سے مرحب کا سر دو ٹکڑے ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح فرما دیا۔ اس لئے آج حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاتح خیبر کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اعزاز کو دل و جان سے جانتے ہیں۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

مدینے کی امارت علیؓ کے سپرد

سرکار دو عالم ﷺ جب غزوہ تبوک تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ گئے تا کہ مرکز اسلام میں رہنے والے بوڑھوں، معذوروں مستورات اور بچوں کی نگہداشت کے فرائض بخوبی سرانجام دیے جا سکیں!

ان رسول اللہ ﷺ خرج الی تبوک فاستخلف علیا قال اتخلفنی فی الصبیان والنساء قال الا ترضٰی ان تکون منی بمنز لة ھارون من موسیٰ الا انه لیس نبی بعدی (بخاری)

رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف کے گئے تو حضرت علیؓ کو مدینہ کا امیر مقرر

فرمادیا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں کا امیر بنا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے علیؓ تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تیری حیثیت وہی ہو جو ہارون کی موسٰی کے ہاں تھی، مگر سوائے نبوت کے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔!

خطیب کہتا ہے

مدینہ کی امارات بہت بڑا اعزاز تھا جو حضرت علیؓ کو ملا

مدینہ کی حفاظت بھی اسی قدر ضروری تھی جس طرح دوسرے شعائر اسلام کی۔

مدینہ علیؓ کی نگاہوں کا مرکز بن گیا !

جس طرح موسٰی علیہ السلام عبادت کے لئے جاتے ہوئے حضرت ہارون کو خلیفہ بنا گئے۔

اسی طرح سرکار دو عالم ﷺ تبوک جاتے ہوئے حضرت علیؓ کو مدینہ کا امام بنا گئے !

جس طرح اہل مدینہ کو حضرت علیؓ کی سیادت پر فخر تھا۔

اسی طرح اہل سنت کو بھی حضرت علیؓ کی سیادت پر فخر ہے۔

مدینہ میں حضرت علیؓ کو امارت دینا اشارہ تھا۔

ان کی خلافت کا!

نبی کو غسل علیؓ نے دیا

حضرات گرامی ! جب سرکار دو عالم ﷺ نے اس دنیا سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی تو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب اور قدوسی صفات نفوس میں شامل تھے۔ جنہوں نے سرکا دو عالم ﷺ کے جسد اطہر کو غسل دیا تھا۔ یہ سعادت اس قدر اعلٰی وارفع ہے کہ اس پر جتنا فخر اور ناز کیا جائے وہ کم ہے۔

عن عامرؓ قال غسل رسول الله ﷺ علی ابن ابی طالب والفضل ابن عباس واسامة بن زیدو کان علی یغسله ویقول بابی انت وامی طبت میتا وحیا .

(طبقات ابن سعد)

حضرت عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے غسل دیا۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) غسل دیتے ہوئے فرمارہے تھے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ زندگی اور موت دونوں میں پاکیزہ اور مقدس شخصیت ہیں۔

خطیب کہتا ہے

سرکار دوعالم ﷺ کو غسل دینے کا شرف حضرت علیؓ کو حاصل ہوا۔

غسل جسد رسولؐ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے!

حضرات گرامی! آپ حضرات کے سامنے میں نے ان فضائل کا تذکرہ کیا ہے۔ جو حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے ان فضائل کو اور بھی تابناک بنادیتے ہیں۔ الحمدللہ اہل سنت والجماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان فضائل اور دوسرے بے شمار مناقب کی وجہ سے اپنے دل میں ان کی محبت اور عقیدت کا والہانہ جذبہ رکھتے ہیں، بلکہ آپ کی محبت کو ایمان ویقین کا حصہ سمجھتے ہیں۔ جس طرح ہر صحابی رسولؐ سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

لیکن میں آپ حضرات سے یہ گزارش کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم نہ تو محبّ مفرط (غالی محبّ) ہیں اور نہ ہی (مبغض مفتر) (غالی گستاخ) ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں طبقوں سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے!

غالی محبّ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انبیاء سے بھی بلند و بالا سمجھتا ہے، بلکہ بعض جاہل شاعر تو آپ کو خدائی کے تمام اختیار عطا بھی کرتے ہیں۔ نبی ولی تو ان کے ہاں حضرت علیؓ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں (معاذ اللہ) ایسی اندھی اور غلو پر مبنی عقیدت سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ حضرت علیؓ کے وہ فضائل جن کا میں نے آپ حضرات کے سامنے تذکرہ کیا ہے اس قدر عظیم ہیں جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

اہل سنت کے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیشوا بھی ہیں اور مقتدیٰ بھی اسی طرح خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جو محاذ قائم تھا اور اب بھی رکھا ہے ہم اس سے بھی بیزار ہیں۔

اہل سنت والجماعت اور اکابر علمائے حق نے جو موقف ہمیں دیا ہے اسی پر قائم رہنا اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔

سنی۔سنی ہے نہ رافضی ہے اور نہ ہی خارجی ہے..........رفض سے بھی خدا کی پناہ اور خارجیت سے بھی خدا کی پناہ۔

شہادت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرات گرامی! چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ فاجعہ رمضان شریف میں ہوا تھا اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ فضائل علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کی شہادت کے واقعات کو بھی تفصیل سے آپ حضرات کے سامنے بیان کر دیا جائے، تاکہ آپ کی زندگی کا یہ پہلو بھی آپ حضرات کے سامنے آجائے!

جنگ جمل کے بعد اسلامی خلافت کی نزاع دو شخصیتوں کے درمیان محصور ہو گئی تھی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان! ان کے درمیان تیسری شخصیت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی تھی اور اپنے سیاسی تدبر کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی! جنگ صفین نے مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ خوارج کا پیدا کر دیا تھا یہ اگرچہ تمام تر سیاسی اغراض و مقاصد رکھتا تھا! لیکن مسلمانوں کے دوسرے سیاسی فرقوں کی طرح اس کے عقائد بھی دینی رنگ میں رنگے ہوئے تھے! اس نے اپنا سیاسی مذہب یہ قرار دیا تھا! **ان الحکم الاللہ** ۔یعنی حکومت کسی آدمی کی نہیں ہونی چاہئیے! دراصل تاریخ اسلام کے خوارج موجودہ تمدن کے انارکسٹ تھے! لہذا وہ کوفہ اور دمشق دونوں حکومتوں کے مخالف تھے!

مکہ میں بیٹھ کر خارجیوں نے سازش کی، اور تین آدمیوں نے بیڑا اٹھایا کہ پوری تاریخ اسلام بدل دیں! اور انہوں نے اس میں پوری قوت سے کام کر کے اپنے کچھ مقاصد حاصل بھی کر لئے۔

عمرو بن بکر تمیمی نے کہا! میں حاکم مصر عمرو بن عاصؓ کو قتل کر دوں گا۔کیونکہ وہ فتنہ کی متحرک روح ہے۔!

برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا! میں معاویہؓ (رضی اللہ عنہ) بن ابی سفیان کو قتل کروں گا، کیونکہ

اس نے مصر میں قیصریت قائم کی ہوئی ہے!

(معاذاللہ)

پھر ایک لمحہ کے لئے خاموشی چھا جاتی ہے! کیونکہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے نام سے دل تھراتے تھے۔ بالآخر عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے مہر سکوت توڑ لی اور کہا کہ میں علیؓ کو قتل کردوں گا۔ان ہولناک مہموں کے لئے ۱۷ رمضان کی تاریخ متعین ہوئی وہ دو شخص اپنی مہم میں ناکام ہوئے اور عبدالرحمٰن بن ملجم کامیاب ہو گیا!

عبدالرحمٰن بن ملجم مکہ سے چل کر کوفہ پہنچا۔ یہاں بھی خوارج کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ عبدالرحمٰن ان کے ہاں آتا جاتا تھا! ایک دن قبیلہ تمیم الربا...... کے بعض خارجیوں سے ان کی ملاقات ہو جاتی ہے۔اس قبیلہ میں ایک عورت قطام بنت شجنہ تھی۔عبدالرحمٰن اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا۔سنگدل نازنین نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ اگر تم میرے سچے عاشق ہو تو میرے وصل کی ایک شرط ہے۔اگر تم اس کو پورا کردو! تو میں تمہارے لئے وقف ہوں!

ابن ملجم اس پر راضی ہو گیا............اور اس سے شرط وصل پوچھی تو اس نے کہا کہ مہر میں تین ہزار درہم۔ایک غلام۔ایک کنیز............اور

قتل علی رضی اللہ عنہ

عبدالرحمٰن نے کہا............منظور!............مگر علیؓ کو کیونکر قتل کروں؟

خونخوار معشوقہ نے جواب دیا! چپ کر

اگر تم کامیاب ہو کر لوٹ آئے تو مخلوق کو شر سے نجات دے گا! اور اہل وعیال کے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کرے گا۔

اور اگر مارا جائے گا تو جنت اور لازوال نعمت حاصل کرے گا!

خطیب کہتا ہے

عشق زناں کس قدر فتنہ ہے کہ قتل علیؓ کے لئے آمادہ کرا دیتا ہے۔ بہت سے فتنے عشق کے راستے سے آئے!

اور بہت سے فتنے بدکار عورتوں کے راستے سے آئے۔
ایک عورت نے ایک شخص کو قتل حمزہؓ کے لئے تیار کیا۔
ایک عورت نے ایک شخص کو قتل علیؓ کے لئے تیار کیا۔
قتل بھی بہت بڑا فتنہ ہے۔ مگر بدکار عورت بھی بہت بڑا فتنہ ہے۔

ان کید کن عظیم.

عورت صالحہ ہو۔ نیک ہو! قدوسی صفات ہو تو خدا کی رحمتوں کے خزانوں کی امین ہوتی ہے!

مریمؑ ہو تو مسیحؑ آتے ہیں
آمنہ ہو تو محمدؐ آتے ہیں
فاطمہؓ ہو تو حسینؓ آتے ہیں
خدیجہؓ ہو تو طیبؓ وطاہر آتے ہیں۔

اندازہ لگایا آپ نے بغض علی (رضی اللہ عنہ) میں اس قدر جل بھن چکی تھی کہ قتل مرتضٰی کے مرتکب کو جنت کی بشارت دیتی ہے۔ سچ ہے۔

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ کے قلب میں آنے والے حادثہ کا احساس پیدا ہو گیا تھا! عبدالرحمٰن ابن ملجم کی طرف جب دیکھتے تو محسوس کرتے کہ اس کے ہاتھ خون سے رنگین ہونے والے ہیں۔ ابن سعد کی ایک روایت ہے کہ

دعا علی الناس الی البیعة فجاء عبدالرحمٰن ابن ملجم المرادی فردہ مرتین . ثم اتاہ فقال مایحبس اشقاھا لتغضبن اولتصبغن ھذہ من ھذہ یعنی لحیتہ من راسہ

(طبقات ابن سعد)

ارید حباءہ ویرید قتلی
عذیرک من خلیک من مراد

(ترجمہ) عبدالرحمٰن بن ملجم دومرتبہ بیعت کے لئے آیا، مگر آپ نے لوٹا دیا۔ تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے فرمایا۔ سب سے زیادہ بدبخت کو کونسی چیز روک رہی ہے۔ واللہ یہ چیز (اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کرکے) صرف رنگ لانے والی ہے!

کبھی اپنے ساتھیوں سے اکتا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

قال علی مایجس اشقاکم ان فیقتلنی اللھم قد سمستھم وسمونی فار مھم منی وارحنی منھم!

(طبقات)

تمہارے سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو آنے اور میرے قتل کرنے سے کوئی چیز روک رہی ہے! خدایا میں ان سے اکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا گئے ہیں۔ مجھے ان سے راحت دے اور انہیں مجھ سے راحت دے۔!

عبداللہ بن سبع کہتے ہیں کہ

سمعت علیا یقول لتصبغن ھذہ من ھذہ فما ینتظر بالاشقی . قالوا یا امیرالمومنین فاخر ناخر نابہ نبیر عترتہ فقال اذاً واللہ تقتلوا غیر قاتلی قالوا فاستخلف علینا فقال لاولکم اترککم الی ماترککم الیہ رسول اللہ ﷺ قالو فماتقول لربک اذا اتیتہ ! قال اقول اللھم ترکتک فیھم فان شئت اصلحتھم وان افسدتھم. (طبقات ابن سعد)

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے یہ ضرور اس سے رنگ جانے والی ہے (اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا) بدبخت کیوں انتظار کررہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ امیرالمومنین ہمیں اس کا نام بتاؤ! ہم ابھی اس کا فیصلہ کر ڈالیں گے۔ فرمایا! تم ایسے آدمی کو قتل کروگے جس نے ابھی مجھے قتل نہیں کیا ہے! عرض کی گئی! تو ہم پر کسی کو خلیفہ بنا دیجئے..........فرمایا نہیں!

میں تمہیں اسی حال میں چھوڑ جاؤں گا۔ جس حال میں تمہیں رسول چھوڑ گئے تھے! لوگوں نے عرض کیا! اس صورت میں آپ خدا کو کیا جواب دیں گے!

فرمایا! میں کہوں گا خدایا میں ان میں تجھے چھوڑ آیا ہوں تو چاہے توان کی اصلاح کردے اور چاہے توان کو بگاڑ دے!

مریدوں کو بھی خبر تھی

کوفی ملنگ جوصرف اپنے مفاد کے لئے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے جڑے ہوئے تھے! انہیں بھی حضرت علیؓ کوشہید کردینے کی خبریں مل رہی تھیں اورانہوں نے آکرعرض بھی کیا کہ

جاء رجل مرادالی علی وهويصلى فی المسجد فقال احترس فان ناسامن مراد يريدون قتلک فقال . ان مع کل رجل ملکين يحفظانه ممالم عقدر فاذا جاء القدر خليا بينه . وبينه . وان الاجل جنة حصينة .

(طبقات ابن سعد)

ایک آدمی مرادقبیلہ سے ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوااس وقت آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔اس نے آکرعرض کیا کہ آپ ہوشیار رہیں۔کیونکہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپ کوقتل کرنے کی فکرمیں ہیں۔

خطیب کہتا ہے

مریدین علیؓ کوبھی ذرادیکھ لیا جائےقتل کی خبریں خود پہنچا رہے ہیں۔

ظالمو!تمہیں اگرعلی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے محبت ہےتو قاتل کا خودانتظام کیوں نہیں کرتے ! قاتل کی خبرتو کیا لینی تھی۔الٹا حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کردیا کہ

اچھا ہم میں سے کسی کوخلیفہ بنادیا جائے!

معلوم ہوتا ہے حضرت علیؓ کے ساتھ بعض مفاد پرستوں کا ٹولہ شامل ہوگیا تھا جو بالآخران کی شہادت کا باعث بنا۔

مریدان علیؓ ہی بالآخرآپ کی شہادت کا باعث ہوئے !

اورتاریخ میں مفاد پرستوں کا نام ہمیشہ کے لئے بلیک لسٹ ہوگیا!

صبح شہادت

اقدام قتل جمعہ کے دن نماز فجر کے وقت ہوا۔ رات بھر ابن ملجم اشعث بن قیس کندی کی مسجد میں اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا اس نے کوفہ میں سبیب بن بجرہ نامی ایک اور خارجی کو اپنا شریک کار بنالیا تھا! دونوں تلوار لے کر چلے اور اس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے امیر المومنین نکلا کرتے تھے! اس رات امیر المومنین کو نیند نہیں آئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سحر کے وقت میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ فرزند رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ ذرا دیر ہوئی۔ بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی! خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کی امت سے میں نے بڑی تکلیف پائی۔ فرمایا دعا کر کہ تمہیں اللہ تعالیٰ ان سے چھٹکارا دے دے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اسی وقت ابن البناح موذن بھی حاضر ہوا اور پکارا لوگو! (نماز) میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا آپ اٹھے! ابن البناح آگے تھا اور میں پیچھے۔ دروازے سے باہر نکل کر آپ نے پکارا۔ الصلوٰۃ۔ لوگو نماز ہر روز یہ کہنے کا آپ کا معمول تھا کہ لوگوں کو نماز کے لئے مسجد میں آنے کے لئے جگاتے پھرتے تھے!

ایھا الناس الصلوٰۃ . الصلوٰۃ کذالک کان یفعل فی کل یوم .
(طبقات سعد)

خطیب کہتا ہے

حضرت علیؓ کی آخری آواز بھی نماز کے لئے تھی!
علیؓ کا دشمن نہ اس دن نمازی تھا !
نہ آج غازی ہے !
علیؓ کے دشمن کی نہ اس دن مسجد تھی
نہ ہی آج مسجد ہے !
علیؓ کا دشمن اس دن بھی قاتل تھا
اور آج بھی قاتل ہے !

علیؓ کا دشمن اس دن بھی عورتوں پر مرتا تھا
آج بھی عورتوں پر فریفتہ ہے۔
علیؓ کے دوست اس دن بھی نمازی تھے۔
اور آج بھی نمازی ہیں
علیؓ کے دوستوں کے پاس اس دن بھی مسجدیں تھیں
اور آج بھی مسجدیں ہیں۔
علیؓ کے دوست اس بھی فواحش سے مبرا تھے
اور آج بھی بے حیائی سے پاک ہیں۔
الحمدللہ سنی حضرت علیؓ کے اس دن بھی نقش قدم پر تھا
اور آج بھی حضرت علیؓ کے نقش قدم پر ہے !

نہ مسجد میں نہ مندر میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نماز عشق ادا ہوتی تھی تلواروں کے سائے میں

آپ جونہی آگے بڑھے دو تلواریں چمکتی ہوئی نظر آئیں اور ایک آواز بلند ہوئی۔
حکومت خدا کی ہے نہ کہ علیؓ تیری!
شبیب کی تلوار تو طاق پر پڑی لیکن ابن ملجم کی تلوار آپ کی پیشانی پر لگی اور دماغ میں اتر گئی۔
زخم کھاتے ہی آپ نے فرمایا کہ
فزت برب الكعبة
رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
عبدالرحمٰن ابن ملجم نے لوگوںؓ کے ڈر سے تلوار گھمانا شروع کر دی تا کہ اسے گرفتار نہ کیا جا سکے!
لیکن مغیرہ بن نوفل نے دوڑ کر اس پر کپڑا ڈال دیا اور اس کو زمین پر دے مارا۔

قاتل اور مقتول آمنے سامنے

امیر المومنین زخمی حالت میں گھر پہنچائے گئے۔آپ نے قاتل کو طلب کیا! جب وہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ او دشمن خدا؟

کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کئے تھے؟

عبدالرحمٰن نے کہا............ ہاں

فرمایا............ پھر تو نے یہ حرکت کیوں کی؟

عبدالرحمٰن نے کہا کہ............ میں اپنی تلوار کو چالیس دن تیز کیا تھا اور خدا سے دعا کی تھی! کہ اس سے اپنی بدترین مخلوق قتل کرے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو اسی سے قتل کیا جائے گا اور خیال کرتا ہوں کہ تو ہی خدا کی بدترین مخلوق ہے!

قاتل سے سلوک

حضرات گرامی! یہ کوئی معمولی حادثہ نہیں تھا۔عالم اسلام کے ایک عظیم سپوت مسلمانوں کے خلیفہ راشد داماد مصطفٰی پر قاتلانہ حملہ تھا جو اسلام کی پیشانی پر ایک زخم تھا۔ایسے قاتل کو تو خاک میں ملا دینا چاہیئے تھا اس کو وہ سبق سکھانا چاہیئے تھا کہ صدیوں تک آنے والے لوگوں کے لئے عبرت کا نشان بن جاتا مگر قربان جاؤں اس پیکر حلم ورضا سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے کہ آپ نے فرمایا۔

فقال اطیبو فعامه والینوا فراشه فان اعش فانا اولی بدمه عفوا اوقصاصا وان امت فالحقوه بی اخاصمه عندرب العٰلمین . (طبقات ابن سعد)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ قیدی ہے اس کی خاطر تواضع کرو، اچھا کھانا دو! نرم بچھونا دو! اگر زندہ رہوں گا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعویدار میں ہوں گا۔قصاص لوں گا معاف کردوں گا اور اگر مر جاؤں تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کر دینا۔رب العلمین کے حضور اس سے جواب طلب کروں گا۔

خطیب کہتا ہے

یہ ہیں اسلامی روایات.................صدر مملکت کے قاتل کے ساتھ حسن سلوک۔

صدر مملکت کون؟..........................علیؓ مرتضٰی

کون علیؓ..................................؟ جسے تلوار خدا دے اور بیٹی مصطفٰےؐ دے.

قیدی کو کھانا اچھا دو!

بستر اچھا دو

رہائش اچھا دو

قانون کے مطابق اس پر مقدمہ چلاؤ!

جیلوں کے ساتھ حیوانوں سا سلوک کرنے والو

قیدیوں پر مظالم کے پہاڑ توڑنے والو

تم کس منہ سے کہتے ہو

کہ ہم انسانیت کو بلند کرنا چاہتے ہیں

انسان کو بلند کرنے والا

انسان کو صحیح عظمتیں عطا کرنے والا

انسان کو انسانی قدروں سے روشناس کرانے والا

صرف اور صرف اسلام ہے!

☆ آج بھی اگر اسلامی نظام نافذ کر دیا جائے تو کمیشن بٹھانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ انسان فلاح و بہبود کی بنی بنائی دستاویز موجود ہیں۔

☆ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اپنا مقدمہ خدا کے دربار میں خود لڑوں گا۔

☆ معلوم ہوا کہ دنیا کی عدالتوں سے بڑی ایک عدالت اوپر بھی ہے جس میں ملزم مدعی اور جج سب کی پیشی ہوگی!

جب قاتلان علیؓ کے خلاف دربار خداوندی میں استغاثہ ہوگا تو قاتلوں کو سزا ہو جائے گی اور علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور ان کے سچے عقیدت مند جیت جائیں گے!

علیؓ کے قاتل.............................علم کے قاتل

علیؓ کے قاتل..............................صداقت کے قاتل

علیؓ کے قاتل..............................عدالت کے قاتل

علیؓ کے قاتل..............................اسلامی قدروں کے قاتل

علیؓ کے قاتل..............................خلفائے ثلاثہ کے مشیر کے قاتل

علیؓ کے قاتل..............................بے رحم قاتل۔ظالم قاتل اور فاسق قاتل

رفقاء کو خطاب

اے بنی عبدالمطلب ایسا نہ ہوا کہ مسلمانوں کی خونریزی شروع کر دو اور کہو کہ امیر المومنین قتل ہو گئے۔خبر دار میرے قاتل کے سوا کسی دوسرے کو قتل نہ کیا جائے۔

اے حسن رضی اللہ عنہ!اگر میں اس کی ضرب سے مرجاؤں تو ایسی ہی ضرب سے اسے بھی مارنا اس کے ناک کان کاٹ کر اس کی لاش خراب نہ کرنا۔کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ خبر دار ناک کان نہ کاٹو اگر چہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو

(طبری)

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اگر تم قصاص لینے پر ہی اصرار کرو تو چاہیئے کہ اسے اسی طرح ایک ضرب سے مارو جس طرح اس نے مجھے مارا لیکن اگر معاف کر دو،تو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ دیکھو زیادتی نہ کرنا کیونکہ خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت علیؓ کی وصیّت

پھر آپ بیہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو جندب بن عبداللہ نے حاضر ہو کر کہا!خدانخوستہ اگر ہم نے آپ کو کھو دیا تو کیا حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟

آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں نہ اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی منع کرتا ہوں!

اپنی مصلحت تم بہتر سمجھتے ہو!(طبری)

پھر اپنے صاحبزادوں حسنؓ اور حسینؓ کو بلا کر فرمایا کہ میں تم دونوں کو تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں!اور اس کی کہ دنیا کا پیچھا نہ کرو!اگر چہ وہ تمہارا پیچھا کرے!جو چیز تم سے دور ہو جائے اس پر

کڑھنا نہیں۔ ہمیشہ حق کرنا، یتیم پر رحم کرنا، بے کس کی مدد کرنا، آخرت کے لئے عمل کرنا۔ ظالم کے دشمن بننا، مظلوم کے حامی بننا۔

کتاب اللہ پر چلنا خدا کے باب میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔

پھر آپ نے تیسرے صاحبزادے محمد بن حنیفہ کی طرف دیکھا جو وصیت میں نے تیرے بھائیوں کو کی ہے وہ تم نے حفظ کر لی؟

انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! فرمایا! میں تجھے بھی یہی وصیت کرتا ہوں۔ پھر وصیت کرتا ہوں کہ دونوں بھائیوں کے عظیم حق کا خیال رکھنا۔ ان کی اطاعت کرنا بغیر ان کی رائے کے کوئی کام نہ کرنا!

پھر حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں! کیونکہ یہ تمہارا بھائی ہے۔ تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔

وفات کے وقت یہ وصیت لکھوائی۔ یہ علی ابن طالب کی وصیت ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔

میری نماز میری عبادت میرا جینا میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العلمین کے لئے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرمانروا ہوں!

اے حسنؓ............! میں تجھے اور اپنی تمام اولاد کو صیت کرتا ہوں کہ خدا کا خوف کرنا اور جب مرنا تو اسلام پر ہی مرنا۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، کیونکہ میں نے ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کا ملاپ قائم رکھنا روزے نماز سے بھی افضل ہے!

اور تمہارے نبی کے صحابی اور تمہارے نبی کے صحابی۔

یاد رکھو! رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے بارے میں حسن سلوک واحترام کی وصیت فرمائی ہے۔

اس کے بعد **لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ** پڑھا اور خلافت راشدہ کا چوتھا تاجدار

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا فانی سے رخصت ہوگیا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

خطیب کہتا ہے

آخری جملہ حضرت علیؓ نے صحابہ کرام کے احترام کا فرمایا۔ نبیؐ اور علیؓ کے فرمان میں کیسی مطابقت ہے کہ!

اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لا تتخذ وھم من بعدی غرضاً

اللہ اللہ! میرے بعد میرے صحابہ کو نشانہ نہ بنانا

نبیؐ　بھی　صحابہؓ سے پیار کرتے تھے

علیؓ　بھی　صحابہؓ سے پیار کرتے تھے

نبیؐ　بھی　صحابہؓ کی عظمت کا درس دے گئے

علیؓ　بھی　صحابہؓ کی عظمت کا درس دے گئے

نبیؐ کی آنکھ کے تارے　صحابہؓ

علیؓ کی آنکھ کے تارے　صحابہؓ

جو صحابہ سے بغض رکھے گا　نہ نبیؐ کا ہوگا نہ علیؓ کا ہوگا

جو لوگ صحابہؓ کو طعن کرتے ہیں

وہ نبیؐ کے بھی دشمن ہیں

اور علیؓ کے بھی دشمن ہیں

....

حضرت عائشہ کو شہادت علیؓ کا صدمہ

زید بن حسینؓ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ مرتضیٰ کی خبر شہادت جب کلثوم بن عمر کے ذریعے مدینہ میں پہنچی تو اس خبر کو سنتے ہی تمام مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو روتی نہ ہو! عجیب منظر تھا۔ جب ذرا سکون ہوا تو صحابہؓ نے کہا کہ چلو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو

دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ کے داماد کی خبر سن کر ان کا کیا حال ہے۔

حضرت زید کہتے ہیں کہ سب لوگ ہجوم کی شکل میں ام المومنین کے گھر گئے اور اجازت چاہی۔ انہوں نے دیکھا کہ حادثہ کی خبر یہاں پہلے پہنچ چکی ہے اور ام المومنین غم سے نڈھال اور آنسوؤں سے تر بتر بیٹھی ہیں لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو خاموشی سے واپس لوٹ آئے! عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ اب عرب جو چاہیں کریں ان کو کوئی روکنے والا نہیں ہوگا۔ یعنی مرد حق میدان سے ہٹ گیا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

خطیب کہتا ہے

نبیؐ کا صدمہ بھی عائشہؓ کو

صدیقؓ کا صدمہ بھی عائشہؓ کو

عمرؓ کا صدمہ بھی عائشہؓ کو

علیؓ کا صدمہ بھی عائشہؓ کو

فاطمہؓ کا صدمہ بھی عائشہؓ کو

ماں نے سب کے صدمے سہے اور سب کو اپنے ہاتھوں سے رخصت کیا اور آخر حضرت علیؓ کی وفات کا صدمہ بھی سننا پڑا۔

آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا اور علیؓ کی وفات سے نڈھال ہو رہی تھیں۔

حضرات گرامی! آپ حضرات کے سامنے حضرت علیؓ کے فضائل اور شہادت کے تمام واقعات نہایت تفصیل سے بیان کر دیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت سے سرشار فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَمَا عَلَيْنَا الَّاالْبَلاَ غُ الْمُبِيْن

تیسرا جمعہ رمضان

سیرت سیّدہ خدیجہ طاہرہؓ

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ

پاکیزہ عورتیں پاکیزہ خاوندوں کے لئے اور پاکیزہ خاوند پاکیزہ عورتوں کے لئے!

قال النبی ﷺ خیر نساء ھا مریم وخیر نساء ھا خدیجۃ.

(بخاری)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے زمانہ کی بہتر عورت مریم تھی اور اس دور کی بہتر عورت خدیجہ ہے!

حضرات گرامی! محسنہ کائنات سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایک ایسی پاکیزہ شخصیت کا اسم گرامی ہے جو اسلام کی تاریخ میں ایک نمایاں اور امتیازی مقام رکھتی ہیں جس طرح آپ حضرات کے سامنے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مقدس زندگی ہے حالات و واقعات کا تذکرہ کرتا ہوں اسی طرح آج میرا خیال ہے کہ حضرت سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰؓ کی حیات طیبہ کے ان روشن پہلوؤں کا تذکرہ کروں جو اسلام کے دامن میں چمکتے ہوئے موتیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سیّدہ خدیجہ طاہرہؓ مکہ مکرمہ میں دولت وثروت سے مالا مال تھیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر دولت دنیا سے نوازہ تھا کہ پورے مکہ کے مالدار اس پر رشک کرتے تھے! لیکن خدا کی قدرت اس مال و دولت کے باوجود بیوہ تھیں۔ دو شادیاں ہوئیں۔ مگر کسی خاوند کی زندگی نے وفا نہ کی۔ اس طرح آپ دو مرتبہ بیوہ ہوئیں۔ آپ دنیاوی مال کی وجہ سے جس قدر معززہ اور محترمہ تھیں اسی طرح اپنی پاکیزہ صفات اور بلندی اخلاق کی وجہ سے پورے مکہ مکرمہ اور گردونواح میں طاہرہ کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں!

امین......اور طاہرہ

جس طرح سرکار دوعالم ﷺ کو اپنی دیانت و امانت اور بلندی اخلاق اور حسن سیرت کی وجہ سے پورے مکہ میں راست بازی کی وجہ سے طاہرہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ گویا کہ یہ دونوں سمتیں خدا کی طرف سے متعین کرائی جارہی تھیں!

محمد (ﷺ) کی سمت اخلاق امانت کی طرف گئی۔

اور

خدیجہؓ کی..................سمت اخلاق طہارت کی طرف گئی

خدا نے پہلے ہی لوگوں کی زبانوں پر اپنے محبوب کو امین مشہور کرا دیا اور خدیجہؓ کبریٰ کو طاہرہ مشہور کرا دیا۔ تا کہ دونوں کی امانت اور طہارت زبان زبان پر جاری ہو جائے۔

امین........................اور........................طاہرہ

حضورؐ کو تجارت کی پیش کش

مکہ مکرمہ قحط کی زد میں آ گیا............ابی طالب اپنا اثاثہ ختم کر بیٹھا۔ معاشی حالات زیادہ دگرگوں ہو گئے تو اپنے بھتیجے (حضرت محمد ﷺ) سے عرض کرتا ہے کہ

بیٹا معاشی حالات ٹھیک نہیں ہیں! اگر میری تجویز مان لی جائے تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ چچا بتائیں؟

ابی طالب نے کہا کہ خدیجہؓ مکہ کی مالدار خاتون ہے وہ اپنے مال تجارت کیلئے اور لوگوں کو بھی نگران بنا کر بھیجتی ہے اگر اس سال آپ جا کر ان سے کہیں کہ وہ آپ کو بھیج دے تو اس سے ہمارا معاشی مسئلہ حل ہو سکتا ہے!

سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ چچا............میں خود جا کر تو ان سے نہیں کہتا ہاں اگر وہ کسی آدمی کے ذریعے مجھے بلا لے اور یہ کام میرے سپرد کر دے تو میں اس کے مال سے تجارت کرنے کے لئے تیار ہوں! ابی طالب کی ہمشیرہ عاتکہ نے کہا کہ خدیجہ سے میں بات کرتی ہوں، چنانچہ انہوں نے جب بات کی تو جناب خدیجہؓ نے اس کو بصد مسرت قبول کر لیا اور ساتھ ہی کہا کہ محمد (ﷺ)

اگر اپنی دیانت وامانت کی وجہ سے اس سفر سے کامیاب واپس آئے تو میں دوسرے نگرانوں کی بہ نسبت ان کو مزدوری زیادہ دوں گی!

چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ خدیجہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے مال کی ضروری اشیاء سے مطلع کیا اور اپنے خاص غلام میسرہ کو ہدایات دے دیں کہ محمد (ﷺ) کو راستہ میں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ شہر سے نکلتے وقت اونٹوں کی مہار ان کے ہاتھ میں ہو اور جب شہر سے باہر نکل جائیں تو انہیں اونٹ پر سوار کرا دینا اور خود اونٹوں کی مہار تھام لینا۔

قافلہ کی روانگی کا رقت انگیز منظر

قافلہ کی روانگی کا وقت آیا تو پورا مکہ اپنے عزیز واقارب کو روانہ کرنے اور الوداع کہنے کے لئے جمع ہو گیا۔ ابی طالب اور عاتکہ اور قریش بھی جمع تھے۔ جونہی اونٹ کی مہار حضرت محمد ﷺ نے پکڑی۔ پورے مجمع پر ایک رقت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ جب عاتکہ نے دیکھا کہ حضورؐ پا پیادہ ہیں اور آپ کے ہاتھ میں اونٹوں کی مہار ہے تو بے اختیار رونے لگیں!

اور بے اختیار ہو کر بولیں! اے عبداللہ خاک لحد سے سر نکالو اور اپنے بے بس اور یتیم بچے کی بے بسی دیکھو!

اے عبدالمطلب! مدفن سے باہر آؤ اور دیکھو کہ جس کو تم نے بہت ناز سے پالا تھا وہ آج غلاموں کی طرح اونٹوں کی مہار تھامے سفر کے لئے تیار ہے!

اے آمنہ؟ کہاں ہو اپنے لخت جگر کی غربت کا عالم دیکھ لو؟ ابی طالب کی آنکھیں پرنم تھیں، آپ بار بار سرکار دو عالم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتے تھے اور آنسو پونچھ کر رہ جاتے تھے!

فرشتوں میں کیسے کہرام برپا ہوا اور سب کہہ رہے ہوں کہ **یا الہ العلمین** تو نے جسے اپنا پیغبر بنایا۔ جسے اسلام کا سردار بنایا۔ جسے تو نے ختم رسالت کے تاج سے سرفراز فرمایا۔ اس کے ساتھ زمانہ یہ سلوک کر رہا ہے۔

آواز آتی ہے **انی اعلم مالا تعلمون**

فرشتو جو کچھ میں جانتا ہوں۔ تم نہیں جانتے۔

سرکاردوعالم ﷺ بھی آبدیدہ تھے اور اپنے عزیزواقارب سے اس رقت آمیز ماحول میں رخصت ہورہے تھے!

ابی طالب نے آگے بڑھ کر حضورؐ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پرنم آنکھوں سے رخصت کیا اور ساتھ ہی قافلہ سالار سے کہا کہ ذرا اس یتیم کا خیال رکھنا اس نے کبھی اس طرح سفر نہیں کیا۔

ابی طالب کو کون بتائے کہ آج آپ کا بھتیجا تنہا سفر نہیں کررہا، بلکہ خدا کی نصرت اور تائید اس کے شامل حال ہے۔حضورؐ مکہ سے اونٹوں کی نکیل پکڑے جارہے ہیں۔شاعر اس کا نقشہ بہت ہی پیارے انداز میں کھینچتا ہے۔

وہ اونٹوں کو مکہ سے لے جانے والا
پیادہ درشہر تک آنے والا
ہوا گلہ بان اپنی امت کا آخر
ملی خدمت اس کو شفاعت کی آخر
وہ غربت میں رہ کر بسر کرنے والا
وہ بے باپ ماں کے گزر کرنے والا
وہ ہر شخص کے دل میں گھر کرنے والا
خیانت سے بالکل حذر کرنے والا
امین اور امانات عرشی کا حامل
متین اور حفظ شرافت میں کامل
مہار اونٹ کی ہاتھ میں اپنے لے کر
چلا جانب شام محبوب داور
فرشتوں نے کی عرض اے رب اکبر
یہ کس حال میں ہیں جناب پیمبر
ہوا حکم یہ گھر ہے پیغمبری کا

یہ آغاز ہے شیوۂ رہبری کا

میسرہ نے شہر سے باہر نکل کر سرکار دو عالم ﷺ کو اونٹ پر سوار کرا دیا اور خود پا پیادہ ساتھ چلنے لگا۔ یوں یہ قافلہ مصر و شام کی وادیوں کی طرف رواں دواں ہو گیا۔!

راستہ میں نبوت کی جھلکیاں

قافلہ جونہی حدود مصر میں داخل ہوا تو وہاں ایک مقام پر پڑاؤ کیا گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ ایک درخت کے نیچے قیام فرما ہو گئے۔ قریب ہی ایک راہب کی کٹیا تھی وہ دوڑا دوڑا آیا اور ایک ہاتھ میں کتاب تھام رکھی تھی۔ کبھی وہ کتاب کے اوراق کو دیکھتا تھا اور کبھی سرکار دو عالم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا تھا۔ پورا جائزہ لینے کے بعد وہ راہب پکار اٹھا کہ اے قافلے والو!

یہ شخص جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہے یہ نبی آخر الزمان ہے۔ میں نے اپنی کتاب کو بار بار دیکھا ہے اور اس کے مطابق اس شخص کے چہرہ کو بھی بار بار دیکھا ہے، میری کتاب یہ بتاتی ہے کہ شخص نبیؐ ہے اور اس درخت کے نیچے آج تک کوئی نہیں بیٹھا ....سوائے اس کے ! میری کتاب یہ بتاتی ہے کہ اس درخت کے نیچے وہی شخصیت قیام پذیر ہوگی جس کے سر پر تاج نبوت رکھا جائے گا۔ آج میری خوش قسمتی ہے کہ جن کے انتظار میں عمر کا یک حصہ میں نے گزار دیا آج خوش قسمتی سے ان کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو فرحت بخش رہا ہوں۔ نسطو راہب کی ان باتوں سے اہل قافلہ بیحد متاثر ہوئے۔ مگر انہیں اس بات کی فکر لاحق ہو گئی کہ کہیں محمد (ﷺ) کو کوئی خدا نخواستہ نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس لئے مصر میں ہی مال تجارت فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

خطیب کہتا ہے

یہ مصر کا بازار ہے۔

اس بازار میں کبھی یوسف علیہ السلام لائے گئے تھے !

کیا یوسف علیہ السلام تاجر بنکر آئے تھے!

نہیں

بلکہ مال تجارت بن کر آئے تھے!

بازار مصر میں بکے اور بالآخر مصر کے بادشاہ بن گئے۔

یہ بازار مصر مسافروں کو کبھی بادشاہ بناتا ہے اور کبھی ختم رسالت کے تاج پہننے کی بشارت دیتا ہے۔

یوسف علیہ السلام آئے تو وزیر مصر بن کر گئے

حضورؐ آئے تو پوری کائنات کے پیغمبر بن کر گئے

نبی کا چہرہ بتاتا ہے کہ یہ نبی ہے !

نبی کے چہرے پر علامات نبوت کا ظہور ہوتا ہے نبی اور غیر نبی کے چہرے سے۔

نبوت اور عدم نبوت کی تحریریں پڑھی جاسکتی ہیں۔اس لئے میں کہتا ہوں کہ دلائل کی دنیا سے الگ ہوکر میرے محبوب کا چہرہ بھی پڑھ لو۔

اور

قادیانی مردود کا چہرہ بھی پڑھ لو۔

خود بخود علم ہو جائے گا۔

کون نبی ہے؟ کون نبی نہیں؟

بازار مصر کو بھی ایسا تاجر کبھی دیکھنا نصیب نہیں ہوا تھا !

لوگ مال تجارت دیکھنے آیا کرتے ہیں۔مگر آج بازار مصر نے خدیجہؓ کا چاند دیکھا تھا۔

مال کو کون دیکھتا............سب مال والے کو دیکھتے تھے۔ یہ کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔اس کا مال کون سا ہے؟

چند لمحوں میں حضورؐ کا مال فروخت ہو گیا!

پورا مصر دیوانہ وار آپ کو دیکھنے کے لئے نکل آیا!

یا یوسف علیہ کو دیکھا تھا

یا آج

محمد رسول اللہ کو دیکھ رہے ہیں

حسن یوسف دم عیسٰے ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اہل مصر کو کیا معلوم تھا کہ ایک دن آنے والا ہے کہ حضورؐ کے صحابہ مصر کے فاتح بن کر آئیں گے اور اس خطہ پر حضورؐ کے غلاموں کی بادشاہی ہوگی !

قافلہ مال فروخت کرکے واپس مکہ مکرمہ روانہ ہوگیا۔ مکہ کے قریب پہنچے تو میسرہ نے ایک اونٹ کو سجا کر اس پر حضورؐ کو بٹھایا اور عرض کیا کہ خدیجہ کو سب سے پہلے قافلے کی آمد کی خبر دی جائے۔ حضورؐ مکہ تشریف لے جاتے ہیں۔ اور خدیجہ کو قافلہ کی آمد سے مطلع فرمایا۔ قافلہ پہنچا حساب کیا گیا۔ اس سال کا منافع پہلے کئی سالوں سے زیادہ تھا۔ خدیجہ نے خوش ہوکر حضورؐ کو اونٹ بھی عطا کر دیا اور بہت سا مال بھی آپ کو دیا گیا!

خدیجہؓ کی شادی

سرکار دوعالم ﷺ کی عمر ابھی پچیس برس کی ہو چکی تھی! حضرت خدیجہؓ کو بہت سے پیغامات بھی نکاح کے لئے مل چکے تھے، مگر آپ نے حضور ﷺ کی امانت و دیانت کا پہلے تو چرچا سن رکھا تھا اور اب ذاتی تجربہ بھی ہوگیا! اس لئے آپ کی خواہش تھی کہ کسی طرح اگر حضورؐ پسند فرمائیں تو یہ سلسلہ مناکحت میرے ساتھ ہو جائے، یوں بھی خدیجہؓ طاہرہ مختلف خواب دیکھ چکی تھیں جن میں آپ کی زندگی کا سلسلہ ایک نہایت بلند و بالا شخصیت سے وابستہ ہوتے دکھایا گیا تھا! آپ نے اپنی ایک سہیلی کے ذریعہ پیغام نکاح حضورؐ ﷺ کی ذات گرامی تک پہنچایا۔ آپ نے سن کر اپنے چچا ابوطالب سے تذکرہ کیا تو انہوں نے انہیں بہت ہی پسند کیا۔ چونکہ آپ کو جو کچھ مال تجارت کا حصہ ملا تھا وہ آپ نے پورے خاندان پر تقسیم کر دیا تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ ابھی چونکہ اخراجات نہیں ہیں اس لئے پھر دیکھا جائے گا۔

ابوبکرؓ جو آپ کے نبوت کے اعلان سے قبل ہی محبوب ترین دوست تھے۔ ان کو معلوم ہوا تو وہ آئے اور عرض کیا کہ آپ اس پیغام کو قبول فرمالیں۔ اخراجات پورے کے پورے میں برداشت کروں گا۔

خطیب کہتا ہے

ابوبکرؓ اعلان نبوت سے پہلے بھی حضورؐ کا یار تھا

ابوبکرؓ کا مال و دولت اعلان نبوت سے پہلے بھی حضورؐ پر نثار تھا!

حضورؐ کی پہلی شادی کے تمام اخراجات ابوبکرؓ نے برداشت کئے۔

اگر یوں کہا جائے کہ ابوبکرؓ تو کماتے

حضورؐ کے لئے تھے

تو یہ مبالغہ نہیں ہوگا

محبوب خدا نے اپنے محبوب کا مال قبول کرلیا۔

اور دنیا یہ سن کر حیران رہ جائے گی کہ جس دن حضورؐ خدیجہؓ کے گھر دولہا بنکر گئے اس روز جو جوڑا زیب تن فرمایا۔

وہ صدیق اکبرؓ کا جوڑا تھا !

صدیقؓ سے فدک کا حساب مانگنے والو

صدیقؓ تو سب نبی پر لٹانے آیا تھا؟

صدیقؓ نبی کو لوٹنے نہیں آیا تھا!

دولت صدیقؓ نے دی

جان صدیقؓ نے دی

بیٹی صدیقؓ نے دی

تو روضہ نبیؐ نے دے دیا

کوثر نبیؐ نے دے دیا

خلافت نبی نے دے دی

صداقت نبی نے دے دی

ہجرت کی رفاقت نبی نے دے دی

اور بالآخر مزار کی سنگت نبیؐ نے دے دی

خدیجہ کے گھر محمدﷺ کی بارات

بارات کیا تھی ۔ چند رفقاء اور چند ساتھی ! چچا اور دوسرے چچا۔ ادھر دولت بھی تھی ! اور مکہ میں عزت و سیادت کا تاج بھی تھا۔ حضور گھر سے چلے نہ ابا ساتھ نہ ماں کی دعائیں ۔ یہی موقعے ہوتے ہیں ۔ جب یتیم کا دل بھر آتا ہے ۔ جب یتیم کی آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں ۔ ایسی گھڑیوں میں بیٹا ماں کے شفقت بھرے ہاتھ سے سر پر پیار لینا چاہتا ہے اور باپ کی مسکراہٹوں کو دیکھنا چاہتا ہے۔ مگر یہاں تو سناٹا تھا۔ نہ آمنہ کا ہاتھ پیار کے لئے آگے بڑھا ! اور نہ ہی ابا پیار کرنے کے لئے آئے اور نہ ہی کسی بہن نے بھائی کو شادی کی مبارک باد دی

دولہا..............................کون دولہا..............................محمد ﷺ

آبدیدہ ہوتے ہیں......................تو رحمت خداوندی جوش میں آکر فرماتی ہیں...........

الم یجدک یتیما فاوای خدا کی رحمتوں کے جلو میں فرشتوں کی نورانی بارات میں خدیجہؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔

مہر کے پیسے نہیں ۔ غربت کا دور دورہ ہے۔

پھر آواز آتی ہے۔ **ووجدک عآئلا فاغنیٰ.**

خدیجہؓ کے گھر پہنچتے ہیں۔ معصوم کی بارات ! محبوب کی بارات !

دولہا کی کیا عمر؟ پچیس سال

دلہن کی کیا عمر؟ چالیس سال

عمر میں اس قدر تفاوت !

جی ہاں ! یہاں فیصلے فرش پر نہیں ہوتے ۔

یہاں نکاح کے فیصلے عرش پر ہوتے ہیں

یہاں خدیجہؓ کی طبعی عمر غرض نہیں

یہاں تو اس کی پاک دامنی اور طہارت سے غرض ہے

وہ صرف محمدؐ بن عبداللہ کی بیوی نہیں ہوگی

بلکہ

وہ محمد رسول ﷺ کی بیوی ہوگی

اس نے پوری امت کی عورتوں کیلئے نمونہ بننا ہے

....

مجلس منعقد ہوتی ہے۔ ابی طالب خطبہ پڑھتے ہیں۔

ثم ان ابن اخی ھذا محمد بن عبداللہ لا یوزن رجل الا رجح به شرفا ونیلا وفضلا وعقلا فان کان فی المال قل فان المال ظل زائل وامر حائل.

تحقیق محمد میرا بھتیجا ہے عبداللہ کا بیٹا ہے اور وہ بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ اگر اس کا مقابلہ کسی قریش مرد سے کیا جائے تو فضل وعقل اور شرافت وعظمت میں سب سے زیادہ نکلے گا! اگرچہ وہ دولت مند نہیں ہے، مگر مال سایہ کی طرح ہوتا ہے جو گھٹتا ہے۔

ابی طالب کے خطبہ کے بعد مجلس نکاح ختم ہوئی اور حضورؐ سرور کائنات ﷺ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوجاتا ہے۔!

....

سیّدہ نبیؐ کی نظر میں

سیّدہ خدیجہؓ طاہرہ سے حضورؐ کا نکاح ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ پر حضرت سیّدہ خدیجہؓ نے سب کچھ قربان کر دیا۔ سیّدہ کی صرف اور صرف ایک خواہش تھی کہ حضرت محمد (ﷺ) کے متعلق جو بشارات سنتی ہوں یا اچھے خواب دیکھتی ہوں خدا کرے کہ میں اس نبیؐ کی بیوی بننے کی سعادت حاصل کروں جسے ختم رسالت کے تاج سے سرفراز فرمایا جانا ہے۔ ان سعادتوں اور مسرتوں سے ان کا دل باغ باغ ہو رہا تھا وہ ایک ایسی پاکیزہ۔ جانثار اور گھر بار حضورؐ پر لٹانے والی بیوی تھی جس کے متعلق حضورؐ ﷺ فرمایا کرتے تھے!

خير نساء ھاخديجة بنت خويلد (مشكوٰة)

اپنے زمانہ میں سب سے بہتر خدیجہ بنت خویلد تھی!

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

امنت بی حين كفربی الناس . صدقتنی حين كذبنی الناس اشركتنی فی مالها حين حرمنی الناس ورزقنی اللّٰه ولدها . وحرم ولد غيرها (استيعاب)

جب لوگوں نے امیر انکار کیا (خدیجہ) نے میرا اقرار کیا۔ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اس وقت (خدیجہ) نے میری تصدیق کی۔!

جب لوگوں نے مجھے مالی اعانت سے ہاتھ کھینچا تو خدیجہ نے اپنے مال کے خزانوں کا منہ میرے لئے کھول دیا!

مجھے خدیجہؓ سے اللہ اولاد عطا فرمائی۔ جب کہ دوسری ازواج کو اس سے محروم رکھا۔ یہ دراصل سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ طاہرہ کی ان خدمات کو سراہا ہے جو انہوں نے نبوت کے لئے اسلام کیلئے دین کے لئے سرانجام دی تھیں۔

اللہ اکبر۔سبحان اللہ۔

خطیب کہتا ہے

جس کی قربانی کی تحسین حضورؐ نے فرمائی۔

جس کے مال کا فائدہ پیغمبر نے اپنی زبان سے تسلیم کیا۔

جس کی اولاد کی برکات زبان نبوت نے خود بیان فرمائی۔

اس خدیجہؓ طاہرہ کا مقام کس قدر بلند ہوگا۔

صدقتنی حین کذبنی الناس

جب سارا جگ جھٹلائے اس وقت کی تصدیق نہیں بھلائی جاسکتی !

پنجابی میں اسے کہتے ہیں

اوکھے ویلے دی یاری

مشکل وقت کی دوستی

صدیقؓ اکبر..................اور خدیجہؓ طاہرہ..................علیؓ مرتضٰی..................زیدؓ

پہلے دن کے ساتھی ہیں، مگر مال صدیقؓ اور خدیجہؓ کا کام آیا۔

خدیجہؓ طاہرہ نے پوری دنیا کی عورتوں کا سر اونچا کر دیا!

مال دیا

گھر دیا

تصدیق کی

پیغمبر کا کلمہ پڑھا!

مشکل وقت میں ہاتھ بٹایا

تسلی دی!

شعب ابی طالب میں آپ کے ساتھ قید تنہائی کاٹی

بالآخر مصائب کی تاب نہ لا کر بھوکے پیاسے نبی کے قدموں میں جان دے دی۔

اور نبوت کی زبان سے صدا آئی

خیر نساء ھا خدیجة

خدیجہؓ کی آرزو

خدیجہؓ اپنے شوہر کی محبت میں اس قدر رفنا ہو چکی تھیں کہ انہیں ہر وقت حضورؐ کی بلندیوں کا ہی خیال ستائے رکھتا تھا۔ وہ اپنے خاوند کو اللہ کا رسول دیکھنا چاہتی تھیں۔ وہ اپنے خاوند کو محبط وحی دیکھنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے جو خواب تھا کہ میری جھولی میں چاند اتر آیا ہے۔ وہ اس کی تعبیر دیکھنا چاہتی تھیں!

ایک دن سرکار دو عالم ﷺ گھر تشریف لاتے ہیں تو خدیجہؓ آپ سے لپٹ جاتی ہیں اور نہایت محبت اور اخلاق سے عرض کرتی ہیں کہ

بابی وامی واللّٰہ مافعل ھذا لبشیء ولکنی ارجوان تکون انت النبی الذی ستبعث فان تکن ھوفا عرف حقی ومنزلتی وادع الالہ الذی یبعثک لی . فقال لھاواللّٰہ لمئن کنت اناھوقد صنعت عندی مالا اضیع ابدا وان یکن غیری فان الالہ الذی تصنعین ھذا لاکلہ لایضیعک ابدا.

(فتح الباری)

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھے امید ہے کہ شاید عنقریب آپ ہی کے سر پر تاج نبوت رکھا جانے والا ہے۔ پس اگر آپ ہی وہ نبی ہوئے تو بعثت کے بعد میرے حق کو یاد رکھیں اور جو خدا آپ کو نبوت سے سرفراز فرمائے اس سے میرے لئے دعا فرمائیں۔

آپ نے جواب دیا (کہ اے خدیجہؓ) اگر وہ نبی میں ہی ہوا تو جان لے کہ تم نے میرے ساتھ وہ احسان کیا ہے کہ جس کو میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا اور اگر (بالفرض) کوئی اور ہوا تو جس خدا کے لئے تو عمل کررہی ہے وہ تیرے اس عمل کو ضائع نہیں کرے گا!

ایک دن آپ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو مکہ مکرمہ میں تورات وانجیل کا عالم تھا اور لوگ اس کی علمی حیثیت کی وجہ سے اس کا احترام کیا کرتے تھے۔ ویسے بھی ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہؓ کے رشتہ دار تھے۔ حضرت خدیجہ اپنے اسی شوق اور اضطراب کو لے کر بار بار ان کے پاس جاتی تھیں کہ کسی نہ کسی طرح آپ کو معلوم ہوجائے! کہ حضرت محمد (ﷺ) کیا وہی شخصیت ہیں جن کے سر پر نبوت کا تاج رکھا جانے والا ہے! چنانچہ آپ نے ورقہ بن نوفل کو سرکار دوعالم ﷺ کے بعض حالات سنائے تو ورقہ نے آپ کا اشتیاق دیکھ کر ایک قصیدہ لکھا جس کے دو شعر خدیجہ کے اشتیاق اور اضطراب کی ترجمانی کرتے ہیں!

ھذا خدیجة تاتینی لا خبرھا
ومالنا بخفی الغیب من خبر
بان احمد یاتیہ فیخبرہ
جبریل انک مبعوث الی البشر

خدیجہ بار بار میرے پاس آتی ہے کہ میں اس کی خبر دوں

اور مجھ کو غیب کی خبر نہیں ہے !

کیا جبریلؑ آپ کے پاس اللہ کا پیغام لے آئیں گے۔ کیا آپ لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے جائیں گے۔

خطیب کہتا ہے

خدیجہ کی یہ آرزو ان کے عشق رسالت کی آئینہ دار ہے۔

کسی کی آرزو ہوتی ہے کہ میرا خاوند ڈی سی ہو

کسی کی آرزو ہوتی ہے کہ میرا خاوند کمشنر ہو

کسی کی آرزو ہوتی ہے کہ میرا خاوند گورنر ہو

کسی کی آرزو ہوتی ہے کہ میرا خاوند صدر مملکت ہو

کسی کی آرزو ہوتی ہے کہ میرا خاوند لینڈ لارڈ ہو

کسی کی آرزو ہوتی ہے کہ میرا خاوند دنیا کا بڑا تاجر ہو

خدیجہؓ.................................تیری آرزو مبارک تیری خواہش مبارک

خدیجہؓ کی آرزو ہے کہ......................میرا خاوند اللہ کا رسولؐ ہو

سبحان اللہ

خدیجہؓ کی آرزو پوری ہوئی۔ حضور محمد رسول اللہ ﷺ بن کر آغوش خدیجہؓ میں آ گئے !

آغاز نبوت اور خدیجہؓ طاہرہ

سرکار دو عالم ﷺ سیّدہ طاہرہ خدیجہؓ کبریٰ نے پندرہ سال ازدواجی زندگی کے بہت ہی خوشگوار گزارے۔ خدیجہؓ طاہرہ تو ہر وقت وارے نیارے جاتی تھی اور حضور سرور کائنات ﷺ بھی آپ سے بے حد محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی عمر مبارک جب چالیس برس کے قریب پہنچتی ہے تو آپ ہر وقت متفکر اور کسی کی تلاش میں رہتے تھے۔

وہ تلاش کیا تھی.......................اور فکر کیا تھا.......................یہی نا؟ کہ اس

کائنات کو کس نے پیدا کیا ہے۔ یہ حسین چانداور تارے کس کی تخلیقات کا شہکار ہیں۔

یہ بغیر ستونوں کے آسمان کس طرح قائم ہے !

یہ پہاڑ، یہ ندیاں، یہ آبشاریں، یہ سبزہ، یہ دریا، یہ سمندر، یہ زمین اوراس پر خوبصورت وحسین درختوں کے جھنڈ یہ کس کی تخلیق ہیں ۔ یہ حسین وخوبصورت انسان کس کی پیداوار ہے۔ قدرتی مناظر کیا کسی صانع حقیقی کی ترجمانی نہیں کررہے ۔ یہ غور وفکر یہ سوچ ہر وقت آپ کو متفکر کئے رکھتی تھی !

خدیجہؓ طاہرہ آپ کی انہوں سوچوں سے کسی ایسی سوچ میں ڈوب جاتی تھیں کہ ایک نہ ایک دن ضرور حضورؐ روشنی کا مینار بنیں گے! اورآپ تمام کائنات کو مستنیر کریں گے!

ایک دن سرکار دوعالم ﷺ خدیجہؓ سے فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ کچھ ستو یا جو اور پانی کا مشکیزہ کردیا جائے۔ میں کسی کی تلاش میں غار حرا میں جاتا ہوں!

سیّدہ طاہرہ نے بغیر کچھ پوچھے سامان خورد ونوش ساتھ کردیا اور غلام کو دے کر ساتھ روانہ کردیا کہ وہ آپ کو غار حرا میں پہنچا آئے۔!

آپ غار حرا میں جاتے ہیں۔ تمام محدث اور مفسر علماء اور فقہا فرماتے ہیں کہ آنحضرت غار حرا میں عبادت کیا کرتے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی عبادت تھی جو آپ کیا کرتے تھے! نماز تھی۔ روزہ تھا۔ ذکر تھا؟ اگر تھے تو کس پیغمبر کی پیروی میں تھے؟

یہ سوالات ذہن میں چبھتے ہیں اور ہر باشعور امتی اس کا جواب چاہتا ہے کہ حضورؐ کی کیفیت عبادت کیا تھا اور طریق عبادت کیا تھا؟

خطیب کہتا ہے

خدا کی تخلیقات پر غور وفکر !

شاید سامعین اب بھی نہ سمجھے ہوں

آیئے .... میرے ساتھ ہو جایئے اور مل کر تلاش کریں۔ حقیقت محمدی میں غوطہ لگائیں یا فکر مصطفوی میں غوطہ لگائیں کہ حضورؐ کیا سوچ رہے ہیں۔

اور آپ کیسی عبادت کر رہے ہیں۔

وہ کون سی عبادت ہے جو حضورؐ غار حرا میں کرتے ہیں۔!

سامعین............اگر آپ کی سوچ میرے ساتھ ہوگی ہے تو آپ جلدی سمجھ جائیں گے!

حضورؐ کی عبادت یہی تھی! کہ اپنے خالق کائنات کو ڈھونڈتے تھے ؟

وہ کون ہے جس نے آسمان بنایا

وہ کون ہے جس نے زمین بنائی

وہ کون ہے جس نے سورج بنایا

وہ کون ہے جس نے چاند بنایا

وہ کون ہے جس نے تارے بنائے

وہ کون ہے جس نے بلند و بالا پہاڑ پیدا کئے

وہ کون ہے جوان پتھروں سے پانی نکالتا ہے

وہ کون ہے جو آسمانوں سے پانی برساتا ہے

اور بھلا سوچو تو سہی

وہ کون ہے جس نے محمد (ﷺ) کے ہاتھ بنائے

وہ کون ہے جس نے محمد (ﷺ) کے پاؤں بنائے

وہ کون ہے جس نے محمد (ﷺ) کا چہرہ بنایا۔

یہ حسن و جمال۔ یہ وجاہت و ملاحت۔ یہ اخلاق و کردار کس نے محمد (ﷺ) کو عطا فرمائے!

یہ غور و فکر............بھی عبادت ہے۔

خالق کائنات کی تخلیقات پر سوچنا بھی عبادت ہے۔

یہ خطیب کی ایجاد نہیں ہے اور نہ ہی یہ خطیب کی اپنی اختراع ہے، بلکہ آیئے بخاری کی شرح عینی دیکھیں۔ علامہ بدرالدین عینی ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ کون سا طریق عبادت تھا جو حضورؐ غار میں اختیار فرماتے تھے !

وہ عبادت کیا تھی !فرماتے ہیں ۔

قِیل ما کان صفة تعبدّہ اُجیب بانّ ذالک کان بالتّفکّر (عینی شرح بخاری ج ا)

سوال ہوا یہ غور کی عبادت کیا تھی۔ جواب دیا گیا غور وفکر اور عبرت پذیری!

اور جن پر غور ہو رہا وہ فکر عبادت تھی !

وہ دلائل تھے توحید کے وہ خدا کی توحید کی بینات تھیں۔

وہ براہین تھے۔ خداوندی کے

نبوت تھی تخلیہ...........خداوندی کے

خدا کی ذات پر سوچنا...........خداوندی کے

اس کی تخلیقات پر سوچنا

اس کی وحدانیت پر سوچنا

اس کی ربوبیت پر سوچنا

یہ بہت بڑی عبادت...............................

...........اور یہی عبادت تھی یا انہی وحدانی کیفیات کی اور عبادات تھیں جن پر سرکار دوعالم ﷺ غار میں سوچا کرتے تھے۔ جب انہی سوچوں میں گم ہو گئے۔

اور ہر وقت اپنے خالق کی تلاش میں استغراق کامل ہو گیا تو

وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدَىٰ

جبرئیلؑ تاج نبوت لے آئے

ایک روز آپ غار حرا میں ہی تھے کہ وفقتاً آپ پر وحی کا نزول ہوا ایک فرشتے نے آکر آپ سے کہا! پڑھو! آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں! اس پر آپ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اس زور سے بھنیچا کہ میرے لئے نا قابل برداشت ہو گیا ! پھر اس فرشتے نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو! میں کہا۔ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں اس نے دوبارہ مجھے بھنیچا اور میرے لئے نا قابل

برداشت ہوگیا۔پھر اس نے چھوڑ کر مجھے کہا کہ پڑھو!

اور مجھے اس قدر زور سے دبایا کہ میں بے بس ہوگیا!اور بلآخر مجھے چھوڑ کر کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ . خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ . اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ . الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ . عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ.

اے نبی پڑھو،اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے سب کچھ پیدا کیا اور انسان کی تخلیق جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے کی پڑھو!اور تمہارا رب بڑا کریم ہے!جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہیں جانتا تھا!

تاج رسالت پہننے کے بعد آپ گھر تشریف لاتے ہیں اور حضرت خدیجہؓ سے فرماتے ہیں کہ زملونی زملونی مجھے چادر اڑھاؤ۔مجھے چادر اڑھاؤ! آپ کو چادر اڑھادی گئی۔جب آپ کی طبیعت اس بار نبوت کے اٹھانے سے سکون پذیر ہوئی تو آپ نے تمام واقعہ اپنی رفقہ حیات حضرت خدیجہ طاہرہ کو سنایا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ معلوم ہوتا ہے۔اس پر خدیجہؓ بول اٹھیں۔

سیّدہ طاہرہ نے حضورؐ کو تسلی دی

حضرت خدیجہؓ نے سرکار دوعالم ﷺ سے تمام واقعہ سن کر عرض کیا کہ

کلا واللّٰہ لایخزیک اللّٰہ بہ انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتعین علی نوائب الحق

(بخاری)

ہرگز نہیں خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔آپ صلہ رحمی کرتے ہیں لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ناداروں کی خبر گیری کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنا

روٹھے ہوؤں کو منانا

لوگوں کے بوجھ بانٹنا

ان کے دکھ درد بٹانا

ناداروں کی ضروریات پوری کرنا

اورلوگوں کی دکھ درد کی گھڑیوں میں ان کی حوصلہ افزائی کرنا۔

ایک روایت میں ہے **تقری الضیف** مہمان نوازی کرنا۔ان صفات کا حامل انسان معاشرے میں کبھی کمزور نہیں پڑسکتا۔ یہ صفات انسان کو ہر دکھی کی آنکھ کا تارا اور ہر مصیبت زدہ کے دل کی ٹھنڈک بنا دیتی ہیں۔

اس لئے سیّدہ خدیجہؓ نے فوراً عرض کیا کہ حضورؐ؟ آپ فکر نہ فرمائیں میں آپ کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتی ہوں کہ

فقالت ابشر فواللّٰہ لایفعل اللّٰہ بک الا خیراً فاقبل الذی جاء ک من اللّٰہ فانه حق وابشر فانک رسول اللّٰہ حقا .

(فتح الباری ۱۲)

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا کہ آپ کو بشارت ہو۔خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہ کرے گا جو منصب اللہ کی طرف سے آپ کے پاس آیا ہے اس کو قبول کیجئے وہ بلا شبہ حق ہے اور پھر کہتی ہوں کہ آپ کو مبارک ہو کہ آپ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ورقہ بن نوفل سے بھی حضرت خدیجہؓ نے تمام واقعہ سنا کر اس کا مطلب دریافت کیا تو اس نے فوراً کہا

لئن کنت صدقتنی انه لیایته ناموس عیسیٰ . (فتح الباری)

اگر تو سچ کہتی ہے تو یقیناً ان کے پاس وہی فرشتہ آتا ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا!

ورقہ بن نوفل نے کہا اے خدیجہؓ **مااراہ الانبی ھذا الامة الذی بشربه موسیٰ و عیسیٰ**۔

اے خدیجہؓ............میں دیکھتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس امت کے نبی ہیں۔جن کی بشارت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام نے دی تھی!

خطیب کہتا ہے

سیّدہ کے گھر نبوت آ گئی

حضرات گرامی! سیّدہ طاہرہ کی خوش نصیبی دیکھئے کہ نبوت خود ان کے گھر چل کر آ گئی۔ نبوت ملنے کے بعد سب سے پہلے محمد نبیؐ کی زیارت سیّدہ طاہرہ نے کی۔ سب سے پہلے پیغمبر کی زبان سے نبوت ملنے کا واقعہ سیّدہ نے سنا۔

سب سے پہلے نبوت کی ڈھارس سیّدہ نے بندھائی۔
سب سے پہلے نبوت کی چادر سیّدہ نے اوڑھائی۔
سب سے پہلے وحی کے برکات سیّدہ نے دیکھے۔
سب سے پہلے نبیؐ نے اپنے قدم سے سیّدہ کے گھر کو مشرف فرمایا۔

سیّدہ کی آرزو پوری ہوگئی۔ سیّدہ نبیؐ کی بیوی بن گئی............ ابی طالب کے بھتیجے سے نکاح ہوا تھا۔ آج اللہ کے نبیؐ کی بیوی ہونے کا شرف حاصل ہوگیا۔

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشاء

سبحان اللہ

سارے جہاں پر نبیؐ کی چادر رحمت
اور نبیؐ پر خدیجہؓ کی چادر طہارت

سب سے پہلے ایمان لائیں

سب سے پہلے نبیؐ کو دیکھا۔ سب سے پہلے نبوت کو سنا۔ تسلی دی! اور آپ کو رسولؐ ماننے میں ایک لمحہ بھی توقف نہیں کیا۔ حضور گھر آتے گئے اور خدیجہؓ آغوش رسالت اور آغوش ایمان میں آتی گئیں۔ ذرا اس حقیقت پر بھی نظر ڈالیں کہ جناب خدیجہؓ حضورؐ کی رفیقہ حیات ہیں دن رات کا ساتھ ہے زمانہ شناس ہیں۔ دنیا کے نشیب وفراز کا تجربہ رکھتی ہیں۔ تجارتی تجربات نے مردم شناسی کا جوہر بھی پیدا کر دیا ہے! ازدواجی زندگی کا یہ تیسرا تجربہ ہے! شوہر کی زندگی کا ایک ایک گوشہ ان کی نظروں کے سامنے ہے۔ عورت کی نگاہ سے شوہر کا کون سا ہنر اور عیب پوشیدہ رہتا ہے۔ عورت پر کس کے تقدس کا جادو چل سکتا ہے پھر عورت بھی خدیجہؓ جیسی زمانہ شناس! عورت! اس کے سامنے

شوہر کا اتنا بڑا اعظیم الشان اور انقلابی دعویٰ نبوت پیش ہوتا ہے۔ اگر وہ اس دعوے کو رد کردے یا خاموش ہی رہے تو اس کا بظاہر کچھ نہیں بگڑتا۔ کیونکہ وہ خود کفیل ہے اور وہ اس دعوے کو قبول لرلے تو زمین و آسمان کی دشمنی مول لینے کا خطرہ سامنے ہے! وہ ورقہ کی زبان سے سن چکی ہے کہ تیری تمام ہر دلعزیزیاں اور محبوبیتیں نظر انداز کردی جائیں گی! اور تیری قوم ہی تجھے بے وطن کردے گی۔ وہ اقرار نبوت کرنے میں اور نہیں تو کچھ مہلت لے سکتی تھی کہ ذرا اس کی مقبولیت و نامقبولیت کا اور اس کے تلخ و شیریں نتائج کا اندازہ کرلے۔

مگر اس بوڑھی عورت کی جواں ہمتی اور پختہ ایمانی کو دیکھئے! کہ مستقبل کے تمام نتائج سے بے نیاز ہوکر کسی وقفے کے بغیر۔ سب سے پہلے تنہا ایمان لے آتی ہے!

اور آگے چل کر نہ صرف اپنی ساری متاع اس مشن پر قربان کردیتی ہے، بلکہ سخت سے سخت امتحانات کے مواقع پر اس کے ایمان میں ادنیٰ سے ادنیٰ لغزش بھی پیدا نہیں ہوتی!

اللہ اللہ..........سیّدہ طاہرہ خدیجہؓ کا یہ کردار یہ عمل یہ حضورؐ کی ذات گرامی سے والہانہ لگاؤ انہیں دنیا بھر کی عورتوں سے ممتاز کردیتا ہے! اور آپ کا یہی کردار تھا۔

جسے رسول اللہ ﷺ ہمیشہ یاد رکھتے تھے بلکہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے جواب میں فرمایا تھا کہ خدیجہؓ نے میرا ساتھ اس وقت دیا جب پوری دنیا مجھے جھٹلا رہی تھی۔

خطیب کہتا ہے

خدیجہؓ حضورؐ کی پہلی بیوی

خدیجہؓ ہی پہلی مومنہ

عورتوں میں ایمان لانے میں پہلا نمبر سیّدہ طاہرہ کا ہے

بیوی بھی پہلی

مومنہ بھی پہلی

تسلی بھی پہلے پہل انہوں نے دی

حضورؐ کی ابتدائی زندگی کی جانثار رفیقہ حیات

دکھ درد کی شریک

بلکہ شعب ابی طالب میں قید تنہائی میں شریک

بھوک پیاس برداشت کرنے میں برابر کی شریک

اسی لئے حضورؐ کو ہر قدم پر ان کا لحاظ تھا۔

حضورؐ کو خدیجہؓ کا خیال

جس سال حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا۔اس سال کو سرکار دو عالم ﷺ عام الحزن کے نام سے تعبیر فرمایا کرتے تھے!

☆ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے خدیجہؓ پر سب سے زیادہ رشک آتا تھا، کیونکہ حضور اللہ ﷺ ہمیشہ ان کا محبت سے دیر تک تذکرہ فرمایا کرتے تھے!

☆ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ

ماغرت علی احد من نساء النبی ﷺ . ماغرت علی خدیجة . وما رایتها ولکن کان یکثر ذکرها وربما ذبح الشاة لم یقطعهاایضاء ثم یبعثها نی صدائق خدیجة.

میں نے کبھی کسی عورت پر نبی ﷺ کی عورتوں میں سے رشک نہیں کیا جس قدر رشک مجھے خدیجہ طاہرہ پر آتا تھا۔آپ ہمیشہ ان کا (یعنی خدیجہ) کا ذکر کیا کرتے تھے!اور جب کبھی کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کا گوشت خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے!

خدا نے خدیجہؓ کو سلام بھیجا

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

قل اتی جبریل النبی ﷺ فقال یارسول اللّٰه هذ خدیجه قد اتت معها اناءً فیه ادام وطعام فاذا اتتک فاقرا علیها السلام من ربها ومنی وبشرها ببیت فی الجنة . (مشکوٰة)

جبرئیلؑ امین نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ خدیجہ آپ

کی خدمت میں ایک برتن لے کر آرہی ہے جس میں کھانا اور سالن ہے وہ آئے تو انہیں اللہ تعالیٰ کا اور جبرئیلؑ کا سلام کہنا اور انہیں جنت کے گھر کی خبر دینا۔

خطیب کہتا ہے

خدیجہؓ کو انعام میں

نبیؐ ملا

دین ملا

اسلام ملا

جبرئیل کا سلام ملا

اور اللہ تعالیٰ کا سلام ملا

حضرات گرامی! آپ حضرات کے سامنے نہایت تفصیل سے حضرت سیّدہ طاہرہ خدیجہ الکبریٰ کے فضائل و مراتب بیان کیے گئے جن سے آپ کے ایمان کو تازگی اور روح کو بالیدگی ملی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیّدہ طاہرہؓ کے انوارات و برکات سے سرفراز فرمائے اور ہمیں قیامت کے دن ان کے دامن عاطفت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

چوتھا جمعہ رمضان

فتح مکہ!

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِّیَغْفِرَلَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ وَیَهْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔ تا کہ اللہ آپ کی (سب) اگلی پچھلی خطائیں معاف کردے اور آپ پر احسانات کی اور زیادہ تکمیل کردے! اور آپ کو سیدھے راستہ پر لے چلے!

حضرات گرامی! آج میں آپ حضرات کے سامنے فتح مکہ کے تاریخ ساز عنوان پر خطاب کرنا چاہتا ہوں! اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت بالغہ ہے کہ اسلام کے بہادر اور جری سپوتوں کو اسلام کے سب سے اہم اور بڑے معرکہ اور دشمنوں سے مقابلے رمضان شریف میں ہی کرنا پڑے ہیں۔ رمضان شریف میں روزہ رکھنا اور تمام دن دھوپ اور شدید ترین گرمی میں اہل کفر وشرک سے جہاد کرنا یہ ان نفوس قدسیہ ہی کا کام تھا جن کی براہ راست نبوت نے خود تربیت فرمائی تھی! روزہ اور پھر گرمیوں کے موسم میں یہ خود بہت بڑا امتحان ہے، لیکن عرب کی کڑکتی دھوپ اور کھانے پینے کی قلت۔ ایک کھجور کے دانے اور صرف ایک گلاس پانی پی کر روزہ رکھنا اور تلوار اٹھا کر دن بھر مشرکین سے جہاد کرنا۔ یہ صرف سرکار دوعالم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام ہی کا کام تھا۔ اس کی مثال کرہ ارضی پر ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی!............ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ کا آغاز ہو چکا تھا۔ صلح حدیبیہ دراصل تمہید تھی۔ اس متن کی جسے فتح مکہ کی صورت میں پڑھا جانا تھا! صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی بھی قریش نے خود ہی کی! اور جب سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے سفیر کے ذریعہ اس پر قریش کو انتباہ فرمایا تو ان کی گردنیں اور بھی اکڑ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ۔ میرے محبوب اب تیاری کرو۔ یہ اکڑی ہوئی گردنیں یا تو توڑ دی جائیں گی اور یا دربار خداوندی میں جھکا دی جائیں گی!

ابوسفیان کی مدینہ میں آمد

قریش نے بعد میں سوچا کہ ہم نے تلخ جواب دیکر اچھا نہیں کیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک میٹنگ کر کے فیصلہ کیا کہ ابوسفیان کو سفیر بنا کر مدینہ منورہ محمد (ﷺ) کے پاس بھیجا جائے تا کہ ان سے صلح حدیبیہ کی تجدید کرائی جا سکے اور اس طرح اس جنگ کا خطرہ ٹل جائے جو خود ہمارے تلخ جواب سے پیدا ہو سکتی ہے، چنانچہ ابوسفیان قریش کا سفیر بن کر مدینہ منورہ پہنچتا ہے۔

ابوسفیان حیران رہ گیا

حضرات گرامی! آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو زوجہ رسول اللہ تھیں اور مسلمانوں کی ماں تھیں یہ ابوسفیان کی حقیقی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں!

ابوسفیان مدینہ پہنچ کر سیدھا اپنی بیٹی کے گھر پہنچا!

دروازہ کھٹکھٹایا.............آواز آتی ہے کون؟

ابوسفیان تمہارا والد حبیبہؓ!

ام حبیبہ نے دروازہ کھولا..................اور الٹے پاؤں پیچھے بھاگ کر بسترہ لپیٹ دیا!

ابوسفیان شرمندہ ہو گیا.................مگر خفت مٹانے کے لئے پوچھا کہ بیٹی بسترہ کیوں لپیٹ دیا۔ کیا بسترہ میرے منصب کے قابل نہیں ہے؟

کیوں.................؟ ابوسفیان نے غصے میں پوچھا؟

ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ

نبی کے پاک بستر پر مشرک کا ناپاک وجود نہیں بیٹھ سکتا؟

سبحان اللہ

ابوسفیان یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا کہ ام حبیبہؓ تجھ میں شر پیدا ہو گیا ہے۔ تمہیں تو اب چھوٹے بڑے کی تمیز بھی نہیں ہے..........فرمایا.................کہ ابا.................شر تو تم میں ہے جس نے ایک خدائے وحدہ لاشریک لہ کو چھوڑ کر سینکڑوں معبود بنا رکھے ہیں اور دن میں نا معلوم کتنی مرتبہ تمہارا

سر معبود حقیقی کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے جھکتا ہے۔ہمیں اللہ نے اچھا عقیدہ۔ اچھا دین۔ سب سے اچھا رسولؐ عطا کیا ہے۔ ہمارے تمام رشتے تمام تعلقات اس کی گرد راہ قربان ....اب یہ مغالطہ نکال دیں کہ میرا رشتہ اب آپ سے قائم ہے۔ میرا رشتہ صرف اور صرف سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی سے ہے جو سب رشتوں پر بھاری ہے۔

خطیب کہتا ہے

☆ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہزاروں گتھیاں سلجھا گیا!

☆ نبیؐ کے پاک بستر ے پر پاک وجود ہی بیٹھ سکتا ہے!

☆ نبیؐ کے پاک بستر ے پر شرک سے ملوث وجود نہیں بیٹھ سکتا!

☆ معلوم ہوا مشرک خواہ باپ ہی کیوں نہ ہو اسے شعائر اسلام پر ترجیح نہیں دی جا سکتی!

☆ عشق رسالت صرف اس کا تسلیم ہوگا جسے مشرک سے نفرت ہوگی۔

☆ **انما المشر کون نجس** کو حقیقی تفسیر حضرت ام حبیبہؓ نے سجھائی۔

جب نبیؐ کے پاک بستر ے پر ایک مشرک نہیں بیٹھ سکتا تھا!

تو خداوند قدوس؟

نبیؐ کے پاک روضے میں

نبیؐ کے پاک مصلے پر

نبیؐ کی پاک مسجد میں

نبیؐ کے پاک گھر میں

کسی مشرک کو ڈیرے جمانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

نبیؐ کا روضہ بھی پاک

نبیؐ کی مسجد بھی پاک

نبیؐ کا مصلے بھی پاک

نبیؐ کا گھر بھی پاک

اس لئے روضے والے بھی پاک
نبیؐ کی مسجد کے امام وخطیب بھی پاک
نبیؐ کے مصلے والے بھی پاک
اور نبیؐ کے گھر والے بھی پاک
(سبحان اللہ)

ام حبیبہؓ نے بتا دیا کہ
ابوت کا رشتہ ختم

اور

نبوت کا رشتہ شروع
ابوت کا رشتہ عارضی ہوتا ہے

اور

اور نبوت کا رشتہ دائمی ہوتا ہے

سبحان اللہ

ابوسفیان دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ محمد (ﷺ) کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اس قدر پختہ رنگ میں رنگتا ہے کہ اس کے رنگے ہوئے کو شرک و بدعت کی میل نہیں لگ سکتی۔

بیٹی نے میرا رنگ قبول نہیں کیا
محمدؐ کے رنگ میں رنگی گئی

ہائے میرا مصطفٰے ایسا رنگ ساز تھا کہ آپ کا رنگ دیا ہوا۔ نہ مکے کے قریش اتار سکے اور نہ ان کے مظالم ہی اس رنگ میں کوئی فرق پیدا کر سکے!

بلکہ اگر اتارنے کی کوشش بھی کرتے تھے تو حضورؐ کے مستانوں پر اور ابھی رنگ چمکتا تھا۔ نکھرتا۔ پھیلتا تھا۔

اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلن پر آئی ہو!

ہمارے ہاں قلعی کرنے والے آتے ہیں اور گلی کوچے میں صدا دیتے ہیں۔

برتن قلعی کرالو؟

برتن قلعی کرانے کے لئے باہر آتے ہیں۔

قلعی گر............ برتن قلعی کر کے چلا جاتا ہے۔

پھر چھ ماہ کے بعد وہی آتا ہے اور صدا لگاتا ہے

برتن قلعی کرالو

پھر مرد عورتیں وہی برتن لے کر باہر نکلتے ہیں

لو بھئی یہ برتن قلعی کر دو!

ابھی چھ ماہ تو ہوئے کہ تم سے یہی برتن قلعی کرائے تھے

اب پھر ان کو زنگار لگ گیا ہے!

قلعی گر بولتا ہے؟

بھیا............ میں تو جو برتن قلعی کروں گا ان کی مدت یہی چھ سات ماہ ہی کی ہوگی!

لیکن اس قلعی گر کو کون بتائے کہ ایک دلوں کو قلعی کرنے والا بھی مکے میں آیا۔

جس نے ایسا دلوں کا زنگار اتارا کہ صدیاں بیت گئیں، مگر اس کے قلعی کئے ہوئے دلوں کو زنگار نہیں لگا۔

ام حبیبہؓ اب بھی ام حبیبہؓ ہے زوجہ رسولؐ ہے۔

ام المومنین ہے۔ رفیقہ حیات مصطفٰے ہے۔

ابوبکرؓ اب بھی صدیقؓ ہے

عمرؓ اب بھی فاروقؓ ہے

عثمانؓ اب بھی ذوالنورینؓ ہے

علیؓ اب بھی اسداللہؓ الغالب ہے

بلالؓ اب بھی موذن رسولؐ ہے

خدیجہؓ اب بھی طاہرہؓ ہے

عائشہؓ اب بھی صدیقہؓ ہے

اصحاب رسول اب بھی رضی اللہ عنہم ہیں

ابوسفیان سیدھا صدیق اکبرؓ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کرانے آیا ہوں۔ اب میری (محمد ﷺ) کے پاس سفارش فرمادیں۔

صدیق اکبرؓ نے فرمایا............ میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا!

ابوسفیان سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا ہے اور آپ سے سفارش کے لئے کہتا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ میں تو اکیلا بھی مشرکین سے جہاد کرنے کے لئے تیار ہوں۔

ابوسفیان کی جب کسی نے ایک نہ سنی تو بالآخر حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا............ سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے کہ مسجد میں کھڑے ہوکر از خود ہی صلح حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کر جاؤ۔ میں تمہاری شفارش نہیں کرسکتا۔

ابوسفیان حضرت علیؓ کے اس مذاق کو نہ سمجھ سکا اور یکطرفہ مسجد میں اعلان کر کے مکہ چلا گیا۔ اہل مکہ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو وہ بہت پریشان ہوئے اور اس خطرہ کا انتظار کرنے لگے کہ نامعلوم اب کس وقت ہمیں اپنی شامت اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔

وہ دن بھی آہی گیا

سرکار دوعالم ﷺ نے رمضان شریف میں اعلان فرمادیا کہ میرے غیور اور جانثار شیدائیو! مکہ جانے کی تیاری کرلو اب وہ وقت آن پہنچا ہے۔ جب کہ خداوند قدوس مظلوموں کو سرزمین مکہ میں ایک نئی آن اور نئی شان سے داخل ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔ مسلمان سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد گرامی سن کر مکہ جانے کی تیاری کرتے ہیں اور بالآخر یہ قدوسی صفات صحابہ کا عظیم لشکر جو دس ہزار کی تعداد میں تھا۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوجاتا ہے۔ مکہ مکرمہ جب ایک منزل رہ جاتا ہے تو مرالظہر ان کے مقام پر لشکر اسلام کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم ملتا ہے اور ساتھ ہی ہدایات ملتی ہیں کہ

فاصلے پر خیمے نصب کئے جائیں۔تا کہ دشمن کی آنکھ اس سمندر کی گہرائیوں تک فوراً نہ پہنچنے پائے اور ساتھ ہی الاؤ روشن کردیئے جائیں اور تمام صحرا میں روشنی کا سماں بندھ جائے!

ابوسفیان کا مقدر اسے پہلے لے آیا

اہل مکہ کو بھی کسی طرح سے خبر مل چکی تھی۔اس لئے ان کا ایک گروپ ابوسفیان کی قیادت میں لشکر اسلام کا جائزہ لینے کے لئے رات کو آ گیا۔وہ قافلے میں داخل ہوتے ہی تفتیش کرنے لگا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو اس وقت پہرہ دے رہے تھے۔انہوں نے ابی سفیان کی آواز پہچان کر اسے اپنے قریب بلالیا اور سمجھایا کہ دیکھو کہ تم اب حضرت محمد ﷺ کا مقابلہ نہیں کرسکتے اس لئے باز آجاؤ اور ہتھیار ڈال دو اور خیر اسی میں ہے کہ محمد ﷺ کے دامن رحمت میں آجاؤ۔ابوسفیان جو اس ہیبت ناک منظر سے پہلے ہی خوف زدہ تھا۔کانپتے ہوئے بولا پھر بتایئے! مجھے اب کیا کرنا چاہیئے حضرت عباسؓ نے کہا کہ آپ میرے ساتھ سوار ہوجائیں۔میں آپ کو حضورؐ کی خدمت میں لے چلتے ہوں۔انشاءاللہ اچھا فیصلہ ہوجائے گا۔

ابوسفیان حضرت عباسؓ کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوجاتے ہیں کہ نگاہ عمر پڑ گئی! عمرؓ نے زور سے کہا............دشمن خدا اور رسول خود آ گیا۔جانے نہ پائے یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور ابوسفیان کا رخ کیا،مگر حضرت عباسؓ سوار تھے اور جلدی سے سواری بھگا کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ بھی پیچھے پیچھے گئے اور فرمایا کہ ابوسفیان کو میرے حوالے کرو میں اس کی ابھی گردن اڑاتا ہوں۔مگر حضرت عباسؓ نے اس کو پناہ دے دی۔

حضور ﷺ بھی اس پناہ پر خاموش ہوگئے اور فرمایا کہ اسے صبح میرے ہاں لے آنا۔

خطیب کہتا ہے

ابوسفیان خود نہیں آیا تھا
انہیں ان کا مقدر لے آیا تھا
کسے معلوم تھا کہ نبی اور مسلمانوں کے خون کا پیاسا
آج آب کوثر سے اپنی پیاس بجھائے گا

مقدر پر نہ آپ کا زور چلتا ہے نہ میرا۔

ہر ایک کا مقدر خدا کے قبضے میں ہے
تدبیر کچھ ہوتی ہے تقدیر کچھ ہوتی ہے

کیا یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ سیّدنا امیر حمزہ کا قاتل ایمان لے آئے گا؟

اس قدر گھناؤنے فعل کے بعد اسے دربار رسالت سے معافی مل سکتی ہے؟

لیکن دنیا جہاں نے دیکھا کہ ایسا ہوا..................اور وحشی کو دربار رسالت میں امان بھی ملی اور ایمان بھی ملا۔

اسی طرح ابوسفیان کو امان بھی ملی اور ایمان بھی ملا۔

دربار رسالت میں ابوسفیان کی پیشی

صبح کو حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو دربار رسالت میں پیش کیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ابوسفیان کو دیکھ کر فرمایا!

ابوسفیان کیا اب وہ وقت نہیں آگیا کہ یقین کرلے کہ

لا اله الا الله

اس کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں ہے!

ابوسفیان نے کہا کہ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی اور بھی ہوتا تو یقیناً ہماری مدد کرتا!

اے ابوسفیان! افسوس ہے تم پر کیا اب بھی تمہیں میری رسالت پر یقین نہیں آیا۔

ابوسفیان نے کہا............میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ بے شک آپ نہایت حلیم و کریم ہیں۔ مگر آپ کا رسول ہونا مجھے اب بھی سمجھ میں نہیں آیا۔

حضرت عباسؓ نے سمجھایا تو ابوسفیان نے آپ کی رسالت کا اقرار کرکے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا اور اس طرح ابوسفیان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دامن رسالت کے ساتھ وابستہ ہوگیا!

اور ابوسفیان کی دلجوئی کے لئے فرما دیا کہ جو کوئی فتح مکہ کے دن ابی سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔ ابوسفیان نے کہا! حضورؐ میرا مکان تو چھوٹا ہے! فرمایا! جو کوئی مسجد حرام میں داخل ہو جائے تو وہ بھی امن میں رہے گا۔

پھر ابوسفیان نے کہا کہ مسجد حرام تو مکہ کی آبادی سے چھوٹی ہے۔ فرمایا جو اپنا دروازہ بند کرلے گا وہ بھی امان پائے گا۔ پیغمبر رحمت ﷺ کے اس اعلان سے ابوسفیان کے دل کے دریچے کھل گئے اور اسے آج تک کی ہوئی تمام زیادتیاں یاد آنے لگیں اور اس کو اپنی ماضی پر ندامت ہونے لگی اور دل میں توحید خداوندی اور رسالت مصطفوی کے چراغ جلنے لگے............مگر ابھی اس کی تربیت باقی تھی۔ اسے اسلام کی تمام تصویر دکھانی تھی۔ اسے اسلام کے حقیقی خدوخال دکھانے تھے۔ تقریر سے نہیں۔ دلائل سے نہیں۔ رعب اور دھونس سے نہیں بلکہ............اسلام کی حقیقی مٹھاس اس کے قلب وجگر میں اتارنے کے لئے حضرت عباسؓ کو حکم دیا گیا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کو چوٹی پر کھڑا کردو۔ یہ صرف میرے صحابہ کا گزرنا دیکھے!

خطیب کہتا ہے

ابوسفیان میرے صحابہ کا گزرنا دیکھے

ابوسفیان میرے صحابہ کا چلنا دیکھے

ابوسفیان میرے صحابہ کا باہمی نکلنا دیکھے

ابوسفیان میرے صحابہ کی باہمی یگانگت دیکھے

ابوسفیان میرے صحابہ کا آپس میں پیار دیکھے

ابوسفیان میرے صحابہ کا باہمی اعتماد دیکھے

ابوسفیان میرے صحابہ کی خدا کے حضور جھکی ہوئی گردنیں دیکھے

ابوسفیان میرے صحابہ پر ایمان ویقین کا نور دیکھے

ابوسفیان میرے صحابہ کی جبینوں پر ایک خدا کے حضور جھکنے سے سجدوں کے نشان دیکھے!

یہ ہے میری کمائی

یہ ہے میری دولت

یہ ایسی کتابیں ہیں جن کا ایک ایک ورق باعث ہدایت۔

یہ ایسے چہرے ہیں جن کے دیکھنے سے ایمان کی شمعیں فروزاں ہوں۔

یہ ایسی قندیلیں ہیں جن کی روشنی سے دلوں کو روشنی اور نور ملے۔

ان کا اٹھنا باعث ہدایت

ان کا بیٹھنا باعث ہدایت

ان کا چلنا باعث ہدایت

ان کا کھانا باعث ہدایت

ان کا پینا باعث ہدایت

ان کی تجارت باعث ہدایت

ان کی عبادت باعث ہدایت

ان کی ریاضت باعث ہدایت

ان کی تلاوت باعث ہدایت

فبایهم اقتدیتم اهتدیتم

پھر یہ چلتے پھرتے ہدایت کے خزانے ہیں۔

ان کے وجود اسلام کے دلائل

ان کی زندگی کا ہر گوشہ روشنی کا مینار

سبحان اللہ

ابوسفیان نے ایک ایک قافلے کا بغور مطالعہ کیا اور آخر بول اٹھا۔اے عباسؓ تیرے بھتیجے کا ملک اور لشکر اس قدر وسیع ہو گیا ہے۔بھلا اسے کون اب شکست دے سکتا ہے

آخر حضرت سعد بن معاذؓ آ گئے۔انہوں نے ابوسفیان کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھے۔

الیوم یوم الملحمه

آج لڑائی کا دن ہے۔آج بدلہ کا دن ہے۔آج مظلوموں کے خون کے انتقام کا دن ہے!
آج ان لوگوں کومزا چکھایا جائے گا!
جوحضورؐ پراوجھڑیاں پھینکتے تھے
جوحضورؐ کے راستے کانٹے بچھاتے تھے
جو بلال کوتپتی ہوئی ریت پرلٹاتے تھے
جوعمار کے خون سے کوئلوں کی آگ بجھاتے تھے
جوصحابہ کے گلے میں رسیاں ڈال کرمکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے تھے
ابوسفیان یہ سن کر پریشان ہوگیا۔جسم پرکپکپی طاری ہوگئی............اوسان خطا ہو گئے! مگر یونہی اس نے ذات نبویؐ کوآتے دیکھا فوراً پکار۔اے محمدؐ............کیا سعد نے آپ کے حکم سے کہا ہے کہ............الیوم یوم الملحمہ نہیں بلکہ الیوم یوم المرحمۃ

سبحان اللہ

مکہ مکرمہ میں داخلہ

آج ایک مدت کے بعدسرکاردوعالم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہورہے تھے! وہی پہاڑ سامنے ہیں جن میں مدتوں خدا کا ذکر کرتے رہے تھے یادشمنوں کی سختی کی وجہ سے ان میں چند دنوں کے لئے قیام پذیر ہوئے تھے یا چند سالوں کے لئے قید کاٹی تھی! وہ پہاڑ تو حضورؐ کودیکھنے کیلئے ترس گئے تھے۔آج پھرنبیؐ مکہ میں داخل ہورہا ہے۔سرکاردوعالم ﷺ آج اکیلے نہیں تھے، بلکہ دس ہزار صحابہ کا مقدس لشکر آپ کے ساتھ تھا............اور وہ دیکھئے............صدیق اکبرؓ تو ساتھ ہیں! بھلا وہ مکہ مکرمہ میں داخلے کے وقت کیسے دوررہ سکتے تھے۔

ثم دخل رسول اللّٰہ ﷺ مکۃ فی کتیبہ الخضراء وھو علی ناقتہ القصواء بین ابی بکر واسید بن حضیر .

(طبقات ابن سعد)

پھررسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں ایک کوکبہ خضری میں داخل ہوئے ،آپ اپنی اونٹنی قصواپرسوار

تھے۔ابوبکراوراسید بن حضیر آپ کے پہلوؤں میں تھے۔!

حضرت عبداللہ بن عمران فرماتے ہیں کہ

ان رسول اللہ ﷺ اقبل یوم الفتح من اعلی مکة علی راحلته مردفاً. اسامة ابن زید ومعه بلال .

(بخاری)

سرکاردوعالم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ کی بلند وادی سے تشریف لائے آپ کی سواری پر ساتھ اسامہ بن زید سوار تھے اور بلال حبشی آپ کے ہمراہ تھے!

خطیب کہتا ہے

مکے میں داخلہ اسی یار غار کے ساتھ ہوا۔جس کے ساتھ مکے سے ہجرت کی تھی۔

جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کی تھی تب بھی ابوبکرؓ ساتھ تھے

آج جب مکہ فتح ہوا ہے۔تب بھی ابوبکرؓ ساتھ ہیں

مدینے میں داخلہ بھی ابوبکرؓ کے ساتھ ہوا تھا

اور

مکے میں داخلہ بھی ابوبکرؓ کے ساتھ ہوا

قربان جائیں اس ہادی اعظم اور پیغمبر مساوات کے

کہ اپنے ساتھ

اپنے غلام زادے اسامہ کو سواری پر بٹھایا ہوا ہے

تاکہ

دنیا کو معلوم ہو جائے کہ محمد ﷺ غلاموں کو بلند کرنے کے لئے آئے ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز

اور بلال حبشی بھی اس فتح عظیم کے دن اپنے آقا کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں

.... یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

سورہ فتح کی تلاوت اور مکہ میں داخلہ

حضرات گرامی! سرکار دو عالم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کا سر مبارک تشکر و امتنان سے جھکا ہوا تھا۔ سب گردنیں حضور کو دیکھنے کے لئے اٹھی ہوئی تھیں، اور آپ کی گردن اپنے خدا کے حضور جھکی ہوئی تھی۔ سبحان اللہ............سرکار دو عالم ﷺ کی زبان مبارک پر سورہ فتح کی آیات جاری ہوگئیں اور آپ نے نہایت خوش الحانی سے سورہ فتح کی تلاوت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ **رایت رسول اللہ ﷺ یوم فتح مکة علی ناقته وهو یقراء سورة الفتح یرجع . (بخاری)**

خطیب کہتا ہے

سورہ فتح کی تلاوت کا مقصد تھا! کہ
یہ فتح میرے اللہ کی عطا کردہ ہے!
پیغمبر کا مشکل کشا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے
فتح ونصرت صرف اور صرف خدا کے ہاتھ میں ہے

یہی وجہ ہے کہ آج پیغمبر کا سر خدا کے حضور جھکا ہوا ہے۔ اپنے خالق حقیقی کا پیغمبر نے زبان نبوت سے شکر ادا کیا۔ آج کے کلمہ گو امتیوں کے لئے اس میں درس حیات ہے۔ سبق ہے اور اسوۂ حسنہ ہے کہ آج تمام خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ وہ اگر چاہے تو حدیبیہ سے عمرہ کیے بغیر واپس کردے............اور اگر چاہے تو مکہ کو چند لمحوں میں فتح کرادے۔

حرم شریف میں داخلہ

سامعین کرام! آپ خود ہی اندازفرمائیے کہ آج مدتوں بعد بیت اللہ شریف پر نظر پڑتی ہے اس وقت رسول اللہ ﷺ پر جن کیفیات کا ورود ہوگا اسے خطیب کی زبان بیان کرنے سے قاصر ہے! بس یونہی نبوت کی نظر بیت اللہ پر پڑتی ہے۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو اور زبان سے **اللھم لبیک . لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک لبیک**..............پھر حرم پاک خدا کی توحید کے تانوں سے گونج اٹھا۔ پھر

حرم پاک میں انوار توحید کے زمزمے گونجنے لگے! کعبہ پھر آباد ہو گیا۔ مشرک کے ہوش وحواس اڑ گئے۔ لات وعزیٰ اور ہبل پر لرزہ طاری ہو گیا اور آپ نے طواف مکمل کر کے بیت اللہ کے کنجی بردار کو طلب فرمایا؟

این عثمان ابن طلحة .

آپ نے فرمایا کہ بیت اللہ کی کنجی مجھے دے دو! یہ وہی عثمان ابن طلحہ ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ آغاز نبوت میں اس سے بیت اللہ کی چابی مانگی۔

اس نے عداوت رسول کی وجہ سے چابی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک دن آئے گا کہ یہ کنجی میرے اختیار میں ہوگی! اور میں جسے چاہوں گا سپرد کروں گا۔ عثمان کو بھلا اس بات کی کیا خبر تھی؟ اس نے کہا..........شاید اس روز تمام افراد قریش ہلاک ہو چکے گے!

آپ نے فرمایا نہیں!................وہ تو قریش کی سچی عزت کا دن ہوگا۔ آج وہ دن آچکا تھا ....اور آپ نے عثمان بن طلحہ سے کنجی مانگی..........اسے وہ نقشہ ذہن میں آگیا جو آج سے کئی برس پہلے اس کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے بیت اللہ شریف کی کنجی آپ کی خدمت میں پیش کر دی!

در بیت اللہ کھل گیا

آج برسوں کے بعد حضورؐ کے لئے۔ صدیق کے لئے صحابہ کے لئے بلال کے لئے در بیت اللہ کھل گیا۔ عبادت تھی۔ تسبیح وتہلیل تھی۔ تکبیر کی صدائیں تھیں اور بیت اللہ سے محبت وخلوص کے والہانہ مظاہرے تھے۔

اللّٰہ اکبر . اللّٰہ اکبر لا الہ الااللّٰہ اللّٰہ اکبر . سبحان اللّٰہ

حرم کو شرک سے پاک کر دیا

جب حرم شریف میں داخل ہوئے تو تمام بتوں کو اپنی کمان کی لکڑی سے توڑ دیا۔

دخل النبی ﷺ مکة یوم الفتح وحول البیت ستون وثلثمائة نصب

فجعل يطعن بعودفي يده ويقول جاء الحق وزهق الباطل . (ابو داود)

سرکاردوعالم ﷺ جب فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔آپ ایک لکڑی (یعنی کمان) سے ان کوٹھکراتے جاتے تھے! اور یہ آیت پڑھتے جاتے کہ حق آیا اور باطل کوشکست ہوئی۔اسی طرح جب بیت اللہ شریف میں داخل ہونے لگے تو خانہ کعبہ میں اس وقت تک داخل ہونا گوارہ نہیں فرمایا جب تک اس میں تصویروں کو صاف نہیں کرایا۔

لما قدم مكة ابى ان يدخل البيت وفيه الآهة فامربها فاخرجت فاخرجت صورة ابراهيم . واسماعيل وفى ايديهما الازلام. فقال قاتلهم اللّٰه قد علموا مااستقيما بها قط ثم دخل البيت فكبر فى نواحى البيت (بخارى)

جب آپ مکہ میں آئے تو خانہ کعبہ میں وقت تک داخل نہیں ہوئے جب تک اس میں بت موجود تھے! آپ کے حکم سے ان کونکالا گیا۔

ان میں حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کے مجسمے بھی تھے اوران کے ہاتھوں میں جوئے کے تیر بھی تھما دیئے گئے ! آپ نے ان کو دیکھ کر کہا۔خدا کفار کو ہلاک کرے ۔ وہ خوب جانتے تھے کہ ان دونوں پیغمبروں نے کبھی جوا نہیں کھیلا ۔ پھر آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس کے تمام گوشوں میں تکبیر کا نعرہ بلند فرمایا!

خطیب کہتا ہے

بتوں کو توڑ دیا .... یہ بت دراصل اولیاء اللہ کے ناموں سے موسوم تھے ۔ (تفسیر عزیزی)

اس لئے مشرکین بتوں کے پس منظر میں اولیاء اللہ کا تصرف سمجھتے تھے، ورنہ خالی پتھروں میں کیا رکھا تھا؟

سرکاردوعالم ﷺ نے شرک کی جڑیں اکھاڑ دیں حضرت ابراہیم اورحضرت اسماعیل علیہما السلام

کی تصویریں بھی اتروادیں ....حضرات انبیاء کی تصویریں بیت اللہ میں نہیں رکھی جاسکتیں ....تو اولیاء کی تصویروں کو تبرک سمجھ کر رکھنا کیونکر روا ہوسکتا ہے؟

جو بت زیادہ بلندی پر تھے اور وہاں تک دست مبارک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ انہیں گرانے کے لئے حضرت علیؓ کو دوش مبارک پر کھڑا کیا۔ حضرت علیؓ نے انہیں توڑ ڈالا اور گرادیا۔ اسی طرح حرم پاک کی تطہیر بھی پایہ تکمیل کو پہنچ گئی............اور قریش پر بھی آشکار ہوگیا کہ بت نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان کا ہدف بنا سکتے ہیں، بلکہ اپنی جنبش کے لئے بھی انسانوں کے محتاج ہیں۔

بیت اللہ شریف میں دیر تک آپ ذکر وفکر اور تضرع وزاری میں مصروف رہے آپ جب فارغ ہوئے تو باہر تشریف لائے، حرم شریف میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وہ یہ دیکھنے کے لئے آئے تھے کہ ان کا ساتھ آج کیا سلوک ہوگا!

ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ پر مظالم ڈھائے تھے۔ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے بدر واحد میں آپ کو ستایا تھا اور آپ کے جانثار کو شہید کیا تھا وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ کے چچا حمزہؓ کو شہید کیا تھا اور وہ لوگ بھی تھے جن کی تلواروں پر مظلوم صحابہ کے خون کے نشان تھے۔ ہر کوئی اپنی ماضی کو یاد کر کے خوف سے لرز اٹھا تھا کہ نا معلوم آج ہمارے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے آپ نے سب سے پہلے عثمان بن طلحہ کو بلا کر بیت اللہ شریف کی چابی اس کے سپرد فرمادی............اور فرمایا کہ میں وفادار ہوں۔ یہ کنجی تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کنجی تیرے خاندان کے پاس رہے گی جب تک کوئی ظالم آپ لوگوں سے نہ چھین لے۔

عثمان.......................حضورؐ کی وفا کو دیکھ کر اسلام کا گرویدہ ہوگیا۔

خطبہ نبوت

پھر آپ نے مسجد حرام میں قریش کے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ

لااله الا اللّٰه وحده لا شریک له صدق وعده ونصر عبده هزم الاحزاب وحده الا کل ماثرة او دم اومال یدعیٰ فهو تحت قدمی هاتین . الا سدانة البیت وسقایة الحاج. یامعشر قریش . ان اللّٰه قداذهب منکم نخوة

الجاهلية وتعظمها بالأباء الناس من آدم . و آدم من تراب .

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا.

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ. (حجرات)

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یگانہ و یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور تمام مخالف جتھوں کو تنہا توڑ ڈالا ہاں تمام مفاخر تمام انتظامات تمام خون بہا میرے قدموں کے نیچے ہیں! صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کیلئے پانی کا انتظام مستثنیٰ ہیں .... جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے!

اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ تم ایک دوسرے سے پہچان لئے جاؤ! خدا کے نزدیک زیادہ عزت کا مستحق وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ خدا دانا اور واقف کار ہے!

خطیب کہتا ہے

دیکھئے .... اس نبوی خطبہ میں انسانی عظمتوں کا کس قدر بےنظیر منشور ہے!

آج کی ترقی یافتہ دنیا بھی اسی منشور کی روشنی میں اپنے دستور العمل ترتیب دے رہی ہے۔ جو میرے آقا نے آج سے صدیوں پہلے عرب کے باسیوں کو عطا کیا تھا!

اندازہ فرمایئے! الناس۔ من۔ آدم واٰدم من تراب!

انسانی مساوات کے درس کے لئے کل سات الفاظ ہیں، لیکن ان میں وہ سب کچھ آ گیا جو مساوات کے باب میں کہا جا سکتا ہے!

اور مساوات کی بنیاد دلیل بھی پیش کردی جس سے اختلاف کی کسی کو جرات نہیں ہو سکتی!

یعنی جب تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں، تو وہ کالے ہوں یا گورے یا شرقی ہوں یا غربی! کسی قوم کے ہوں کسی ملک کے ہوں! کسی خطے کے ہوں۔ سب بھائی ہیں۔ انسانی عظمت کا

راز نہ رنگ میں ہے نہ نسل خاندانی میں اور نہ ہی دولت میں اِس کا انحصار صرف تقویٰ اور حسن عمل پر ہے، انسانوں کے لئے مسابقت کا میدان صرف تقویٰ ہے ہر معاملے میں مسابقت۔ رقابت اور حسد کا باعث ہوتی ہے، لیکن تقویٰ میں ایسی کوئی چیز آ ہی نہیں سکتی! اس لئے کہ وہ منافی تقویٰ ہوگی!

عام معافی

پھر آپ نے قریش کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا!

یامعشر قریش ماترون انی فاعل بکم

اے گروہ قریش تمہارا میرے متعلق کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

قالو اخیرا اخ کریم و ابن اخ کریم .

لوگوں نے کہا............ بھلائی کا خیال ہے، کیونکہ آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ

قال فانی اقول لکم کما قال یوسف لا خوته لا تثریب علیکم الیوم . اذھبو فانتم الطلقاء.

(سیرۃ ابن ھشام)

آپ نے فرمایا کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام سے آپ کے بھائیوں نے کہا۔ تم پر آج کوئی عتاب اور ملامت نہیں ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو!

خطیب کہتا ہے

تاریخ عالم کے اوراق کھنگال ڈالئے، اس کمال حسن سلوک کی کوئی مثال نہیں مل سکے گی! یہ عفو عام ان لوگوں کے لئے تھا۔

جو اکیس سال تک حضور ﷺ اور صحابہ کے خلاف اذیتوں۔ دکھوں۔ اور مصیبتوں کے وہ تمام طوفان برابر برپا کرتے رہے تھے! جو ان کے بس میں تھے!

ان کی تلواریں۔ان کی برچھیاں۔ان کے تیر مسلسل آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر برستے رہے تھے۔

مگر قربان جاؤں رحمۃ العالمین ﷺ کے معافی اور دریائے رحمت کے ان سب کو فرمادیا کہ

لاتثریب علیکم الیوم وانتم الطقاء

بلالؓ کعبے کی چھت پر

آج عظمت بشر کا ڈنکا بھی بجادیا کہ بلال حبشیؓ کو حکم ہوا کہ کعبے کی چھت پر چڑھ جاؤ اور اذان دو!

بلالؓ کعبے کی چھت سے پکارتے ہیں۔

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اشھدان لا الہ الا اللّٰہ

اشھدان لا الہ الا اللّٰہ اشھدان محمداً رسول اللّٰہ

اشھدان محمداً رسول اللّٰہ

مشرکین کے دل دہل گئے اور چند ایک کی زبان سے تو نکل ہی گیا کہ اچھا ہوا کہ اس آواز کو سننے سے پہلے ہی مر گیا۔اس کے کان میں آواز نہ پڑی!

خطیب کہتا ہے

کعبے کا مقام بھی بہت بلند

اور بشر کا مقام بھی بہت بلند

آج

بشر کعبے کی چھت پر کھڑا......................ہوکر توحید و رسالت کا غلغلہ بلند کرتا ہے۔

ابومخدورہ جو ایک بچہ تھا۔اس نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کی نقل اتارنا شروع کردی ۔جب اذان ختم ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس بچے کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ ابومخدورہ کو لایا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح کہو جس طرح پہلے کہتے تھے۔

ابی مخدورہ نے کہا۔اللہ اکبر دو مرتبہ آہستہ آہستہ کہا آپ کے ارشاد پر پھر دو مرتبہ بلند آواز سے

کہا۔

اسی طرح اشھدان لا الہ الااللّٰہ دومرتبہ آہستہ کہا

پھر دوسری مرتبہ آپ کے ارشاد کے مطابق دومرتبہ بلند آواز سے کہا!

پھر آپ کے ارشاد پر دومرتبہ بلند آواز سے کہا اشہدان محمداً رسول اللّٰہ ۔

اذان مکمل ہوئی تو آپ نے ابومخدورہ کے سر اور سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اب تم جاسکتے ہو! ابومخدورہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ہاتھ پھیرنے سے میرے دل سے وہ تمام کدورتیں دور ہوگئیں جو پہلے موجود تھیں ۔آپ حضور ؐ کے دامن رحمت کے ساتھ وابستہ ہو گئے ۔اور ہمیشہ کے لئے بیت اللہ کے موذن ہونے کی درخواست کی جو سرکار دوعالم ﷺ نے منظور فرمائی ۔ابومخدورہ سولہ برس کے نوجوان تھے بہت ہی خوش الحان اور بلند آواز رکھتے تھے ۔ پھر آپ وفات تک حرم شریف کے موذن رہے !

حضرات گرامی ! فتح مکہ کے ضروری اور سبق آموز واقعات نہایت تفصیل سے آپ حضرات کے سامنے عرض کر دیئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سرکار دوعالم ﷺ سے صحیح محبت اور عشق عطا فرمائے اور آپ کے لائے ہوئے لائحہ عمل پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ (آمین)

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

پانچواں جمعہ رمضان

لیلۃ القدر

بخششوں کی رات

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ. وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ . لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ. تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِّنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ. ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ.

بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کو خبر ہے کہ قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے! اس رات فرشتے اور روح القدس اترتے ہیں۔ اپنے پروردگار کے حکم سے۔ ہر امر خیر کے لئے سلامتی (ہی سلامتی) ہے وہ رہتی ہے طلوع فجر تک!

حضرات گرامی! اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے شب قدر کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمام دنوں میں جمعہ کے دن کو اور تمام مہینوں میں رمضان شریف کے مہینہ کو فضیلت فرمائی ہے۔ اسی طرح تمام راتوں میں شب قدر کو فضیلت عطا فرمائی ہے!

شب قدر کے فضائل کا جب جائزہ لیا جائے گا تو کچھ فضائل تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائے ہیں اور کچھ فضائل ومناقب وہ ہیں جو سرکار دوعالم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائے ہیں۔ میں آپ حضرات کے سامنے دونوں کو علی الترتیب انشاء اللہ بیان کروں گا تاکہ آپ شب قدر کی فضیلت کو آسانی سے سمجھ سکیں!

فضائل شب قدر اور قرآن

اللہ تعالیٰ نے شب قدر کے فضائل میں جس بنیادی بات کا تذکرہ فرمایا ہے وہ اس رات میں

قرآن حکیم کا نازل کرنا ہے! گویا کہ قرآن اس قدر برکت والی کتاب ہے کہ اس کے ساتھ جس کا بھی تعلق ہوا وہ بابرکت بن گیا!

محترم سامعین! آپ دیکھئے کہ آپ کہیں بازار میں جارہے ہیں۔ راستے میں آپ کو ایک بہت قیمتی رومال ملتا ہے۔ آپ اسے اٹھاتے ہیں اور معمولی سا جھاڑ کر کندھے پر رکھ لیتے ہیں۔ نہ کوئی اس کا احترام کیا اور نہ ہی اس کی عظمت آپ کے دل میں آئی۔ بس ایک قیمتی کپڑا سمجھ کر اٹھایا اور چل دیئے۔ مگر آپ مسجد میں تشریف لے جاتے ہیں، تو آپ کو ایک پرانا سا بوسیدہ غلاف ملتا ہے تو اسے اٹھاتے ہیں اور جھاڑتے ہیں اور چومتے ہیں اور پھر آنکھوں پر لگاتے ہیں۔ اور پھر اسے عزت واحترام سے الماری میں رکھ دیتے ہیں۔ آپ سے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ بھائی بازار سے آپ کو اس قدر قیمتی کپڑا ملا۔ آپ نے صرف ایک مرتبہ جھاڑ کر اسے کندھے پر رکھ لیا کوئی عزت نہیں کی اور کوئی احترام اس کپڑے کا آپ نے نہیں کیا، مگر آپ نے مسجد میں اس کپڑے کو دیکھتے ہی اٹھایا۔ پھر چوما اور آنکھوں سے لگایا اور پھر بڑے احترام سے الماری میں رکھا............اس قیمتی کپڑے کا احترام کیوں نہیں کیا اور اس کا اس قدر احترام کیوں کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے تو آپ فوراً جواب دیں گے کہ بھائی جو کپڑا مجھے بازار سے ملا تھا وہ قیمتی ضرور تھا، مگر وہ ایک عام کپڑا تھا، لیکن یہ غلاف اگرچہ قیمتی کپڑا نہیں تھا، مگر اس کی نسبت قرآن سے تھی۔ اس لئے اس کی نسبت نے مجھے مجبور کیا کہ میں اس کا احترام کروں۔ اسے آنکھوں سے لگاؤں، کیونکہ جو چیز قرآن سے مل جاتی ہے اور جس کا تعلق قرآن سے ہو جاتا ہے، وہ بابرکت ہو جاتی ہے اور اس کی نسبت اسے اونچا کر دیتی ہے، چونکہ نسبت اونچی تھی اس نے کپڑے کو بھی اونچا کر دیا۔

معلوم ہوا کہ قرآن خود اونچا ہے\
اور جو چیز اس سے متعلق ہوگی وہ بھی اونچی ہو جائے گی!

خطیب کہتا ہے

جس سینے میں قرآن آیا وہ سینہ افضل ہو گیا\
جس مدینے میں قرآن آیا وہ مدینہ افضل ہو گیا

جس مہینے میں قرآن آیا وہ مہینہ افضل ہو گیا

اور جس شب میں قرآن آیا وہ شبینہ افضل ہو گیا

لیلۃ القدر.............................بہت اونچی رات ہے

لیلۃ القدر.............................بہت افضل رات ہے

لیلۃ القدر.............................بہت مبارک رات ہے

مگر اس رات کو قرآن نے افضل بنایا۔

اگر آپ بلند ہونا چاہتے ہیں

گر تو مے خواہی مسلماں زیستن

نیست ممکن جز بقرآن زیستن

آپ کی بلندی

قوم کی بلندی

ملک کی بلندی.............................سب قرآن سے وابستہ ہے

اور آئین قرآن سے وابستہ ہے

اس رات کو جو لوگ صرف نوافل پڑھ کر خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم نے لیلۃ القدر کا حق ادا کر دیا۔ ان کو خوب خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ جب تک عقیدہ، عمل اور زندگی کے شب و روز قرآنی تعلیمات کے مطابق نہیں ہوں گے! تمہاری کسی نیکی کو بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت نہیں بخشا جائے گا!

تمہارے عقیدے میں قرآن آئے

تمہارے عمل میں قرآن آئے

تمہارے کردار میں قرآن آئے

تمہارے اقتدار میں قرآن آئے

تمہارے قول و عمل میں قرآن آئے

غرضیکہ تمہاری پوری زندگی قرآن کے رنگ میں رنگی جائے تو پھر سمجھا جائے گا کہ تم نے لیلۃ

القدر کو حق ادا کر دیا!

شب قدر کی عبادت ۸۳ سال کے برابر ہے

لیلة القدر خیر من الف شهر

شب قدر کی صرف اسی رات کی عبادت ہزار مہینے سے افضل اور برتر ہوگی۔ اگر حساب لگایا جائے تو ہزار مہینے کے ۸۳ سال بنتے ہیں۔ گویا کہ اس ایک رات کی عبادت کا مقام ۸۳ سال کی عبادت کے برابر ہو جاتا ہے۔

خطیب کہتا ہے

جس طرح اس دور میں ہزاروں میلوں کا سفر چند گھنٹوں میں ہو جاتا ہے اور اس پر کسی کو تعجب نہیں ہوتا۔

بلکہ اسے ترقی کا دور کہا جاتا ہے کہ پہلے اونٹوں کی سواری ہوتی تھی۔ اب طیاروں کی سواری ہوتی ہے۔ اس لئے دنوں کا سفر اور مہینوں کی مسافت چند گھنٹوں میں طے ہو جاتی ہے۔

اسی طرح لیلۃ القدر کی عبادت کو اسی طرح پرواز عطا کی جاتی ہے کہ وہ سالوں کے درجات گھنٹوں کی مسافت سے طے کرتی ہے۔ امت محمدیہ کے دامن کو سعادت اور برکتوں سے مالا مال کر دیتی ہے۔ (سبحان اللہ)

یہ عطائے خداوندی ہے
یہ حضورؐ کی امت پر عنایت خداوندی ہے!
یہ قرآن کی برق رفتاری کا زندہ ثبوت ہے

قرآن کی سنگت اور یاری ساعتوں میں وہ منزلیں طے کرا دیتی ہے جو دوسرے طریقوں سے ممکن ہی نہیں ہے۔

امت محمدی کی عمر یہی کوئی ساٹھ برس لگ بھگ ہوگی!
پہلی امتوں کی عمریں سینکڑوں برس ہزاروں برس ہوتی تھیں!
آخر سب سے بھی اس امت کو بلند کرنا تھا

ان کی کثرت عبادت سے بھی اس امت کی عبادت کو بڑھانا تھا!

یہ میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت اور قرآن کی نسبت کی برکات ہیں کہ سالوں کا کام مہینوں میں ہوگیا اور مہینوں کا کام راتوں میں ہوگیا۔!

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشاء

تنزل الملائکہ

فرشتے اس رات کو آتے ہیں

کس کے پاس آتے ہیں

کس کے دروازے پر آتے ہیں

بشر کے دروازے پر آتے ہیں

اور بشر کے پاس آتے ہیں

کیوں آتے ہیں۔ دعائیں دینے کے لئے

بھلائی دینے کے لئے، خیر دینے کے لئے اور مغفرت اور بخشش کی بشارت دینے کے لئے۔

کس کی طرف سے خیر ہوگی

کس کی طرف سے بھلائی ہوگی

کس کی طرف سے بخشش ہوگی

مولیٰ کریم کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جھولیاں پھیلاؤ وہ رحمت خداوندی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔

سیّد الملائکہ

صرف ملائکہ ہی نہیں، بلکہ ملائکہ کا سردار جبریل امین ملائکہ کا صدر جبریل امین

خود آیا.......................اور آواز دیتا ہے

او...........شب قدر میں رونے والو.................اور گناہوں سے معافی مانگنے والو! رات میں خدا کے حضور سر بسجود ہونے والو رب ذوالجلال کے حضور دست سوال دراز کرنے والو۔

سلامٌ

تمہارے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے

خیر ہی خیر ہے۔ برکات ہی برکات ہیں۔

بخشش ہی بخشش ہے بلکہ

تیرے کرم سے کریم کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے ان کے یہاں کمی نہیں

....

وہ کریم ہے۔ وہ آقا ہے، وہ غفور ہے، وہ رحیم ہے، وہ ذرہ نواز ہے۔ وہ اپنے دروازے پر آنے والوں کو خالی لوٹاتا نہیں۔ دامن بھر کے بھیجتا ہے اور گناہوں کی سیاہی کو مٹا کے بھیجتا ہے۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْب اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ .

جب کوئی بندہ آپ سے سوال کرے (تو کہہ دو) کہ میں قریب ہوں۔ پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں!

پکارنا تیرا کام ہے
اور گناہوں سے نکھارنا میرا کام ہے

سبحان اللہ

هي حتى مطلع الفجر

یہ سماں طلوع فجر تک رہتا ہے۔ گویا کہ کوئی بدنصیب ہی ہوگا جو اس رات کی برکات سے مالا مال نہ ہو سکے۔ تہجد کے لئے اٹھے گا.................. اگر تہجد بھی نصیب نہیں ہوئی تو ان راتوں میں سحری کھانے کے لئے تو اٹھے گا؟

بس ذرا دو گھنٹے پہلے اٹھ بیٹھئے اور پھر وضو کر کے خدا کے حضور کھڑے ہو جایئے اسے پکاریئے اس سے دعا مانگئے۔ اس کو اپنے دکھڑے سنایئے اس کے سامنے اپنی حاجات کی فہرست رکھئے!

خطیب کہتا ہے

طلوع فجر سے پہلے تمہاری قسمت کا ستارہ طلوع ہوجائے گا

طلوع فجر سے پہلے تمہارے مقدر کا ستارہ طلوع ہوجائے گا

طلوع فجر سے پہلے تمہاری نیکیوں کا باب روشن ہوجائے گا

طلوع فجر سے پہلے تمہیں اپنی مغفرت کا ستارہ طلوع ہوتا دکھائی دے گا۔

اس طرح یہ رات تمہارے گناہوں کی سیاہی ساتھ لے جائے گی۔

زبان نبوت اور فضائل شب قدر

حضرات گرامی! میں نے اس وقت تک شب قدر کے ان فضائل کا تذکرہ آپ کے سامنے کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس سورہ مبارکہ میں بیان فرمائے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس رات کے جو فضائل اور مناقب زبان نبوت سے بیان ہوئے ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی آپ حضرات کے سامنے ہوجائے، تاکہ سرکار دوعالم ﷺ کے معمولات اور اس رات کی صحیح پوزیشن آپ کے سامنے بیان ہوجائے۔!

حضرات گرامی! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ

کان رسول اللّٰہ ﷺ یجتھد فی العشر الاواخر مالایجتھد فی غیرہ . (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت وغیرہ میں وہ مجاہد کرتے اور وہ مشقت اور جدوجہد میں اضافہ ہوجاتا تھا! اس کی بنیادی وجہ سے اس کی فضیلتوں کو اور بھی چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ کی عبادت کا رنگ اور زیادہ ہوجاتا تھا !

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک اور روایت میں فرماتی ہیں کہ

کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل العشر شد میزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ (بخاری)

جب رمضان کا عشرہ اخیرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر کس لیتے اور شب بیداری کرتے

(یعنی پوری رات عبادت اور ذکر و دعا میں مشغول رہتے !)

اور اپنے گھر کے لوگوں (یعنی ازواج مطہرات اور دوسرے متعلقین) کو بھی جگا دیتے (تا کہ وہ بھی راتوں کی برکتوں اور سعادتوں میں حصہ لیں!

اس حدیث میں **ایقظ اھلہ** کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر کے تمام افراد کو بھی آپ خصوصی طور پر ان راتوں میں اپنے رب کے پکارنے اور اس سے خصوصی دعاؤں کا ارشاد فرمایا کرتے تھے!

عشرہ آخر رمضان شریف چونکہ آپ کے ارشاد کے مطابق **عتق من النار**..........کا پیغام لے کر آتا ہے۔ اس لئے پوری امت کو کوشش کر کے اس عشرے میں اپنے روٹھے ہوئے رب کو منانا چاہیے!

یہ رحمت کے سیزن اور بخشش خداوندی کے دن روز روز تو نہیں آیا کرتے ۔ یہ سال کے بعد آتے ہیں اور کسی خوش قسمت کو میسر آتے ہیں اس لئے خوب محنت کر کے اس موسم بہار کی بہاروں کو لوٹنا چاہیئے !

شب قدر طاق راتوں میں تلاش کرو

حضرات گرامی ! یہ تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ سرکار دو عالم ﷺ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں نہایت تندہی سے عبادت میں مصروف رہتے تھے! نہ صرف عبادت فرماتے تھے بلکہ اپنے گھر کے تمام افراد کو بھی اس کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ جس رات کے لئے یہ تمام محنت اور مشقت اٹھائی جاتی تھی وہ کون سی رات ہے تا کہ اس کے انوارات سے پوری امت فائدہ اٹھا سکے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ

قال رسول اللہ ﷺ تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان . (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر کو تلاش کرو رمضان کی آخری دس راتوں میں طاق راتوں میں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ شب قدر زیادہ تر عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک

رات ہوتی ہے! یعنی اکیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں۔

شب قدر کی اگر اس طرح تعین کردی جاتی کہ وہ خاص فلاں رات ہے تو بہت سے لوگ بس اسی رات میں عبادت وغیرہ کا خاص اہتمام کیا کرتے۔ اللہ تعالی نے اس کو اس طرح مبہم رکھا کہ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا اور دوسری جگہ فرمایا گیا کہ قرآن کا نزول ماہ رمضان میں ہوا۔ اس سے اشارہ ملا کہ وہ شب قدر رمضان کی راتوں میں سے کوئی رات تھی! پھر سرکار دوعالم ﷺ نے مزید نشان دہی کے طور پر فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اس کا زیادہ امکان ہے۔ لہذا ان راتوں کا خاص اہتمام کیا جائے!

خطیب کہتا ہے

یہ تین روایات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہیں!

سیدہ طاہرہ کی برکات سے امت کو رمضان کے عشرہ آخری کی برکات کا علم ہوا۔

سیدہ طاہرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو !

سیدہ عائشہؓ کے ذریعے اسوہ رسول کے بہت سے گوشے امت کے سامنے آئے !

سیدہ عائشہؓ حضورؐ کی خلوت وجلوت کی گواہ ہیں۔

سیدہ کی برکت سے پوری امت لیلۃ القدر کی تلاش میں نکل پڑی!

الدال علیٰ الخیر کفاعله

چونکہ آپ نے لیلۃ القدر میں حضورؐ کے عمل کو امت کے سامنے پیش کیا۔ اس لئے جو امتی اس رات کو اٹھے گا۔ اس کا ثواب سیدہؓ کو بھی ملے گا۔

سچ ہے۔ صدیقہ طاہرہؓ پوری امت کی محسنہ ہے۔ علم نبوی کی وارث تھیں۔ ان کی وجہ سے سرکار دوعالم ﷺ کی زندگی کے بعض مخفی پہلو امت کے سامنے کھل آئے۔

رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها

شب قدر ستائیسویں رات کو ہوگی

حضرات گرامی! سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے شب قدر کو رمضان کے عشرہ اخیرہ کی

طاق راتوں میں تلاش کرنے کا ارشاد فرمایا تھا۔مگر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے شب قدر کے ستائیسویں رات میں ہونے کا یقین ظاہر فرمایا تھا چنانچہ حضرت زر بن حبیش ارشاد فرماتے ہیں کہ

قال سالت ابی بن کعب فقلت ان اخاک ابن مسعود یقول من یقم الحول یصب لیلة القدر فقال رحمه الله اراد ان لا یتکل الناس اما انه قد علم . انها فی رمضان وانها لیلة سبع وعشرین ثم حلف لا یستثنی انها لیلة سبع و عشرین فقلت بای شیئی تقول ذالک یا ابا المنذر . قال بالعلامة اوقال بالاٰیة التی اخبر نا رسول الله ﷺ انها تطلع یومئذ لا شعاع لها (مسلم)

زر بن حبیش جو اکابر تابعین میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے دینی بھائی عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو پورے سال کی راتوں میں کھڑا ہوگا۔(یعنی ہر رات عبادت کیا کرے گا) اس کو شب قدر نصیب ہو ہی جائے گی! (یعنی لیلۃ القدر سال کی کوئی نہ کوئی رات ہوتی ہے! پس جو اس کی برکات کا طالب ہو اسے چاہئیے کہ سال کی ہر رات کو عبادت سے معمور کرے! اس طرح وہ یقینی طور پر شب قدر کی برکات پا سکے گا !

زر بن حبیش نے حضرت ابن مسعود کی یہ بات نقل کر کے حضرت ابی بن کعبؓ سے دریافت کیا کہ آپ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے! انہوں نے فرمایا کہ بھائی ابن مسعودؓ پر خدا کی رحمت ہو! ان کو مقصد اس بات سے یہ تھا کہ لوگ (کسی ایک ہی رات کی عبادت پر) قناعت نہ کر لیں ورنہ ان کو یہ بات یقیناً معلوم تھی کہ شب قدر رمضان ہی کے مہینہ میں ہوتی ہے اور اس کے بھی خاص آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔

اور وہ معین ستائیسویں شب ہے پھر انہوں نے پوری قطعیت کے ساتھ قسم کھا کر کہا! کہ وہ بلاشبہ ستائیسویں شب ہی ہوتی ہے! میں نے عرض کیا کہ اے ابی المنذر (حضرت ابی ابن کعب کی

کنیت ہے) یہ آپ کس بنا پر فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں یہ بات اس نشانی کی بنا پر کہتا ہوں! جس کی رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خبر تھی! اور وہ یہ کہ شب قدر کی صبح کو جو سورج نکلتا ہے تو اس کی شعاع نہیں ہوتی!

حضرات گرامی! حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے جواب سے معلوم ہوا کہ انہوں نے جو قطعیت کے ساتھ یہ بات کہی کہ شب قدر معین طور سے ستائیسویں شب ہی ہوتی ہے۔ یہ بات انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی تھی، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی جو ایک خاص نشانی بتائی تھی! انہوں نے چونکہ وہ نشانی ستائیسویں شب کی صبح کو ہی دیکھی تھی! اس لئے یقین کے ساتھ انہوں نے یہ رائے قائم کرلی تھی! رسول اللہ نے کبھی تو یہ فرمایا کہ اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرو! اور کبھی فرمایا کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو! کسی خاص رات کا تعین نہیں فرمایا۔ ہاں بہت سے اصحاب ادراک کا تجربہ یہی ہے کہ وہ زیادہ تر ستائیسویں رات ہی ہوتی ہے اس عدم تعین کی بڑی حکمت یہی ہے کہ طالب بندے مختلف راتوں میں عبادت وذکر ودعا کا اہتمام کریں۔ ایسا کرنے والوں کی کامیابی یقینی ہے۔

جبرائیل علیہ السلام دعائے رحمت کرتے ہیں

حضرات گرامی! لیلۃ القدر میں جو لوگ عبادت کرتے ہیں اور ذکر وعبادت میں مصروف رہتے ہیں حضرت جبرائیل امین اور ملائکہ اللہ ان لوگوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ

قال رسول اللہ ﷺ اذا کان لیلۃ القدر نزل جبرائیل علیہ السلام فی کبکبۃ من الملائکۃ یصلون علی کل عبدقائم اوقاعد یذکر اللّٰہ عزوجل . (بیہقی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں نازل ہوتے ہیں اور ہر اس بندے کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑا یا بیٹھا اللہ کے ذکر وعبادت میں مشغول ہوتا ہے۔!

شب قدر کو کیا دعا مانگی جائے

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ

قلت یا رسول اللّٰہ ارئیت ان علمت ای لیلة لیلة القدر مااقول فیھا .

قال قولی . اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی . (ترمذی)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے بتائیے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی رات شب قدر ہے تو میں اس رات اللہ سے کیا عرض کروں اور کیا دعا مانگوں؟

آپ نے فرمایا یہ عرض کرو

اللھم انک عفو کریم

تحب العفو فاعف عنی

اے میرے اللہ تو بہت معاف فرمانے والا

اور بڑا اکرم فرما ہے مجھے معاف کر دینا تجھے

پسند ہے! پس تو میری خطائیں معاف فرما دے

اس لئے آپ حضرات کو چاہئے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں بالعموم اور طاق راتوں میں بالخصوص اس دعا کو زیادہ کیا کریں۔

صدیقہؓ کا احسان

خطیب کہتا ہے

حضورؐ کے معمولات آخری عشرہ میں کیا تھے؟

سیدہ عائشہؓ نے ان سے پوری امت کو باخبر کیا

لیلۃ القدر کن راتوں میں تلاش کی جائے؟

سیدہ طاہرہؓ نے پوری امت کو خبر دار کیا کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو!

پھر آخری احسان سیدہ طاہرہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ فرما دیا کہ سرکار دو عالم ﷺ سے پوچھ لیا کہ اس رات میں کون سی دعا کریں؟

حضور ﷺ نے سیدہ کے استفسار پر پوری امت کو لیلۃ القدر کی دعا بتائی۔

سچ ہے پوری امت نہ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احسانات فراموش کر سکتی ہے۔

اور نہ ہی سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے احسانات کو فراموش کیا جا سکتا ہے

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان شریف اور لیلۃ القدر کے برکات وانوارات سے مالا مال ہونے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّاالْبَلاَغُ الْمُبِيْن

پہلا جمعہ شوال

عید الفطر

خدائی انعام کا دن!

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی.

یقیناً کامیاب ہوا وہ شخص جو باطنی کدورتوں سے پاک ہوا اور اللہ کا نام لیا اور نماز (عید) پڑھی!

قال النبی ﷺ ان لکل قوم عیداً وھذا عیدنا .

ہر قوم کے لئے عید کا دن ہوتا ہے اور آج کے دن ہماری عید ہے!

حضرات گرامی ! آج کا دن ہے پورے ملک میں بلکہ پورے عالم اسلام میں مسلمان آج نہایت ہی مسرتوں اور خوشیوں سے مالا مال ہیں ہر شخص بچہ ہو یا بوڑھا آج نئے کپڑے پہنے خوشبو لگائے عید گاہ کی طرف جا رہا ہے۔ایک دوسرے کو مبارک باد دی جا رہی ہے گلے ملا جا رہا ہے۔ مسلمان کے ہاں خوشی ہو یا غم دونوں میں اعتدال ہوتا ہے اس کی خوشیاں بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں اور غم بھی وہی دیتا ہے،لیکن مسلمان اس خوشی کو جو اسے عید کی شکل میں دی گئی ہے۔حقیقی خوشی بنانے کے لئے کھیل کود یا لہولعب میں نہیں گنواتا ، بلکہ اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی رضا سامنے رکھتا ہے اور اپنے عمل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ میری خوشی میرا غم سب کچھ اس ذات باری تعالیٰ کی طرف سے ہے جو میرا منعم حقیقی ہے۔اس لئے جب وہ عید کی صبح طلوع ہوتے دیکھتا ہے تو وہ اپنے ہر ایک عمل کو خدا اور رسول ﷺ کی رضا میں رنگنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ خوشی تنہا میرے لئے تو نہیں ہے۔صرف میرے بچے ہی تو اس خوشی میں شریک نہیں ہیں، اس میں تو ہر مسلمان کا حق ہے۔خواہ وہ امیر ہے یا غریب چھوٹا ہے یا بڑا آج کی خوشیوں میں ان سب کو ان کے بچوں کو

غریبوں کو ناداروں کو، مفلسوں کو معذوروں کو شریک ہونا چاہیئے ان کے گھر بھی آج کی خوشیاں ہونی چاہئیں، مگر جب وہ محلے میں دیکھتا ہے کہ کچھ لوگ آج بھی پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ہیں۔ کچھ لوگ آج بھی ان خوشیوں سے محروم ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے کپڑے نئے تو کیا دھلے ہوئے بھی نہیں ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے چولہے آج بھی سرد ہیں۔ان کے گھروں سے کوئی دھواں نہیں اٹھ رہا، بلکہ ان کے بچے سرد آہوں سے اپنی محرومی کا اظہار کرر ہے ہیں اور ان کے دلوں سے غربت اور افلاس کا دھوں اٹھ رہا ہے، تو وہ دل ہی دل میں اداس ہو جاتا ہے۔ان غریبوں کی عید کیسے ہوگی۔ان کے چہروں سے غبار کون دھوئے گا۔ان کے گھروں میں عید کی خوشیاں کون لائے گا۔یکا یک آواز آتی ہے پریشان نہ ہوں! محمد عربی ﷺ نے ان لوگوں کی عید کا پہلے انتظام کیا ہے۔ان کی عید ہوگی تو عیدگاہ جانے کی اجازت دی جائے گی۔ان کی خوشیاں ہوں گی تو تمہیں خوشیاں منانے کی اجازت ہوگی۔

غریب کی عید پہلے

حضرات گرامی! رحمت دو عالم ﷺ نے اس وقت تک مسلمانوں کو عیدگاہ جانے کی اجازت نہیں دی۔ جب تک اپنے حلال وطیب مال سے اپنے شہر اور اپنے علاقے اور اپنے محلے کے غریبوں کی عید کا انتظام نہ کر دیا جائے! غریب پہلے امیر بعد میں! یہ ہے پیغمبر مساوات کا عادلانہ اور غریب پرور نظام حیات۔

سرکار دو عالم ﷺ کی طرف سے اعلان کرایا جاتا ہے کہ

الا ان صدقة الفطر واجة علی کل مسلم ذکر او انثی حرا وعبد صغیرا وکبیر . (ترمذی)

آگاہ ہو جاؤ کہ صدقہ فطر ہر مسلمان مرد عورت آزاد غلام چھوٹے بڑے پر واجب ہے!

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

فرض رسول اللّٰہ ﷺ زکوٰة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثٰی والصغیر والکبیر من المسلمین وامر بها

ان تودی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ . (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر غلام اور آزاد پر اور ہر مرد و عورت پر اور چھوٹے اور بڑے پر صدقہ لازم کیا ہے۔ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو! اور حکم دیا ہے کہ یہ صدقہ فطر نماز عید کے لئے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے!

خطیب کہتا ہے

صدقہ فطر غریبوں کی عید کا سامان ہے!

صدقہ فطر غریبوں کو عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کے لئے ہے

صدقہ فطر اسلام کی طرف سے غریبوں کے لئے عیدی ہے

صدقہ فطر غریبوں کے دکھ درد میں شرکت کا دروازہ ہے

صدقہ فطر امیر پر غریب کا حق ہے

صدقہ فطر غریب کے لئے مسرتوں کا گلدستہ ہے

صدقہ فطر غریب کی عید ہے۔عید ہے۔عید ہے

رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ

ان تودی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ

نماز عید سے پہلے پہلے صدقہ فطر کو ادا کر دیا جائے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ کو اپنی امت کے غریبوں ناداروں اور بے کس اپاہجوں کا کس قدر فکر تھا! اسلام کے معاشی مظام میں غربت کا خاتمہ اور غریب کے دکھ درد کو باٹنا اساسی حیثیت رکھتا ہے!

اس لئے اسلام کی عید.................صرف امیروں کی عید نہیں، بلکہ غریبوں کی بھی عید ہے!

عیسائی ہوں یا یہودی

ہندو ہوں یا پارسی

دنیا کا کوئی مذہبی گروہ ہو۔ان کے تہواروں میں غریب کا کوئی حصہ نہیں ہے! یہ صرف اور

صرف اسلام ہے۔جس نے عید کی مسرتوں میں سب سے پہلے غریب کے حقوق کا علم بلند کیا!

آج بھی دنیا............غریب امیر اور اونچ و نیچ میں معاشی انصاف لانا چاہتی ہے تو اسے اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف رخ کرنا ہوگا!

اسلام کی نظر میں.......................امیر غریب کا قرض دار ہے

صدقہ فطر روزے کی تطہیر

حضرات گرامی! ہر مسلمان جب کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ میری نیکی اور میری عبادت ہر طرح کی کھوٹ اور رزائل سے پاک صاف ہو۔ظاہر ہے ایک انسان کی حیثیت سے روزہ دار جب روزہ جیسی پاکیزہ عبادت کرتا ہے تو اس عملی یا فعلی اعتبار سے کوئی نہ کوئی فروگزاشت ہو جاتی ہے یا اور نہ سہی تو اس کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جاتا ہے جو روح صیام سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔اس پر اس کو پچھتاوا ہوتا ہے۔دل میں رنج ہوتا ہے کہ مجھ سے یہ کیا ہو گیا اور کیوں ہو گیا؟ اس قسم کی الائشوں سے رمضان کے روزوں کی تطہیر کے لئے صدقہ فطر ہر روزے دار مسلمان پر واجب کر دیا گیا تا کہ اس کی تمام آلائشوں کو عیدگاہ جانے سے پہلے پہلے دور کر دیا جائے اور رمضان شریف کے روزے اس قدر صاف ستھرے ہو کر اس کے نامہ اعمال میں رکھے جائیں کہ ان کی خوشبو سے اس کے نامہ اعمال کا گلدستہ معطر ہو جائے!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

فرض رسول اللّٰہ ﷺ زکوٰۃ الفطر طهرا للصیام من اللغو والرفث ونعمة للمساکین . (ابو داود)

رسول اللہ ﷺ نے روزوں کو فضول ولا یعنی اور فحش باتوں کے اثرات سے پاک صاف کرنے کے لئے اور مسکینوں محتاجوں کے کھانے کا بندوبست کرنے کے لئے صدقہ واجب قرار دیا ہے

معلوم ہوا کہ صدقہ فطر جہاں مسلمان روزے دار کو ان تمام الائشوں سے پاک کر دیتا ہے جو اس کی غلطیوں کی وجہ سے رمضان شریف میں اس کے اعمال کو آلودہ کر گئے تھے! وہیں پر صدقہ فطر

دراصل معاشرے کے ان غریب اور مساکین افراد کی وقار دلجوئی اور بھرپور اعانت ہے جو اپنی غربت کی وجہ سے عید کی مسرتوں سے بے بہرہ ہیں۔ان کی عید کا نہایت خوش اسلوبی سے سامان کردیا گیا!

صدقہ فطر سے تطہیر صیام بھی ہوگئی
اور غریبوں کے لئے تدبیر طعام بھی ہوگئی

مسلمان کی صرف دو عیدیں ہیں

سرکار دوعالم ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو وہاں دیکھا کہ لوگ زمانہ جاہلیت کے تہوار مناتے ہیں۔ان تہواروں میں وہ سب کچھ ہوتا تھا جو ہمارے ہاں میلوں میں یا عرسوں کے موقعہ پر ہوتا ہے۔لہولعب جاہلانہ رسومات، رقص وسرود، ڈھول ڈھمکے اور نجانے کیا کیا آبائی رسومات ہیں، جن کو میلوں اور عرسوں میں بجالایا جاتا! سرکار دوعالم ﷺ نے ان کے رسم و رواج اور کھیل کود دیکھا تو اسے ناپسند فرمایا............اوران سے دریافت فرمایا کہ

فقال ما هذان اليومان ؟

یہ دودن جو تم مناتے ہو ان کی حقیقت اور حیثیت کیا ہے؟

قالوا انا نلعب فيها فى الجاهلية .

انہوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں (یعنی) اسلام سے پہلے یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے! (بس وہی رواج ہے جواب تک چل رہا ہے)

فقال رسول الله ﷺ قد ابد لكم الله بهما خيرا منهما يوم الاضحىٰ ويوم الفطر . (ابى داود)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دودن تمہارے لئے مقرر کردیئے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں)

یوم عیدالاضحیٰ .... یوم عیدالفطر

ابوداؤد شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم

سے امت محمدیہ کوصرف اورصرف دوعیدیں عطافرمائی ہیں!

اسلام میں تیسری عید کا نہ لفظ موجود ہے اور نہ ہی کوئی تصور پایا جاتا ہے لیکن براہو ان لوگوں کا جنہوں نے اسلام کے روشن چہرے کو بدعت کی روشنی سے بگاڑنے کی ٹھان رکھی ہے۔ انہوں نے رسول ﷺ کے اس ارشاد گرامی کے باوجود ایک تیسری عید وضع کرلی ہے اور اس کا نام رکھ دیا ہے عید میلاد...................گویا کہ یہ تیسری عید بھی اسی طرح کی عید ہے جس کا حکم سرکار دوعالم ﷺ کا نے امت کو دیا تھا۔ قرآن وحدیث کے ذخیرہ میں اس عید میلاد کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا اور نہ ہی خلفائے راشدین کے ہاں اس عید میلاد کا کوئی ذکر موجود ہے اور نہ ہی ائمہ ثلاثہ نے اس عید میلاد کے مسائل بیان فرمائے ہیں، بلکہ یہ بدعت پرست جاہل ملاں کی اختراع ہے اور اس کی عمر بھی کوئی زیادہ طویل نہیں ہے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے پاکستان بننے کے بعد یہ وضع کی گئی اور چند سال ہوئے ہیں کہ اس کو توانائی اور شباب ملا ہے۔

لیکن عید شاں درحیرت انداخت
خداؤ مصطفٰی و جبرائیل را

اسلام میں تیسری عید کا وجود نہیں ہے

اسلام میں عید میلاد یا تیسری عید کا کوئی وجود نہیں ہے۔ عید میلاد سرے سے قرآن وحدیث کی اصطلاح ہی نہیں ہے۔ قرآن کے تیس پارے اس کے تذکرے سے خالی ہیں اور حدیث کا ذخیرہ صحاح ستہ اس کے ذکر سے نا آشنا ہیں۔ اس عید میلاد میں ہونے والے رسوم اور خرافات سے اسلام شرمندہ ہے۔ فحش ریکارڈنگ، ناچ گانے۔ عورتوں کا بے حجابانہ جلوس میں آنا اور آنکھ مچولی کھیلنا اور ٹرکوں پر بیٹھ کر فحش حرکات کرنا اور ہزاروں روپیہ کا اسراف یہ اسلام کے کسی ورق کی تصویر نہیں ہے۔ صحابہ نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ اہل بیت کے ہاں اس کا تصور بھی نہیں ملتا۔ آپ کے چہیتے اور لاڈلے خلفائے راشدین نے ایسا کبھی نہیں کیا؟

پھر کیا خطیب سوال کرسکتا ہے؟

ماھٰذا العید ؟ یہ عید میلاد کیا ہے؟

اس کا پس منظر کیا ہے۔؟

کیا سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے؟

کیا حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا ہے؟

کیا فاروق اعظمؓ نے فرمایا ہے؟

کیا اہل بیت سے اس کی سند ملتی ہے؟

کیا ازواج مطہرت نے اس کا حکم دیا ہے؟

کیا امام ابوحنیفہ کا حکم ہے؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو؟

خوف کرو اس دن کا

ڈرو اس دن سے

جس دن حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا اور سرکار دو عالم ﷺ سے فرمایا جائے گا کہ

انک لا تدری ما احدثوا بعدک

آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے جانے کے بعد دین میں اپنی طرف سے ایجادات (یعنی بدعات) پیدا کر لی تھیں!

دین وہی ہے جو کتاب اللہ سے ثابت ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ میں موجود ہے۔ دین تمہارے اور میرے گھڑے ہوئے افسانوں کا نام نہیں ہے۔ دین خدا اور رسول کے حسین گلدستے کا نام ہے۔

اس لئے خوب سوچ لینا چاہیئے کہ اس دور میں عید میلاد کے نام سے جو تیسری عید بنالی گئی ہے اس کا اسلام کے دامن میں کوئی تصور اور وجود نہیں ہے، بلکہ یہ واعظوں کی ایجاد ہے بلکہ پاکستان میں تو ایسے بھی بے باک اور خوف خدا سے عاری واعظ پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے بارہ ربیع الاول کو با قاعدہ عید الفطر کی طرح عید میلاد کی دو رکعتیں پڑھنے کا اعلان کر دیا..................گویا کہ یہ مقابلہ تھا خدا کے رسولؐ سے؟

(معاذ اللہ معاذ اللہ)

حضرات گرامی ! بدعت دراصل سنت کی حزب اختلاف ہے اور بدعتی اہل سنت کا حزب اختلاف ہوتا ہے۔اس طرح کی جولوگ حرکات کاارتکاب کرتے ہیں۔وہ دراصل سنت رسولؐ کے گلشن کواجاڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ان لوگوں سے اپنے دامن کو بچانا چاہیئے یہ قیامت کے دن سخت گرفت میں ہوں گے!

من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد .

جس شخص نے کوئی بدعت دین میں داخل کی اس کورد کردیا جائے گا۔یعنی اس کی بات مسترد کردی جائے گی!

سرکاردوعالم ﷺ ارشادفرماتے ہیں کہ **من وقر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ هدم الاسلام .**

جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے ستون کوگرادیا۔

اس لئے آپ حضرات کومکمل ان لوگوں سے بچنا چاہیئے جواسلام کواپنی ایجادات کا پیوندلگانا چاہتے ہیں اورسنت کواپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں۔اس لئے خوب یادرکھئے کہ اسلام میں،سنت رسولؐ میں صرف اورصرف دوعیدیں ہیں۔تیسری کسی عیدکاتصورنہیں ہے!

عیدمیں حضورؐکامعمول

حضرات گرامی ! عید کے دن سرکاردوعالم ﷺ پہلےغسل فرماتے تھے۔مسواک فرماتے اور نئے کپڑے پہنتے۔خوشبو لگاتے تھے۔اس لئے عید کے دن ہمارے لئے بھی غسل کرنا۔نئے کپڑے یاصاف ستھرے کپڑے پہننااورخوشبولگانا سنت قراردیا گیا۔اگرعیدالفطرہوتی تو آپ نماز کے لئےتشریف لےجانے سے پہلے **لایخرج یوم الفطر حتی یطعم** ....نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ تناول فرمالیا کرتے تھے!

گویا کہ عیدالفطر کے دن نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھانا بھی مسنون ہے ! اسی طرح آپ جب نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھےتو جاتے ہوئے اورراستہ اختیارفرماتے تھےاور

آتے ہوئے دوسرا راستہ اختیار فرماتے تھے! چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

قال کان النبی ﷺ اذا کان یوم عید خالف الطریق . (بخاری)

رسول اللہ ﷺ عید کے دن راستہ بدل دیتے تھے!

اسی طرح ہمارے لئے بھی یہ مسنون ہے کہ عید گاہ جاتے وقت جو راستہ اختیار کیا جائے آتے وقت اس سے مختلف راستہ اختیار کیا جائے! مسلمان کی پوری زندگی سرکار دو عالم ﷺ کی سنت کے مطابق گزرنی چاہیئے۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز بر پئے مصطفٰی

خطبہ عید اور نماز

سرکار دو عالم ﷺ عید کی نماز مدینہ طیبہ کے باہر ایک کھلے میدان میں پڑھا کرتے تھے۔ اس کے گرد کوئی چار دیواری بھی نہیں تھی! آپ نے مسجد میں عید کی نماز صرف ایک دفعہ بارش ہونے کی وجہ سے پڑھی تھی ورنہ ہمیشہ نماز عید باہر کھلے میدان میں ہی ادا فرماتے تھے اور یہی سنت ہے۔ آج ہر مسجد میں جو عید کی نماز پڑھی یا پڑھائی جاتی ہے۔ اس میں خطبا اور ائمہ کے اپنے مفادات وابستہ ہیں ورنہ مسجدوں میں عید مسنون نہیں ہے۔ ہر خطیب اور امام نے اپنی عیدی بنانے کے لئے مسجد کو عید گاہ بنا رکھا ہے ورنہ عید کے لئے کھلے میدان میں جانا سنت رسول ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ عید کے دن نماز پڑھاتے اور پھر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

شهدت الصلوٰة مع النبی ﷺ یوم عید فبداء بالصلوٰة قبل الخطبة بغیر اذان ولا اقامة فلما قضی الصلوٰة قام متکئا علی بلال فحمد اللّٰه واثنی علیه ووعظ الناس وذکر هم وحثهم علی طاعته ومضٰی الی النساء ومعه بلال فامر هن بتقوی اللّٰه ووعظهن وذکر هن . (نسائی)

میں عید کے دن نماز کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عید گاہ حاضر ہوا کہ آپ نے خطبہ سے

پہلے نماز پڑھی بغیر اذان اور اقامت کے پھر جب آپ نماز پڑھ چکے تو بلالؓ پر سہارا لگا کر آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے! پہلے اللہ کی حمد وثنا کی اور لوگوں کو پند ونصیحت فرمائی! اور اللہ کی فرمانبرداری کی ان کو ترغیب دی! پھر آپ خواتین کے مجمع کی طرف گئے اور بلالؓ آپ کے ساتھ ہی تھے! وہاں پہنچ کر آپ نے ان کو اللہ سے ڈرنے اور تقوے والی زندگی گزارنے کے لئے فرمایا اور ان کو پند و نصیحت فرمائی!

خطیب کہتا ہے

خطبہ میں خدا کی حمد وثنا ضروری ہے۔
خطبہ کا آغاز ہی خداوند قدوس کی توحید سے ہوتا ہے۔
خطبہ میں خدا اور رسول کی اطاعت پر زور دیا جائے!
عورتوں کو بھی ایسا وعظ کہنا چاہیئے جو ان کی عاقبت سنوارے۔
خطیب وہی ہوسکتا ہے
جو خوش عقیدہ ہو!
خوش لباس ہو اور خوش اطوار ہو!
بلال رضی اللہ عنہ کے قربان جو نبی کا خطبے میں سہارا بنا
بلال رضی اللہ عنہ خطبے میں نبی کا سہارا بنا
اذان میں بلالؓ نبی کا پیارا بنا
اور مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا بنا

عیدگاہ اور فوجی چھاؤنی

سرکار دوعالم ﷺ بعض اوقات اہم امور اور احکامات کا اعلان بھی میدان عیدگاہ میں فرمایا کرتے تھے۔ اور بعض اوقات اسلام کے عظیم الشان لشکر عیدگاہ ہی سے تربیت دے کر روانہ فرمایا کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے مسجد ہی اسلام کی اسمبلی ہے اور مسجد ہی اسلامی لشکر کی فوجی چھاؤنی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید حذری رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

کان النبی ﷺ یخرج یوم الفطر والاضحٰی الی المصلّٰی فاول شئی یبدء بہ الصلوٰۃ ثم ینصرف مقابل الناس والناس جلوس علی صفوفھم فیعظھم ویوصیھم وان کان یرید ان یقطع بعثاً قطعہ اویامر بشئی امربہ ثم ینصرف . (بخاری)

رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید اضحٰی کے دن عید گاہ تشریف کے جاتے تھے۔سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے تھے! پھر نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف رخ کر کے خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے تھے! اور لوگ بدستور صفوں میں بیٹھے رہتے تھے! پھر آپ ان کو خطبہ اور وعظ ونصیحت فرماتے تھے! اور احکام دیتے تھے! اور اگر آپ کا ارادہ کوئی لشکر یا دستہ تیار کر کے کسی طرف روانہ کرنے کا ہوتا تو آپ (عیدین کی نماز وخطبہ کے بعد) اس کو بھی روانہ فرماتے تھے! یا کسی خاص چیز کے بارے میں آپ کوئی حکم دینا ہوتا تو اسی موقع پر وہ بھی دیتے تھے! پھر (ان تمام مہات سے فارغ ہوکر) آپ عید گاہ سے واپس تشریف لاتے تھے!

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عید جہاں مسلمانوں کے لئے بے حد خوشیوں اور مسرتوں کے سامان لے کر آتی تھی وہیں مسلمانوں کے لئے جذبہ جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کی بہاریں لے کر بھی آتی تھی۔یہیں سے کئی قافلے روانہ ہوئے جن کی یلغار سے دنیائے کفر میں زلزلہ برپا ہوگیا اور اسلام کو عظیم الشان فتوحات نصیب ہوئیں۔

گویا کہ عید گاہ اسلام کی فوجی چھاؤنی کی حیثیت رکھتی تھیں

عید کے تحفے

حضرات گرامی! جس طرح شب معراج آئی وہ گناہ گاروں کے لئے کچھ تحفے عطا کرگئی اور جس طرح شب قدر آئی اس نے ہمیں اپنے تحفوں سے سرفراز کیا ....اور لیلۃ القدر نے تو کمال ہی کردی۔ہم گناہ گاروں کے نامہ اعمال سے گناہوں کی سیاہی کو ڈھوڈالا اسی طرح عید بھی اپنے ساتھ مغفرت، بخشش اور رحمت خداوندی کے لازوال تحفے ساتھ لاتی ہے۔ہم گناہ گار کسی نہ

کسی دن تو ضرور بخشے جائیں گے۔اس طرح سمجھئے کہ بخشش اور رحمت ہمارے تعاقب میں ہے۔
وہ ہمیں تب چھوڑے گی۔جب اسے ہماری بخشش کا یقین ہو جائے گا۔

خطیب کہتا ہے

معراج کی رات بخشش نے ہمیں ڈھونڈا
شب برات کو بخشش نے ہمیں ڈھونڈا
لیلۃ القدر کو بخشش ہمارے پیچھے پورے جوبن سے آئی
اور ہمارے گناہوں کو بہا کرلے گئی
عید کی رات پھر بخشش ہمارے پیچھے آئی
اور ہمیں خدا کی رحمتوں میں چھپا دیا ۔

قال النبی .... ﷺ من قام لیلتی العیدین محتسبا لم یمت قلبه یوم یموت القلوب . (ابن ماجه)

سرکاردوعالم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے عیدین کی راتوں میں قیام کیا۔اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے! جس دن لوگوں کے دل مرچکے ہوں گے اس کا دل زندہ ہوگا !

ایک دوسری روایت میں ہے کہ

قال رسول اللّٰه ﷺ من احیا اللیالی الخمس وجبت له الجنة لیلة الترویه . ولیلة عرفة . ولیلة النحر ولیلة الفطر . ولیلة النصف من شعبان (ترغیب)

جس شخص نے پانچ راتوں کو (اپنی عبادت) سے زندہ کیا اس پر جنت واجب ہو جائے گی! ترویہ کی رات۔عرفہ کی رات۔قربانی کی رات۔عیدالفطر کی رات۔اورشعبان کی پندرھویں رات ۔

یہ عید کے تحفے ہیں۔عید کی رات جاگنا جنت لینا ہے۔عید کی رات عبادت کرنا زندہ دلوں کا کام ہے۔زندہ دل وہ ہوتے ہیں جن کے دل ذکر خدا سے آباد ہوں۔

عید کے دن گناہ گاروں کو عام معافی

حضرات گرامی! عید نے مغفرت کا تحفہ دیا اور اللہ کے راستہ میں زندہ دل ہونے کا انعام دیا اور ساتھ ہی ساتھ خدا کا دریائے رحمت جوش میں آتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے

قال رسول اللّٰہ ﷺ اذاکان یوم عید الفطر وقفت الملائکة علی ابواب الطروق فنادوا

اغدوایا معشر المسلمین الیٰ رب الکریم . یمنّ یا الخیر ثمّ یشیب علیه الجزیل.

لقد امرتم بقیام اللیل فقمتم وامرتم بصیام النهار فصمتم واطعتم ربکم فاقبضو اجوائرکم فاذا سلوا نادیٰ مناد الاان ربکم قد غفرلکم فارجعوا راشدین الی رحالکم . (ترغیب)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو فرشتے تمام راستوں کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور آواز دیتے ہیں کہ اے مسلمانو رب کریم کے دروازے پر آؤ وہ تمہارے لئے بھلائی اور خیر کے خزانے لئے ہوئے ہے اور تمہیں بہت سا اجر جزیل عطا فرمائے گا!

تمہیں میں نے رات کے قیام کا حکم دیا تو تم نے رات بھر قیام کیا۔

تمہیں میں نے دن کے روزے کا حکم دیا تم نے دن بھر روزہ رکھا۔

تم نے اپنے رب کی اطاعت کا حق ادا کر دیا۔

جب نماز کیلئے کھڑے ہوں گے تو ایک فرشتہ ندا کرے گا۔ آگاہ رہو کہ تمہارے رب نے تمہیں بخش دیا ہے۔ اب تم اپنے گھروں کو گناہوں سے پاک صاف ہو کر واپس جاؤ۔

خطیب کہتا ہے

یہ عام معافی کا اعلان ہے!

کس کے لئے

گناہ گاروں کے لئے

سیاہ کاروں کے لئے

غم کے ماروں کے لئے

معافی معافی ....راشدین بن کر جاؤ۔

سبحان اللہ

حضرات گرامی ! میں نے تفصیل سے آپ کے سامنے عیدالفطر کے تمام ضروری اوراہم امور بیان کردیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کواس دن کی برکات اورانورات سے مالا مال فرمائے ۔ آمین۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

دوسرا جمعہ شوال

شہدائے احد!

اورغزوہ احد میں صحابہ کرام کی بے مثال قربانی

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ.

اور اے مخاطب! تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے ہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے !

حضرات گرامی! چونکہ شوال کے مہینہ میں اسلام کی ایک عظیم الشان جنگ مدینہ کے قریب جبل احد کے دامن میں کفار مکہ کے ساتھ لڑی گئی تھی۔ اس جنگ کو بھی اسلام کی تاریخ میں تاریخی حیثیت حاصل ہے اس لئے آج کے جمعہ میں آپ حضرات کے سامنے غزوہ احد کے تاریخی واقعات کے متعلق عرض کیا جائے گا !

غزوہ احد پر جب نظر دوڑائی جائے اور اس کا جائزہ کیا جائے تو مسائل اور عنوانات کے بے شمار پہلو سامنے آتے ہیں جو اپنی علمی اور تاریخی حیثیت سے مستقل خطبات کا عنوان ہو سکتے ہیں، مگر میں نے صرف غزوہ احد میں صحابہ کرامؓ کی بے مثال قربانی اور ان کی شہادت فی سبیل اللہ کے عنوان پر کچھ عرض کرنا ہے، تا کہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ جانثاران رسولؐ نے کس بے جگری اور جرات سے اسلامی عظمتوں کو بلند کرنے کے لئے قربانی پیش کی اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے خدا کی رحمتوں سے مالا مال ہو گئے !

جذبہ شہادت میں ڈوبی ہوئی تقریریں

حضرات گرمی! چونکہ ابھی بدر کے زخم تازہ تھے اور شہدائے بدر کی جدائی کا صدمہ ہی نہیں بھولا

تھا کہ پھر سے مشرکین مکہ نے ایک عظیم امتحان میں مسلمانوں کو مبتلا کر دیا۔ بدر کے شکست خوردہ مشرکین نے اپنے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے پھر سے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور اپنی پوری طاقت جمع کر کے ایک لشکر ترتیب دیا۔ اس لشکر میں ان لوگوں کا غصہ اور اشتعال نہایت ہی نمایاں تھا۔ جن کے عزیز واقارب جنگ بدر میں قتل ہو گئے تھے۔ وہ ہر قیمت پر مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے اور اس کے لئے انہوں نے بھرپور تیاری کی تھی۔ یہاں تک کہ مکہ کے سرداروں کی عورتیں بھی اس لشکر میں شریک ہوئیں۔ کیونکہ عرب میں رواج تھا کہ جب عورتیں کسی جنگ میں شریک ہو جائیں تو پھر مردوں کا میدان سے بھاگنا یا واپس ہونا نامردی اور بے غیرتی تصور کیا جاتا تھا۔ اس لئے دنیائے کفر پوری تیاری اور قوت سے مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے اور جبل احد کے قریب پڑاؤ ڈال دیا۔ سرکار دوعالم ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے اپنے جانثار شیدائیوں سے مشورہ کیا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے کیا مدینہ میں رہ کر جنگ لڑنی چاہیئے یا شہر سے باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ تمام صحابہ کرامؓ کی رائے تھی کہ جنگ مدینہ منورہ سے باہر جا کر لڑی جائے اور دشمن کو وہ عبرتناک سزا دی جائے کہ وہ دوبارہ سر اٹھانے کے قابل نہ ہو سکے! اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ نے جو تاریخی تقریریں کیں وہ اسلام کے دامن میں ہمیشہ مہکتی رہیں گی۔ چنانچہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

والذی انزل علیک الکتاب لا اطعم الیوم طعاما حتی اجالد هم بسیفی خارج المدینة .

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے۔ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر اپنی تلوار سے ان کے پرخچے نہ اڑا دوں۔!

حضرت نعمانؓ نے فرمایا۔

یارسول اللّٰہ لا تحرمنا الجنة فوالذی بعثک بالحق لا دخلن الجنة لانی اشهد ان لاالٰه الا اللّٰه وانک رسول اللّٰه ولا افریوم الذحف.................لانی احب اللّٰه ورسوله .

اے اللہ کے رسول ہمیں جنت سے محروم نہ فرمائیں۔اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حقانیت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں ضرور جنت میں داخل ہوں گا، کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں میدان جہاد سے منہ پھیر کر نہیں بھاگوں گا! کیونکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہوں۔سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت نعمان کے ان جذبات کو سن کر ارشاد فرمایا کہ **صدقت!**

آپ نے سچ کہا ہے !

سرکار دوعالم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ان ایمان پرور اور جذبہ جہاد سے سرشار خیالات سن کر میدان میں جہاد کرنے کا فیصلہ فرمالیا اور حجرہ میں تشریف لے گئے۔ابوبکرؓ وعمرؓ بھی ساتھ ہی حجرہ میں تشریف لے گئے اور نبی دوعالم ﷺ زرہ پہن کر حجرہ سے واپس تشریف لائے اور لشکر اسلام کو احد کی طرف روانگی کا ارشاد فرمایا!

چشم فلک نے آج تک یہ نظارہ نہیں دیکھا

عشق ومحبت میں قربانی کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں مگر میدان احد میں صحابہ کرامؓ نے جس قربانی اور ایثار کا مظاہرہ فرمایا اس کی مثال چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی! یوں معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنی جان، اپنی اولاد، اپنا مال خدا کے حضور قربان کرنے کے لئے ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے! سرکار دوعالم ﷺ کی محبت ان کے دلوں میں اس قدر راسخ ہوچکی تھی کہ وہ ان کے اشارہ ابرو پر جان فدا کرنا اپنی زندگی کا معراج سمجھتے تھے!

سرکار دوعالم ﷺ کی آواز دامن احد میں گونج اٹھتی تھی کہ **من یاخذ هذا السیف بحقه** ....کون شخص یہ تلوار لے کر اس کا حق ادا کرے گا؟

حضور اکرمؐ کا یہ ارشاد سن کر تمام صحابہ کے دل میں ایک ولولہ پیدا ہوگیا کہ اس تلوار کو حاصل کر کے اس کا حق ادا کریں۔ چنانچہ تمام صحابہ کرامؓ اس ارشاد کو سن کر کھڑے ہوگئے، مگر آج جس کو یہ سعادت میسر آنی تھی اور جس کا ستارہ عرش وفرش پر چمکنا تھا وہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ۔ اس کے حق سے کیا مراد ہے جواب میں

سرکاردوعالم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ **ان تضرب به العدو حتی ینحنی** .اس کا حق یہ ہے کہ اس سے دشمنوں کو اتنا مارو کہ مارتے مارتے ٹیڑھی ہو جائے!

ابودجانہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ تلوار میں لوں گا!

ابودجانہ بڑے بہادر دلیر اور لڑائی کی بہتر ترکیبیں جانتے تھے! جنگ میں شرکت کے وقت ان کا طریقہ تھا کہ سرخ رنگ کی ایک پٹی بطور نشان سر پر باندھ لیتے ۔اس سے سمجھ لیا جاتا کہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے! چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے انہوں نے تلوار حاصل کی تو یہی سرخ پٹی نکال کر سر پر باندھ لی تو اکڑتے اور تنتے ہوئے دونوں فریقوں کی صفوں کے درمیان پھرنے لگے!

سرکاردوعالم ﷺ نے جب ابودجانہؓ کو اکڑتے ہوئے چلتے دیکھا تو فرمایا کہ **انھا لمشیة یبغض الله الا فی مثل ھذا الموطن** ....اکڑنا اور تننا اللہ تعالیٰ بہت ہی ناپسند ہے مگر ایسے موقع پر ناپسند نہیں ہے!

اگرچہ ناپسندیدہ ہے ایسی کبک رفتاری
مگر ایسے مواقع پر یہی رفتار ہے پیاری
مقدر ڈھونڈتا تھا اس ادائے والہانہ کو
عطا کردی گئی یہ تیغ براں ابو دجانہؓ کو

خطیب کہتا ہے

جس طرح **لاعطین الرایة غداً** میں کل کو جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو خدا اور رسول سے محبت کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو نمایاں کرنے کے لئے فرمایا گیا تھا!

اسی طرح

آج بھی حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو نمایاں کرنے کیلئے تلوار عطا کی گئی۔

نہ خیبر میں حضرت علیؓ کی تمام صحابہؓ پر افضلیت ثابت کرنا مقصود تھی اور نہ ہی ابودجانہ کی تمام صحابہ پر افضلیت مقصود ہے۔ بعض اوقات اجتماعی حالات میں والد کسی بیٹے کو شاباش دیتا ہے اور

بعض اوقات کسی بیٹے کو

علیؓ نے خیبر میں جھنڈے کا حق ادا کر دیا۔

ابو دجانہؓ نے احد میں تلوار کا حق ادا کر دیا۔

خیبر کے علم سے جس طرح حضرت علیؓ کو صدیقؓ و فاروق عثمانؓ پر افضلیت حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح ابو دجانہؓ کو خلفائے راشدین پر برتری حاصل نہیں ہوگی۔

خیبر میں بھی ایک خصوصیت کو نکھارنا تھا۔

اور

احد میں بھی ابو دجانہؓ کی اس خوبی کو نکھارنا تھا

نہ جھنڈا خلافت بلافصل کی دلیل ہے

نہ تلوار افضلیت علی الصحابہ کی دلیل ہے

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد ہیں

اور خلافت ثلاثہ کے بعد آپ کا چوتھا نمبر ہے

اہل سنت کا یہی مسلک ہے

اسی میں ہماری نجات ہے.

تکبر.......................اکڑنا.......................تننا

خدا کو ناپسندیدہ ہے

مگر جب یہ سب کچھ خدا کے لئے ہوا تو اکڑنا بھی عبادت ہو جاتا ہے۔

کبھی سر جھکا کر چلنا عبادت ہوتا ہے

کبھی سر اٹھا کر چلنا عبادت ہوتا ہے

کبھی نیاز عبادت کی علامت

کبھی ناز عبادت کی علامت

طواف کرتے ہوئے رمل کرنا عبادت ہے

رمل مشرکین کے سامنے اکڑ کر چلنے کا نام ہے !

معلوم ہوا کہ اکڑے ہوئے مشرک کے سامنے اکڑ کر چلنا ہی عبادت ہے !

اسلام میں جہاں جمال ہے

وہیں پر جلال بھی ہے

اس لئے عبادت میں کہیں جمال نظر آئے گا۔

اور

عبادت میں کہیں جلال نظر آئے گا

ابودجانہؓ نے حق ادا کر دیا

ابودجانہؓ سر پر سرخ پٹی باندھے چل رہے ہیں۔ میدان جہاد میں مشرکین پر جلال الٰہی بن کر ٹوٹ پڑے۔ زبان پر یہ ترانہ جاری تھا کہ۔

انا الذی عاهدنی خلیلی　　ونحن بالسفح لدی النخیل

لا اقوم الدهر فی الکبول　　اضرب بسیف اللّٰه والرسول

میں وہی ہوں جس سے میرے حبیب (رسول اللہ ﷺ) نے کھجور کے درختوں کے قریب پہاڑ کے دامن میں عہد و پیمان لیا تھا! میں کھڑے ہو کر آخری صف تک مقابلہ کرتا رہوں گا۔ اللہ اور اس کے رسول کی تلوار برابر چلاتا رہوں گا! حضرت ابودجانہؓ دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور بڑے بڑے مشرک جرنیلوں کا صفایا کر دیا۔ میدان جنگ میں ہندہ سامنے آگئی مگر آپ نے اس کو قتل کرنے سے تلوار کو روک لیا تاکہ رسول اللہ کی تلوار عورت کے سر پر نہ لگے!

خطیب کہتا ہے

یہ رسول اللہ کی تلوار کا تقدس تھا۔

میدان جنگ میں بھی عورت کے وجود سے تلوار کو الگ رکھا گیا

اس دور کے پیر فقیر اپنے عمل پر غور کریں

بلا حجاب عورتوں کو سامنے بٹھانا

ان کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت لینا کیا رسول اللہ کی سنت کی تضحیک نہیں ہے؟

صحابہ دیکھتے تھے جانثاری بو دجانہؓ کی
کہ تھی بیٹھی ہوئی اک دھاک اس مردیگانہ کی
رسول اللہ کی بخشی ہوئی شمشیر چلتی تھی
تو گویا آسپائے گردش تقدیر چلتی تھی
وہ سب افسر جو بنیاد فساد جاہلانہ تھے
وہی جنگ احد میں زیرتیغ بو دجانہؓ تھے

ہندہ جب حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کی زد میں آئی تو آپ نے دیکھا کہ یہ تو عورت ہے تو آپ نے ہندہ کو مخاطب کرکے فرمایا

کیا معلوم ہے گو مجھ کو تیری فتنہ انگیزی
تیری آنکھوں سے ظاہر ہورہی ہے خوئے خوں ریزی
طرح بہر شفیع دوجہاں دیتا ہوں میں تجھ کو
تو کوئی بھی ہوا ہو عورت اماں دیتا ہوں میں تجھ کو
یہ شمشیر رسالت ہے ستودہ اور محمودہ
کروں گا نہ عورت کے لہو سے اس کو آلودہ

سبحان اللہ

رسالت کی عطا کردہ تلوار کا حق ادا کردیا!

اور یہی ابودجانہؓ رضی اللہ عنہ تھے جب رسول اللہ ﷺ پر احد میں تیروں کی بارش ہورہی تھی تو ابودجانہؓ نے اپنے جسم پر تمام تیروں کو روکا اور اپنے بدن رسول اللہ ﷺ ڈھال بنادیا!

سیّدنا امیر حمزہ کی شہادت اور شجاعت

سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے معرکہ احد میں شجاعت و دلیری کے وہ بہادرانہ کارنامے سرانجام

دیئے کہ رہتی دنیا تک ان کے یہ تاریخی کارنامے سنہری حروف سے لکھے جائیں گے! وحشی نے حملہ کیا اور نہایت ہی بے دردی سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ شہادت حمزہ کے عنوان پر مستقل تقریر پہلی جلد میں آ چکی ہے۔ اس لئے تفصیلات وہاں دیکھ لی جائیں اس مقام پر ان کا تذکرہ تبرکاً ضروری تھا، کیونکہ حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جنگ احد کے شہداء میں شہید اعظم کا مقام رکھتے ہیں۔ سیّد الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ۔

زمین سے آسماں تک ایک نورانی غبار اٹھا
فرشتہ لے کے جان بندہ جانب پروردگار اٹھا
زمین پر رہ گیا باقی فقط ایک خوں چکاں لاشہ
فروغ زخم بے حد سے بہار بے خزاں لاشہ
رخ انور پہ وہ ریش سفید و شاندار اس کی
شہادت سے نمایاں اور شان باوقار اس کی
رضائے حق یہی تھی جو قضا کی مشیت سے نکلی
پر برچھی ناف کے نیچے لگی اور پشت سے نکلی

حضرت حنظلہ ؓ کی شہادت اور جانثاری

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے جب اعلان جہاد سنا تو شب عروسی میں ہی بے تابانہ تلوار اٹھائے سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ ہو گئے۔ جنگ احد میں آپ نے بہت ہی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ ابوسفیان جو اس وقت سرکار دو عالم ﷺ کے خون کے پیاسے تھے اور پوری قوت سے مسلمانوں پر حملہ آور تھے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے تاک کر ابوسفیان پر بھرپور حملہ کیا! اور اس کے گھوڑے کی گردن پر تلوار ماری، گھوڑا تڑپ کر گر پڑا۔ ابوسفیان زمین پر لوٹنے لگا اور شور مچا دیا کہ اے گروہ قریش میں ابوسفیان ہوں اور یہ شخص مجھ کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔

شاعر نے عجیب نقشہ کھینچا ہے!

قریشی فوج کو اس نے پکار اور دہائی دی

سپاہی دفعتاً لپکے تو یہ صورت دکھائی دی
ابوسفیان کے سینے پر سوار اک مرد غازی تھا
اور اس غازی کا دست راست محوکار سازی تھا
گرفت دست چپ میں تھی سپہ سالار کی گردن
جہنم کے لئے تھی منتظر اک وار کی گردن
مگر اس وار کی مہلت نہ دی قرشی سواروں نے
کہ جسم مرد مومن چھید ڈالا نیزہ داروں نے
یہ گلزار جوانی آج سیراب شہادت تھا
بزور دست وبازو وفاتح باب شہادت تھا
لبوں میں مسکراہٹ تھی لباس سرخ تن پر تھا
عجب رنگ بہار جاوداں گل پیر ہن پر تھا

غسیل ملائکہ

حضرت حنظلہ رضی اللہ نے جام شہادت نوش فرمایا آپ کی لاش مبارک تلاش کی گئی مل نہ سکی۔ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نے فرستوں کو دیکھا کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ کو بادل کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے ہیں۔ معلوم کرنے سے پتہ چلا کہ جہاد کا سنتے ہی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوگئے اور حالت جنابت تھے۔ اس لئے شہید فی سبیل اللہ کو اللہ کے فرشتوں نے غسل دیا............ اس وجہ سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسیل ملائکہ کہا جاتا ہے

لڑائی ختم ہونے کے بعد جب ان کی لاش تلاش کی گئی تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپکتا ہوا پایا گیا!

یہ گلزار جوانی آج سیراب شہادت تھا
عجب رنگ بہار جاوداں گل پیر ہن پر تھا

خطیب کہتا ہے

عظمت بشر کا کیا کہنا

نوری خادم.................اور بشر مخدوم

پانی پاک
غسل دینے والے پاک
ان کے وجود پاک
ان کا ہاتھ پاک

جس وجود مطہر کو غسل دیا گیا

وہ

وجود پاک! وجود بشریت کا کیا کہنا!

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں ہوتی ہے محنت زیادہ

....

تو مرد میداں تو میر لشکر
نوری حضور ہیں تیرے سپاہی

معلوم ہوا کہ بشر کا درجہ نوریوں سے اونچا ہوتا ہے

اللہ کی شان کہ باپ کفر کا نمائندہ تھا

اور

بیٹا حضرت حنظلہ اسلام کا نمائندہ اور شہید............!

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشاء

زیاد بن سکن ؓ کی شہادت اور جانثاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب احد میں مشرکین نے ایک بھرپور حملہ

سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی پر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کون شخص ہے جو ان دشمنوں کو مجھ سے دور کرے اور جنت میں میرا رفیق بنے۔ انصار کے سات آدمی اس وقت آپ پر پروانہ وار جانثار ہو گئے اور باری باری لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے جب مشرکین کے ہجوم کو وجود رسالت پر حملہ آور ہوتے دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ **من رجل یشری لنا نفسلہ** . کون ہے تم میں سے ہمارے لئے اپنی جان فروخت کر دے!

یہ سنتے ہی زیاد بن سکنؓ دوڑے اور آپ پر پروانہ وار قربان ہو گئے۔ دشمنوں کو رسول اللہ ﷺ سے دور کر دیا، مگر خود جام شہادت نوش فرمایا! زیاد بن سکنؓ جب زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے گر پڑے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ان کو میرے قریب کر دو۔ اصحاب رسول نے زیاد بن سکن کو سرکار دو عالم ﷺ کے قریب کر دیا............آپ نے شفقت سے فرمایا کہ کوئی آرزو!

بس ایک ہی آرزو تھی..................کہ اپنے رخسار نبوت کے قدموں پر رکھتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے   کہ بوقت جاں بیروں بہ سرش رسید باشی

خطیب کہتا ہے

صحابہ کرامؓ تو رسول اللہ کے خریدے ہوئے ہیں۔
ہر شخص کو اپنی دولت عزیز ہوتی ہے۔
سرکار دو عالم ﷺ کو صحابہؓ عزیز ہیں۔

رسولؐ کو خدا نے سنوارا ہے
اور
صحابہ کو رسولؐ نے سنوارا ہے

صحابہ کرامؓ............رسول کے ہاتھوں بک گئے۔

رسولؐ..................اپنے مال کا خود ذمہ دار

رسولؐ..................اپنے مال کا خود محافظ ونگہبان

جو رسول اللہ کے مال میں عیب نکالے گا

وہ نگاہ نبوت پر بے اعتمادی کا مرتکب ہوگا

اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لاتتخذوھم من بعدی غرضاً

اللہ اللہ! میرے صحابہ کو میرے بعد نشان تنقید نہ بنانا۔

صحابہؓ کی محبت......................رسول کی محبت

صحابہؓ سے عداوت..................رسول سے عداوت

سعدؓ بن ربیع کی شہادت اور زبان

نبوت سے اعزازی تمغات

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے معرکہ احد میں عظیم جرات اور دلیری کے مظاہرے کئے۔ آخر آپ کا جسم اطہر زخموں سے چور چور ہوگیا۔ آپ اسی حالت میں تڑپتے ہوئے نڈھال ہو گئے۔ قریش کی روانگی کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے زید بن ثابتؓ کا حکم دیا کہ سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا جائے اور اگر مل جائیں تو ان سے کہنا۔!

سبحان اللہ

ان رایته فاقراہ منی السلام وقل له یقول لک رسول اللّٰہ کیف تجدک

.

اگر تو اس کو دیکھ لے تو میرا سلام کہنا کہ رسول اللہ یہ دریافت فرماتے ہیں کہ تم اس وقت اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو!

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ آپ موت وحیات کی کش مکش میں مبتلا تھے۔ آپ کے جسم اطہر پر تیروں اور تلواروں کے ستر زخم

تھے۔میں نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا۔تو آپ نے اسی زخمی حالت میں موت وحیات کی کش مکش میں محبوب کبریا کا سلام سن کر جواب دیا کہ

علی رسول اللّٰہ السلام و علیک السلام قل له یا رسول اللّٰہ اجدریح الجنة وقل لقومی الانصار لاعذر لکم عنداللّٰہ ان یخلص الی رسول اللّٰہ ﷺ شف بطرف قال وفاضت نفسه رحمه اللّٰہ . (زرقانی)

رسول اللہ ﷺ پر بھی سلام اور آپ پر بھی سلام۔رسول اللہ ﷺ کو میرا پیغام پہنچا دینا۔کہ یا رسول اللہ ﷺ اس وقت میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اور میری قوم انصار سے کہہ دینا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف تمہارے ہوتے ہوئے پہنچی تو سمجھ لینا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا !

یہ کہا اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

اناللّٰہ وانالیه راجعون

محبّ کو محبوب کا پیغام

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن ربیعؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ

اخبر رسول اللّٰہ ﷺ انی فی الاموات واقره السلام وقل له یقول سعد جزاک اللّٰہ عنا وعن جمیع الامة خیرا .

رسول اللہ ﷺ کو خبر دینا کہ اس وقت میں قریب المرگ ہوں۔میرا سلام قبول فرمائیں اور سلام کے بعد کہنا کہ سعد یہ کہتا ہے کہ **جزاک الله عنا وعن جمیع الامة خیراً**۔اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے! کہ آپ نے ہم کو حق کا راستہ بتایا۔

رسول اللہؐ کا جواب

سرکار دوعالم ﷺ کو سعد کا یہ جواب اور سلام پہنچا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ **رحمه الله**

نصح للّٰہ و لرسولہ حیا و میتا .   (استیعاب)

اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کا زندگی اور موت میں وفادار رہا۔

خطیب کہتا ہے

اس امتی کے قربان جس کو کملی والا اسلام بھیجے !

اس نبیؐ کے بھی قربان جو آخری وقت اپنے جانثاروں سے پیار کرے

اس امتی کے قربان جس کے لئے پہلے جنت کے دروازے کھل گئے

اس نبیؐ کے بھی قربان جس نے صحابہ کو نقد جنتی بنا دیا

محبّ تو محبوبوں کو تلاش کیا ہی کرتے ہیں مگر

میں اس محبوب دو جہاں کے قربان جو اپنے چاہنے والوں کو تلاش کرے

اس کی قسمت کا کیا کہنا جس کو پیغمبر نے تلاش کرا کے سلام بھجوایا

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

پوری قوم کو عشق رسالت کا درس دیا

جان دے دینا نبیؐ کی آن پر آنچ نہ آئے

اللہ اللہ یہ ہے عشق رسول!

قوم کا غم نہیں

قبیلے کا غم نہیں

بیوی بچوں کا غم نہیں ہے

خویش و اقارب کا غم نہیں ہے

غم ہے تو رسولؐ کا۔ فکر ہے تو رسولؐ کا!

میرے محبوب کو دکھ نہ پہنچے

میرے رسول کو دکھ نہ پہنچے

میرے مقتدا کو دکھ نہ پہنچے

میرے پیشوا کو دکھ نہ پہنچے

یہ سلامت ہیں تو تم بھی سلامت ہو

یہ سلامت نہیں ہیں تو تم سلامت نہیں!

سبحان اللہ

جاں کنی کا وقت ہے۔

اس وقت میں بھی اگر کچھ یاد رہا تو رسول اللہ کی قیمتی جان کی حفاظت .... پوری قوم ذبح ہو جائے، مگر رسول اللہ کی ذات گرامی کو دکھ نہ پہنچے !

صحابہ کو دراصل رسول اللہ ہی عزیز تھے۔

صحابہ کا عقیدہ تھا کہ آپ کی محبت ہی روح ایمان ہے۔ آخر سعدؓ کے لبوں پر دعا آجاتی ہے اس کے لئے اس پیغمبر کے لئے جنہوں نے توحید و رسالت کی کرنوں سے دلوں کو منور کر دیا تھا۔

جزاک اللہ عنا وعن جمیع الامة خیرا ....سبحان اللہ

یہ ادائے فرض تھا جس کو ادا کیا۔

معلوم ہوا کہ جس کے ذریعے ہدایت میسر آئے اس کے لئے دعائیں کرنا اور اس کی بلندی درجات کے لئے خدا کے حضور ہاتھ! اٹھانا! اصحاب رسول کی سنت ہے۔ سبحان اللہ ....

سرکار دو عالم ﷺ نے بھی جاتے وقت سیدنا سعد بن ربیعؓ کو وفاداری کی سند عطا فرما دی !

سند وفاداری

رحمه الله نصح لله ولرسوله حياً وميتا ....اللہ کی سعد پر رحمت ہو جس نے زندگی اور موت میں وفاداری کا حق ادا کر دیا !

صحابہؓ رسولؐ کی متاع عزیز تھے!

رسولؐ صحابہؓ کی متاع عزیز تھے!

رضی الله عنهم و رضوا عنه !

دشمن اصحاب رسول کو............اس سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے ۔ نبیؐ کے محبوبوں ، نبیؐ کے جانثاروں پر تبرا اور سب وشتم ۔تمہارے نامہ اعمال کو بھسم کر دے گا۔حشر کو شرمندگی ہوگی اور حوض کوثر پر داخلہ ممنوع ہو جائے گا۔

خبردار نبیؐ کے صحابہ کے خلاف سب وشتم نہ کرو !

صحابہ نبی کے سند یافتہ جنتی تھے !

سبحان اللہ

سعد بن ربیع کی صاحبزادی ام سعدؓ ایک مرتبہ ملاقات کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تھیں تو خلیفہ وقت نے ام سعدؓ کے لئے کپڑے بچھایا اور اس پر بٹھایا۔عمرؓ آئے اور پوچھا یہ کون ہے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ سعد بن ربیعؓ کی بیٹی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جنت کا راستہ لیا تھا !

عبداللہ بن جحشؓ کی بے مثال شہادت

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ غزوہ احد کی بے مثال شہداء کی صف میں شامل ہیں۔آپ جب احد پہنچے تو آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو علیحدگی میں فرمایا کہ آؤ ہم دونوں الگ بیٹھ کر دعا مانگیں اور ایک دوسرے کی دعا پر آمین کہیں !

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں ایک الگ گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے اور سب سے پہلے میں نے دعا مانگی اور عبداللہ بن جحش آمین کہتے ہیں۔

حضرت سعدؓ کی دعا! اے اللہ آج ایسے دشمن سے میرا مقابلہ ہو جو نہایت قوی اور دلیر اور غضب ناک ہو کچھ دیر تک میں اس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرتا رہے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ مجھ کو اس پر فتح نصیب فرمائے ! اور میں اس کو شکست دے دوں ! عبداللہ بن جحش نے حضرت سعدؓ کی اس دعا پر آمین کہی............!

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی دعا

اے اللہ آج ایسے دشمن سے مقابلہ جو بہت ہی قوی ہو اور سخت زور آور ہو۔ میں محض تیری رضا

کے لئے اس سے جنگ کروں اوراس کا تیری رضا کے لئے مقابلہ کروں۔آخروہ زورآوراورسخت کافر مجھ پر غالب آجائے اور مجھ کوقتل کرڈالے۔نہ صرف قتل کرے بلکہ میرے ناک کان کاٹ ڈالے۔اے اللہ پھرمیں اسی حالت میں تجھ سےملوں کہ میرے ہاتھ ناک کان کٹے ہوئے ہوں۔تومیری اس حالت کودیکھ کرمجھ سےسوال کرے کہ اے عبداللہ یہ تیرے ناک اورکان کہاں کٹے۔تو میں اس حالت میں عرض کروں کہ یا اللہ یہ تیری اور تیرے پیغمبر کی راہ میں کان ناک کٹے ہیں ....سعد نے ان کی دعا پرآمین کہی اور ساتھ ہی فرمایا کہ عبداللہ کی دعا مجھ سے کہیں بہتر تھی! شام کودیکھا کہ ان کے کان اور ناک کٹے ہوئے تھے! ان کی دعا منظور ہوچکی تھی۔ان کی دعا کے الفاظ یوں آتے ہیں کہ

اللهم انی اقسم علیک ان القی العد و قیقتلونی ثم یبقرو بطنی . ویجد عوا انفی و اذنی ثم تسالنی بم ذالک فاقول فیک !

اے اللہ میں تجھ کوقسم دیتاہوں کہ میں تیرے دشمنوں کا مقابلہ کروں اور پھر وہ مجھ کوقتل کریں اور میرا شکم چاک کردیں اور میری ناک اور کان کاٹیں اور پھرتو مجھ سے دریافت فرمائے کہ یہ کیوں ہوا؟

تومیں عرض کروں کہ محض تیری وجہ سے؟

خطیب کہتا ہے

شہادت ہے مطلوب ومقصودمومن !

مگر یہ مقام صرف اصحاب رسول کوحاصل ہے کہ اپنی زندگی میں دیارمحبوب میں کٹ مرنے کی تمنا کرتے ہیں۔

گردن کٹ جائے

ہاتھ کٹ جائے

ناک کٹ جائے

زبان کٹ جائے

اس حالت میں دربارِ خداوندی میں حاضر ہو!

زہے نصیب؟ کیا تمنا ہے کیا ادئے نیاز مندانہ ہے۔

عضا کٹ چکے ہوں گے

نہ ہاتھ کام کر سکے! نہ زبان

پھر محبوب پوچھے؟

عبداللہ یہ کیوں ہوا؟

سبحان اللہ

اب اسی کٹی زبان میں قوت گویائی آجائے گی اور عرض کردوں گا.................. تیرے لئے۔

تیری وجہ سے

میں صرف تجھے الہ کہتا تھا

میں صرف تجھے مشکل کشا کہتا تھا

میں تجھے داتا کہتا تھا

میں صرف تجھے مختار مطلق کہتا تھا

میں صرف تیرے حضور جھکتا تھا

میرے سجدوں کا صرف تو محور و مرکز تھا

میری وفائیں اور عبادت کی ادائیں تیرے لئے وقف تھیں

اس لئے میرا ناک کٹا تو تیرے لئے

میرا دل چھرا تو صرف تیرے لئے

میری زبان کاٹی تو صرف تیرے لئے

خالق حقیقی اپنے بندے سے جب یہ فرمادے گا کہ

صدقت......................اے عبداللہ تو نے سچ کہا ہے۔

تو بندہ..........................پھولے نہیں سمائے گا۔

اس کو شہادت کے تمام مزے پھر سے چاشنی بخش دیں گے!

مولیٰ کا اپنے بندے کو کہنا کہ صدقت

بندے کے لئے یہ عروج ہے

بندے کے لئے یہ تمغہ نجات ہے

بندے کے لئے یہ جنت کا پروانہ ہے

بلکہ خدا کی رضا کی ڈگری ہے

سبحان اللہ

صحابہؓ یہی چاہتے تھے۔ صحابہ کا یہی مطمح نظر تھا۔ صحابہ کی زندگی کا یہی ماحصل تھا! وہ خدا سے راضی اور خدا ان سے راضی !

عمرو بن جموحؓ کی شہادت

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ پاؤں سے معذور صحابی تھے۔ آپ کے چار فرزند تھے۔ غزوہ بدر میں ان چاروں کو شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ جب غزوہ احد کے لئے مسلمانوں کے لشکر نے تیاری کی تو حضرت عمرو بن جموح بھی جہاد میں جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ آپ کے فرزندوں نے ہر چند آپ کو عرض کیا کہ آپ معذور ہیں۔ اس لئے شرکت نہ فرمائیں مگر آپ نے کسی کی بات نہ مانی۔ چنانچہ ان کا معاملہ سرکار دو عالم ﷺ کے حضور پیش ہوا تو آپ نے بھی فرمایا کہ آپ رہ جائیں۔ آپ معذور ہیں۔ آپ پر جہاد فرض نہیں ہے مگر آپ کے اشتیاق اور والہانہ جذبات کا یہ عالم تھا کہ آپ لنگڑاتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے بیٹے مجھے آپ کے ساتھ جہاد میں جانے سے روکتے ہیں حالانکہ

واللّٰہ انی لارجو ان اطاء بعرجتی ھذہ فی الجنۃ

خدا کی قسم میں امید واثق رکھتا ہوں کہ اسی لنگ کے ساتھ جا کر جنت کی زمین کو روندوں گا!

سرکار دو عالم ﷺ نے آپ کے اس جذبہ کو دیکھ کر جہاد میں جانے کی اجازت عنایت فرما دی!

مدینہ سے رخصت ہوتے وقت دعا

حضرت عمرو بن جموح جب مدینہ منورہ سے جہاد کے لئے رخصت ہونے لگے تو آپ نے بار گاہ ایزدی میں دعا کی کہ

اللھم ارزقنی الشھادۃ ولا تردنی الی اھلی .

اے اللہ مجھ کو شہادت نصیب فرما اور گھر والوں کی طرف واپس نہ کر......!

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ میدان احد میں شہید ہو گئے۔ آپ کی زوجہ محترمہ کے بھائی اور ایک بیٹا اسی غزوہ میں شہید ہو گیا تھا۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ اپنے بھائی اور بیٹے اور اپنے خاوند کی لاشوں کو لے جا کر مدینہ منورہ میں دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے تینوں لاشوں کو اونٹ پر رکھ کر مدینہ لے جانا چاہا، مگر اونٹ نے ایک قدم بھی نہیں اٹھایا۔ سرکار دو عالم ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ عمرو بن جموح نے مدینہ سے آتے وقت کوئی دعا تو نہیں کی تھی۔ آپ کو بتایا گیا کہ ہاں انہوں نے یہ دعا کی تھی

ولا تردنی الی اھلی .

آپ نے فرمایا کہ اسی وجہ سے اونٹ نہیں چلتا تھا۔ اس لئے ان کو یہیں پر دفن کر دیا جائے! اور ساتھ ہی سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

والذی نفسی بیدہ ان منکم من لو اقسم علی اللّٰہ لابرہ منھم عمرو بن جموح ولقد رایتہ یطاء بعرجتہ فی الجنۃ

قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تمہارے اندر بعض ایسے بھی لوگ ہیں اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دے گا۔ ان میں عمرو بن جموح بھی ہیں۔ میں نے انہیں اسی معذور پاؤں کے ساتھ جنت میں چلتے دیکھا ہے!

خطیب کہتا ہے

صحابہ کا جذبہ شہادت ان کی عظمت کی دلیل ہے

صحابہ کا جذبہ شہادت ان کی صداقت کی دلیل ہے

جوان پر تبرا کرے وہ ذلیل ہے اور علیل ہے
لوگ جنت کی تلاش میں پھرتے ہیں
مگر جنت صحابہ کی تلاش میں ہے
پاؤں صحابہ کا.................زمین جنت کی

سبحان اللہ

حضرات گرامی : میں نے آپ حضرات کے سامنے غزوہ احد کے صرف اس پہلو پر کچھ گزارشات پیش کی ہیں جن سے بعض ممتاز صحابہ کرام کی شہادت پر روشنی پڑتی ہے۔ ورنہ غزوہ احد اس قدر وسیع عنوان ہے کہ اس پر مسلسل کئی خطبے دیئے جاسکتے ہیں، لیکن یہاں پر اس تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ اب تک آپ حضرات کے سامنے چھ اصحاب رسول کی شہادت اور ان کی جانثارانہ قربانیوں کا تذکرہ ہوا ہے۔ ان قربانیوں اور دلیرانہ جراتوں کا صلہ ہے کہ آج ہم میں اسلام صحیح صورت میں موجود ہے۔ یقین جانیئے کہ اسلام کی بالیدگی اور تروتازگی میں صحابہ کرام کا خون ہے جو آج سے صدیوں پہلے صحابہ کرامؓ نے شجر اسلام کو دیا تھا۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ کریم ہمیں بھی اصحاب رسول کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے !

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جبل احد چونکہ مدینہ منورہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے اور جنگ احد جبل احد کے دامن میں لڑی گئی تھی۔ اس لئے احد پہاڑ کے متعلق بھی سرکار دو عالم ﷺ کا رشاد گرامی سنتے جایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ **ھذا جبل یحبنا و نحبہ** یہ پہاڑ ہمارے ساتھ محبت کرتا ہے اور ہم اس پہاڑ کے ساتھ کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ پہاڑ کے پتھروں نے بھی سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت کی تو ان کے دلوں میں بھی حضورؐ کی محبت سرایت کرگئی۔ اس لئے آپ نبی کل بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سرکار دو عالم ﷺ کی محبت سے سرشار فرمائے۔ آمین

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

تیسرا جمعہ شوال

ختم نبوت !

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا.

نہیں ہیں محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا۔

حضرات گرامی ! مسئلہ ختم نبوت مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اور اس عقیدہ پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی ذات پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نیا نبی نہیں آئے گا !

اس عقیدہ کے اثبات کے لئے قرآن و حدیث میں سینکڑوں دلائل و براہین موجود ہیں اور ہر آیت اور حدیث برہان قاطع اور بیان شافع ہے۔ جس سے دلوں کو سرور اور ایمان کو تازگی ملتی ہے، مگر برا ہو نفسانی خواہشات اور دین سے بےزار افراد کی افتاد طبع کا کہ انہوں نے واضح اور مستحکم عقیدہ کو بھی اپنی اغراض اور ناپاک مقاصد کے بھینٹ چڑھا دیا۔

(اعاذنا اللہ)

میرے نزدیک مسئلہ ختم نبوت پر دلائل قائم کرنا اور انہیں براہین کی بنیاد پر بیان کرنا ایک بدیہی مسئلہ کو نظری بنانے کے مترادف ہے جس طرح آسمان آسمان ہے اور سورج سورج ہے۔ چاند چاند ہے ان پر دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی سمجھ لینا چاہئیے کہ سرکار دو عالم ﷺ خاتم النبین ہیں۔ آپ پر نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ آپ کی ختم نبوت کی صفت اتنی واضح اور غیر مبہم ہے کہ اس پر دلائل قائم کرنا تحصیل حاصل ہے۔

حضورؐ کا وجود کامل

حضورؐ کا ورود کامل

حضورؐ کا دین کامل

صرف کامل ہی نہیں بلکہ اکمل ......آپ کی ذات گرامی پر تمام نعمتیں مکمل اور فضائل و درجات نبوت مکمل کر دیئے گئے۔اس لئے آپ کو خاتم الانبیاء اور خاتم النبین ماننا اور عقیدہ رکھنا یہ ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ اس کو دلائل سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور اب آپ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعوی کرے گا خواہ وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی ظلی ہو یا بروزی ہر قسم کا مدعی نبوت کافر ہوگا اور اس کو ماننے والے مرتد اور کافر قرار دیئے جائیں گے! اس لئے میں اس وقت آپ حضرات کے سامنے بطور دلائل نہیں بلکہ بطور تبرک چند آیات بنیات بیان کروں گا جن میں سرکار دو عالم ﷺ کی ختم نبوت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور ان آیات سے آپ کی ختم رسالت پر عجیب انداز سے روشنی پڑتی ہے اور اس سے میرا مقصود آپ حضرات کے ایمان کو تازگی اور روحانی بالیدگی عطا کرنا ہے تا کہ آپ کے قلوب قرآنی آیات اور کی نبوی ارشادات کی روشنی سے منور ہو جائیں۔

نمبر اول..........................**مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا.**

خطیب کہتا ہے

اس آیت میں.................**مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ** سے ثابت ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ امت کا رشتہ۔

نبوت کا ہے.......................ابوت کا نہیں

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات طیبہ میں ہی آپ کے فرزندان حقیقی کو ایک ایک کر کے اپنے ہاں بلا لیا اور سب کی وفات آپ کی مبارک زندگی ہی میں ہوگئی تا کہ دنیا کے اصول کے مطابق والد کی رحلت کے بعد کسی فرزند کو بھی منصب نبوت کا دعویٰ کرنے کا موقع نہ دیا جائے! اب

جب کہ آپ کے فرزندان حقیقی دنیا سے رخصت ہو گئے تو **ما کان محمد ابا احد من رجالکم** ....کا حقیقی مفہوم بھی واضح ہو گیا اور تاج ختم رسالت کا تحفظ بھی ہو گیا..................گویا کہ یہ بتلا دیا گیا کہ حضور ﷺ کے ساتھ اب باپ بیٹے کا رشتہ نہیں ہوگا، بلکہ نبی اور امتی کا رشتہ ہوگا ....جو امتی جہاں جہاں ہوگا..................اس کا نبی.....................صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ,ہوں گے!

جو شخص جس مقام پر یہ کہے گا کہ میں امتی ہوں، اسی مقام پر سرکار دوعالم ﷺ اس کے نبی ہوں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک برابر چلتا رہے گا۔

وخاتم النبین ....آدم علیہ السلام سے ایں دم تک تمام انبیاء کی نبوت کا سلسلہ جاری تھا۔مگر سرکار دوعالم ﷺ تشریف لے آئے تو نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا اور ختم نبوت کا تاج آپ کے سر پر رکھ کر آپ کو خاتم النبین قرار دے دیا گیا!

یوں سمجھ لیجئے!

آسمان پر تارا چمکا

پھر چاند نکلا

پھر ستاروں کا بے شمار سیلاب بہہ نکلا

ستارے اور چاند پوری رات چمکتے رہے۔مگر زمین ایک تیز روشنی کے لئے بے تاب رہی ....صبح ہوئی سورج چمکا تو چاند اور تارے رخصت ہو گئے............اور اب سورج کا راج ہو گیا ....طلوع آفتاب نے تمام ستاروں کو اور قمر منیر کو رخصت کر دیا اور اب اس کے بعد کسی روشنی کی ضرورت نہیں رہی! اسی طرح سرکار دوعالم ﷺ تشریف لائے تو تمام انبیاء علیہم السلام اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو گئے اور اب تمام انبیاء کے بعد سرکار دوعالم ﷺ کی نبوت کا آفتاب اس طرح سے چمکا کہ کسی نبی کی ضرورت نہیں رہ گئی، بلکہ جہاں جہاں خدا کی خدائی ہوگی وہیں محمد الرسول اللہ ﷺ کی مصطفائی ہوگی!

جس کا اللہ.............................خدا ہوگا

اُس کا محمدؐ.............................مصطفٰے ہوگا

وكان الله بكل شيئى عليما

اللہ تعالیٰ چونکہ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں اس لئے اس کا یہ اعلان اس کی حکمت بالغہ کے ہزاروں موتی اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے! جہاں جہاں نبوت کے دعوے ہوں گے؟

اس کو ان کا علم بھی!

جو مدعی اپنے دلائل رکھتا ہے۔اس کو ان کا بھی علم!

گویا کہ یہ بتایا گیا کہ ختم نبوت کا اعلان ویسے ہی نہیں کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جانتے بوجھتے کیا ہے۔

سبحان اللہ

ذرا یہ انداز بھی دیکھیں!

جب اللہ کے خزانے میں محمدؐ کے وجود کو اکملیت حاصل ہے۔ان کے وجود جیسا کوئی وجود ہی نہیں ہے تو ختم نبوت جیسا اعزازی تاج اسی رسول کے سر سجتا ہے جو اللہ کے خزانے میں ایک ہی ہو اور دریکتا ہو!

خدا الوہیت میں یکتا

محمدؐ نبوت میں یکتا

نبوت جیسی........................عظیم نعمت کو رکھنے کے لئے

آدم کو بنایا........................پھر بنی آدم میں

نوحؑ کا دل

یعقوبؑ کا دل

یوسفؑ کا دل

سلیمانؑ کا دل

اسماعیلؑ کا دل

عیسیٰؑ کا دل

(علیہم السلام)

بنایا.................اوراس میں نبوت کو رکھا

ختم نبوت چونکہ نبوت سے ایک اعلیٰ اوراونچی نعمت ہے اس کے لئے ایک ایسے وجود کا ہونا ضروری تھا جواللہ کی تخلیقات کا شاہکار بھی ہواور ختم نبوت کے بار کا برداشت کرنے والا اور ہراعتبار سے کامل ہواس لئے اس مقام کے لئے صرف وجود محمدؐ کو منتخب کیا گیا اورختم رسالت جیسی نعمت کا حامل قلب محمدؐ اور وجود محمدؐ قرار پایا............نہ انکے وجود جیسا کوئی وجود قیامت تک پیدا ہوگا اور نہ ہی نبوت اورختم نبوت کی نعمت ان کے سوا کسی اور کوعطا کی جائے گی۔اس لئے آپ کو خاتم النبین اسی لئے بنایا گیا۔

و کان اللّٰہ بکل شئی علیما

حضرات گرامی! آپ حضرات نے پہلی آیت کریمہ کا مطلب اورمفہوم سمجھ لیا۔اب میں آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید کی ایک دوسری آیت کریمہ پیش کرتا ہوں جس سے سرکار دو عالم ﷺ کی نبوت کا مسئلہ روز روشن کی طرح آشکار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں کہ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

(ترجمہ) آج میں نے تمہارا دین کامل کردیا اوراپنی نعمت تم پرتمام کردی! اورتمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی فضیلت وعظمت کو بیان فرماتے ہوئے امت کو تین اعزاز عطا فرمائے!

اعزاز اول........................تمہارا دین کامل کردیا!

اعزاز ثانی........................تم پراپنی نعمت مکمل کردی!

اعزاز ثالث......................تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کرلیا!

حضرت آدم السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جس قدر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے وہ اپنی اپنی امتوں کے لئے دینی احکامات اور انعامات لاتے رہے، مگر ہر نبی کے بعد ایک دوسرے نبی اور دوسرے انعامات واحکامات کی ضرورت رہتی ۔ یہ سلسلہ نبوت وانعامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک برابر چلتا رہا۔ مگر سرکار دوعالم ﷺ چونکہ آخری نبی تھے اور آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملنی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل اور مکمل کر کے امت محمدؐ کو بشارت دی کہ تم وہ خوش قسمت امت ہو کہ میں نے دین کا معاملہ جو ابھی تک نشو ونما پا تا آرہا تھا اس کا وجود اب ہمیشہ کے لئے مکمل اور کامل کر دیا آج کے بعد دین کا کوئی شعبہ غیر مکمل نہیں سمجھا جائے گا جس دین کی عمارت کا نقشہ آدم علیہ السلام سے بننا شروع ہوا اس کی عمارت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ختم ہوگئی ....اب جیسے دین کامل ہے اسی طرح اس دین کولانے والا نبی بھی کامل ہے جس طرح اب اس دین کے بعد کسی اور دین کی ضرورت نہیں ہے! اسی طرح اب محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی اور رسول کی ضرورت نہیں!

امام المفسرین حضرت العلامہ ابن کثیر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

هذه اكبر نعم الله تعالىٰ على هذه الامة حيث اكمل تعالىٰ لهم دينهم فلايحتا جون الى دين غير ولا الى نبى غيره صلو سلوات الله وسلام عليه . ولهذا جعله الله خاتم الانبياء . وبعثه الى الانس والجن . (ابن كثير)

(ترجمہ) یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے ان کے لئے دین کو کامل فرمادیا! لہذا امت محمدؐیہ نہ اور کسی دین کی محتاج ہے اور نہ کسی نبی کی! اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سرکار دوعالم ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا! اور تمام جن وبشر کی طرف مبعوث فرمایا!

خطیب کہتا ہے

دین بھی..............................مکمل

نبوت بھی.............................مکمل

جولوگ تکمیل نبوت کے بعد چور دروازے نکال کر نبی بنتے ہیں وہ بھی اسلام کے دشمن

اور جولوگ

دین کامل کی مضبوط دیواروں کو نقب لگا کر بدعات کو دین میں داخل کرتے ہیں۔ وہ بھی اسلام کے دشمن ہیں۔

دونوں طبقے اسلام کے خیر خواہ نہیں

ایک نبوت کا چور اور دوسرا دین کا چور

دین اور نبوت.................مکمل ہو چکے ہیں

اب نہ تو کسی کو.......................نبی بنانے دیا جائے گا

اور نہ ہی

کسی کو نبی کے دین میں پیوند کاری کرنے دی جائے گی۔

نماز، اذان، تکبیر، جنازہ، ان کی شکلیں اور ان کے خاکے نبوت کی طرف سے امت کو مکمل طور پر مل چکے ہیں۔ اب جو بھی کوئی ان میں نئے نئے خاکے بنا کر ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ وہ نبوت سے براہ راست مقابلے کا ارتکاب کرے گا۔ جس کی سزا اللہ کے حضور جہنم ہے۔

من احدث فی امرناھذا مالیس منه فھورد . (بخاری)

بدعات پسند طبقوں کے لئے خدا کے دین میں کوئی گنجائش نہیں ہے!

اعزاز ثانی

امت پر تمام نعمتیں مکمل کر دی گئیں۔

تہجد کی نعمت مکمل

فرائض کی نعمت مکمل

زکوٰۃ وصدقات کی نعمت مکمل

وضو وتیمّم کی نعمت مکمل

حج کی نعمت مکمل

عیدین کی نعمت مکمل

رمضان وقرآن کی نعمت مکمل

اوراسی طرح

محمد مصطفٰی کی نبوت کی نعمت مکمل!

مسلمان کے لئے سب سے بڑی نعمت حضور ﷺ کا وجود گرامی! اور وجود بھی ایسا جس کو ختم نبوت کے موتیوں سے سجایا گیا ہو! اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے۔ اس لئے خطیب کو کہنے دیں۔

خطیب کہتا ہے

جس امت کو حضورؐ جیسا پیغمبر ملا ہو

جس امت کو حضورؐ جیسا رہبر ملا ہو

جس امت کو حضورؐ جیسا مقتدا ملا ہو

جس امت کو حضورؐ جیسا مصطفٰی ملا ہو

جس امت کو حضورؐ جیسا شافع ملا ہو

اس امت کو اس نعمت عظمٰی کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

جس کو حضورؐ مل گئے اس کو دونوں جہاں کے سرور مل گئے۔

خدا نے ہمیں حضورؐ دیئے

اور

حضورؐ نے ہمیں خدا دیا

اس لئے اب خدا کے بعد خدا کوئی نہیں

اور حضورؐ کے بعد مصطفٰی کوئی نہیں

لااله الا اللّٰه .... لانبی بعدی

اعزاز ثالث! رضیت لکم الاسلام دینا .

اسلام تمہارا دین ہے! خدا کا پسندیدہ دین۔ خدا کا محبوب دین اسلام ہے

ان الدین عنداللّٰہ الاسلام

اس آیت کریمہ نے امت محمد یہ کو ایسے اعزازات کی بشارت دی ہے کہ پوری امت کے لئے یہ آیت مسرتوں کا سامان لئے ہوئے ہے!

خلاصہ یہ ہوا۔

امت محمدی کا دین کامل

امت محمدی پر نعمتیں کامل

امت محمدی کا اسلام کامل

اب کوئی نبوت کا دعویٰ کرنے والا بتلائے کہ دین تو مکمل ہو چکا اسکی تو ہمیں ضرورت نہیں ہے تم بتاؤ کس مشن پر آئے ہو!

نعمت مکمل ہو چکی ہے۔ ہمارا دامن نعمتوں سے مالا مال ہے تم بتلاؤ کس مرض کی دوا ہو!

اسلام کو بطور دین امت کیلئے پسند کر لیا گیا ہے اور اسلام سرکار دو عالم ﷺ نے امت کے رگ و ریشے میں راسخ کر دیا ہے۔ مدعی کذاب بتائے کہ وہ کیا پروگرام لے کر آیا ہے۔ کذاب مدعی نبوت کو چاہیئے کہ وہ ڈوب مرے اس سجے گلشن میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے!

ختم نبوت کانفرنس کا نظارہ

حضرات گرامی! ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے بھی عالم ارواح میں ختم نبوت کانفرنس منعقد فرمائی تھی ۔اس میں انبیاء علیہم السلام کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ کسی غیر نبی کو اس کانفرنس میں شرکت کی اجازت نہیں تھی! خطاب خداوند قدوس کا تھا اور سامعین انبیاء علیہم السلام تھے! اور موضوع سرکار دو عالم ﷺ کی ختم نبوت کا تھا! چنانچہ قرآن مجید اس ختم نبوت کانفرنس کی کاروائی کو اس طرح بیان فرماتا ہے کہ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَ كُمْ

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ.

(ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب اور حکمت دوں! اور پھر ایسا رسول تمہارے پاس آئے۔ جو تمہاری آسمانی کتابوں کی تصدیق کرے! (یعنی محمد ﷺ) تم سب ان پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو!

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد میثاق صرف انبیاء علیہم السلام سے تھا۔ جو نبی ہوگا وہ اس عہد میں شریک ہوگا اور جو نبی نہیں ہوگا اس کا اس عہد و میثاق سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوگا۔

ذرا دیکھئے تو! اس کانفرنس میں شریک ہونے والے کون کون آ رہے ہیں۔ وہ دیکھو چشم بصیرت سے دیکھو۔ تصورات کی دنیا میں دیکھو! اس کانفرنس میں شرکت کے لئے

آدم علیہ السلام
نوح علیہ السلام
شعیب علیہ السلام
صالح علیہ السلام
داؤد علیہ السلام.
زکریا علیہ السلام
سلیمان علیہ السلام
ابراہیم علیہ السلام
یعقوب علیہ السلام
یوسف علیہ السلام
موسیٰ علیہ السلام
عیسیٰ علیہ السلام

تشریف لا رہے ہیں۔ ذرا آنکھیں بند کر کے دیکھیں کوئی ان میں قادیانی دجال تو نہیں ہے۔ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو نبی ہوگا۔ وہ عالم ارواح کے عہد و

میثاق میں شریک ہوگا اور جو اس عہد میں شریک نہیں تھا وہ دجال تو ہوسکتا ہے مگر نبی نہیں ہوسکتا!

سبحان اللہ

نبی ہونے کے لئے ضروری تھا کہ وہ عالم میثاق میں شامل ہو نہ مسیلمہ پنجاب اس میثاق میں شریک ہوا اور نہ ہی اس کی نبوت کا سوال پیدا ہوا۔

لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِنْ کِتَابٍ وَحِکْمَۃٍ

کتاب وحکمت انبیاء کو دیا جائے گا مگر ثُمَّ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ.

ثُمَّ .... جَاءَ کُمْ رَسُوْل

پھر آئے گا تمہارے ہاں رسولؐ

لفظ ثُم.................. نے ختم نبوت کا ڈنکا بجادیا کیونکہ عربی محاورات میں ثم اس مقام پر آتا ہے جہاں آنے والے کا سب سے آخر میں آنا بیان کرنا مقصود ہو. **ثم للتراخی جاء نی القوم ثم** ....**عمر**.................. میرے پاس قوم آئی اور سب کے بعد عمر آیا............ اس آیت کریمہ میں یہ بیا یا جارہا ہے کہ اے انبیاء علیہم السلام تم سب کے بعد **ثم جاء کم رسول** پھر تمہارے پاس محمد رسول ﷺ تشریف لائیں گے! یعنی آپ سب کے آخر میں سب کے بعد تشریف لائیں گے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی کو تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث فرمانا تھا اس لئے ان کو خبردار کیا گیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی نبوت سب کے بعد ہوگی! اور آپ خاتم الانبیاء ہوں گے!

مصدق لما معکم

جو کچھ تمہارے پاس ہوگا۔ محمد رسول اللہ (ﷺ) اس کی تصدیق کریں گے۔

خطیب کہتا ہے

لفظ ثم.................. سرکار دو عالم ﷺ کے آخر الزماں ہونے کی دلیل!

مصدق لما معکم .... ختم نبوت کی واضح دلیل!

حضور ﷺ سب انبیاء کے مصدق ہوں گے!

معلوم ہوا کہ جس نبی کے مصدق حضورؐ ہوں گے وہی نبی ہوگا اور جس کی تصدیق کا سٹرفکیٹ آپ نے نہیں دیا وہ دجال تو ہوسکتا ہے، نبی نہیں ہوسکتا!

سب انبیاء علیہم السلام حضورؐ کے تصدیق شدہ ہیں مسیلمہ پنجاب اور اس کے پیروکار کوئی تصدیق شدہ کاپی دکھائیں۔

فان لم تفعلو ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ .

تصدیق کا منظر یوں ہوسکتا ہے! حضورﷺ مصدق ہوں گے

آپ کون؟	آدمؑ	تصدیق کی جاتی ہے
آپ کون؟	نوحؑ	تصدیق کی جاتی ہے
آپ کون؟	شعیبؑ	تصدیق کی جاتی ہے
آپ کون؟	زکریاؑ	تصدیق کی جاتی ہے
آپ کون؟	سلیمانؑ	تصدیق کی جاتی ہے
آپ کون؟	موسیٰؑ	تصدیق کی جاتی ہے
آپ کون؟	یعقوبؑ	تصدیق کی جاتی ہے
آپ کون؟	یوسفؑ	تصدیق کی جاتی ہے
آپ کون؟	عیسیٰؑ	تصدیق کی جاتی ہے

حضور اکرم ﷺ تمام انبیاء کرام کی تصدیق فرمادیں گے تو ان کی نبوت محمد رسول ﷺ کی مصدقہ ہوگی! اور نبی وہی ہوگا جس کی تصدیق سرکار دوعالم ﷺ فرمائینگے!

مسیلمہ پنجاب چونکہ جعلی ہے اور اس نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا ہے! اس لئے اس کی تصدیق کا منظر کچھ یوں بن جائے گا کہ

ثلاثون کذّابون دجّالون کلّھم یزعم انّہ نبیّ اللّٰہ وانا خاتم النّبیّین.

جن جھوٹے اور دجال صفت لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے منصب نبوت پر ڈاکہ مارنے کی ناکام کوشش کی ہے ان میں مرزا غلام احمد قادیانی کا نام سرفہرست ہے۔ اس کو ان دجالوں کی

فہرست میں رکھا جائے گا۔جن کو زبان نبوت سے دجال وکذاب کا لقب ملا ہے!

وہ نبوت ہے مسلماں کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں شوکت و حشمت کا پیام

معلوم ہوا کہ نبی وہ ہوگا............جس کے پاس حضورؐ کا تصدیق شدہ شناختی کارڈ ہوگا!

سبحان اللہ

نہ مرزائے قادیان کے پاس مصدقہ شناختی کارڈ ہوگا اور نہ اسکو نبی مانا جائے گا۔

دکھاؤ مصدقہ شناختی کارڈ!

اس آیت کریمہ میں ختم نبوت کانفرنس کی عظیم الشان جھلکیاں موجود ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے میثاق میں خود اللہ کی زبان مبارک سے بیان ہوئی ہیں۔معلوم ہوا کہ یہ شرف صرف اور صرف سرکار دوعالم ﷺ کو حاصل ہے کہ آپ نبی بھی ہیں اور رسول بھی ....خاتم الانبیاء بھی ہیں اور خاتم الرسل بھی............آپ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے!

حضرات گرامی! آپ حضرات کے سامنے اس وقت تک میں نے قرآن مجید کی تین آیتیں پیش کی ہیں جو حضور ﷺ کی ختم نبوت کے مسئلہ کو نہایت ہی بلاغت وفصاحت سے بیان کر رہی ہیں۔اب آپ حضرات کے سامنے چوتھی آیت کریمہ پیش کر رہا ہوں! جو اس مسئلہ کو اور بھی واضح کرتے ہوئے ایمان کو جلا اور تازگی بخشتی ہے۔چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ

قل یاایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا .... الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض

اے محمد (ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں!

خطیب کہتا ہے

اس آیت میں الناس کو خطاب ہے!

روئے زمین پر جو بھی انسان زادہ ہوگا۔روئے سخن اسی کی طرف ہے!

جو الناس ہوگا وہ نبی کا امتی ہوگا۔

جو نبی کا امتی ہوگا۔ وہ آپ کی غلامی کرے گا اور جو غلامی نہیں کرے گا وہ الناس نہیں ہوگا خناس ہوگا۔

انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا

جہاں جہاں انسان بستے ہیں۔

حضورؐ ان سب کے لئے نبی ہیں۔

جو انسان اب روئے زمین پر ہے یا قیامت تک ہوگا۔

سرکار دو عالم ﷺ ان سب کے نبی ہیں۔

اس آیت میں لفظ جمیعا اس قدر کامل اور مکمل ہے جس کے ہوتے ہوئے سرکار دو عالم ﷺ کی عمومیت اور تمام مخلوقات پر آپ کی سرداری اور بالاتری ثابت ہوئی ہے۔

سبحان اللہ

جمیعا تمام انسانوں کے نبی

جمیعا تمام جنات کے نبی

جمیعا تمام ملائکہ کے نبی

جمیعا تمام زمینوں کے نبی

جمیعا تمام آسمانوں کے نبی

جمیعا تمام نبیوں کے نبی

جمیعا قیامت تک تمام مخلوقات کے نبی

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سرکار دو عالم ﷺ تمام کائنات کے نبی ہیں۔!

جو کائنات میں ہوگا اس کے نبی محمدؐ

جو زمین پر ہوگا اس کے نبی محمدؐ

جو آسمانوں پر ہوگا اس کے نبی محمدؐ

جو خدا کی مخلوق میں ہوگا اس کے نبی محمد

تو پھر بتایا جائے کہ مرزائے قادیان کس کے لئے آیا ہے؟

انسانوں میں تو نبی کی اب گنجائش نہیں

زمینوں میں تو نبی کی اب گنجائش نہیں

آسمانوں میں تو نبی کی اب گنجائش نہیں

تو پھر کہنے دیجئے کہ مرزائے قادیان ایک ایسی بدبودار اور متعفن لاش ہے جس کے لئے اب صرف اور صرف غلاظت ڈالنے والے سٹور کے سوا کوئی مقام نہیں!

اب آیت کریمہ میں **الذی لہ السمٰوٰت والارض** کہہ کر بھی یہ بتایا گیا ہے جس ذات باری تعالیٰ کی جہاں جہاں حکمرانی ہے۔ وہیں وہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسولت کا آفتاب چمکے گا۔

مکدی مکاواں؟

جہناں چیزاں دا اللہ رب اے

انہاں چیزاں دا محمدؐ رسول اے

جن چیزوں کا خدا رب ہے

ان چیزوں کے حضورؐ رسول ہیں

سبحان اللہ

نبوت کے جھوٹے مدعیو ؟

یا تو خدا کی خدائی سے نکلو

یا پھر میرے مصطفےٰؐ کی ختم نبوت کا اقرار کرو

ماشاءاللہ۔ سبحان اللہ

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ **انا رسول من ادرکہ حیاً ومن یولد بعدی .**

میں ان لوگوں کے لئے بھی نبی ہوں جن کو اپنی زندگی میں پاؤں اور ان کے لئے بھی جو میرے

بعد پیدا ہوں گے!

ختم نبوت ایک عجیب انداز سے

سامعین کرام! آپ اگر توجہ فرمائیں گے تو قرآن مجید کے اس اعلان پر بھی توجہ فرماتے جایئے کہ

اِقتَرَبَتِ السَّاعَةُ ....وَانشَقَّ القَمَر

قیامت قریب ہے.....................اور چاند پھٹ گیا!

قیامت قریب ہے.....................اس اعلان خداوندی پر بار بار غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ قیامت قریب ہونے کا اعلان یونہی نہیں فرمادیا گیا بلکہ اس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ جس پروگرام کو لے کر

آدمؑ آئے

نوحؑ آئے — کسی نے مانا کسی نے نہیں مانا

شعیبؑ آئے — کسی نے مانا کسی نے نہیں مانا

سلیمانؑ آئے — کسی نے مانا کسی نے نہیں مانا

ابراہیمؑ آئے — کسی نے مانا کسی نے نہیں مانا

یعقوبؑ آئے — کسی نے مانا کسی نے نہیں مانا

یوسفؑ آئے — کسی نے مانا کسی نے نہیں مانا

موسیٰؑ آئے — کسی نے مانا کسی نے نہیں مانا

عیسیٰؑ آئے — کسی نے مانا کسی نے نہیں مانا

جس نے مانا — اس کو عظمتیں ملیں رفعتیں ملیں

جس نے نہیں مانا — اس کو ذلت ملی اور رسوائی ملی

ماننے والوں کو — عزت ملی

نہ ماننے والوں کو — نیست و نابود کر دیا

خبردار اب معاملہ یہ نہیں ہوگا کہ ماننے والوں کو چھوڑ دیا جائے اور نہ ماننے والوں کو ذلت و رسوائی دی جائے گی ، بلکہ اب معاملہ یہ ہوگا کہ میں نظام کائنات ہی کو ختم کروں گا ، کیونکہ جب تم میرے محمدؐ کو نہیں مانو گے

تو

میں پوری کائنات کا نظام ہی درہم برہم کردوں گا۔ وہ ہوں گے تو نظام کائنات میں بہاریں ہوں گی۔

وہ نہیں ہوں گے تو قیامت برپا کردی جائے گی۔

اقتربت السّاعة

قیامت کا آنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ خاتم النبین کے بعد اب کسی دنیا کے نظام کو برقرار رکھنے کی ضرورت نہیں۔

جس طرح قیامت کے بعد نظام کائنات ختم

اسی طرح

سرکار دوعالم ﷺ کے بعد نظام نبوت ختم

ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبین

جس طرح آخری مقرر کے بعد تمام جلسہ اور کانفرنس لپیٹ لی جاتی ہے۔ سائبان ختم۔ دریاں اٹھالی گئیں۔ لاؤڈ سپیکر اور سٹیج اٹھالئے گئے۔ اسی طرح آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کائنات کا تمام سامان لپیٹ لیا جائے گا۔ چاند ستارے رخصت ہو جائیں گے۔ آفتاب اپنی درخشندگی سمیت چلا جائے گا۔ رہے نام اللہ کا۔

اذازلزت الارض زلزالها.

القارعة . ماالقارعة . وماادرٰک ماالقارعة . یوم یکون الناس کالفراش المبثوث .

بس بس میرے محمدؐ کی تو کائنات تھی

وہ نہیں تو کائنات نہیں!

یہ آیت کریمہ ختم نبوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ غور وفکر اور عشق رسالت کی چاشنی اور دولت سے مالا مال فرمائے !

سبحان اللہ

قال النبی ﷺ بعثت انا و الساعة کهاتین .

(مشکوٰۃ)

حضور اکرم ﷺ نے (انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر) فرمایا کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔

ایک اور نرالا انداز

سامعین کرام! قرآن حکیم کے سمندر میں ذرا غوطہ لگائیے تو ایک اور موتیوں سے بھری ہوئی آیت شریفہ آپ کو ملے گی۔

هُوَالَّذِیۡٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ

وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا اور سچے دین کے ساتھ۔

تاکہ غالب کرے اس کو تمام دینوں پر!

اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریف میں سرکار دوعالم ﷺ کا مقصد بعثت یوں بیان فرمایا ہے کہ **لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ** کہ حضورؐ کو تمام ادیان اور ملتوں پر غلبہ دیا جائے گا۔

خطیب کہتا ہے

تمام ملتوں پر غلبہ تبھی ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے تمام ادیان وملل موجود ہوں!

دین آدم سے لے کر دین عیسیٰ تک تمام دینوں پر غلبہ سرکار دوعالم ﷺ کے دین کو ہوگا !

سب دین موجود ہے !

مگر دوسرے دین کی آمد آمد !

سب انبیاء اپنا اپنا دین لا چکے تو

ارشاد ہوا کہ اب کس قدر دین آ چکے ہیں۔ بس ....اب صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کا سکہ چلے گا۔ غلبہ دین محمدی ....تبھی ہوگا کہ سب دین آپ کے آنے سے قبل اپنی روشنی پھیلا چکے ہوں۔ اب سرکار دوعالم ﷺ کا دین............تمام ادیان پر غالب !

جیسے ان کے دین کے بعد کوئی دین نہیں اسی طرح ان کی نبوت کے بعد کوئی نبی نہیں!

دین دینوں پر غالب

نبی نبیوں پر غالب

دین بھی کامل

نبی بھی کامل

مسیلمہ پنجاب کے نام لیواؤں میں سکت ہو تو بتائیں کہ دین غالب اور رسول غالب تو آ چکے اب تم یہ بجھا ہوا چراغ کاہے کو اٹھائے پھرتے ہو۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

لِيُظْهِرَه على الدين كُلِّه

حضورؐ کے دین کے بعد انبیائے صادقین کے دین کی ضرورت نہیں تو مسیلمہ پنجاب اور اس کے حواری کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

سراجاً منیر

سامعین کرام! ذرا دیکھئے تو قرآن مجید ایک اور انوکھے انداز سے ختم نبوت کے مسئلہ کو بیان فرما رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

انا ارسلنک شاھداً ومبشراً ونذیرا و داعیا الی اللّٰہ باذنہ وسراجاً منیراً

ہم نے آپ کو بھیجا ہے۔

شاہد بنا کر

مبشر بنا کر

نذیر بنا کر

داعی الی اللہ بنا کر

سراجاً منیراً بنا کر

سراج منیر کے مفہوم کو اگر اردو زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی جائے تو آفتاب ماہتاب کے لفظوں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے یا روشن چراغ کی تعبیر بھی ہوسکتی ہے۔مگر آپ کی رسالت کی عمومیت کے پیش نظر آفتاب ماہتاب زیادہ تعبیر موزوں اور مناسب ہے !

مسئلہ حل ہوگیا

آسمانوں کا آفتاب آیا.................. تو اندھیرا گیا

آسمانوں کا آفتاب آیا.................. تو ظلمتیں گئیں

آسمانوں کا آفتاب آیا.................. تو سویرا ہوگیا

آسمانوں کا آفتاب آیا.................. تو چاند رخصت ہوگیا

آسمانوں کا آفتاب آیا.................. تو ستارے بستر باندھ گئے

لیکن قربان جاؤں سراجاً منیرا کے؟

محمدؐ کی نبوت کا آفتاب آیا تو.................کفر کا اندھیرا گیا

اور توحید وسنت حق وصداقت کا.................سویرا آیا

محمدؐ کی نبوت کا آفتاب آیا.......................تو تمام روشنیوں پر چھا گیا

نبی رخصت ہوگئے.............................اور سرکار دوعالم ﷺ کی نبوت کا سکہ رائج ہوگیا۔

پاکستان کے پاس پاکستان کا سکہ ہوگا

امریکی کے پاس امریکی سکہ ہوگا

حجازی کے پاس حجاز کا سکہ ہوگا

مصری کے پاس مصر کا سکہ ہوگا

اسی طرح

محمدیؐ کے پاس محمد رسولؐ اللہ کی بنوت کا سکہ ہوگا۔

جس طرح جعلی سکہ رکھنے والا ہر ملک میں مجرم ہوگا۔

اسی طرح جعلی نبوت کا سکہ رکھنے والا خدا کے حضور مجرم ہوگا۔

سورج کے بعد کسی روشنی کی ضرورت نہیں

اور حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں

دن ہوندیاں جیہڑا دیوا بالے اوہنوں احمق کہیئے

محمدؐ نوں چھڈ جیہڑا غیراں تیئں اوہداناں کی لیئے

دن کی روشنی میں جو چراغ جلاتا پھرے اس کو بیوقوف کہا جائے گا اور حضورؐ کی نبوت کاملہ کی موجودگی میں جو کسی اور نبوت کو چلائے اس سے بڑا احمق کرۂ ارضی پر کوئی نہیں ہوسکتا !

عالمین کا نبی

حضرات گرامی !

چلتے چلتے ان آیات پر نظر ڈالتے جائیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

☆ سرکار دو عالم ﷺ دونوں جہانوں کیلئے رحمت ہیں۔

☆ سرکار دو عالم ﷺ کی رسالت تمام کائنات کے انسانوں کے لئے کافی ہے۔

☆ سرکار دو عالم ﷺ دونوں جہانوں کے لئے نذیر ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جہاں اور جس جس کا خدا خدا ہے، وہیں وہیں۔اس اس کا نبی مصطفیٰؐ ہے.....................خدا کے بعد کوئی اور خدا نہیں اور حضورؐ کے بعد نبی کوئی نہیں !

سبحان اللہ...........قرآن نے ختم نبوت کے مسئلے کو روز روشن کی طرح واضح کردیا جس کے

دل میں ذرہ برابر ایمان وحیاء کی روشنی ہوگی ۔ وہ فوراً سرکاردوعالم ﷺ کی ختم نبوت کوحرز جاں بنائے گا اور آپ کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر ومرتد سمجھے گا۔

ختم نبوت کی عجیب مثال

حضرات گرامی ! آپ حضرات کے سامنے میں نے قرآن مجید کی دس آیات بینات پیش کی ہیں جو سرکاردوعالم ﷺ کی ختم نبوت کے لئے برہان قاطع اور روشن دلیل ہے۔اب میں تبرکاً چند احادیث مبارکہ کا تذکرہ کرتا ہوں جن میں سرکاردوعالم ﷺ نے اپنی زبان سے ختم نبوت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے سرکاردوعالم ﷺ اپنی ختم نبوت کی مثال ایک عجیب انداز سے بیان............فرماتے ہیں کہ

ان مثل الانبیاء من قبل کمثل رجل نبی بیتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه اللنبة .... قال فانا اللنبة وانا خاتم النبين. (بخاری مسلم)

میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کوئی گھر بنایا ہوا ور اس کو آراستہ پیراستہ کیا ہو! مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو! اور لوگ اس کے پاس چکر لگاتے اور خوش ہوتے ہوں ! اور کہتے ہوں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (کہ تعمیر مکمل ہو جاتی) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ پس وہ آخری اینٹ میں ہوں ! اور میں ہی خاتم النبین ہوں !.

خطیب کہتا ہے

نبوت کا محل مکمل ہو چکا ہے
حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اس کی تکمیل کا آخری مرحلہ بھی ختم ہو گیا!
محل میں جو مقام خالی تھا۔وہ مقام ختم نبوت سے پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے!
اب نہ دروازے کی ضرورت ہے
اور نہ ہی روشن دان کی
اب نہ چھت کی ضرورت ہے

اور نہ ہی فرش کی
مرزا قادیانی اگر پسند کریں گے تو انہیں باہر کسی کوڑا کرکٹ کے سٹور میں پھینکا جا سکتا ہے۔
مسیلمہ پنجاب کا وجود ہی غلاظت ہے۔
اس لئے قصر نبوت کے قریب اس کی گنجائش ہی نہیں۔

فضیلتوں کے تاج

حضرات گرامی! آپ نے سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی سماعت فرمایا اور ختم نبوت کے محل کی ایک عجیب تمثیل سماعت فرمائی۔ اب آیئے ذرا آپ کو خاتم النبین ﷺ کے سر مبارک پر فضیلتوں کے چھ تاج دکھاؤں جن سے آپ محسوس فرمائیں گے کہ نہ آنحضرت ﷺ کے علاوہ کسی کے سر پر فضیلتوں کے چھ تاج ہوں گے اور نہ ہی کوئی نبوت کا دعویٰ کر سکے گا۔ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہے کہ

فضلت علی الانبیاء بستٍّ اعطیت جوامع الکم ونصرت بالرعب . واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطهورا وارسلت الی الخق کافة وختم بی النبیون. (مسلم)

مجھے تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دی گئی ہے
ایک یہ کہ مجھے کلمات جامعہ عطا فرمائے گئے
دوسرے یہ کہ رعب کے ذریعہ سے میری مدد فرمائی گئی
تیسرے میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔
اور چوتھے میرے لئے تمام زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ اور بذریعہ تیمّم پاک کرنے والی بنایا گیا!
پانچویں مجھے تمام خلقت کی طرف بھیجا گیا!
چھٹے میرے بعد سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا گیا۔!

خطیب کہتا ہے

تاج ختم نبوت

حضورؐ کے سر پر چھ تاج ایسے سجتے ہیں جیسے چاند کے ساتھ تارے مگر تاج ختم نبوت اس طرح سج رہا ہے جیسے سراجاً منیرا

سبحان اللہ

میرے حضورؐ بشارتوں کی بھی معراج

اور

اور میرے حضورؐ فضیلتوں کی بھی معراج

خدا سے تو کم ہیں اور سب سے زیادہ
دو عالم سے اعلیٰ ہمارے محمدؐ

اس حدیث کو اگر پھیلا کر بیان کیا جائے تو اس سے پورا مجمع معطر ہو جائے

ایک اور مقام پر سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ

انا اخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم . (ابن ماجه)

میں سب انبیاء سے آخر میں ہوں اور تم سب امتوں سے آخری!

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ

انی عبد اللّٰه مکتوب خاتم النبین وان اٰدم لمنجدل فی طینةٍ (مشکوة من شرح السنة)

تحقیق میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبین اس وقت میں لکھا ہوا تھا۔ جب کہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں تھے !

اَنَا قَائدُ الْمُرْسَلِیْنَ

ایک اور مقام پر سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ

اناقائد المرسلین ولافخر وانا خاتم النبین ولا فخر وانا اول شافع ومشفع ولافخر . (مشکوٰة)

میں تمام رسولوں کا قائد ہوں لیکن فخر نہیں کرتا اور میں تمام انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں مگر فخر نہیں کرتا اور میں پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبول شفاعت ہوں اور کوئی فخر نہیں کرتا۔

خطیب کہتا ہے

ان احادیث سے ان مسائل کی روشنی پھیلی۔

حضور ﷺ آخری نبی اور امت محمدی آخری امت۔

حضور ﷺ تخلیق آدم سے بھی پہلے خاتم النبین بنا دیئے گئے تھے۔

حضور ﷺ خاتم النبین ہیں اور قیامت میں شفاعت کا تاج بھی آپ کے سر پر رکھا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ تاج ختم نبوت بھی حضورؐ کے سر پر ہوگا۔

اور تاج شفاعت بھی حضورؐ کے سر پر ہوگا

سبحان اللہ العظیم

حضرات گرامی! میں آپ حضرات کے سامنے قرآن وحدیث کا ایک عظیم ذخیر عقیدہ ختم نبوت کے اثبات اور ایقان کے لئے پیش کر دیا ہے اس کی روشنی میں اپنا یہ عقیدہ بنائیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ خاتم النبین ہیں۔ آپ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہوگا اور کذاب ہوگا۔ سرکار دوعالم ﷺ کی ذات گرامی کے بعد ہمیں کسی ظلی یا بروزی نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا خدا ہماری مشکل کشائی کے لئے کافی ہے اور ہمارے محمد مصطفٰی ﷺ ہماری پیشوائی کے لئے کافی ہیں۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

چوتھا جمعہ شوال

ذَالِکَ عِیُسَی بنُ مَرُیَم

نَحُمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوُلِهِ الْکَرِیُم اَمَّا بَعُدُ فَاَعُوُذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیُطَانِ الرَّجِیُم. بِسُمِ اللّٰهِ الرَّحُمٰنِ الرَّحِیُم

وَمَا قَتَلُوُہُ وَمَا صَلَبُوُہُ وَلٰکِنُ شُبِّهَ لَهُمُ

نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا، لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا۔

حضرات گرامی! گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں تفصیل سے مسئلہ ختم نبوت کو بیان کیا گیا ہے جو لوگ ختم نبوت کا انکار کر کے دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ وہ انکار نبوت کے ساتھ ساتھ مسیح ہونے کے بھی دعویدار ہیں۔ اسلئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کے خطبہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات طیبہ کے نورانی اوراق آپ کے سامنے رکھوں تا کہ آپ حضرات کے سامنے عیسیٰ علیہ السلام کا حقیقی اور روشن چہرہ آسکے اور پہچان سکیں کہ قرآن کا مسیح کون ہے! اور شیطان کا مسیح کون ہے !

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود مقدس سراپا معجزہ ہے اس لئے آپ کی مقدس زندگی اور حیات طیبہ کو تین حصوح میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

بچپن۔ جوانی۔ بڑھاپا

آپ کا بچپن انوکھا اور نرالا

جوانی بھی انوکھی اور نرالی

اور

بڑھاپا بھی انوکھا اور نرالا

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا جانا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے شروع میں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے حالات سے گزارا جن کا ایک ایک واقعہ نادر اور ایک ایک لمحہ محیر العقول اور مستقبل کے نادر ہونے کی تابندہ ودرخشندہ دلیل ہے۔!

سیّدہ مریم صدیقہ ایک انوکھی ماں

قانون قدرت ہے کہ انسان کی نشو ونما کے لئے اور سلسلہ افزائش انسانی کے لئے میاں بیوی کا سلسلہ قائم فرمایا۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے لئے قانون قدرت کو چھوڑ کر صرف قدرت کو استعمال فرمایا گیا اور آپ کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی۔ یہ ایک ایسا قدرتی فیصلہ تھا جس سے عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سیدہ طاہرہ حضرت مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا ایک نادر پہلو نمایاں کیا گیا، کیونکہ جب عورت کے بطن سے بغیر خاوند کے بچہ پیدا کیا جاسکتا ہے تو اس بچہ کو آسمانوں پر زندہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے۔ اگر بغیر باپ کے بچہ کا پیدا ہونا قابل تسلیم ہے تو نہ دیکھے جانے والے وسائل کے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا بھی ایک حقیقت اور ناقابل تردید واقعہ ہے۔ قرآن مجید حضرت مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ایک عجیب انداز سے بیان فرماتا ہے جو دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بے مثال بچپن کی تمہید ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوری زندگی کی ایک انوکھی تمہید ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ ماں اپنے فرزند کے لئے ایک برہان قاطع بن گئی!

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ.

اور اس (مریم) کی کفالت زکریا نے کی۔ جب اس (مریم) کے پاس زکریا داخل ہوتے تو اس کے پاس کھانے کی چیزیں رکھی پاتے۔ زکریا نے کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آئی ہیں؟ مریم نے کہا یہ اللہ کے پاس سے آئی ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق دیتا ہے۔

مریم صدیقہ علیہا السلام شب و روز عبادت میں رہتی تھیں اور جب خدمت مسجد اقصیٰ کی نوبت آتی تو اس کو بھی بخوبی انجام دیتی تھیں۔ حتیٰ کہ ان کا زہد و تقویٰ بنی اسرائیل میں ضرب المثل بن گیا

اوران کے زہد وتقویٰ کی مثالیں دی جانے لگیں ۔ زکریا علیہ السلام مریم صدیقہ علیہا السلام کی کفالت کے سلسلہ میں کبھی کبھی ان کے حجرہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے!

انہیں یہ دیکھ کر بے حد تعجب ہوا کرتا تھا کہ وہ جب بھی سیّدہ مریمؑ کے حجرہ میں تشریف لے جاتے تو ان کے پاس اکثر بے موسم پھل موجود پاتے! آخر ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام نے سیدہ مریم سے پوچھ ہی لیا کہ اے مریم! یہ کہاں سے تیرے پاس آتے ہیں مریم صدیقہ علیہا السلام نے کہا تیرے پروردگار کا فضل وکرم ہے! وہ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق پہنچاتا ہے! حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ سنا تو سمجھ گئے کہ خدائے برتر کے یہاں مریم کا خاص مقام اورمرتبہ ہے اور ساتھ ہی بے موسم تازہ پھلوں کے واقعہ نے دل میں یہ تمنا پیدا کردی کہ جس خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ بے موسم پھل بی بی مریم کو دے دیئے ہیں۔ وہ مجھے بڑھاپے کے باوجود ایک چاند سا بیٹا بھی عطا کرسکتا ہے حضرت زکریا علیہ السلام نے وہیں پر اس وقت خداوند قدوس کی بارگاہ میں دست سوال دراز کر کے بیٹے کی درخواست پیش کردی جسے منظور کرلیا گیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا کیا گیا اور نہ صرف بیٹا دیا گیا بلکہ فرمایا کہ

بیٹا تیرا ہوگا نبی میرا ہوگا

خطیب کہتا ہے

سیدہ مریم صدیقہ سلام اللہ علیہا کی یہ زندہ کرامت تھی!

آپ کو بے موسم کے میوے عطا کر کے ایک ایسی ذات کی قدرت کاملہ پر یقین محکم کرانا مقصود تھا کہ

جو ذات والا تبار بے موسم کے میوے دے سکتا ہے۔

وہ

وہ بے خاوند کے اولاد دینے پر بھی قادر ہے۔

بی بی مریم کے حالات وطیبات کو عیسیٰ السلام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا مقدمہ اور تمہید بنا دیا!

سچ ہے کہ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا ایک ایسی انوکھی ماں تھی جس کو خدا نے تمام دینا سے نرالا اور انوکھا بیٹا بنا دیا!

یعنی مریم کو میوے دیئے تو بن موسم کے

اور مریم کو بیٹا دیا تو بن خاوند کے

طہارت مریم کا خدائی اعلان

قرآن مجید نے نہایت ہی روشن اور پاکیزہ بیان دیتے ہوئے حضرت مریم طاہرہ کی عظمت اور طہارت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

وَاِذْقَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ. يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ. ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ. (اٰل عمران)

اے پیغمبر وہ وقت یاد کیجئے۔ جب فرشتوں نے کہا اے مریم بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بزرگی دی! اور پاک کیا اور دنیا کی عورتوں پر تجھ کو برگزیدہ کیا۔ اے مریم! اپنے پروردگار کے سامنے جھک جا اور سجدہ ریز ہو جا اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز ادا کر اور تم اس وقت ان کاہنوں کے پاس موجود نہ تھے۔ جب وہ اپنے قلموں کو (قرعہ اندازی کے لئے) ڈال رہے تھے کہ مریم کی کفالت کون کرے اور تم اس وقت (بھی) موجود نہ تھے۔ جب وہ اس کی کفالت کے بارے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے !

خطیب کہتا ہے

جب سیّدہ مریم سلام اللہ علیہا کی کفالت کے بارے میں قلمیں دریا میں ڈالی گئیں تو حضرت زکریا علیہ السلام کی قلم اس رخ پر چل نکلی جدھر سے پانی آرہا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ مریم کو تربیت کے لئے نبوت کی کفالت میں دے دیا گیا۔ تاکہ نبی کی ماں بننے والی مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی تربیت کی ٹریننگ دی جاسکے!

انوکھے نبی کی انوکھی ماں دراصل دلیل ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انوکھے مستقبل کی!
جوخدا تیز پانی کے بہاؤ میں قلم کواس تیزی کے خلاف رخ پر لے جاسکتا ہے۔
وہ خدا عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سلامت آسمانوں پر بھی لے جاسکتا ہے!

ماں صدیقہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو خداوند قدوس نے قرآن مجید میں صدیقہ کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ

(مائدہ)

ابن مریم تو ایک پیغمبر ہیں۔جن سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے اور ان کی والدہ صدیقہ تھیں!

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کائنات میں ایک ممتاز اور اعلیٰ مقام پر فائز کیا جانا تھا۔اس لئے خداوند قدوس نے ان کی والدہ محترمہ کا بالخصوص ذکر فرماتے ہوئے انہیں صدیقہ کے لقب سے یاد فرمایا۔تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کے محاسن اور خوبیوں میں اس کو بھی خصوصیت سے شامل رکھا جائے کہ ان کی والدہ صدیقہ ہے!

خطیب کہتا ہے

مسیح کی ماں کا صدیقہ ہونا ضروری ہے

اور

قادیانی کی ماں کا زندیقہ ہونا ضروری ہے۔

حقیقی مسیح کو	صدیقہ کی گود ملی
بناسپتی قادیانی مسیح کو	زندیقہ کی گود ملی
ایک مسیح کی ماں	طاہرہ تھی
قادیانی کی گود	فاجرہ تھی

ایک مریم کا بیٹا
ایک گھسیٹی کا (مرزا کی ماں کا نام تھا) بیٹا
صداقت کی گود میں صداقت کے چشمے پھوٹے

اور

ضلالت کی گود میں رزالت کے چشمے پھوٹے

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے سے قبل ہی ان کے لئے عقلی اور نظری راستے ہموار کر دیئے گئے اور ان کی والدہ محترمہ کو ایسی روشن کرامات سے نوازا گیا جو حضرت مسیح علیہ السلام کے بے مثال مستقبل کے لئے روشنی کی عظیم کرنیں ثابت ہوئیں اور ان کی والدہ محترمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء اور دوسرے معجزات کے لئے دلیل و برہان بن گئیں۔

حضرات گرامی ! یہ کوئی افسانہ نہیں بیان کر رہا کہ حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ نے ایک دلیل و برہان بنا دیا تھا بلکہ قرآن مجید نے اس حقیقت کو بیان فرماتے ہوئے اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ اٰيَةً . (مومنون)

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم اور اس کی ماں (مریم کو اپنی قدرت کا نشان بنا دیا۔

خطیب کہتا ہے

مریم کو خدا نے قدرت کا نشان بنا دیا
کس کے لئے نشان؟
کیا مریم اپنے نشان تھیں ؟ نہیں ؟
تو کیا مریم اپنی خویش و اقارب کے لئے نشان تھیں ؟
آخر نشان کس کے لئے تھیں ؟
دلیل کس کے لئے بن کر آئی تھیں ؟

ان کا وجود ان کی کرامات روشن دلائل تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انوکھی زندگی اور انوکھے

واقعات کے لئے اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت مریم کی کرامات صحیح ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ تمام معجزات درست اور صحیح ہیں جو ان کی حیات طیبہ میں ظہور پذیر ہوئے اور پھر رفع الی السماء ان کا معجزہ پوری دنیا میں ایک صداقت کی حیثیت اختیار کر گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کو خلاف عقل بتانے والے یہ بتا سکتے ہیں کہ حضرت بی بی مریم کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ان کی عقلی توجیح کیا ہوسکتی ہے !

اگر ان کی کرامات کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے انکار کا کیا جواز ہے ؟

مریم کا نشانی ہونا

اس طرح صحیح ثابت ہوسکتا ہے کہ مریم کو ابن مریم کی حیات طیبہ کے لئے مقدمہ اور دلیل مانا جائے !

جو خدا مریم کے لئے اپنی قدرت کاملہ سے خلاف عقل واقعات کو ظاہر فرما سکتا ہے، وہ ابن مریم کے لئے رفع الی السماء جیسے معجزات دکھا سکتا ہے۔

وماذالک علی اللّٰہ بعزیز

عیسیٰ علیہ السلام کی نرالی ولادت

جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے انوکھے مستقبل کے لئے دلیل و برہان بنا دیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن اور ان کی ولادت کو پوری دنیا کے لئے ان کے مستقبل کی دلیل قاطع اور برہان ساطع بنا دیا، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارکہ اس انوکھے اور ضابطوں سے ہٹے ہوئے طریقوں کے مطابق ہوئی ہے جو آپ کی زندگی کو عام ضابطوں سے ہٹ کر مطالعہ کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِانْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا . فَا تَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا . قَالَتْ اِنِّيْ

اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا . قَالَ اِنَّمَآ اَنَارَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَهَبَ لَکِ غُلٰامً زَکِیًّا . قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا . قَالَ کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّلِنَجْعَلَهٗٓ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَکَانَ اَمْرً مَّقْضِیًّا

اورائے پیغمبر کتاب میں مریم کا واقعہ ذکر کرو۔ اس وقت کا ذکر کہ جب وہ ایک جگہ جو کہ پورب کی طرف تھی اپنے گھر کے آدمیوں سے الگ ہوئی پھر اس نے ان لوگوں کی طرف سے پردہ کرلیا۔ پس ہم نے اس کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ ایک بھلے چنگے آدمی کے روپ میں نمایاں ہوگیا ....مریم اسے دیکھ کر گھبرا گئی۔ وہ بولی اگر تو نیک آدمی ہے تو میں خدائے رحمان کے نام پر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں! فرشتہ نے کہا کہ میں تیرے پروردگار کا فرشتہ ہوں اور اس لئے نمودار ہوا ہوں کہ تجھے ایک پاک فرزند دے دوں! مریم بولی! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرے میرے لڑکا ہو! حالانکہ کسی مرد نے مجھے چھوا نہیں اور نہ ہی بدچلن ہوں فرشتہ نے کہا! ہوگا ایسا ہی! تیرے پروردگار نے فرمایا کہ یہ میرے لئے کچھ مشکل نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ اس لئے ہوگا کہ اس (بچّے) کو لوگوں کے لئے ایک نشان بنادوں! اور میری رحمت کا اس میں ظہور ہو اور یہ ایسی بات ہے جس کا ہونا طے ہو چکا ہے۔

خطیب کہتا ہے

☆ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا
☆ اِنَّمَآ اَنَارَسُوْلُ رَبِّکِ
☆ لِاَهَبَ لَکِ غُلٰامً زَکِیًّا
☆ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ
☆ قَالَ رَبُّکِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ
☆ وَّلِنَجْعَلَهٗٓ اٰیَةً لِّلنَّاسِ

جبرائیلؑ کا صورت بشریت میں آنا

جبرائیلؑ کا خدائی قاصد ہونے کا اعلان کرنا
جبرائیلؑ کا ایک بیٹا کی مریم کو بشارت دینا
مریم کا تعجب سے کہنا کہ غیر شادی شدہ کے ہاں بچہ کیسے؟
جواب میں جبرائیل کا فرمانا کہ۔
تیرے رب کے لئے یہ آسان ہے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو
اٰیَۃً لِّلنَّاسِ قرار دینا۔
یہ تمام تر دلائل ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں کی طرف اٹھائے جانے کے لئے!
کیونکہ جو خدا فرشتہ کو انسانی صورت دے سکتا ہے۔
جو خدا حضرت مریم کو بغیر خاوند کے بیٹا عطا کرسکتا ہے
وہ خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر بھی اٹھا سکتا ہے
اٰیَۃً لِّلنَّاسِ ! کا ارشاد ربانی اپنے اندار انوارات وجواہرات کا ایک سمندر لئے ہوئے ہے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جب نبوت کا اعلان فرمایا تو ارشاد ہوتا ہے۔
وَرَسُوْلاً اِلیٰ بنی اِسْرَائیل ....عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے !

واذقال عیسیٰ بن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللّٰہ الیکم
اور جب کہا عیسیٰ بن مریم نے کہ اے بنی اسرائیل میں رسول ہوں تمہاری طرف!

مگر جب آپ کے وجود مقدس اور ذات گرامی کی امتیازی خصوصیت بیان فرمائی گئی، تو ارشاد فرمایا کہ آپ کی ذات ہمہ گیر ہے اور اس میں پوری کائنات کے لئے نشانیاں ہیں۔یعنی نبوت تو صرف اسرائیل کے لئے، مگر آپ کا وجود للناس .... پوری کائنات کیلئے نشان عظیم ہوگا۔ پوری کائنات کے لئے آپ کا آیۃ ہونا تبھی ثابت ہوگا کہ آپ پوری کائنات کے نبی کے زمانہ میں تشریف لاکر آپ کی ختم المرسلینی کی تصدیق اور آپ کے لائے ہوئے دین قیم کی نصرت فرمائیں

اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر زندہ رہنا اور قیامت کے قریب تشریف لا کر سرکار دوعالم ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرنا پوری امت کا اجماعی عقیدہ بن گیا۔!

اٰیَۃً لِّلنَّاس ....نبوت مسیح بنی اسرائیل کے لئے اور وجود مقدس کا نشان ہونا پوری کائنات کے انسانوں کے لئے نشان عظیم ہوگا۔

☆ عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو سرکار دوعالم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دی!

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو انبیائے بنی اسرائیل کا سلسلہ نبوت ختم ہوا۔

☆ سرکار دوعالم ﷺ تشریف لائے تو تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت اختتام پذیر ہوا اور آپ خاتم الانبیاء والرسل قرار پائے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں کو صدیقہ کے لقب سے سرفراز فرمایا گیا!

☆ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہؓ کو صدیقہ کے لقب سے سرفراز فرمایا گیا۔

☆ حضرت مریم پر تہمت لگی تو حضرت مسیح علیہ السلام نے گواہی دی۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو خداوند قدوس نے خود طہارت وتقدیس عائشہؓ کی گواہی دی!

☆ جس سورۃ میں مریم سلام اللہ علیہا کا ذکر آیا اسے سورہ مریم کا نام دیا گیا!

☆ جس سورۃ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ذکر آیا اس کو سورہ نور کا نام دیا گیا

فریم طاہرہ کو چادر تطہیر سے نوازا گیا۔

عائشہ طاہرہ کو چادر نور سے سرفراز فرمایا گیا

اٰیَۃً لِّلنّاس ! کی تفسیر یوں پوری دنیا کے سامنے ماہتاب عالمتاب بن کر آتی گئی۔

☆ آسمانوں کی طرف عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ اٹھایا جانا بھی اٰیَۃً للناس ہے

☆ نزول مسیح بھی اٰیَۃً لِّلنّاس ہے!

سامعین کرام! آپ حضرات نے قرآن حکیم کی آیات سے بخوبی معلوم کرلیا ہوگا کہ حضرت مسیح

علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی نادر اور غیر معمولی چیزوں سے نوازا تھا جو اس بات کی نشاندہی کرتی تھیں کہ اس عورت کے ہاتھوں کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ ظاہر ہوگا جو دنیا کے لئے محیر العقول ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ بنا کر ایک ایسے بچے کو جنم دیا جو بغیر باپ کے پیدا ہوا اور پھر کسی ظاہری وسیلے کے بغیر آسمانوں پر چلا گیا اور آج تک وہاں زندہ ہے اور قیامت کے قریب تشریف لائیں گے اور پوری دنیا کے لئے نشان صداقت بن جائیں گے۔

سبحان اللہ

اب میں چاہتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ آپ حضرات کے سامنے پیش کروں تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ خداوند قدوس نے آپ کی ولادت مبارک میں کن معجزات اور محیر المعقول واقعات کو ظاہر فرمایا۔ آپ غور فرمائیں کہ یہ سب باتیں جو ظاہر ہو رہی ہیں یہ کوئی اتفاقی باتیں نہیں ہیں، بلکہ ان کے پس منظر میں ان حقائق پر غور کیا جائے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو پیش آئیں گے۔ جن کی ابتداء ایسی ہوگی ان کی انتہا خدا جانے کن غیر معمولی واقعات پر مشتمل ہوگی!

چنانچہ قرآن مجید آپ کی ولادت کے واقعات کو اپنے فصیحانہ انداز میں یوں بیان فرماتا ہے کہ

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (تحریم)

(تحریم) اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عصمت کو برقرار رکھا پس ہم نے اس میں اپنی روح کو پھونک دیا !

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا . فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا . فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا . وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا . فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا . فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا . يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ

امْـرَاَسَـوْءٍ وَّمَـا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا . فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِـي الْـمَهْـدِ صَبِيًّـا . قَالَ اِنِّيْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا . وَّجَعَلَنِيْ مُبٰـرَكًااَيْنَ مَاكُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِمَادُمْتُ حَيًّا . وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَـمْ يَـجْـعَـلْـنِـيْ جَبَّارًا شَقِيًّا . وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا (سورہ مریم)

(ترجمہ) پھراس ہونے والے فرزند کا حمل ٹھہر گیا وہ (اپنی حالت چھپانے کے لئے) لوگوں سے الگ ہوکر دور چلی گئی۔ پھراس کو دردزہ (کا اضطراب) کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گیا (وہ اس کے تنہ کے سہارے بیٹھ گئی) اس نے کہا کاش میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی۔ میری ہستی لوگ یک قلم بھول گئے ہوتے۔اس وقت (ایک پکارنے والے فرشتے نے) اسے نیچے سے پکارا۔ غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے تلے نہر جاری کردی ہے! اور کھجور کے درخت کا تنہ پکڑ کے اپنی طرف ہلا! تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے! کھاپی (اور اپنے بچے کے نظارے سے آنکھیں ٹھنڈی کر پھر اگر کوئی آدمی نظر آئے (اور پوچھ گچھ کرنے لگے) تو (اشارہ) سے کہہ دے میں نے خدائے رحمٰن کے حضور روزہ کی منت مان رکھی ہے۔ میں آج کسی آدمی سے بات چیت نہیں کرسکتی۔ پھر ایسا ہوا کہ وہ لڑکے کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے پاس آئی۔لڑکا اس کی گود میں تھا۔لوگ (دیکھتے ہی) بول اٹھے مریم؟

تو نے عجیب ہی بات کر دکھائی اور بڑی تہمت کا کام کر گزری! اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا! نہ تیری ماں! بدچلن تھی! تو یہ کیا کر بیٹھی۔اس پر مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا (کہ یہ تمہیں بتادے گا کہ حقیقت کیا ہے) لوگوں نے کہا بھلا اس سے ہم کیا بات کریں جو ابھی گود میں بیٹھے والا شیرخوار بچہ ہے! مگر لڑکا بول اٹھا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔ اس نے مجھے بابرکت کیا۔ خواہ میں کسی جگہ ہوں اس نے مجھے نماز زکوٰۃ کا حکم دیا کہ جب تک زندہ رہوں یہی میرا شعار ہو اس نے مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا۔ ایسا نہیں کیا کہ خودسر اور نافرمان ہوتا! مجھ پر اس کی طرف سے سلامتی کا پیغام ہے جس دن پیدا ہوا۔ جس دن مروں گا! اور جس دن

پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا!

نرالا بچپن

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی کرامات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن کے معجزات کو بیان فرمایا ہے۔

☆ مریم سلام اللہ علیہا کے پاؤں تلے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔

☆ سوکھے کھجور کے تنے کو ہلانا تیرا کام ہے اس سے کھجوروں کے تازہ گچھے گرانا ہمارا کام ہے۔

☆ چھوٹے دودھ پیتے بچے کو آواز دینا تمہارا کام ہے اسے قوت گویائی دے کر تمہارے ساتھ ہم کلام کرانا میرا کام ہے۔

خطیب کہتا ہے

عیسیٰؑ کی ماں کے قدموں کے نیچے سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے!

قادیانی کے آنے سے پہلے ہی ختم ہو گئے۔

☆ مسیح کی ماں کو ولادت مسیح پر خدائی راشن ملنے لگ گیا!

☆ قادیانی کی ولادت پر پورے خاندان کا راشن بند ہو گیا!

☆ جو خدا خشک زمین سے ٹھنڈا اور میٹھا پانی نکال سکتا ہے، وہ خدا آسمانوں پر عیسیٰؑ کے لیے ٹھنڈے پانی کا انتظام بھی کر سکتا ہے!

جو خدا کھجور کے خشک تنے سے تر و تازہ کھجوروں کی غذا مریم سلام اللہ علیہا کو دے سکتا ہے!

وہ خدا آسمانوں پر عیسیٰؑ کے لیے تر و تازہ غذا کا بھی انتظام کر سکتا ہے!

خدا کو معلوم تھا کہ لوگ کہیں گے کہ آسمانوں پر اگر عیسیٰؑ زندہ ہیں تو وہ کھاتے اور پیتے کہاں سے ہیں؟

اس کا عملی مظاہر یوں فرما دیا کہ عیسیٰؑ کی والدہ کے قدموں سے پانی کا چشمہ جاری کر دیا اور ایک خشک کھجور کے تنے سے تر و تازہ کھجوریں عطا فرما دیں۔ تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ جو خدا

مریم کے لیے یہ تمام چیزیں اپنی قدرت کاملہ سے عطا کرسکتا ہے وہ خداوند قدوس مسیح علیہ السلام کے لیے بھی یہ انتظامات خصوصی کرسکتا ہے!

والنجعلہ ایۃ للناس .... یہ مظاہر قدرت تمام کے تمام آیات بینات ہیں، حضرت عیسیٰؑ کی بے مثال اور بے نظیر زندگی کے لیے!

حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی زندگی بھی مسیحؑ کی پوری زندگی کے لیے دلیل بن گئی اور آپ کو مسیحؑ کی ولادت کے وقت جو واقعات پیش آئے وہ حضرت عیسیٰؑ کے غیر معمولی مستقبل کے لیے دلائل و براہین بن گئے!

حضرات گرامی! ان قرآنی آیات سے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے واقعات سے استدلال کیا گیا ہے کہ جس مسیح کی والدہ کی پوری زندگی ہی محیر العقول اور عام انسانوں کے ضابطوں سے ہٹ کر ایک کراماتی زندگی ہے اس کا بچہ ضرور ایک معجزہ ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بچپن کے اس کے بے نظیر معجزہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا قَالَ اِنِّيْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا.

مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا (کہ تمہیں بتلادے گا کہ حقیقت کیا ہے) لوگوں نے کہا بھلا اس سے ہم کیا بات کریں جو ابھی گود میں بیٹھنے والا شیر خوار بچہ ہے !

مگر لڑکا بول اٹھا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔

بیٹے نے ماں کی صداقت کا ڈنکا بجادیا

ماں اگر بیٹے کے لئے دلیل اور برہان بن گئی تھی تو بیٹے نے اس کا نقد سودا چکا دیا اور مریم سلام اللہ علیہا کی عصمت کا چاردانگ عالم میں ڈنکا بجادیا کہ میری ماں کو پریشان کرنے والو!

اس کو پریشان کیوں کرتے ہو؟ اس سے کیوں پوچھتے ہو کہ یہ کون ہے۔ مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ تو کون ہے ؟

آؤ تمہیں بتاؤں کہ مین کون ہوں لو سنو! اور کان کھول کر سنو کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا

نبی ہوں! جو خدا بچے کو قوت گویائی دے کر بلوا سکتا ہے وہ مریم کو بن خاوند کے بیٹا بھی دے سکتا ہے! تم تو ابھی پریشان ہو کہ میں کیا ہوں اور کیسے آیا ہوں۔ جیسے تم میرے آنے پر پریشان ہوا ایسے ہی تم میرے جانے پر پریشان ہو جاؤ گے؟

خطیب کہتا ہے

مسیح کا آنا بھی لوگوں کے لئے تعجب کا باعث

اور

مسیح کا جانا بھی لوگوں کے لئے تعجب کا باعث

آنے پر تعجب بھی منکرین ومعاندین کو ہوا

اور آسمانوں پر جانے پر تعجب بھی منکرین ومعاندین کو ہوا

صادقین کے لئے مسیح علیہ السلام کا آنا بھی مبارک

صادقین کے لئے مسیح علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا بھی مبارک

منکرین اب کیوں نہیں بولتے ؟

کیا چند دنوں کا بچہ اس طرح کی بے مثال تقریر کر سکتا ہے؟

اس کو تمہاری عقلوں نے تسلیم کر لیا!

اور رفع الی السماء کو تسلیم نہیں کرتے!

دراصل یہ تمام معجزات تمہید ہیں اس عظیم معجزے کی جسے رفع الی السماء اور نزول الی الارض کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے

حضرات گرامی! آپ حضرات کے سامنے نہایت تفصیل سے مریم اور ابن مریم کی زندگی کے ابتدائی محیر العقول معجزات اور کرامات کا بیان کر دیا گیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں کی طرف اٹھائے جانے کے بے مثال واقعہ کا تذکرہ کروں تاکہ آپ کے سامنے اس تاریخی واقعے کے حقائق بھی آ جائیں اور آپ رفع الی السماء کے معجزے سے واقف ہو جائیں اور

اپنے ایمان اور عقیدے کو قرآن کی روشنی میں تازگی بخش سکیں!

محترم سامعین! جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے خدا کی توحید اور وحدانیت کا انقلابی پروگرام پیش فرمایا تو جہاں نیک اور سعید روحوں نے اس پر لبیک کہا وہیں پر اس دور کے دنیا پرست اور پیٹ کے پجاری راہبوں اور علمائے سو نے آپ کے خلاف ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا اور طرح طرح کے بہتان اور الزام تراشیوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مقدس ہستی کو بدنام کرنے کے مذموم منصوبے بنائے! مگر جب ان حاسدین اور معاندین کی کوئی چال اور کوئی سازش کامیاب نہ ہوئی تو انہوں نے بادشاہ وقت پلاطیس کے پاس وفود بھیجے۔ ان وفود میں نصاریٰ تو تھے ہی مگر برا ہو حاسدین کا کہ اس میں یہود بھی اپنے حسد اور بغض کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے شامل ہو گئے، گویا کہ یہود و نصاریٰ پر مشتمل وفود نے وہی راستہ اختیار کیا جو اس دور کے جھوٹے اور مکار مولوی اور پیر اختیار کرتے ہیں۔ ان سب نے مل کر پلاطیس کے کان بھرنے شروع کر دیئے کہ یہ عیسیٰ ابن مریم فرقہ وارانہ فضا پیدا کر کے ایک طرف تو مذہبی انارکی پیدا کر رہا ہے تو دوسری طرف آپ کی حکمرانی اور اقتدار کے خلاف بھی ایک گروہ تیار کر رہا ہے جو کسی وقت بھی آپ کے اقتدار کے لئے خطرہ بن سکتا ہے! حکمران وقت کو اپنا اقتدار اپنی جان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے اور وہ اسے قائم رکھنے کے لئے بڑے سے بڑا گناہ بھی کر گزرتا ہے۔ پلاطیس کو جب تمام وڈیروں، گدی نشینوں، راہبوں، پیٹ پرست ملاؤں نے جھوٹ موٹ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف رام کر لیا تو بادشاہ نے آپ کو قتل کرنے کا فرمان صادر کر دیا۔

تدبیر پر تقدیر غالب آ گئی

چنانچہ فرمان شاہی کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنا لیا گیا اور آپ جس مکان میں تشریف فرما تھے۔ اس کا محاصرہ کر لیا گیا اس کڑے اور مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے عیسیٰ! فکر مند نہ ہوں یہ دشمن آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے، بلکہ میں آپ کو آسمانوں کی طرف اٹھا لوں گا اور ان کی سازش ناکام ہو جائے گی دشمن اپنے منہ کی کھائیں گے اور آپ کو عزت و عظمت عطا فرمائی جائے گی۔ چنانچہ

ارشادربانی ہے کہ

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ.

(وہ وقت ذکر کے لائق ہے) جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے عیسیٰ! بے شبہ میں تیری مدت کو پوری کروں گا اور تجھ کو اپنی جانب اٹھا لینے والا ہوں! اور تجھ کو (کافروں) (یعنی بنی اسرائیل) سے پاک رکھنے والا ہوں اور جو تیری پیروی کریں گے! ان کو تیرے منکروں پر قیامت تک کے لئے غالب رکھنے والا ہوں۔ پھر میری جانب ہی لوٹنا ہے۔ پھر میں ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن کے بارے میں (آج) تم جھگڑ رہے ہو!

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ....اس ارشاد ربانی میں عیسیٰ علیہ السلام کو بشارت دی گئی ہے کہ آپ کو جو زندگی کے دن دیئے گئے ہیں۔ وہ پورے کئے جائیں گے اور قبل از وقت آپ کو موت سے دوچار کیا جائے............ اس سے عیسیٰ علیہ السلام کو یقین دہانی کرادی گئی کہ دشمن کی کوئی تدبیر میری تقدیر پر غالب نہیں آسکتی! بلکہ آپ کی حیات طیبہ کے مقررہ دن پورے کئے جائیں گے!

عجیب منطق

قادیانی دجل وتلبیس نے متـــــــوفیک کے لفظ سے عجیب مفہوم پیدا کر کے ایک جہاں کو مغالطے میں ڈال رکھا ہے کہ متوفیک کے معنی وفات اور موت دینے کے ہیں۔ اس معنی پر محققین نے نہایت ہی شرح وبسط سے گفتگو کی ہے۔ اہل ذوق وہاں مطالعہ فرما سکتے ہیں مگر

خطیب کہتا ہے

یہ عجیب بشارت ہے کہ دشمنوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا گھیراؤ کر رکھا ہے اور وہ پوری قوت صرف کر کے آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اس مصیبت اور پریشانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ فرماتے کہ اے عیسیٰ بن مریم آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کو دشمنوں کے نرغہ اور محاصرہ سے نکال لاؤں گا اور ان کی ہر تدبیر کو ختم کر کے اپنی تقدیر کو غالب کر دوں گا، وہ آپ کا بال تک بیکا نہیں

کر سکتے!

لیکن .... یہاں پر بقول قادیانی دجل کے خدا بھی (معاذ اللہ) دشمنوں کے ساتھ مل گیا اور عین اس وقت جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کا محاصرہ ہو چکا تھا اور دشمن آپ کو قتل کرنے کا پورا عزم کر چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے بھی بذریعہ وحی عیسیٰ علیہ السلام کو بشارت دی کہ یٰعیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیک (یعنی اے عیسیٰ میں تجھے قتل کرانے والا ہوں۔ معاذ اللہ؟)

اس معنی اور مفہوم سے تو قرآن کی روح بدل گئی ہے کیونکہ یہ تو عیسیٰ علیہ السلام پر مصیبت کا وقت تھا اس وقت تو اللہ تعالیٰ کو بشارت اور خوش خبری دے کر عیسیٰ علیہ السلام کی حوصلہ افزائی اور ہمت بڑھانا چاہیئے تھی، مگر قادیانی دجل کے بقول عین کڑے وقت میں خدا نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ دیا اور آپ کے قتل کے منصوبے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اس لئے ترجمہ اور مفہوم وہی صحیح ہوگا جس کی طرف جمہور مفسرین گئے ہیں اور ماننا ہوگا کہ اس بشارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا گیا ہے کہ آپ بے فکر رہیں کیونکہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیک اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کے دن پورے کر کے رہے گا۔ دشمنوں کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوگی۔ ان کی سازش جب مکمل ہو کر آپ کو قتل کرنے کے قریب پہنچ جائے گی تو آپ یقین کریں کہ

وَرَافِعُکَ اِلَیَّ

میں آپ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا!

یہ ہے بشارت

یہ ہے حوصلہ افزائی

یہ ہے کرم نوازی

اور یہ ہے اپنے پیغمبر کی نصرت

وَرَافِعُکَ اِلی

گویا کہ بزبان یوں کہا جا رہا ہے کہ بے فکری سے رہیے جو خدا آپ کو بن باپ کے پیدا کر سکتا ہے۔

اور جو خدا آپ کو پنگھوڑے میں قوت گویائی عطا کر سکتا ہے!

اور جو خدا آپ کو بے شمار معجزات سے سرفراز فرما سکتا ہے وہ خدا آپ کو زندہ آسمانوں پر اٹھا کر دشمنوں کے منصوبوں سے بچا سکتا ہے!

چنانچہ اب آپ کو دشمنوں کی ہر تدبیر سے بچا کر زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا جائے گا۔

اس طرح آپ کا بول بالا کردیا جائے گا
اور دشمن کا منہ کالا کردیا جائے گا

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ! اور تجھ کو کافروں سے پاک رکھنے والا ہوں!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بشارت دی جارہی ہے کہ کافروں کے ناپاک ہاتھ آپ کے پاک وجود سے دور رکھے جائیں گے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کے ناپاک ہاتھ آپ کے وجود مقدس کے قریب آسکیں!

یہ بشارت تبھی پوری ہو سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سلامت ان کفار کے محاصرہ سے نکال لیا جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قرآن حکیم نے یہود و نصاریٰ کے اس ناپاک منصوبے کو خاک میں ملا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا۔!

حضرات گرامی! اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چار وعدے فرمائے اور چاروں پورے ہو کر رہیں گے۔ ان چاروں وعدوں کی ترتیب یوں بنتی ہے !

اِنِّیْ متوفیک

ورافعک الی

ومطھرک من الذین کفروا

وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة

یہ چاروں وعدے ہی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نبھائے اور انکو پورا کر دکھایا!

آخری وعدہ کہ آپ کے پیروکار تمام دنیا پر غالب اور سربلند ہوں گے۔ یہ بھی انشاء اللہ روز

روشن کی طرح پورا ہوگا اور قیامت سے پہلے آپ کا نزول ہوگا اور پوری دنیا آپ کی اتباع میں محمد رسول اللہ ﷺ کے دین قیم کو بلند کرتے ہوئے سرکار دو عالم ﷺ کا یہ پرچم پورے عالم پر لہرائیں گے۔ صدق اللہ وعدہ ....

اس آیت کریمہ نے دشمن کی فریب کاریوں اور ابلہ فریبیوں پر پانی پھیر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا اس طرح ثابت ہو گیا جس طرح آفتاب عالم تاب!

رہے نام اللہ کا،

قرآن کی ضرب شدید

قرآن نے بڑے ہی اچھوتے انداز میں ایک مقام پر یہود و نصاریٰ کی سازشوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا م بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا.

اور نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ ہی اس کو سولی دی بلکہ معاملہ انکے لئے گھپلا کر دیا اور جن لوگوں نے اس بارے میں ختلاف کیا وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں! انہیں اس کے بارے میں کوئی علم نہیں محض اٹکل کے تیر تکے چلا رہے ہیں اور انہوں نے اسکو قتل یقیناً نہیں کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے!

خطیب کہتا ہے

وَمَاقَتَلُوْهُ . وَمَاصَلَبُوْهُ

قتل بھی نہیں ہوئے اور سولی بھی نہیں دی گئی!

آخر ہوا کیا؟

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ .... بلکہ اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا۔

وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ کی نفی کر کے تیسری صورت کا اثبات کر دیا گویا کہ اللہ تعالیٰ نے

عیسیٰ علیہ السلام کو نہ تو قتل ہونے دیا اور نہ ہی پھانسی لگانے دیا، بلکہ اپنی قدرت کاملہ سے آپ کو زندہ سلامت آسمانوں پر اٹھالیا۔

قادیانی............دجال کو اس تاویل میں جانے کی ضرورت تب تھی کہ یہاں رفع درجات مراد ہے جب کہ رفع درجات تو ماں کی گود میں ہو چکا تھا۔اس سے رفع الی اللہ کا معنی سوائے آسمانوں پر زندہ اٹھانے کے اور کوئی نہیں ہوسکتا!

یہاں پر کوئی بلندی درجات کا مباحثہ تھوڑا ہی ہو رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ کہہ کر تسلی دے دی جائے کہ آپ ان کے محاصرے اور قتل کی سازشوں سے دل برداشتہ نہ ہوں کیونکہ آپ کا درجہ بلند کر دیا جائے گا۔ یہاں پر تو صحیح معنوں میں نصرت خداوندی کا یہی تقاضا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بشارت دی جائے کہ عیسیٰ ! آپ فکر نہ کریں یہ کتنا مرضی محاصرہ تنگ کرلیں اور جس قدر چاہیں تلواروں کر تیز کرلیں ان کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ثابت ہوگی ، بلکہ آپ کو آسمانوں پر زندہ اٹھا کر ان کے تمام ناپاک منصوبے ختم کر دیئے جائیں گے۔بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔

حضرات گرمی ! میں نے آپ حضرات کو پوری تفصیل سے عرض کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابتدائی ماحول ہی سے ایسے بے مثال واقعات اور معجزات سے نوازا گیا جو محیر العقول ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی غیر معمولی زندگی کی نشاندہی کر رہے تھے!اس لئے صرف اتنی بات کہہ کر رفع الی السماء کا انکار کر دینا کہ یہ واقعہ دنیائے عقل وفکر کے پیمانوں پر پورا نہیں اترتا۔ بجائے خود ایک غیر وقیع اور غیر علمی بات ہے۔آیئے عقل وفکر کے ترازو میں اس واقعہ کو تولنے کی بجائے قدرت خداوندی کے ترازو میں تولیں تو فوراً نتیجہ نکل آئے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت جس طرح قدرت خداوندی کے عظیم شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح آپ کا آسمانوں کی طرف اٹھایا جانا بھی قدرت خداوندی کا عظیم شاہکار اور عقل وخرد کو حیران کرنے والا ایک کرشمہ قدرت ہے۔

وماذالک علی اللّٰہ بعزیز

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

پانچواں جمعہ

شوال

نزولِ مسیح !

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ

(ترجمہ) نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر آپ کی موت سے قبل آپ پر ایمان لائے گا۔

حضرات گرامی! آپ کے سامنے گذشتہ خطبہ میں نہایت تفصیل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے نادرالوقوع اور بے مثال واقعات کا تذکرہ ہو چکا ہے اور آپ کو تفصیل سے یہ بھی بتایا جاچکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے ہیں آپ کا آسمانوں پر زندہ اٹھایا جانا عظیم معجزہ ہے جسے قرآن مجید نے اپنے اچھوتے انداز سے بیان فرمایا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب آپ آسمانوں سے نازل ہوں گے! اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی تصدیق فرمائیں گے! دجال کو قتل فرمائیں گے! اور اسلام کا پورے عالم میں ڈنکا بجائیں گے اور اپنی عمر عزیز کا ایک حصہ امت محمدیہ میں گزار کر اس عالم فانی سے رخصت ہوجائیں گے اور سرکار دوعالم ﷺ کے پہلو میں آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آرام فرمائیں گے! آپ کی زندگی کا یہ پہلو بھی چونکہ ایک انوکھا اور نادر پہلو ہے اس لئے اسے بھی منکرین نے تعجب اور حیرت کی نظر سے دیکھا ہے، مگر ہمارے پاس ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ہے لیکن جس کے قلب و دماغ میں سلامتی موجود ہے۔ اسے قرآن وحدیث کے دلائل سے اطمینان ہوسکتا ہے اور ایسے افراد کی بھی کمی نہیں ہے جو قرآن وحدیث کی روشنی سے اپنے ایمان کو جلا بخشتے ہیں۔ اس لئے اب میں آپ حضرات کے سامنے ان دلائل و براہین کا ذکر کروں گا۔ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نازل ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کی زندگی کے اس پہلو پر

تفصیل سے روشنی پڑتی ہے!

میثاق انبیاء کی نمائندگی عیسیٰؑ کریں گے

قرآن مجید میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے میثاق کو بیان فرمایا گیا ہے جو عالم بالا میں لیا گیا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ.

اور یہ وقت قابل ذکر ہے جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے (یہ) عہد لیا کہ جب تمہارے پاس (خدا کی جانب سے) کتاب اور حکمت آئے۔ پھر ایسا ہوا کہ تمہاری موجودگی میں ایک رسول (ﷺ) آئے جو تصدیق کرتا ہو! ان کتابوں کی جو تمہارے پاس ہیں۔ ضرور تم اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ اللہ نے کہا کیا تم نے اقرار کیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں۔ ہم نے اقرار کیا۔ اللہ نے کہا۔ پس تم اپنے اس عہد پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں!

حضرات گرامی! ازل میں چونکہ اس میثاق کے اولین گواہ انبیاء علیہم السلام تھے، اسلئے اس میثاق کی عملی حیثیت کا تقاضا تھا کہ خود انبیاء ورسل سے بھی کوئی نبی یا رسول اس عہد و میثاق کا عملی مظاہرہ کر کے دکھائے! تاکہ یہ پہلا خطاب براہ راست موثر ثابت ہو! مگر **ثم جاء کم رسولٌ** میں عربیت کے قاعدہ کے مطابق ان تمام انبیاء ورسل سے خطاب تھا جو سرکار دو عالم ﷺ کی ذات اقدس سے پہلے اس کائنات ارضی میں مبعوث ہونے والے تھے، کیونکہ ازل ہی میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ مقرر ہو چکا تھا۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. سرکار دو عالم ﷺ کی صفت خاتم النبین اور ازل سے مقدر میثاق النبین کا اجتماع صرف اسی شکل میں ممکن تھا کہ انبیائے سابقین میں کوئی ایک پیغمبر حضور ﷺ کی بعثت کے بعد نزول فرمائیں اور وہ ان کی امت دنیائے انسانی کے سامنے خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لائیں اور دین حق کی مدد ونصرت کا مظاہرہ کریں۔

لتومنن بہ ولتنصرنہ کا وعدہ حق پورا ہو، اگر چہ تمام انبیاء ورسل اپنے اپنے زمانہ میں سرکار دوعالم ﷺ کی بشارات دیتے چلے آئے تھے، لیکن یہ خصوصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے حصے میں آئی کہ وہ سرکار دوعالم ﷺ کی بعثت کے لئے تمہید اور براہ راست منادو مبشر بنے اور بنی اسرائیل کو تعلیم دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ

انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد .

اور حقیقت میں یہ حق ہی خاتم الانبیاء بنی اسرائیل کا تھا کہ وہ خاتم الانبیاء والرسل کی بعثت کا مناد اور مبشر ہو!

اس لئے حکمت ربانی کا یہ فیصلہ ہوا کہ میثاق کی تصدیق ونصرت کے لئے انہی کو منتخب کیا جائے! اور اس معاملہ میں وہی تمام انبیاء ورسل کی نمائندگی کریں، تا کہ امتوں کی جانب سے ہی نہیں بلکہ براہ راست انبیاء ورسل کی جانب سے وفائے عہد کا عملی مظاہرہ ہو سکے! اسی حقیقت کے پیش نظر سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **انا اولی الناس بعیسی ابن مریم۔**

مگر قرآن چونکہ خدا کا آخری پیغام ہے اور **انا لہ لحافظون** کے وعدہ الٰہی نے رہتی دنیا تک اس کو تحریف سے محفوظ کر دیا ہے اس لئے قدرتی طور پر اس کی تعلیم کے ثمرات دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے مقابلے میں مدت طویل تک اپنا کام کرتے رہیں گے! اور اس کی روشنی سے قلوب کو گرمانے اور طاعت ربانی کے لئے مشتعل کرنے کے لئے علمائے امت انبیائے بنی اسرائیل کی طرح خدمت حق سرانجام دیتے رہیں گے! لیکن جب بعثت محمد ﷺ کو گزرے ہوئے بہت ہی طویل عرصہ گزر جائے گا! اور امت مرحومہ کے عملی قویٰ اور اجتماعی اعضاء میں انتہائی اضمحلال پیدا ہو کر یہ کیفیت ہو جائے گے! کہ ان کی بیداری اور تیز روی کے لئے صرف علمائے حق کی روحانیت ہی کافی ثابت نہیں ہوگی وہ وقت اس بات کا تقاضا کرے گا کہ کوئی قائم بالحجۃ ان کو سنبھالے اس لئے مشیت الٰہی نے یہ مقدر کیا کہ جو ہستی انبیاء ورسل کے میثاق ازل کی نمائندگی کے لئے مامور ہے اس کا ایسے ہی وقت نزول ہو اور وہ امت محمد ﷺ کے درمیان ہو کر ذات اقدس

کی نیابت اور امت کی امامت کا فرض سرانجام دے اور لتومنن بہ ولتنصرنہ کا عملی مظاہرہ کر کے دکھائے!

خطیب کہتا ہے

تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے وقت میں سرکار دوعالم ﷺ کی آمد کی پیش گوئی اور اپنی اپنی امت کو حضورؐ پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی!

مگر عیسیٰ علیہ السلام بنفس نفیس تشریف لا کر ایمان اور نصرت مصطفوی کا عملی مظاہرہ کریں گے!

اس آیت سے ثابت ہوا کہ نزول عیسیٰ اس لئے بھی ضروری ہے کہ ایمان ونصرت محمدی کا عملی مظاہرہ ہو سکے!

سبحان اللہ

قرآن کی دوسری گواہی

حضرات گرامی! جس طرح قرآن مجید نے لتومنن بہ ولتصرنۃ میں ایک بلیغ انداز سے نزول مسیح کے مسئلہ کو بیان فرمایا ہے اسی طرح ایک اور مقام پر نزول مسیح کے مسئلہ پر نہایت ہی شاندار انداز میں ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا. (نساء)

اور کوئی اہل کتاب میں سے باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ ضرور ایمان لائے گا۔ عیسیٰ پر اسکی موت سے پہلے اور وہ (عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کے دن ان پر (اہل کتاب پر) گواہ بنے گا۔ اس آیت کریمہ سے پہلی آیات میں وہی واقعہ مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صلیب پر چڑھایا گیا اور نہ قتل کیا گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب اٹھا لیا۔ یہ یہود و نصاریٰ کے اس عقیدہ کی تردید ہے جو انہوں نے اپنے زعم باطل اور اٹکل سے قائم کر لیا تھا! ان سے کہا جا رہا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق صلیب پر چڑھائے جانے اور قتل کئے جانے کا دعویٰ قابل لعنت ہے۔

اس آیت میں اس جانب توجہ جا رہی ہے کہ آج کا گر اس ملعون عقیدہ پر فخر کر رہے ہو تو وہ وقت

بھی آنے والا ہے جب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام خدائے برتر کی حکمت ومصلحت کو پورا کرنے کے لئے کائنات ارضی پر واپس تشریف لائیں گے! اور اس عینی مشاہدہ کے وقت اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) میں سے ایک موجود ہستی کو قرآن کے فیصلہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہے گا!

خطیب کہتا ہے

اہل کتاب تمام کے تمام ابھی تک عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے!

آپ کی وفات شریف سے پہلے قرآن کی روشنی میں ان کا ایمان لانا ضروری ٹھہرا۔

اس پیش گوئی کی صداقت تبھی ہوگی کہ عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں اور یہود ونصاری اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھیں اور پھر عظیم معجزہ کے ظہور پذیر ہونے کے بعد تمام کے تمام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں۔ اس لئے قرآن مجید کی صداقت کے مطابق اس وقت کا ابھی انتظار ہے جب تمام اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) ایمان لائیں گے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ عظیم واقعہ آپ کی وفات سے قبل ہوگا۔ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا ابھی ضروری ہے۔

قرآن کی تیسری گواہی

حضرات گرامی! قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ مَثَلَ عِیسٰی عِندَ اللہ کمثل آدم ....عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے ہاں ایسی ہے جیسے آدمؑ کی۔

اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آدم علیہ السلام کی جنت سے زمین کی طرف نزول ہوا تھی اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی نزول ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ نے ایسے انوکھے اور بے مثال واقعات رکھے ہیں جو خداوند قدوس کی قدرت کے عظیم شاہکار ہیں اس لئے قرآن مجید کی ان آیات سے نزول مسیح کا ایک بلیغانہ بیان ہے جو اپنے اندر اسرار ورموز کے کروڑں موتی لئے ہوئے ہے! ہبوط آدم اور نزول مسیح دونوں میں قدر مشترک ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔

قرآن مجید کی چوتھی شہادت

قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے کہ وَاَنَّـهُ لَعِلْمٌ لِلّساعَةِ

حضرات گرامی ! آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید کی آیات سے یہ ثابت کیا چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں اور وہ قیامت کے قریب آسمانوں سے نازل ہوں گے!

اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے سامنے ان احادیث کا تذکرہ کردیا جائے، جن سے حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد اور نزول مسیح کا مسئلہ بالکل بے غبار ہوکر سامنے آگیا ہے۔

پہلی حدیث

عن ابی هریدہؓ قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لایقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا ومافیها . (بخاری باب نزول عیسیٰ ابن مریم) مسلم باب نزول عیسیٰ

حضرت ابی ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور اتریں گے ۔تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک کرڈالیں گے اور جنگ کا خاتمہ کردیں گے !اور مال کی وہ کثرت ہوگی کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا اور حالت یہ ہوجائے گی کہ لوگوں کے نزدیک خدا کے حضور ایک سجدہ کرلینا دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔

حضرات گرامی ! اس حدیث میں صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم ہوجائے گی ! دین عیسوی کی پوری عمارت اس عقیدے پر قایم ہے کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو صلیب پر چڑھا دیا ہے جس سے وہ تمام انسانوں کے

گناہوں کا کفارہ بن گیا ہے۔ (معاذ اللہ) دوسرے انبیاء کی امتوں کے درمیان عیسائیوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے صرف عقیدے کو لے کر خدا کی پوری شریعت رد کردی۔ حتیٰ کہ خنزیر تک کو حلال کرلیا۔ جو تمام انبیاء کی شریعتوں میں حرام رہا ہے۔ پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر خود اعلان کردیں گے کہ نہ میں خدا کا بیٹا ہوں اور نہ میں نے صلیب پر جان دی ہے نہ کسی کے گناہ کا کفارہ بنا تو عیسائی عقیدے کے لئے سرے سے کوئی بنیاد ہی باقی نہ رہے گی! اسی طرح جب وہ بتائیں گے کہ میں نے نہ تو اپنے پیروؤں کے لئے خنزیر حلال کیا تھا اور نہ ہی ان کو شریعت کی پابندی سے آزاد ٹھہرایا تھا تو عیسائیت کی دوسری امتیازی خصوصیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا!

دوسری حدیث

عن ابی هريره رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال كيف انتم اذانزل ابن مريم فيكم و امامكم منكم . (بخاری مسلم)

حضرت ابی ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیسے ہو گے تم جب کہ تمہارے درمیان ابن مریم اتریں گے اور امام اس وقت خود تم میں سے ہوگا!

خطیب کہتا ہے

سبحان اللہ.............................امام امت محمدیہ سے ہوگا

اور مقتدی............................ابن مریم ہوں گے

کیا شان ہے مصطفےٰ کی امت کی!

قیادت ان کے گھر کی ہے

سیادت ان کے گھر کی ہے

امامت ان کے گھر کی ہے

سبحان اللہ

تیسری حدیث

عن ابی هريرهؓ ان النبی ﷺ قال ليس بينی وبينه نبی (يعنی عيسیٰ) وانه

نازل فاذارأیتموه فاعر فوه فانه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض بین ممصرتین کان راسه یقطر وان لم یصبه بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویهلک اللّٰہ فی زمانه الملل کلها الا الاسلام یهلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم توفی فیصلی علیه المسلمون .

(ابی داؤد . باب خروج الدجال)

حضرت ابی ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میرے اوران (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں۔ پس جب تم ان کو دیکھوتو پہچان لینا۔ وہ ایک میانہ قد آدمی ہیں ۔ رنگ مائل بسرخی و سپیدی ہے وہ زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا اب ان سے پانی ٹپکنے والا ہے۔ حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے! وہ اسلام پرلوگوں سے جنگ کریں گے! صلیب کو پاش پاش کردیں گے۔خنزیر کوقتل کردیں گے! خنزیرختم کردیں گےاوراللہ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام امتوں کوختم کردے گا اور وہ مسیح دجال کو ہلاک کردیں گےاورزمین میں وہ چالیس سال ٹھہریں گے! پھران کاانتقال ہوجائے گا!اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے!

عیسیٰ علیہ السلام کا سراپا

سرکاردوعالم ﷺ نے اس حدیث میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے مسئلہ کو نہایت واضح طور پر بیان فرمایاہے وہیں آپ کے نقش ونگاراورسراپا کوبھی بیان فرمادیاہے

میانہ قد

رنگ سرخی وسپیدی مائل

زرد رنگ کی دو چادریں پہنے ہوئے

بال اس طرح جیسے بھیگے ہوئے

مسیح علیہ السلام کے اس سراپا سے آپ کی پہچان آسان ہوجائے گی۔

کہاں یہ حسن کا پیکر .... مسیح

اور

کہاں قادیان کا بد شکل اور یک چشم گل دجال

ببیں تفاوت راہ کجاست تا بکجا

چوتھی حدیث

عن جابر بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیر ھم تعال فصل فیقول لاان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ .

حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ............ پھر عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے! مسلمانوں کا امیران سے کہے گا کہ آیئے آپ نماز پڑھایئے! مگر وہ کہیں گے نہیں!

تم لوگ خود ہی ایک دوسرے کے امیر ہو یہ وہ اس عزت کا لحاظ کرتے ہوئے کہیں گے جو اللہ نے اس امت کو دی ہے۔

پانچویں حدیث

مسلم شریف میں خروج دجال کے ذکر میں ارشاد ہوتا ہے کہ

.فاذا جاؤُ الشام خرج فبینا ھم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوٰۃ فینزل عیسیٰ ابن مریم (مسلم)

پس جب مسلمان ملک شام پہنچیں گے! تو دجال کا خروج ہوگا ابھی مسلمان اس کے مقابلہ میں جنگ کی تیاریاں کرر ہے ہوں گے۔ صفیں درست کرتے ہوں گے کہ نماز کے لئے اقامت ہونے لگے گی۔ اس درمیان میں عیسیٰ بن مریم کا نزول ہوگا۔ اور وہ مسلمانوں کی امامت کا فرض انجام دیں گے!

اس حدیث پاک سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اور پھر دجال کو قتل کرنا معلوم ہوتا ہے۔

حضرات گرامی! اس وقت تک میں نے پانچ حدیثیں آپ حضرات کے سامنے پیش کی ہیں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری اور ان کی تفصیلات سامنے آئی ہیں ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور دجال کے فتنہ کا استیصال فرمائیں گے اور پھر اسلام کا بول بالا ہوگا اور تمام باطل ملتیں مٹ جائیں گی اور صرف اسلام ہی دین غالب ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس رہیں گے اور بعض روایات کے مطابق آپ کی شادی ہوگی اور پھر آپ وفات پائیں گے اور آپ کی قبر مبارک سرکار دوعالم ﷺ کے روضہ انور میں ہوگی اور آپ ہمیشہ کے لئے پہلوے مصطفےٰ میں صدیقؓ وفاروقؓ کی معیت میں حجرہ صدیقہؓ میں آرام فرما ہوں گے۔

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشاء

عیسیٰ علیہ السلام روضہ رسول میں

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ

یدفن عیسیٰ مع رسول اللّٰہ ﷺ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعا۔ (درمنثور)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سرکار دوعالم ﷺ اور آپ کے دوساتھیوں کے ساتھ دفن کئے جائیں گے!

عن عائشہ (رضی اللّٰہ عنہا) قالت قلت یارسول اللّٰہ انی ارای انی اعیش من بعدک فتاذن لی ان ادفن الی جنبک فقال وانی لی بذالک من موضع قبری۔ وقبر ابی بکرو عمر وعیسیٰ ابن مریم (ترجمان السنۃ)

حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ میرا خیال ہوتا ہے شاید میں آپ کے بعد تک زندہ رہوں گی تو آپ مجھ کو اس کی اجازت دیں کہ میں آپ کے پہلو میں دفن ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا ایسے کیسے کرسکتا ہوں کیونکہ یہاں تو صرف میری قبر اور ابوبکرؓ وعمرؓ اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر مقدر ہے۔

خطیب کہتا ہے

روضہ رسول میں عیسیٰ علیہ السلام کے دفن کے بعد ابوبکرؓ وعمرؓ دو نبیوں کے درمیان ہوں گے۔
ایک نبی مبشِر ہوگا

دوسرا نبی مبشَر ہوگا
ایک نبی مصدِق ہوگا
دوسرا نبی مصدَق ہوگا
ایک نبی کی والدہ صدیقہ ہوگی
دوسرے نبی کی اہلیہ صدیقہ ہوگی

صدیقؓ............فاروقؓ............قیامت کو روضہ رسولؐ سے نکلیں گے۔
آگے محمد (ﷺ) ہوں گے
درمیان میں صدیقؓ و فاروق ہوں گے
پیچھے عیسیٰ بن مریم ہوں گے

کوئی آگے سے تیر چلائے گا تو محمد مصطفیٰؐ روکیں گے
اور کوئی پیچھے سے تیر چلائے گا تو عیسیٰ علیہ السلام روکیں گے
دشمن کو جو سوچ لینا چاہیئے !
صدیقؓ وفاروقؓ کے پہرے دار بہت مضبوط ہیں؟
حملہ کی نیت سے آگے نہ بڑھو، ورنہ منہ کی کھانی پڑے گی۔
پہلوے مصطفیٰؐ میں بنا آپ کا مزار
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

ذالک عیسیٰ بن مریم

....

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

پہلا خطبہ جمعہ ذیقعد

حقوق والدین

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْ ھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا. (سورہ بنی اسرائیل)

تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی پوجا مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو! اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تم ان کو (اونہہ) یعنی اف بھی مت کرو اور ان پر خفا نہ ہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان سے ادب عزت اور نرم لہجے میں بات چیت کرو اور انکے لئے اطاعت کا باز و محبت سے بچھا دو اور کہو اے پروردگار تو ان کی کمزوری میں ان پر ایسا ہی رحم فرما جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے مہربانی سے پالا پوسا ہے!

حضرات گرامی! اس وقت معاشرہ جن برائیوں اور خرابیوں میں مبتلا ہے۔ ہر شخص ان کے مذموم اثرات سے پریشان ہے ۔ ہر شخص پرانے وقتوں کی بات کر کے ان کے محاسن اور ان لوگوں کی خوبیوں کو یاد کر کے خون کے آنسو بہاتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ اے کاش وہ پرانے لوگوں کا اخلاق اور حسن معاشرت پھر سے لوٹ آئے اور موجود معاشرہ ان خوبیوں اور محاسن سے آراستہ پیراستہ ہو جائے ۔ اگر غور کیا جائے تو معاشرے کی یہ بے راہ روی خود بخود پیدا نہیں ہوئی، بلکہ اس کو دلانے میں معاشرے کا اپنا ہاتھ بھی ہے، اگر مسلمان اپنے بچوں اور بچیوں کو اس تعلیم اور تربیت سے آراستہ رکھتے جو ہمارے بڑوں نے اپنے بچوں اور بچیوں کو دی تھی تو یقیناً آج ہمارے معاشرے میں وہ برائیاں جڑ نہ پکڑتیں ۔ جنہوں نے ہمیں آج پریشان کر رکھا ہے میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی ہماری

تمام تر مرضوں کا علاج موجود ہے اور ایک ایک بیماری کو تلاش کر کے اس کا علاج آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔بشرطیکہ قرآن وسنت کے دارالشفاء کی طرف لایا جائے!

اس بات پر محنت کی جائے کہ قرآنی دارالشفاء میں آج بھی وہ دوا موجود ہے جو تمام برائیوں کو بیخ وبن سے اکھاڑ سکتی ہے۔اس سلسلہ میں جب قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو وہ بچوں کو خدا اور رسول کی اطاعت و پیروی کے بعد والدین کی عزت واحترام اور اعتماد کی بہت سختی سے تاکید کرتا ہے، کیونکہ والدین تعلیم وتربیت کا پہلا مدرسہ ہوتے ہیں جو بچے کی دینی ،اخلاقی تربیت کا ذریعہ بنتے ہیں۔اس لئے قرآن مجید بچے کو آوارگی سے بچانے کے لئے سختی سے اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ عبادت خداوندی کے ساتھ ساتھ والدین پر اعتماد اور ان کا احترام نہایت ضروری ہے تاکہ انکی نیک اور سچی سوچ بچے میں اچھی زندگی گزارنے کا سلیقہ پیدا کردے۔اس وقت جو آیت کریمہ میں نے آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کی یعنی معاشرے کے فرزندوں کو چھ باتوں کا حکم دیا ہے۔

(۱) اَلَّا تَعۡبُدُوۡ اِلَّا اِیَّاہُ.　　خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

(۲) وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَاناً　　اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

(۳) اِمَّایَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُ ھُمَا اَوۡ کِلَا ھُمَا فلاتَقُلۡ لَّھُمَا اُفٍّ !

اگر ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تم ان کو (اونہہ) اف بھی مت کہو۔

(۴) وَلَا تَنۡھَرۡ ھُمَا .　　اور نہ جھڑکو ان دونوں کو

(۵) وَقُلۡ لَّھُمَا قَوۡلاً کَرِیۡماً　　اور ان سے ادب عزت نرم لہجے میں بات کرو۔

(۶) وَاخۡفِضۡ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ ۔اور ان کے لئے اطاعت کا باز ومحبت سے بچادو

(۷) وَقُلۡ رَبِّ ارۡحَمۡھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیۡ صَغِیۡراً .

اور کہہ اے پروردگار! تو ان دونوں پر رحم فرما۔جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا اور پوسا ہے۔

ادب والدین کی دفعات

حضرات گرامی ! قرآن وسنّت کے معاشرے میں والدین کو جو اسلامی حقوق دیئے گئے ہیں۔قرآن حکیم نے ان کو چھ دفعات میں تقسیم فرمایا ہے۔

اوّلاً

والدین کے ساتھ احسان کرو۔احسان کا معنی یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے !جہاں اپنے بچوں کے لیے بیوی کے لیے اچھی پوشاک کا اہتمام ہو وہیں والدین کے لیے بھی اسی طرح کا انتظام ہو۔سفر میں اور حضر میں جو چیزیں اور جو باتیں اپنے لیے پسند کی جائیں وہی والدین کے لیے بھی پسند کی جائیں۔رہن سہن میں جو سلیقہ اور صفائی اپنے لیے پسند ہو وہی ان کے لیے پسند کی جائے۔کھانے پینے۔علاج معالجے۔تہذیب وتمدن میں کوئی پہلو ایسا نہ ہو جو ان کے لیے تکلیف دہ ہو، بلکہ ان کی پسند و ناپسند میں ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور انہیں ہر طرح اور وقت خوش رکھا جائے ! دینی اور دنیاوی زندگی میں وہ ہر طرح سے حسن سلوک کے مستحق ہیں۔یہ دفعہ ہر اس بچے کے لیے ہے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمدّ رسول اللہ پڑھ کر اسلام کے دائرہ اخلاق میں آ گیا ہے!

ثانیاً

جب والدین کو بڑھاپا آ جائے تو انہیں اُف تک نہ کہو، کیونکہ بڑھاپا انسانی زندگی کا کمزور ترین دور ہوتا ہے۔اس وقت جوان فرزند اپنے پورے جوبن پر ہوتا ہے۔تمام خاندان اس کے سامنے اس کا دریوزہ گر ہوتا ہے۔اس لیے اس کی اکڑی ہوئی گردن کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتی۔اس لیے قرآن مجید نے اس جوان فرزند سے فرمایا کہ اے اکڑے ہوئے نوجوان فرزند کبھی تجھ پر یہ وقت آ سکتا ہے اس جوانی اور طاقت نے تیرے ساتھ بھی اس طرح بے وفائی کرنی ہے جس طرح تیرے جوان والدین کو بڑھاپے کی سرحدوں تک پہنچا دیا۔اگر تو یہ چاہتا ہے کہ تیری اولاد بھی بڑھاپے میں تیرا احترام کرے اور تجھے بات بات پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے تو تجھے بھی چاہیئے کہ اپنے

والدین سے اف تک نہ کر۔ کیونکہ وہ بوڑھے ہیں۔ بوڑھے میں چڑ چڑا پن ہوتا ہے۔ بوڑھے میں قوت برداشت کم ہوتی ہے اور بڑھاپہ بھی تو سمجھتا ہے کہ میری تربیت نے میری دلائی ہوئی تعلیم نے اس نوجوان بیٹے کی یہ عزت یہ دولت یہ جوانی دی ہے۔ اس لئے اگر اس سے سخت سست کہہ بھی لیا تو اسے مت تم کچھ کہو۔ اس کے ساتھ اونچی آواز سے مت بولو۔ اسے اف نہ کہو، کیونکہ اس نے تمہیں یہ سب بہاریں دی ہیں۔ اس نے تمہیں یہاں تک پہنچانے کے لئے اپنی جوانی کی بہاریں لٹادی ہیں۔ اس لئے قرآن نے بیٹوں کو والدین کے حقوق کی اس دفعہ نمبر۲ سے اخلاقی ضابطے کا پابند کردیا۔

ثالثاً

والدین کو جھڑکنا مت ....!

اس تیسری دفعہ میں اُس تلخی سے روکا گیا ہے جو نوجوان اولا عالم شباب کی مستی میں والدین سے روا رکھتی ہے۔ والدین اگر کوئی معمولی سا کام بھی اولاد اور اکڑی ہوئی گردن والے فرزند کے مزاج کے خلاف کردیتے ہیں تو بس قیامت برپا ہوگئی۔ والدین کی وہ جلی کٹی سنائیں کہ الامان والحفیظ دنیا جہان کی مغلظات۔ بیہودہ بکواس اور قلب وجگر کو جلا دینے والی گفتگو کی جاتی ہے کہ بس بوڑھے والدین اس طرح بے بسی کی تصویر بن جاتے ہیں کہ ان کا وجود سراپا التجاء اور بے روح جسم نظر آتا ہے۔ ٹوٹے ہوئے دلوں سے دھواں نکلتا ہے کہ اے اللہ مجھے اس رسوائی کی زندگی سے بہتر ہے کہ موت دے دے!

والدین کی بے بسی کا یہ منظر نہایت ہی المناک ہوتا ہے کہ اس طرح کی بدتمیزی اور زبان درازی سے اولاد کو روکنے کے لئے اس دفعہ نمبر۳ کا نفاذ ہوا کہ دیکھنا والدین کو ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکنا مت کہیں ان کا دل ٹوٹ کر عرش اعظم ہی کو ہلا کر نہ رکھ دے اور تمہارے تمام زر وزور ٹوٹ جائیں اور تم مارے مارے پھرو اور ہر دروازے تمہیں اوئے توئے ہونے لگ جائے اس لئے خبردار والدین کو جھڑکنا نہیں ہوگا!

رابعاً

والدین سے عزت واحترام اور ادب سے گفتگو کرنا۔ اس چوتھی دفعہ میں گفتگو میں ادب ملحوظ رکھنے کا حکم ہے۔ کہیں ایسی ناشائستہ گفتگو نہ کرنا کہ والدین تمہاری بدتمیزی کی وجہ سے دل ودماغ کو زخمی پائیں۔ ان سے انداز گفتگو مہذب ہو، اور شیریں ہو !

خامساً

ان کے لئے اطاعت کا باز ومحبت سے پھیلا دے اس پانچویں دفعہ سے مراد یہ ہے کہ ان کے احکامات اور ارشادات کے سامنے سراپا اطاعت ومحبت بن جا۔ ان کے لئے تیرا عمل خوشی اور مسرت کا باعث بن جائے تیرے کسی عمل سے ان کو دکھ اور تکلیف نہ پہنچنے پائے۔

سادساً

والدین کے لئے دعا...... کرتے رہو۔ زندہ ہوں تو ان کی دینی اور دنیاوی زندگی میں حسن وخیر کی دعا کرتے رہیں اور اگر فوت ہوگئے ہوں تو ان کی مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔ یعنی ان کے لئے ایصال ثواب اور صدقات جاریہ کا اہتمام رکھیں، تاکہ ان کی قبر روشن ہو اور آخرت میں ان کو سکون اور چین نصیب ہو!

كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْراً ....قرآن حکیم کے اس جملہ نے تو عجیب ہی سماں باندھ دیا ....اس میں اولاد کو ان کا بچپن یاد دلایا ہے کہ دیکھو۔ تمہارا بچپن پورے کا پورا مرہون منت ہے۔ تمہارے والدین کا۔

تمہیں بھوک لگتی تھی	تو	رحم والدین کو آتا تھا
تمہیں پیاس لگتی تھی	تو	رحم والدین کو آتا تھا
تمہیں سردی اور گرمی لگتی تھی	تو	رحم والدین کو آتا تھا
تمہیں بیماری لاحق ہوتی تھی	تو	رحم والدین کو آتا تھا
تمہیں کوئی دکھ تکلیف پہنچتی تھی	تو	رحم والدین کو آتا تھا

اب والدین کے بڑھاپے کے وقت تمہیں ان پر رحم اور شفقت کا رویہ اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ والدین تمہارے محسن ہیں ۔اور والدین تمہاری تربیت کے لئے شب روز اپنی زندگی کا قیمتی حصہ صرف کر چکے ہیں۔ خداوند قدوس کے حضور دعا کرو کہ اے اللہ جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی میں اس کا صلہ نہیں دے سکتا ۔اب آپ ہی اپنی ذات کریم سے ان پر اپنی رحمت اور شفقت کا دروازہ کھول دے ۔گویا کہ اس آیت کے دعائیہ الفاظ میں بتادیا گیا کہ اے انسان تو اپنے والدین کی خدمت کا حقیقی صلہ نہیں ادا کرسکتا ۔اسے اپنے خدا کے سپرد کردے کہ وہ اپنے رحمت کے خزانوں کو تیرے والدین پر نثار کردے ۔

سبحان اللہ

یہاں تک والدین کے حقوق کی چھ دفعات کا تذکرہ ہوا ہے ۔اب قرآن مجید کی ان آیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے ۔جن میں گاہے بگاہے ۔والدین کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید ہوتی رہتی تھی !

والدین نے مصائب کے پہاڑ اٹھائے

حضرات گرامی ! بچپن انسان کا ایک ایسا غیر شعوری دور ہے جس میں والدین بہت ہی مشقتیں اٹھا کر بچے کو عالم شعور لاتے ہیں ۔اس دور کا ایک ایک لمحہ ایک احسان شناس بچے کے لئے سبق آموز اور والدین کی خدمت پر مستعد کرنے کیلئے ایک مہمیز کا کام دیتا ہے ۔قرآن مجید انسان کے اس دور کا نقشہ اس انداز سے کھینچتا ہے کہ والدین کے لئے ہمیشہ ہمیشہ بچے کو اطاعت کی باہیں بچھا دینی چاہیئے ۔چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَوَصینا الانسان بوالدیه احسانا حملته امه کرها ووضعته کرها وحمله وفصا له ثلثون شهرًا حتّٰی اذا بلغ اشده وبلغ اربعین سنة قَالَ رب اوزعنی ان اشکَر نِعُمتَکَ الَّتِیُ انعمت علیّ وعلیٰ والدی وان اعمل صالحا ترضاه واصلح لی ذریتی انی تُبُتُ الیک وانی من المسلمین .

(سورہ احقاف)

اور ہم نے انسان کو تاکید کرکے کہہ دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا ۔اس کی ماں نے

اس کو تکلیف کر کے پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف کر کے جنا، اور تیس مہینوں تک اس کو پیٹ میں رکھا اور دودھ چھڑایا۔ یہاں تک کہ وہ بچے سے بڑھ کر جوان ہوا اور چالیس برس کا ہوا اس نے کہا کہ میرے پروردگار! مجھ کو توفیق دے کہ تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر احسان کیا ہے اور اس کی کہ میں وہ کام کروں جس کو تو پسند کرے اور میری اولاد کو نیک کر۔ میں تیری طرف لوٹ کر آیا اور میں تیرے فرمانبرداروں میں سے ہوں!

خطیب کہتا ہے

اس آیت میں ماں کے بچہ کے لئے مصائب اٹھانے کے تین مرحلے بتائے گئے ہیں۔

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهاً. ماں نے نہایت تکلیف سے بچے کو پیٹ میں رکھا۔

وَوَضَعَتْهُ كُرْهاً. اور نہایت تکلیف سے بچے کو جنا۔

حَمْلُهٗ وَفِصَا لُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْراً. تیس مہینوں تک اس کو دودھ پلایا۔ اور اٹھائے پھرتی رہی!

بچے پر یہ تین دور ماں کی زندگی میں آئے۔ ماں نے مشقتیں اٹھا کر ان تینوں ادوار میں بچے کے ساتھ خوب نبھائی۔ حمل کی مشقتوں سے دوچار ہوئی مگر اپنے لاڈلے کے لئے سب کچھ برداشت کیا!

ولادت کی مشقتیں اٹھائیں۔ مگر اپنے لاڈلے کیلئے سب کچھ برداشت کیا۔

اڑھائی تین سال اسے اٹھائے پھرتی رہی۔ اسے دودھ پلاتی رہی۔ اس کے پنگھوڑے ہلاتی رہی۔ اس کے لاڈ اور ناز اٹھاتی رہی۔ سردیوں کی رات کو اٹھ اٹھ کر اسے ڈھانپتی رہی۔ اس کے پیشاب سے گیلے بچھونے پر خود سوتی رہی اور خشک بچھونا اس کے لئے بچھاتی رہی۔ اپنے جسم کی گرمی سے اس کو آرام اور گرمی پہنچاتی رہی۔ گرمیوں میں تمام رات اپنے دوپٹے سے اس کو ہوا جھیلتی رہی۔ اب جب بچہ عالم شعور کو پہنچا تو اس کے لئے اچھا کھانا پکاتی رہی۔ اس کی تعلیم کا انتظام کرتی رہی۔ اپنے کھانے سے اچھی چیزیں بچا کر اپنے لاڈلے کے لئے چھپا کر رکھتی رہی تاکہ میرا لاڈلا اچھی چیز کھائے۔ میری خیر ہے! میرا لاڈلا نہ ترسے۔ وہ بھوکا نہ رہے۔ اس کو نہ دکھ پہنچے۔ اس کی

راحت اور آسانی کے لئے وہ سب کچھ کر گزری جو ماں کے بس میں تھا! ایک طویل مدت اس کی تربیت کی۔ اسکو پالا پوسا۔ اس کی بلائیں لیں۔ اس پر سب کچھ وارے نیارے کر دیا۔ اب جب اس کی جوانی آئی تو اس نے والدین کو کیا صلہ دیا! یہی نا؟ کہ بیوی کے کہنے سے ان کی بے عزتی کی۔ ان کو گھر سے الگ کر دیا۔ ان پر جیون تنگ کر دیا۔ ان کا دل دکھانے کے لئے بیوی کی زبان درازیوں کو تحفظ دیا۔ دکان سے اور دفتر سے واپس آ کر خود والدین پر ستم کے پہاڑ توڑے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ماں کے احسانات یاد دلا کر اس کی بچپن میں مشقتیں یاد دلا کر انسان کو اس بات کا حکم دیا کہ دیکھنا والدین کے ساتھ بدتمیزی اور بدسلوکی نہ کرنا کیونکہ والدین نے بالعموم اور تیری والدہ نے بالخصوص تیرے لئے زندگی کے نہایت ہی کٹھن دور گزارے ہیں۔ ان کا صلہ حسن سلوک رواداری۔ محبت عزت واحترام سے دینا۔ یہی قرآن کی ہدایت ہے۔ جس نے اسلام کے فرزندوں کو والدین کے لئے سراپا نیاز اور اخلاص بنا دیا تھا!

ماں کا احترام دو تاریخی واقعے

سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپ نے اپنی چادر مبارک اتار کر سیّدہ حلیمہ سعدیہؓ کے قدموں تلے بچھائی۔ صحابہ کرام حیران ہوئے کہ یہ سعادت مند خاتون کون ہے جس کے پاؤں تلے نبوت نے اپنی چادر بچھا دی............ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حلیمہ سعدیہ ہے............ جس نے حضورؐ کو دودھ پلایا تھا۔ جو حضورؐ کو بچپن میں لے گئی تھیں۔ یہ تھا رضاعی ماں کا اعزاز جو سرکار دو عالم ﷺ نے خود فرمایا تھا۔ اس سے ماں کی عظمتوں اور رفعتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح تاریخ کے دامن میں حضرت اویس قرنی کا وہ واقعہ بھی ناقابل فراموش ہے کہ جب انہیں حضور ﷺ پر یمان لانے کی سعادت نصیب ہوتی ہے تو آپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں، لیکن ماں کی شدید علالت اور ان کی خدمت کی وجہ سے حاضری سے معذور رہے۔ مگر سرکار دو عالم ﷺ کو آپ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ آپ نے اویس قرنیؓ کی ماں کی خدمت کی وجہ سے ان کی تحسین فرمائی۔ اس معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کی نظر میں ماں کی عزت واحترام کا پہلو بہت ہی ممتاز تھا۔

سچ ہے، ماں جنت کا نشان!

خدائی آرڈی نینس

اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق کو مختلف مقامات پر مختلف انداز مین بیان فرمایا ہے۔قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق کا آرڈی ننس ان الفاظ میں نافذ فرمایا کہ

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ. حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهُ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْلِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ.

اور ہم نے انسان کو جتلا دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔اس کی ماں نے اس کو تھک تھک کر پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا۔وہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر گزار ہو، میرے ہی پاس پھر آنا ہے!

خطیب کہتا ہے

اس آیت میں ماں کا خصوصی ذکر اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ماں کا کردار بچے کی تربیت میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔اس لئے ماں کی عزت بہت زیادہ ہونی چاہیئے!

یہ بھی قدرتی بات ہے کہ بڑھاپے میں سب سے زیادہ بے بسی کی زندگی ماں ہی گزارتی ہے۔ اس لئے اس کی طرف بار بار توجہ دلائی جا رہی ہے!

ویسے بھی ماں کی گود بچے کے لئے پہلا مدرسہ ہوتی ہے۔

ماں ہاجرہ ہو تو.........................بچہ اسماعیلؑ پیدا ہوتا ہے

ماں مریم ہو تو.........................بچہ عیسیٰؑ پیدا ہوتا ہے

ماں آمنہ ہو تو.........................بچہ محمدؐ پیدا ہوتا ہے

ماں فاطمہ ہو تو.........................بچہ حسینؓ پیدا ہوتا ہے

یہی مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا
انہی گودوں میں انسان نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا

ماں کا دودھ بھی رنگ لاتا ہے اس لئے خداوند قدوس نے ماں کے دودھ کا تذکرہ کیا!

ماں کی گود بھی اثر انداز ہوتی ہے۔س لئے خدا نے ماں کی گود کا تذکرہ فرمایا!

والدین کی عزت ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک اور مقام پر والدین کے حقوق کی طرح توجہ دلائی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى

اور عبادت اللہ کی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور روالدین کے ساتھ احسان کرو اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ یتیموں، مسکینوں اور ہمسایوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو !

اس آیت کریمہ میں بھی اسی مضمون کو بیان فرمایا گیا ہے جو پہلی آیات میں بیان ہو چکا ہے گویا کہ قرآن مجید میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کے مسئلہ کو نہایت تاکید کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے اور ہر مسلمان فرزند کو اپنی زندگی کا اسے منشور بنالینا چاہیئے !

والدین سے حسن سلوک انبیاءؑ کی صفت ہے

حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مشہور ہے کہ جب آپ نے رورو کر اللہ تعالیٰ سے بیٹا مانگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو خوشخبری دی۔

فَبَشَّرْ نٰهُ بِغُلَامٍ..................... اُسْمُهُ يَحْيٰى

ہم نے زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی..................اور اس کا نام بھی یحییٰ ہوگا (اللہ تعالیٰ نے خود ہی تجویز فرمایا)

نبی میرا ہوگا۔اس خدا کے نبی اور زکریا علیہ السلام کے فرزند کی خصوصی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَبَـرّاً بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّاراً عَصِيّا . یعنی یحییٰ علیہ السلام اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا ہوگا اور خودسر نہیں ہوگا۔اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے ہی میں ارشاد فرمایا تھا کہ **وَبَـرّاً بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّاراً شَقِيّاً**.اور نیک سلوک کرنے اپنی ماں سے نہیں بنایا

مجھے بدنصیب یعنی ماں باپ کی گستاخی کرنے والا۔

اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جواب میں یہ عرض کرنا کہ **یَـاَابَـتِ افْعَلْ مَاتُؤْمَرُ** . اے والد گرامی کر گزریں جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ یہ سعادت مند فرزند کا والد کی تکریم اور اطاعت کا بے مثال مظاہرہ تھا۔ جسے قرآن نے نہایت ہی پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ تین انبیاء کرام کے ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک نہ صرف احکام خداوندی سے ثابت ہے، بلکہ انبیائے کرام نے بھی عملاً والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ایک حسین نمونہ چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کے عمل سے بہرہ ور فرمائے!

حضرات گرامی! آپ حضرات نے قرآن سے والدین کے درجات اور ان کے حقوق وفرائض کے مسئلہ کو نہایت تفصیل سے سماعت فرمایا ہے۔ اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کے سامنے ان ارشادات رسول اللہ ﷺ کا ذکر کر دوں جن میں والدین کے حقوق ادا کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

ماں کی نافرمانی حرام ہے

سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات (بخاری)

خدا نے ماؤں کی نافرمانی تم پر حرام کر دی ہے

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ

ثلثه لایدخلون الجنة العاق لوالدیه والدیوث والرجلة (نسائی)

تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

☆ ماں باپ کا نافرمان

☆ دیوث

☆ مردوں سے مشابہت کرنے والی عورت۔

سرکار دوعالم ﷺ کے ارشادات عالیہ سے معلوم ہوا کہ والدین کی ناراضگی انسان کو جہنم میں لے جائے گی۔اس لئے انسان کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے کہ والدین کو خوش رکھا جائے اوران کی ہر اعتبار سے دل جوئی کی جائے !

والدین کی فرمانبرداری سے رب راضی ہوگا

سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد (ترمذی)

خدا کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور خدا کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

یارسول اللّٰہ ماحق الوالدین علی ولدھما قال ھما جنتک ونارک

(ابن ماجه)

یارسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے!

فرمایا تیری جنت ودوزخ وہی دونوں ہیں

اس حدیث میں جنت ودوزخ کا سبب والدین کی ناراضگی اور خوشی کو قرار دیا ہے!

والدین کی خدمت اوران سے حسن سلوک جنت کا باعث ہوگا اوران کی ناراضگی جہنم کا باعث ہوگی۔قرآن مجید نے جس حسن سلوک کا ارشاد فرمایا تھا حدیث میں اسی کی تاکید فرمائی جارہی ہے!

رحمت کی نظر

ایک حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ان رسول اللّٰہ ﷺ قال مامن ولد باریـنظر الی والدیه نظرة رحمة الاکتب اللّٰہ له بکل نظرة حجة مبرورة (مسلم شریف)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ جو نیکی کرنے والا فرزند اپنے ماں باپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو خدا اس کے لئے ہر مرتبہ دیکھنے کے بدلے میں اس کے اعمال نامے میں ایک حج مقبول کا ثواب لکھتا ہے!

حج مبرور ایک عظیم سعادت ہے جو کسی خوش نصیب کو حاصل ہوتا ہے۔اس حدیث میں یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح خداوند قدوس ایک حج کرنے والے سے خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایسے شخص کو بھی اپنی رضا اور مسرت سے مالا مال فرماتے ہیں جو والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری پر کمربستہ رہتا ہے۔گویا کہ حج کی طرح یہ بھی ایک بہت بڑی نیکی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ

من اصبح مطیعاً للّٰہ فی والدیه اصبح له با بان مفقو حان من الجنة فان کان واحد فواحداً ومن اصبح عاصیاً للّٰہ فی والدیه اصبح له با بان مفتوحان من النار (بیهقی)

جو شخص والدین کے حق اطاعت ادا کرنے میں خدا کا فرمانبردار ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر والدین سے ایک زندہ ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھلتا ہے اور جو شخص والدین کے حق میں خدا کا نافرمان ہوتا ہے تو اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں!

والدین کے لئے دعا

اللہ تعالیٰ نے جہاں اولاد کو والدین کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے وہیں پر اولاد کو والدین کے لئے دعا کرنے کی بھی ترغیب دی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَارَ بَّيَانِىْ صَغِيْراً (سورہ بنی اسرائیل)

اے میرے پروردگار! جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے اور میرے حال پر وہ رحم کرتے رہے ہیں اس طرح تو بھی ان پر اپنا رحم کی فرما۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کرتے وقت یہ کہا

رَبَّنَا اغْفِرْلِىْ وَلِوَالِدَىَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراهيم)

ابراہیم علیہ السلام نے دعا کرتے یہ بھی کہا کہ اے ہمارے پروردگار جس دن اعمال کا حساب ہونے لگے مجھ کواور میرے ماں باپ کواور سب ایمان والوں کو بخش دیجیو !

نوح علیہ السلام کی دعا

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا.

نوح علیہ السلام نے قوم کی طرف سے مایوس ہوکر یہ دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھ کواور میرے ماں باپ کواور جوشخص ایمان لاکر میرے گھر میں پناہ لینے آیا ہے اس کواور عام ایمان لانے والے مردوں اور عورتوں کو بخش دے اور ایسا کر کہ ان ظالموں کی تباہی روز بروز بڑھتی چلی جائے !

حضرات گرامی ! آپ حضرات کے سامنے قرآن وحدیث کی روشنی میں حقوق والدین کے مسئلہ پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے ۔امید ہے آپ حضرات مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور فرمانے کے بعد والدین کو ان کا اصلی مقام اور حقیقی منصب عطا کریں گے !اور کوئی دقیقہ والدین کی خدمت سے فروگزاشت نہیں کریں گے ! والدین کی حقیقی مسرتیں ہی خدا اور رسول کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں گی ! اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدا اور رسول کی مرضیات کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے !

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّاالْبَلَاغُ الْمُبِیْن

....

دوسرا خطبہ ذیقعد

توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ . (تحریم)

اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو ممکن ہے تمہارا رب تمہارے گناہ دور کردے اور تمہیں ایسی جنتوں میں پہنچادے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

حضرات گرامی! انسان گناہ وعصیان کا پتلا ہے۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں ان سے گناہ کا صادر ہونا محال ہے، مگر عام انسان خطاء اور نسیان میں مبتلا ہوتا رہتا ہے، گناہ ہوجانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، مگر گناہ پر قائم رہنا اور اس پر اصرار کرنا باعث تعجب بھی ہے اور قابل رحم بھی۔

گناہ کا تعلق چونکہ بندے سے ہے اور بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس بات کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ اے انسان اگر تجھ سے گناہ ہوگیا ہے اور تجھے اس پر دل شرمندگی ہے تو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے دروازے پر آکر گناہوں کی معافی مانگنا تیرا کام ہے اور گناہوں کو معاف کرنا میرا کام ہے! چنانچہ قرآن مجید میں بار بار اس بات کی طرف انسان کو متوجہ کیا گیا ہے کہ اگر تم سے کوئی گناہ ہوگیا ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کے دربار میں توبہ کی درخواست دائر کردو۔ اس کے دربار عالیہ سے یقیناً تمہیں بخشش، مغفرت اور معافی کا سٹیفکیٹ مل جائے گا۔

اس آیت کریمہ میں بھی سچی توبہ کا حکم دیا گیا ہے۔ سچی توبہ کا صلہ یہ دیا جائے گا۔ یُکَفِّرُ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ۔ تمہارے گناہ بھی مٹادیئے جائیں گے!

یعنی اگر تم آئندہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرتے ہو تو نہ صرف تمہارے موجود گناہ معاف کردیئے

جائیں گے، بلکہ ماضی کے گناہوں کو بھی یکسر مٹا دیا جائے گا۔ یہ خداوند قدوس کا اتنا بڑا احسان ہے جو ہر انسان کو گناہوں سے معافی مانگنے کے بعد عطا کیا جاتا ہے!

اس لئے　　　باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ

گناہ گارو چلے آؤ

یہ عجیب بات ہے کہ اگر کسی انسان نے کسی انسان کے بارے میں کوئی غلطی کی ہو یا کوئی جرم کیا ہو تو وہ انسان اپنے مجرم کو تلاش کرتا پھرتا ہے اور تھانے میں رپورٹ کرتا ہے کہ اس کو پکڑا جائے ۔ وہ میرا مجرم ہے۔ اس نے میرے ساتھ فلاں زیادتی کی ہے اور فلاں جرم کیا ہے۔ نمبردار اس مجرم کو پکڑنے کے لئے کوشش کرتا ہے۔ پولیس اس کے پکڑنے کے لئے جگہ جگہ چھاپے مارتی ہے، مگر قربان جاؤں اس ذات غفور رحیم کے کہ وہ اپنے مجرموں کو اعلان کر کے بلاتی ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ اے گناہ گارو۔ اور اے مجرمو............ اگر تم سے جرم ہو گیا ہے اور اگر تم سے گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہے تو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے آ جاؤ میرے دروازے پر میرا دروازہ سنبھال لو۔ میری چوکھٹ پر جھک جاؤ۔ میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ یعنی انسان اپنے مجرم کو سزا دے کر راضی ہوتا ہے اور رحمان اپنے مجرم کو رہائی دے کر خوش ہوتا ہے!

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (سورہ نور)

اے ایمان دارو! تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ (یعنی توبہ کرو معافی چاہو) تا کہ تم نجات پا جاؤ۔

گویا کہ راہ نجات اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں ہے، توبہ کرنے میں ہے اور ہمہ وقت اس کی ذات گرامی کی طرف رجوع کرنے میں ہے!

توبہ کرنے والا خدا کا پسندیدہ ہے

قرآن مجید میں ایک مقام پر توبہ کرنے والوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ان کی تحسین کی گئی ہے اور انہیں بشارت دی گئی ہے! چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ. (التوبہ)

وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے۔عبادت کرنے والے۔حمد کرنے والے۔روزہ رکھنے والے۔رکوع کرنے والے۔سجدہ کرنے والے۔نیک باتوں کی تلقین کرنے والےاور بری باتوں سے روکنے والےاور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والےاور ایسے مومنین کوخوشخبری سنا دیجئے۔

اس آیت کریمہ میں التائبون کو مقدم کر کے دراصل توبہ کرنے والوں کی صفت حمیدہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔یہ صفت خداوند قدوس کو بہت ہی پسندیدہ ہے !

بخشش کی خوشخبری سنادو

خدا کی صفت رحمت اور مغفرت سب سے وسیع ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ

نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّی اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم. (سورہ الحجر)

میرے بندوں کو آگاہ کردو کہ میں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا ہوں!

اس آیت کریمہ میں خدائی بخشش کا عام اعلان کیا ہے کوئی گناہ گار خدا کے اس اعلان کے بعد اس کے دروازے پر جائے اور اپنے گناہ بخشوالائے!

بخشش کا دریا جوش میں ہے اور گناہ گاروں کے گناہ دھونے کے لئے موج میں ہے اس کی موجیں گناہوں کو اپنے دامن میں بہار کرلے جائیں گی۔اس لئے گناہ گارو بھاگو اور در رحمت سے جھولیاں بھرلاؤ!

گناہ گار مایوس نہ ہوں

جو گناہ گار ہیں اور اپنے گناہوں کی وجہ سے مایوس ہیں۔ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

قُلْ يٰعِبَادِیَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (سورہ زمر)

میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ!

مایوسی کو امید سے بدلنے والا۔ گناہ کو مٹانے والا اور گناہ گار کو اپنے دامن رحمت میں چھپانے والا وہ ذات واحد ہے جس نے اپنے بندے کو پیدا کیا ہے جس ذات کریم نے انسان کو پیدا کیا ہے وہی اس کی غلطیوں کو معاف کرنے والا اور اس کے گناہوں کو رحمت کے پانی سے دھونے والا ہے، کیونکہ اسی کی رحمت انسان کے تمام گناہوں پر بھاری ہے!

ان آیات بینات سے معلوم ہوا کہ توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیئے اور اپنے گناہوں کی کثرت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحمت فرماتے ہوئے ضرور اس کے گناہوں کو معاف فرمائے گا!

سچی توبہ کرنے والوں کے سچے واقعات

سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے۔ اس کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا تو اس نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص ہے جس سے میں اپنی توبہ کے متعلق سوال کرسکوں کہ کیا اس قدر قتل عام کے بعد میرے لئے کوئی توبہ کی شکل ہوسکتی ہے۔ لوگوں نے اسے ایک نیک آدمی کا پتہ بتایا تو اس نے نیک آدمی کے پاس جا کر پوچھا کہ کیا میرے لئے توبہ کی کوئی شکل بن سکتی ہے۔ اس کے جواب میں اس نیک آدمی نے مایوس کن جواب دیتے ہوئے کہا کہ تمہارے لئے کوئی توبہ کی شکل نہیں ہے، اس نے اسی وقت اس نیک آدمی کو بھی قتل کر دیا اس طرح اس کے قتل کی تعداد سو ہوگئی۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا کوئی اور ہے جس سے میں اپنی توبہ کے متعلق دریافت کرسکوں۔ لوگوں نے اسے پھر ایک آدمی کا پتہ بتایا اس نے جا کر اس عالم سے دریافت کیا کہ کیا میرے لئے توبہ کی کوئی شکل موجود ہے، کیونکہ اس وقت تک سو آدمی کو قتل کر چکا ہوں۔ اس عالم نے جواب میں کہا کیوں نہیں! تمہاری توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ اس عالم نے کہا کہ فلاں بستی میں چلے جاؤ!

فان بها انا ساً یعبدون اللّٰه فیها فاعبد اللّٰه تعالیٰ معهم .

وہاں کچھ لوگ رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔تم بھی ان کے ساتھ قیام کرو اور عبادت میں شریک ہو جاؤ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمالیں گے۔

اس عالم کی یہ بات سن کر یہ شخص پڑا۔ابھی راستہ میں ہی تھا کہ فرشتہ موت آ پہنچا اور اس کی روح قبض کر لی گئی۔جس وقت روح قبض ہوگئی تو **فاختصمت فيه ملائكة الرحمة و ملائكة العذاب** ....ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب آ گئے اور آپس میں جھگڑنے لگے۔رحمت والوں نے کہا کہ ہمارا ہے اسے ہم لے جائیں گے اور عذاب والوں نے کہا کہ یہ ہمارا ہے اسے ہم لے جائیں گے!

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے کہا کہ ایسے کرو کہ جہاں سے یہ چلا ہے اور جس بستی کی طرف جارہا ہے۔دونوں کی پیمائش کرلو اگر توبہ کی نیت سے سفر زیادہ کر کے بستی کے قریب آ گیا ہے تو رحمت کے فرشتے لے جائیں اور اگر سفر کم کیا ہے تو فرشتہ عذاب لے جائے۔جب زمین کو ماپنے لگے تو ابھی سفر کم ہوا تھا،مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نے جوش میں آ کر زمین کو حکم دیا کہ سمٹ جا اور جس طرف وہ توبہ کے لئے جارہا تھا اس کے فاصلے کو بستی کے قریب کر دیا تا کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے۔ (مسلم شریف)

اس طرح خداوند قدوس نے توبہ کے لئے اس شخص کا راستہ بنا دیا۔کیونکہ رحمت حق بہانہ مے جوید بہانمے جوید۔

خطیب کہتا ہے

موحد اور خدا کو پکارنے والے جس بستی میں رہتے ہوں۔ان کی برکت سے توبہ قبول ہوتی ہے۔

خدا کی پکار اور عبادت بخشش اور مغفرت کا ذریعہ ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ موحدین کی سنگت کرنے سے خدا کی مغفرت کا دروازہ کھلتا ہے!

معلوم ہوا کہ موحد کے لئے زمین کو خادم بنا دیا جاتا ہے۔

جس طرح موحدین کی رفاقت خدا کی بخشش کا ذریعہ ہوتی ہے۔اسی طرح موحدین کی توہین

خدا کے غضب کا باعث ہوتی ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک گناہ گار شخص نے موت کے وقت اپنے بچوں سے کہا کہ میں اس قدر گناہ گار ہوں کہ مجھے اپنی بخشش کی امید نہیں ہے اس لئے میرے مرنے کے بعد مجھے جلا کر میری راکھ کو دریاؤں اور جنگلوں میں پھینک دینا۔ اس کی اولاد نے اس کے مرنے کے بعد ویسے ہی کیا جیسے ان کی اولاد نے وصیت کی تھی! چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دریاؤں اور جنگلوں کو حکم دیا کہ اس کی راکھ کو اکٹھا کریں۔ جب اس کی راکھ جمع ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کر کے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تھا۔ لِمَ فَعَلْتَ هٰذا .

تو اس نے کہا مِنْ خَشْيَتِکَ يَارَب . فَغَفَرَلَهٗ .

اے رب! آپ کے خوف سے۔ ارشاد ہوا اس کی مغفرت کر دی گئی۔

معلوم ہوا کہ جو شخص دل سے اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے اور توبہ کے لئے خدا کے حضور روتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس جذبے اور سچی توبہ سے اپنی رحمتوں کا دروازہ اس کے لئے کھول دیتا ہے!

سیّد الاستغفار

سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس وظیفہ کو پڑھے گا اس کی بخشش یقینی ہو جائے گی۔

اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علیٰ عهدک ووعدک ماستطعت اعوذبک من شرما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفرلی فانه لا يغفر الذنوب الاانت. من قالها من النهار موقناً بها فمات من يومه قبل ان يمسی فهو من اهل الجنة . ومن قالها من الليل وهو موقن بهافمات قبل ان يصبح فهو من اهل الجنة .

(بخاری)

اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو نے مجھے پیدا کیا ہے۔ میں تیرا بندہ

ہوں اور تیرے عہد پر پختہ ہوں اور وعدے پر پختہ ہوں اپنی طاقت کے مطابق تجھ سے پناہ چاہتا ہوں اس بات کی جو کیا میں نے اقرار کرتا ہوں ان نعمتوں کا جو مجھے عطا فرمائی گئی ہیں اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہوں کا، اے اللہ مجھے بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی بخشن ہار نہیں ہے۔فرمایا حضور ﷺ نے جس شخص نے یقین کے ساتھ اس استغفار کو دن میں پڑھا اور شام ہونے سے پہلے اس کی موت واقع ہوگئی تو وہ شخص جنتی ہوگا اور جس شخص نے اس کو رات میں یقین کے ساتھ پڑھا اور صبح ہونے سے پہلے اس کی موت ہوگئی تو وہ شخص جنتی ہوگا۔

خطیب کہتا ہے

توبہ کرنے والا یقین سے خداوند قدوس کے ہاں معافی مانگے تو جنت اس کا راہ دیکھے گی!

توبہ کرنے والوں کے لئے رحمت کا دروازہ چوبیس گھنٹے کھلا رہتا ہے۔

دروازہ رحمت پر جانا بندے کا کام ہے۔

رحمت سے جھولیاں بھر دینا میرے اللہ کا کام ہے۔

تو اگر بہت گناہ گار ہے۔

تو اللہ تعالیٰ بہت بڑا اغفار ہے۔

تیرے گناہوں پر اس کی رحمت غالب آجائے گی۔

تیرا ایک آنسو خدا کی رحمت کے دریا جوش میں لے آئے گا۔

مثنوی کا واقعہ

حضرات گرامی! مثنوی شریف جو وعظ و نصیحت کی مشہور کتاب ہے اس میں مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے جو نصوح نامی تھا اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں جب اپنے گناہوں کی صدق دل سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو معاف کر کے اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے چنانچہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

ایک شخص جس کا نام نصوح تھا وہ ایک بادشاہ کے ہاں ملازم تھا اس کی آواز اور شکل وصورت

عورتوں جیسی تھی اس لئے اس نے عورتوں کا سا لباس پہن کر بادشاہ کے گھر میں ملازمہ کی حیثیت سے نوکری کر لی۔عورتوں کے ساتھ گھل مل کر وہ بدکردار ہوگیا اور گناہ کی زندگی گزارنے لگا۔بارہا توبہ کرتا رہا مگر پھر توبہ توڑ دیتا اور گناہ میں مبتلا ہوجاتا۔ایک دن زنان خانہ میں ایک بیش قیمت موتی گم ہوگیا۔تلاش بسیار کے باوجود وہ موتی نہ ملا تو بادشاہ نے اعلان کردیا کہ مستورات کی جامہ تلاشی لی جائے اور تمام کپڑے اتار کر ان کی جامہ تلاشی کرنا ہوگی!

اس آواز سے نصوح پر لرزہ طاری ہوگیا کیونکہ یہ دراصل مرد تھا عورت کے بھیس میں عرصے سے خادمہ بنا ہوا تھا! اس کے خوف کے مارے رونگٹے کھڑے ہوگئے کہ اگر بادشاہ کو آج میرا علم ہوگیا تو ہو مجھے اپنی عزت و ناموس کے لئے قتل کرادے گا، کیونکہ جرم نہایت سنگین ہے۔اس لئے نصوح فوراً خلوت میں چلا گیا اور مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگا۔

مولانا فرماتے ہیں کہ

آن نصوح ازترس شد درخلوتے
روئے زرد ولب کبود از خیشتے

یہ نصوح خوف کے مارے خلوت میں چلا گیا اور ہیبت سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے ہورہے تھے!

پیش چشم خویش اوے دید مرگ
سخت مے لرزید او مانند برگ

نصوح موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اور پتے کی طرح اس کے جسم پر لرزا طاری تھا!

سجدہ میں گر گیا

حضرات گرامی! جب اس شخص پر خوف کی یہ حالت طاری ہوگئی تو کانپتے ہوئے اس غفور الرحیم کے دروازے پر گیا جو اپنے گناہ گار بندوں کے عیب چھپاتا ہے اور اپنے دروازے پر جھکنے کی توفیق عطا فرما کر گناہ گار کے گناہوں کی پردہ پوشی فرما کر گناہ معاف کردیتا ہے۔چنانچہ اس گناہ گار شخص نے نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کی پکارتے ہوئے فریاد کی اور کہا

گفت یارب بارہا برگشتہ ام
توبہ ہا و عہد ہا بشکستہ ام

اس نے کہا اے اللہ میں بار ہا توبہ کر کے پھر گیا ہوں اور بار ہا توبہ کے عہد و پیمان کو توڑا ہے !

اے خدا آں کن کہ از تو مے سزد
کہ زہر سوراخ مارم مے گزد

اے خدا میرے ساتھ رحم کا ہو معاملہ فرما تو تیری ذات کے لائق ہے، کیونکہ مجھے تو اب ہر سوراخ سے سانپ ڈستا نظر آ رہا ہے!

نوبت جستن اگر دامن رسد
دہ کہ جان من چہ سختیہا کشد

اگر موتی کی تلاش کا مسئلہ مجھ تک پہنچ گیا تو میری جان پر بے پناہ تشدد ہوگا!

گر مرا ایں بار ستاری کنی
توبہ کردم من زہر نا کردنی

اے اللہ! اگر تو اس بار میری پردہ پوشی فرما دے تو میں تمام برائیوں سے سچے دل سے توبہ کرتا ہوں!

ابھی نصوح نے سچے دل سے توبہ کی ہی تھی کہ تلاشی لینے والوں نے آواز دی کہ اے نصوح ادھر آؤ اور کپڑے اتار کر اپنی جامہ تلاشی دو۔ یہ سنتے ہی نصوح پر غشی طاری ہوگئی۔

جاں بحق پیوست چوں بے ہوش شد
بحر رحمت آں زماں درجوش شد

اس کی روح بے ہوشی کے وقت حق تعالیٰ سے قریب ہوگئی اور بحر رحمت جوش میں آیا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ گم شدہ موتی کے ملنے کی اطلاع مل گئی اور نصوح کی توبہ کی وجہ سے اس کی اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی فرما دی اور اس طرح وہ بادشاہ کے احتساب سے بھی بچ گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پارسا بن گیا۔ جب اس کی جامہ تلاشی کی باری آتی ہے، تو مولانا فرماتے ہیں کہ

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم
شد پدید آں گم شدہ در یتیم

اچانک آواز آئی کہ وہ خوف دور ہوگیا ہے اور وہ گم شدہ موتی مل گیا ہے!

گفت ید فضل خدا اے داد گر
ورنہ زانچہ گفتہ شد ہستم بتر

یہ خدا کا خاص فضل وکرم مجھ پر ہوا ہے اے مہربانو!
ورنہ میرے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے میں اس سے بھی برا ہوں!

توبہ کر دم حقیقت با خدا
نشکنم تا جاں شود از تن جدا

میں نے حقیقی توبہ اپنے خدا کے حضور کر لی ہے۔ میں اب تا حیات اس توبہ کو نہیں توڑوں گا۔

حضرات گرامی! اب تک جو آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ اور نصیحت آموز واقعات آپ حضرات کے سامنے بیان کئے گئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان خواہ کتنے ہی بڑے گناہ کیوں نہ کر چکا ہو۔ انسان کو اپنے خالق سے رشتہ نہیں توڑنا چاہیئے! اور جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اپنے خدا کے حضور گڑگڑا کے توبہ کرنی چاہیئے اور رو رو کر معافی مانگنی چاہیئے اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اپنے بندے پر رحمت اور مغفرت کے دروازے کھول دے گا۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

....

تیسرا خطبہ جمعہ ذیقعد

بیعت رضوان !

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا.

تحقیق راضی ہوگیا اللہ ایمان والوں سے جب کہ (اے نبی) وہ تجھ سے بیعت کرر ہے تھے درخت کے نیچے پس معلوم کیا اللہ نے جو کچھ انکے دلوں میں تھا! پھر اتارا اللہ نے سکینہ ان پر اور بدلہ میں دی ان کو فتح قریب!

حضرات گرامی !اس وقت جو آیت کریمہ میں نے آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں بیعت رضوان کے تاریخی واقعہ کو بیان فرمایا گیا ہے۔ جو اسی ذیقعد کے مہینہ میں پیش آیا تھا۔ اس واقعہ میں سیرت النبی ﷺ کے نادر پہلو اور عظمت صحابہ کے بے مثال منظر اور شکست مشرکین کے عجیب مناظر نظر آتے ہیں۔قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف بلکہ ایک ایک نقطہ اپنے اندر وجد و کیفیات کی بے پناہ لذتیں لئے ہوئے ہے۔ایک ایک لفظ سے عظمت مصطفیٰ ؐ اور شان صحابہ کے موتی دستیاب ہوتے ہیں کہ انسان کو سکون اور ایمانی حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

حضور ﷺ کا خواب

سرکار دو عالم ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں اور آپ نے صحابہؓ کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔اس کے بعد کسی نے سر کے بال منڈوا دیئے اور کسی نے کتروا دیئے۔آپ نے صحابہ کرام کے سامنے جب اس خواب کو بیان فرمایا تو سب کے دل زیارت کعبہ کے شوق سے لبریز ہوگئے اور دلوں میں

زیارت بیت اللہ کی تڑپ اور اشتیاق نے ایک اضطرابی لہر پیدا کر دی۔ ہر دل بیت اللہ شریف پہنچنے کے لئے بے تاب تھا اور حکم رسالت کا منتظر تھا۔ چنانچہ اسی سال ذیقعد میں سرکار دو عالم ﷺ نے عمرہ کے ارادہ سے مکہ مکرمہ کے سفر کا عزم فرمالیا اور تیاری کر لی۔ آپ جونہی عمرہ کے ارادہ سے تیار ہوئے تو تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام بھی آپ کے ہمراہ عمرہ کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لئے عازم سفر ہو گئے۔ یہ مظلوموں کا قافلہ مدینہ منورہ سے برسوں کے بعد مکہ مکرمہ کو روانہ ہوا تھا۔ دلوں میں ولولہ تھا ذوق تھا۔ بیت اللہ کے روح پرور نظارے تھے اور طواف کی پرسوز دعائیں تھیں۔ لبوں پر لبیک اللّٰھم لبیک کا ترانہ تھا اور مکہ مکرمہ کی محبوب گلیوں کے پھر سے وہ پرکیف مناظر تھے جنہیں دیکھے ہوئے مدتیں بیت گئی تھیں۔ ایک عجیب شان سے یہ قدوسی صفات قافلہ جب حدیبیہ پہنچتا ہے تو............

اونٹنی بیٹھ گئی

سرکار دو عالم ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور بار بار اٹھانے کے باوجود اونٹنی نہ اٹھی۔ صحابہ کرام نے بار بار اونٹنی کو اٹھانے کی کوشش کی اور بار بار حل حل کہا مگر اونٹنی کو نہ اٹھنا تھا اور نہ ہی وہ حل حل کہنے سے اٹھی، آخر صحابہ کرام نے کہنا شروع کر دیا کہ خَلَاَتِ الْقُصْوَ اخلَاَتِ الْقُصْوَاء............اونٹنی بیٹھ گئی اونٹنی بیٹھ گئی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس قصوا کی یہ عادت نہیں ہے کہ خود بیٹھ جائے! بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ اس لئے یہ خود نہیں بیٹھی بلکہ اس کو بٹھایا گیا ہے۔

خطیب کہتا ہے

معلوم ہوا کہ پیغمبر کی سواری کی ایک باگ پیغمبر کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور دوسری باگ پیغمبر کے خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ حلیمہ کی سواری وہیں لے جائے گی جہاں کا اسے حکم ہوگا حدیبیہ کی سواری وہیں لے جائے گی جہاں اس کو اس کا حکم ہوگا۔

اور

ہجرت کی سواری (صدیق اکبرؓ) وہیں لے جائے گی جہاں کا اس کو حکم ہوگا۔

جس طرح پیغمبر کا راہنما خدا ہوتا ہے۔

اسی طرح پیغمبر کی سواری کا راہنما بھی خدا ہوتا ہے۔

حدیبیہ میں قیام اور معجزہ

سرکاردوعالم ﷺ نے اونٹنی کے بیٹھنے کے ساتھ منشائے خداوندی کے مطابق ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم اگر قریش شعائر اللہ کی تعظیم پر مجھ سے کسی امر کی درخواست کریں گے تو میں اس کو ضرور منظور کروں گا یہ ارشاد فرما کر آپ نے اونٹنی کو چا دیا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر آپ نے وہاں سے ذرا ہٹ کر حدیبیہ کے کنوئیں کے پاس قیام فرمایا۔ چونکہ گرمی کا موسم تھا اس لئے پیاس سے زبانیں سوکھی جارہی تھیں۔ صحابہ کرامؓ نے حدیبیہ کے کنوئیں میں جس قدر پانی تھا وہ استعمال کرلیا پانی چونکہ تھوڑا تھا اس لئے جلدی ختم ہوگیا۔ جب پانی ختم ہوگیا تو صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ کنویں کا پانی ختم ہو چکا ہے اس لئے پانی کے بغیر وضو اور پینے کے پانی کی تکلیف محسوس ہورہی ہے۔ سرکاردوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا تیر لے جاؤ اور گڑھے میں اس کو گاڑ دیا جائے! صحابہ کرامؓ سرکاردوعالم ﷺ کا تیر لے کر چلے گئے اور یونہی تیر کو اس کنویں کے گڑھے میں گاڑا گیا وہاں پر پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پانی کی ضرورت پوری ہوگئی۔ پینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پانی کا چشمہ جاری کردیا۔ صحابہ کرام اس کنوئیں سے خوب سیراب ہوئے۔ اور پانی سے ایک تازگی اور بہار پیدا ہوگئی۔ یہ سرکاردوعالم ﷺ کا یک معجزہ تھا جو رہتی دنیا تک یادرہے گا۔ یہ اور اس قسم کے بے شمار معجزات ہیں جو سیرت النبی کے مختلف مواقع پر نظر آتے ہیں۔ ان تمام معجزات سے عظمت مصطفیٰؐ رفعت مصطفیٰ اور قدرت خدا کا ظہور ہوتا ہے۔ جو اہل سنت کے ایمان کی حلاوت اور عقیدے کی جلا ہے۔ ہم ان معجزات کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں اور ان کی صداقت ہمارے ایمان اور یقین کا ایک حصہ ہے!

سفیر مصطفیٰ سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرات گرامی! جب آپ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا تو آپ کو بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ قریش مکہ کسی صورت میں بھی مسلمانوں کو حضور ﷺ کی قیادت میں مکہ مکرمہ داخل نہیں ہونے دیں

گے، بلکہ وہ مرنے مارنے پر تلے بیٹھے ہیں اس لئے سرکار دو عالم ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا جائے تاکہ آپ قریش مکہ کو اس بات پر آمادہ کر سکیں کہ مسلمانوں کو عمرہ کرنے کی اجازت دی جائے، کیونکہ یہ دور دراز کا سفر کر کے آئے ہیں اور جنگ وقتال نہ ان کا پروگرام ہے اور نہ ہی اس ارادے سے آئے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ پیغام لے کر مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ مکرمہ داخل ہو گئے۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہی آپ نے قریش کے سردار ابوسفیان سے ملاقات کر کے نبی اکرم ﷺ کا پیغام دیا اور ان کو یقین دلایا کہ نبی اکرم ﷺ کا عمرے کے علاوہ کوئی ارادہ نہیں ہے اس لئے آپ کو اور مسلمانوں کو عمرہ کرنے کی اجازت دے دی جائے!

ابوسفیان کی پیش کش اور عثمان غنیؓ کا تاریخی جواب

ابوسفیان نے کہا کہ اے عثمان (محمد ﷺ) کو تو طواف کی اجازت نہیں دی جا سکتی .... البتہ اگر آپ اکیلے طواف کرنا چاہتے ہوں تو آپ کو طواف کی اجازت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان میں کٹ تو سکتا ہوں مگر محمد ﷺ کے بغیر طواف نہیں کر سکتا! سبحان اللہ! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس جواب میں جہاں باہمی اعتماد اور محبت کی عظیم الشان وقعت اور بلندی نظر آتی ہے۔ وہیں شریعت مقدسہ کے بیسیوں عقدے بھی حل ہو گئے

خطیب کہتا ہے

حج عبادت ہے
حجر اسود کا بوسہ عبادت ہے
ملتزم سے لپٹنا اور رونا عبادت ہے
مقام ابراہیم پر دو نفل ادا کرنا عبادت ہے
اسی طرح بیت اللہ شریف کا طواف بھی عبادت ہے
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسئلہ سمجھا دیا کہ

جوعبادت حضورؐ کی منشاء کے بغیر ہووہ عبادت عبادت نہیں رہتی !

طواف بیت اللہ بے شک عبادت ہے مگر حضورؐ کی رضا کے بغیر حضورؐ کی مرضی کے بغیر حضرت عثمان غنیؓ نے اکیلے عبادت کرنے سے انکار کر دیا!

معلوم ہوا کہ جب ایک حقیقی عبادت رضائے مصطفےٰؐ کے بغیر نہیں ہوسکتی !

تو اپنی طرف سے من گھڑت چیزوں کو عبادت قرار دینا تو براہ راست حضورؐ سے مقابلہ ہوگا۔ مثلاً قبروں کا طواف۔صلوٰۃ غوثیہ۔وغیرہ یہ مبتدعین کی اپنی ایجاد کردہ بدعات ہیں جن کو عبادت کا درجہ دیا جاچکا ہے۔ان پر اصرار کرنا اوران پر عمل کرنا یہ سراسر سنت رسول پراور رضائے رسول پر بے اعتمادی کا مظاہرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ بدعات سے بچائے اور رسولؐ اللہ کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔

عبادت وہی ہوگی............جوسنت کے مطابق ہو

حج وہی ہوگا ....جوسنت کے مطابق ہو

طواف وہی ہوگا ....جوسنت کے مطابق ہو

اوراہل سنت بھی وہی ہوگا۔جس کا ہر عمل سنت کے مطابق ہو

معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسی عبادت کو عبادت نہیں سمجھتے جو رضائے مصطفےٰؐ کے بغیر ہو!

معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کوسرکار دوعالم ﷺ پراس قدر بے پناہ اعتماد تھا کہ آپ کوئی کام بھی منشائے رسول کے بغیر نہیں کرتے تھے!

جومنشاء رحمٰن کی

وہی منشاء محبوب رحمان کی

جومنشاء محبوب رحمٰن کی وہی منشاء حضرت عثمان غنیؓ کی

عشقِ عثمانؓ پر شیعہ مصنف کی گواہی

حضرت عثمانؓ کے اس واقعہ اور تاریخی جواب کو وہ شہرت اور عظمت حاصل ہوئی کہ مشہور مصنف صاحب حملہ حیدری بھی اس کو بڑے شرف اور فخر سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ حملہ حیدری کے شیعہ مصنف نے لکھا ہے کہ

چوں سیّد عثمان زمین در زماں
بمقصد رواں شد چو تیر ازکماں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسی وقت آداب بجالائے اور اپنے مقصد یعنی مکہ مکرمہ کی طرف بہت جلدی سے روانہ ہوگئے!

چوں او رفت اصحاب روزے دگر
بگفتند چندے بخیر البشر

جب آپ روانہ ہوگئے تو چند صحابہ نے دوسرے روز آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔

خوشا حال عثمانؓ باحترام
کہ شد قسمتش حج بیت الحرام

کہ محترم عثمان رضی اللہ عنہ کیا خوش قسمت ہیں کہ بیت اللہ شریف کا حج ان کے نصیب ہوگیا۔

رسول خدا چوں شنید ایں سخن
بپا سخ چنیں گفت با انجمن

جب رسول خدا ﷺ نے یہ بات سنی تو اہل مجلس کو یوں ارشاد فرمایا!

بعثمان نداریم ما ایں گماں
کہ تنہا کند طواف آن آستاں

عثمانؓ کے متعلق ہمیں ایسا گماں نہیں ہے کہ وہ بیت اللہ کا اکیلے ہی طواف کرلیں گے!

آگے چل کر مصنف حملہ حیدری نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کے سوال و جواب کو اس طرح نظم کیا ہے۔

بجو شید آنکہ بدل مہر خون
بعثمان چنیں گفت آں سرنگوں

ابوسفیان کے دل میں اس وقت خون کی محبت نے جوش مارا تو اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یوں کہا۔

کہ گر میل داری تو طواف حرم
بکن مانعت نیست کس زیں حشم

کہ اگر آپ کو بیت اللہ شریف کے طواف کا شوق ہے تو کر لیجئے اس عزت سے آپ کو کوئی نہیں روک سکتا!

ولیکن محال است ایں بے گزاف
کہ آید محمدؐ برائے طواف

اورلیکن یہ بات بالکل محال ہے کہ (حضرت محمد ﷺ) کوطواف کی اجازت دی جائے!

چوں بشنید عثمان ازو ایں سخن
چنیں داد باسخ باآں اہرمن

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی بات کو سن کر یوں جواب دیا کہ

کہ طواف حرم بے رسول خدا
نبا شد بر پیرا دانش روا

کہ سرکار دوعالم ﷺ کے بغیر بیت اللہ شریف کا طواف آپ کے غلاموں کے لئے جائز نہیں ہے!

ازیں گفتہ سفیان بر آشفت پیش
بگر داند ازسوئے اور روئے خویش

اس کے کہنے سے ابوسفیان بھڑک اٹھا اور اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

تیابند رفتن بہ نزد رسول

اگر شاد باشند ازیں گر ملول

حضرت عثمانؓ اوران کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ جانے پائیں، اگرچہ یہ لوگ راضی ہوں یا رنجیدہ خاطر۔

مکہ کا قیدی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب سرکار دوعالم ﷺ کا پیغام سنادیا اور رسول اللہ ﷺ کے بغیر طواف کرنے سے انکار کردیا تو ابوسفیان نے آپ کو قید کردیا۔ یہ مکہ کا مظلوم قیدی صرف اس لئے قید کیا گیا کہ اس نے حضورؐ کے بغیر طواف کرنے سے انکار کردیا تھا

خونے نہ کردہ ایم وکسے رانہ کشتہ ایم
جرمم ہمیں است کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

خطیب کہتا ہے

حق کے لئے قید ہونا یوسف علیہ السلام کی سنت ہے
حق کے لئے قید ہونا محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے
حق کے لئے قید ہونا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سنت ہے
حق کے لئے قید ہونا حضرت خبیبؓ کی سنت ہے
حق کے لئے قید ہونا حضرت مجدد الف ثانی کی سنت ہے
حق کے لئے قید ہونا خاندان ولی الٰہی کی سنت ہے

حق کے لئے علمائے حق نے جو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ یہ انہی قدوسی صفات انبیاء علیہم السلام اور اصحاب رسول اور اکابرامت کی پیروی میں تھیں۔ اقبال مرحوم نے کہا ہے کہ

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند

....

بنا کر وند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

آیئے ہم بھی عہد کریں کہ

کوئی مسئلہ نہیں مانیں گے جب تک اس پر رضائے مصطفٰیؐ کی مہر نہیں ہوگی!

کوئی مسئلہ نہیں مانیں گے جب تک اس پر سنت مصطفٰیؐ کی مہر نہیں ہوگی!

بدعت ساز فیکٹری کے مسائل پر زور دینے والو۔ ذرا تیجہ۔ ساتا۔نواں ۔ چالیسواں کھانے سامنے رکھ کر ختم پڑھنا۔ گیارھویں۔ان خودساختہ مسائل پر رضائے مصطفٰیؐ اور سنت مصطفٰیؐ کی مہر دکھاؤ، ورنہ اپنے کئے پر پچھتاؤ اور بدعات سے باز آؤ، سنت رسول ہی صراط مستقیم ہے۔

سنت رسول ہی روشنی کا مینار ہے

سنت رسول ہی نجات کا باعث ہے

مکہ کا قیدی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قید ہو گیا، مگر رضائے مصطفٰی کے بغیر عبادت کے لئے تیار نہیں ہوا۔

سبحان اللہ

خون عثمانؓ کی قدر و قیمت اللہ اور رسول کی نگاہ میں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب مکہ مکرمہ میں قید کر لیا گیا تو کسی نے غلط خبر مشہور کر دی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں شہید کر دیا گیا ہے۔اس پر سرکار دو عالم ﷺ نہایت مغموم ہو گئے اور آپ نے قتل عثمان کا بدلہ لینے کے لئے پندرہ سو صحابہؓ سے موت کی بیعت لی، گویا کہ خون عثمانؓ کی قیمت پڑ گئی۔ قیمت کیا تھی.................پندرہ سو صحابہ کی موت پر بیعت!

دنیا کو بتایا گیا کہ عثمانؓ کے لئے صدیقؓ کٹ سکتا ہے، فاروقؓ کٹ سکتا ہے...........علی مرتضٰی کٹ سکتا ہے، پندرہ سو کے پندرہ سو صحابہ کٹ سکتے ہیں، مگر خون عثمانؓ کا بدلہ لئے بغیر پیغمبر واپس نہیں جا سکتے!

عثمان تیری شان نرالی...........عثمان کی جان اس قدر قیمتی تھی کہ پورے پندرہ سو صحابہ کو قربان کرنے کے لئے رسول خدا تیار ہو گئے۔ سبحان اللہ

یہ ہے شان عثمانؓ...............یہ ہے عظمت عثمانؓ

خطیب کہتا ہے

نیچے رسولؐ کا ہاتھ

اوپر صحابہؓ کا ہاتھ

سب کے اوپر خدا کا ہاتھ

اب نقشہ یوں بن گیا ہے۔ صحابہ کے ہاتھ درمیان میں اور خدا اور رسولؐ کا ہاتھ نیچے اور اوپر، گویا کہ صحابہ کے ہاتھ یا اللہ کے ہاتھ میں یا رسول اللہ کے ہاتھ میں!

جو شخص صحابہ کے ہاتھ خدا اور رسول کے ہاتھوں سے نکالنا چاہے گا۔ وہ قیامت تک اپنے ہاتھ ہی کاٹتا رہے گا۔ مگر صحابہ کے ہاتھ خدا اور رسولؐ سے نہیں چھڑا سکے گا۔

جب تک صحابہ کرام جنت میں نہیں پہنچ جائیں گے۔

نہ خدا ان کے ہاتھ چھوڑے گا نہ رسول خدا ان کے ہاتھ چھوڑے گا۔

صحابہؓ جنت کے مالک اور جنت انکی ملکیت

سبحان اللہ

ہے کوئی جوان صحابہ کرام کو جنت میں جانے سے روک سکے!

بھلا جن کی انگل خدا کے ہاتھ میں ہو

بھلا جن کی انگل رسول کے ہاتھ میں ہو

اسے جنت میں جانے سے کون روک سکتا ہے۔

عثمانؓ کو ایک تمغہ

سرکار دو عالم ﷺ جب بیعت سے فارغ ہوئے تو آپ کو اطلاع ملی کہ حضرت عثمانؓ اللہ کے فضل سے زندہ ہیں تو آپ نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ عثمانؓ کی طرف سے بیعت ہے کہ میں اپنا بایاں ہاتھ دائیں پر رکھ کر عثمانؓ کی بیعت کر رہا ہوں۔

گویا کہ دایاں ہاتھ نبیؐ کا

اور بایاں ہاتھ عثمانؓ کا

ہاتھ نبی کا ہاتھ مگر نمائندہ عثمانؓ کا

کیوں نہ آخر عثمانؓ بھی تو نبی کا نمائندہ تھا

سبحان اللہ

نبی اور عثمان دونوں نے محبت واعتماد کا حق ادا کر دیا۔ یہ نبوت کی طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک ایسا اعزاز تھا جسے حضرت عثمانؓ کی عظمتوں کا جھومر کہا جا سکتا ہے۔

خدا نے کہا کہ میری بھی سنو!

نیچے نبی کا ہاتھ

اوپر صحابہ کے ہاتھ

ان سب کے اوپر **يَدُ الله فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ**

اللہ ان کا ہاتھ ان سب کے ہاتھوں پر............گویا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کا نگہبان

اور ان سب کا محافظ..................ان سب کا رکھوالا..................اور ان سب کا لج پال۔

اسی ہاتھ کو ناشر قرآن ہونے کا شرف حاصل ہوا

بیعت رضوان اور علم غیب

جاہل واعظ یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتا کہ حضور ﷺ عالم الغیب ہیں۔ ذرے ذرے کو جانتے ہیں۔ عالم ما کان وما یکون ہوتے یا ذرے ذرے کو جانتے ہوتے تو کیا قتل عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یقین کر کے صحابہ سے بیعت لے سکتے تھے! بیعت رضوان کا پورا واقعہ اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عالم الغیب نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ذرے ذرے کی بات کو جانتا ہے عالم الغیب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور علم غیب صرف خاصہ خدا ہی ہے۔

علم غیبے کس نمے داند بجز پروردگار

ہر کسے گفتے کہ من دانم باو باور مدار

مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیل

جبرائیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

قریش کے سفیروں کی آمد

قریش مکہ کو جب اطلاع ہوتی ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے صحابہ سے موت پر بیعت لے لی ہے، تو انہوں نے صلح کے لئے راستہ ہموار کرنے کی کوشش شروع کر دیں۔ چنانچہ پہلے سفیر بدیل بن ورقا آئے ان کو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں لڑنے کے لئے نہیں آیا میں تو عمرہ کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔ اگر قریش مکہ مجھے عمرہ کرنے دیتے ہیں تو فبہا ورنہ میں ان سے صلح کرنے پر بھی تیار ہوں اور اگر وہ صلح کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہوتے تو مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ضرور ان سے قتال اور جہاد کروں گا۔ اگرچہ میری گردن ہی کیوں نہ جدا ہو جائے!

بدیل نے سرکار دو عالم ﷺ کا جب یہ ارشاد عالی سنا تو وہ اٹھ کر مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا اور قریش سے جا کر تمام حالات بیان کر دیئے۔ نوجوانوں نے تو فوراً کہا کہ ہم صلح نہیں کرتے، مگر عروہ بن مسعود جوان سب کا وڈیرا تھا۔ اس نے کہا کہ خودسری کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر تمہیں مجھ پر اعتماد ہے تو مجھے (محمد ﷺ) سے خود مذاکرات کرنے کی اجازت دو تاکہ میں خود جا کر پورے حالات کا تجزیہ کر سکوں اور کوئی درمیانی راستہ نکال سکوں چنانچہ عروہ بن مسعود اہل مکہ کا قومی نمائندہ بن کر رحمت دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے عروہ بن مسعود کو بھی وہی جواب دیا جو بدیل کو دے چکے تھے۔ مگر وہ مطمئن نہ ہوا اور اس نے کہا کہ اے محمدؐ جب لڑائی ہوئی تو آپ کے ساتھی جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس پر صدیق اکبرؓ نے برجستہ کہا کہ خبردار ایسی بات مت کرو۔ ہم سرکار دو عالم ﷺ کے لئے جان کی بازی لگا دیں گے اور ساتھ ہی عروہ کو سخت سست کہا۔ عروہ کو جب پتہ چلا کہ یہ صدیق اکبرؓ ہیں تو وہ خاموش ہو گیا اور پھر حضورؐ اقدس کی ریش مبارک پر ہاتھ رکھ کر بات شروع کرنے لگ گیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک ہی جھٹکے سے عروہ کا ہاتھ حضورؐ اقدس کے چہرہ انور سے ہٹا دیا اور فرمایا کہ مشرک کا ناپاک ہاتھ بنوت کے پاک چہرے پر نہیں لگ سکتا۔

خطیب کہتا ہے

جب مشرک کا ناپاک ہاتھ نبوت کی ریش مبارک پر نہیں لگ سکتا۔
تو ثابت ہوا کہ مشرک کی ناپاک پیشانی نبوت کی پاک مسجد کی زمین پر بھی نہیں لگ سکتی!
اس لئے مسجد نبوی میں اسی کو سجدے کی توفیق ہوتی ہے جو پیشانی پر داغ توحید رکھتا ہے۔

عروہ یاروان محمدؓ اور محمد مصطفےٰ ﷺ کا جائزہ لیتے ہیں

عروہ سفیر بن کر آیا تھا وہ اس بات کا بھی جائزہ لینا چاہتا تھا اگر میدان جنگ کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا تو یاران محمدؐ کا کیا رویہ ہوگا۔ وہ اس بات کا بھی بغور جائزہ لیتا رہا کہ ان میں حضورؐ سے کس قدر لگاؤ ہے اور کس قدر شیفتگی اور عقیدت ہے چنانچہ حملہ حیدری کا شیعہ مصنف اس کو اس انداز سے بیان کرتا ہے کہ

پس آنگاہ در مجلس شاہ دیں
نشست او زمانے دگر درکمیں

پس عروہ کبھی آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا اور کبھی گھات میں حالات کا جائزہ لیتا۔

کہ اصحاب اورا کند امتحاں
یہ بلند کہ چون است اخلاص شاں

تاکہ آپ کے صحابہ کا امتحان کرے اور تاکہ یہ دیکھے کہ ان کا اخلاص کیسا ہے!

بظاہر گرہ کرد ابرو زخشم
نہانی ہمے دید از زیر چشم

ظاہری طور پر غصے کی وجہ سے ماتھے پر بل ڈال رکھے تھے۔ ویسے چپکے چپکے دیکھ رہا تھا!

چوں اکرام و تعظیم و فرمانبری
ارادت شعاری عقیدت وری

جب عروہ نے سرکار دو عالم ﷺ کی ایسی عزت و تعظیم اور فرمانبرداری اخلاص اور عقیدت مندی صحابہ کرام کی طرف سے دیکھی تو

ز اصحاب نسبت بسالار دیں

بیا بید آں مرد دزدیدہ بین
ازاں طور آمد شگفتش بسے
کزاں پیش دیدہ نبود از کسے

تو عروہ کو اس طریقہ سے بہت تعجب و حیرانگی ہوئی کہ صحابہ میں کتنی جانثاری اور محبت ہے کیونکہ اس نے ایسی جانثاری اپنے بادشاہ کے متعلق اس سے پہلے کسی قوم میں بھی نہیں دیکھی تھی!

عروہ نے جب نہایت ہی سنجیدگی سے سرکار دوعالم ﷺ کے فداکاروں اور جانثاروں کا جائزہ لیا تو اس کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ دنیا کی کوئی طاقت (محمد ﷺ) اور آپ کے جانثاروں کو شکست نہیں دے سکتی تو وہ اپنا سامنہ لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوگیا اور مکہ پہنچ کر اس نے سرکار دوعالم اور صحابہ کرام کی فداکاری کے جو حالات قریش کو سنائے ہیں وہ خود اصحاب رسول کی عظمت اور رفعت کا زندہ ثبوت ہیں۔

عروہ صحابہؓ کے والہانہ کردار کو بیان کرتا ہے

عروہ جب مکہ مکرمہ واپس پہنچتا ہے تو اس نے اپنے دلی جذبات کا کھل کر اظہار کیا اور قریش مکہ سے کہا کہ (محمد ﷺ) سے لڑائی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ان سے صلح ہی میں فائدہ ہے کیونکہ جو نقشے میں دیکھ آیا ہوں ان کی بنیاد پر میں کہہ سکتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اور ان کے جانثار صحابہ کرام کو دنیا کی کوئی طاقت نہ تو مغلوب کر سکتی ہے اور نہ ہی مرعوب کر سکتی ہے۔!

چنانچہ حملہ حیدری کا شیعہ مصنف عروہ کی تقریر کو نظم کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

کہ من آنچہ دیدم زیاران او
ازاں سربکف جاں نثاراں او

عروہ نے کہا کہ محمد (ﷺ) کے جانثاروں کا برتاؤ جو کچھ میں نے دیکھا ہے آپ کے جانثاران کے لئے سربکف ہیں۔

درایران در روم و در زنگبار
نہ دیدم از نیک وبد آں دیار

کہ دارند پاس شہ خود چنیں
بسائیذ برنقش پائش جبیں

اس طرح میں نے ایران وروم اورحبش میں بھی نہیں دیکھا کہ وہاں کے بھلے برے لوگ اپنے بادشاہ کی ایسی عزت کرتے ہوں اوراس کے نقش قدم پر اپنی پیشانیاں رگڑتے ہوں!

محمدؐ گر انداز آب دہن
برآں آب خون مے کنند انجمن

مگر صحابہ کا یہ حال ہے کہ محمدؐ اگر تھوکتے بھی ہیں تو صحابہ اس کے تھوک کو اٹھانے کے لئے مرنے مارنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔

کہ گیر ند ومالند بر چشم ورو
وز آں آب تازہ کنند آبرو

اس کو حاصل کرکے اپنے چہروں پر مل لیں اور متبرک تھوک سے اپنے چہروں کی رونق کو دوبالا کریں۔

دگر ہر کرا بینی از مہتراں
کند نقش او پاک چوں کہتراں

اور جس بڑے سردار کو بھی تو دیکھے آپ کے جوتے صاف کرتا ہوا ملے گا! یعنی وہ اس سے بھی کبھی عار نہیں کرتے۔

برآب وضوئے نزاعے کنند
کہ خوہند سرہائے ہم بشکنند

آنحضرت ﷺ کے وضو کے پانی کو حاصل کونے کی کوشش میں جھگڑے تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ ایک دوسرے کا سر پھوٹ دیں گے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ والہانہ عقیدت کا مظاہرہ ہوتا ہے!

غرض اے دلیر ان بانام ونگ

ندا رو برائے شما صرفہ جنگ

غرض اے دلیر و محمد (ﷺ) تمہارے ساتھ لڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں۔

کہ ایشا زما بر بند رو
بجا ہائے نازک رسد گفتگو

اگر انہوں نے لڑائی کا خیال ترک نہ کیا تو معاملہ نازک صورت اختیار کر جائے گا۔

مہاں بہ کہ ایں قصّہ کو تاہ کنید
ازاں پیش کو راہ کند راہ دہید

اس سے بہتر یہی ہے کہ اس قصہ کو صلح کر کے مختصر کرلو اور اس سے پہلے کو وہ زبردستی بیت اللہ پہنچ جائیں، یعنی صلح کر کے تم خود انہیں بیت اللہ تک پہنچنے کا راستے دے دو!

خطیب قریش کی آمد

جب قریش مکہ نے عروہ کی زبانی اور دوسرے ذرائع سے مسلمان کا جوش وخروش اور جہاد کے لیے بیعت اور بے تابی کا سنا تو انہوں نے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا۔ تا کہ سرکار دوعالم ﷺ سے فیصلہ کن مذکرات ہوسکیں۔ سہیل بن عمرو چونکہ نہایت زیرک اور معاملہ فہم تھے اور اپنی طلاقت لسانی کی وجہ سے قریش میں خطیب قریش کے لقب سے مشہور تھے۔ یہ سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک مذاکرات کرنے کے بعد معاہدہ صلح میں کامیابی ہوئی۔ اس تاریخی صلح نامہ کو جب احاطہ تحریر میں لایا جانے لگا تو حضور اقدس ﷺ نے یہ تاریخی خدمت سیّدنا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی! سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

سہیل بن عمرو نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ رحمٰن اور رحیم کیا ہوتا ہے۔ عرب کے دستور کے مطابق باسمک اللّٰھم لکھ دیا!

پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لکھو!

ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ (یعنی اس صلح نامے پر اللہ کے رسول محمدؐ صاد کرتے ہیں)

سہیل بن عمرو بولا .... کہ جھگڑا تو اسی بات پر ہے کہ ہم آپ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے اس لئے رسول اللہ کا نام مٹا دیا جائے! اور محمد بن عبداللہ لکھا جائے!

علیؓ ڈٹ گئے

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ .... **امحہ یا علی** اے علی لفظ رسول اللہ کو اپنے ہاتھ سے مٹا دو۔ حضرت علیؓ ڈٹ گئے یہ ایمان کی بات تھی۔ یہ عشق رسالت کی بات تھی ایک طرف تو الامر فوق الادب تھا اور دوسری جانب الادب فوق الامر تھا۔ کیا خوب کہتا ہے شاعر کہ

خال اوفتویٰ دہد از کعبہ دربت خانہ شو
زلف او دعوٰی کند گر عاقلی دیوانہ شو

آخر جذبہ اطاعت پر جذبہ محبت وادب غالب آ گیا۔ دوات اور قلم کو چھوڑ کر یہ کہتے ہوئے الگ ہو گئے کہ رسول اللہ کا لفظ کاٹنے کا کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ کون جانتا ہے کہ اس عذر پر کتنی فرمانبرداریاں قربان ہیں!

خون شہیداں راز آب اولی تراست
ایں خطا از صد ثواب اولٰی تراست

قصہ قرطاس بھی ہو گیا

مقام فکر ہے کہ جہاں دوات اور قلم بھی ہے۔ کاغذ (قرطاس) بھی ہے اور رسول کا حکم بھی ہے! مگر جذبہ عشق وادب کی وجہ سے ظاہری انکار قابل ملامت نہیں بلکہ قابل ستائش ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کے آخری ایام وفات میں جب کہ نہ دوات موجود تھی اور نہ قلم اور نہ قرطاس اگر دوسرے جانثار سیّدنا فاروق اعظمؓ صرف یہ عرض کرتے ہیں کہ **حسبنا کتاب اللّٰہ**..... تو فریق ماتمی اتنا سیخ پا کیوں ہے۔ یہ نافرمانی نہیں ہے یہ اس امتحانی پرچے کا جواب تھا کہ دیکھوں تو سہی کہ میرے صحابہ کرام کتاب وسنت کے بعد کسی اور چیز کی بھی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ جو کہ نبض شناس رسالت تھے انہوں نے فوراً رسول کے مزاج کے مطابق جواب دیا

کہ **حسبنا کتاب اللہ**.....اس جواب پر رسول اکرم ﷺ مطمئن ہو گئے اور پھر کبھی زندگی کے بقیہ ایام میں قلم دوات طلب نہیں فرمائی! سبحان اللہ حضرت علیؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں محبت و عقیدت کے ترازو میں تولے گئے تو پورے پورے اترے! نہ حضرت عمرؓ ہی کو جذبہ رسالت میں کم قرار دیا سکتا ہے اور نہ ہی حضرت علیؓ کو دونوں کا مرکز محبت وعقیدت رسول اللہ ﷺ تھے!

الغرض سیدنا علی مرتضٰی کی معذرت کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے وہ جگہ دکھائی جائے جہاں رسول اللہ ﷺ کا لفظ لکھا گیا ہے۔آپ کو وہ مقام دکھایا گیا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے رسول اللہ کا لفظ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھ دیا! اس کے بعد طے پا گیا اور فریقین کے دستخط ہو گئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مشرکین نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا فریق اور سیاسی طاقت تسلیم کیا تھا!

صحابہؓ کا ایک اور امتحان

صحابہ تو پہلے ہی اس معاہدہ کی وجہ سے دل شکستہ تھے، کیونکہ بظاہر اس معاہدہ میں ایسی شرائط شامل تھیں جن سے مسلمانوں کی مغلوبیت نظر آتی تھی! مثلاً معاہدہ کی ایک شق یہ بھی تھی کہ

مکہ سے جو مسلمان مدینے جائے تو اسے واپس مشرکین کے حوالے کر دیا جائے گا! لیکن مدینے سے جو مسلمان مکہ آ جائے گا۔اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔اس شق کا ظاہر تو ایسا ہی تھا کہ صحابہ کے دل اداس ہو گئے اور ان کے دلوں پر ایک بجلی سی گر گئی، مگر نگاہ نبوت کے سامنے انہیں کوئی لب کشائی کی جرات نہیں تھی۔ابھی یہ معاہدہ طے پایا ہی تھا کہ اسی خطیب قریش سہیل بن عمرو کا بیٹا ابوجندل بیڑیوں میں جکڑا ہوا۔جسم تشدد سے چور چور اور جسم پر زخموں کے نشانات ہانپتا کانپتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے اپنے جسم پر زخموں کے داغ دکھائے۔زنجیروں میں جکڑے جانے اور ماریں کھانے کی دردناک داستان سنائی مسلمان اس کی فریاد کو سن کر لرز اٹھے۔اس وقت مسلمانوں کا جوش اور ولولہ ایسا تھا کہ ایک اشارے میں قریش مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجائی جا سکتی تھی! لیکن اقدار انسانیت۔امن پسندی۔صلح جوئی۔تحمل و بردباری اور ایثار و قربانی کا جو مظاہرہ آج حضور ﷺ کی طرف سے ہوا اس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہ بھاگ کر آنے والا مظلوم کون ہے۔ یہ ہیں حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ............! خدا کی شان دیکھئے کہ سہیل بن عمروان کے باپ ہیں۔ وہ قریش مکہ کے نمائندہ بن کر آئے ہیں۔ اور ابو جندلؓ انکے فرزند ہیں اور مکہ مکرمہ میں اسلام کے نمائندے ہیں۔ جو پکے مومن تھے۔ کوئی خوف اور کوئی لالچ ان کے ضمیر کو نہ خرید سکا۔ قید و بند میں رہے۔ زنجیروں میں جکڑے گئے۔ صبح و شام ماریں کھاتے رہے لیکن کوئی شے انہیں ایمان سے نہ ہٹا سکی۔ آج یہ مسلمانوں سے فریاد کرتے ہوئے بھاگ کر آئے ہیں اور مسلمانوں کی طرف سے حوصلہ افزائی اور نصرت کی خواہش رکھتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے سہیل سے فرمایا کہ................ابو جندلؓ کو ہمارے ساتھ جانے دو!

سہیل بولا کہ................معاہدے کی پابندی کا یہ پہلا امتحان ہے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ ابھی معاہدے پر دستخط بھی نہیں ہوئے تو!

سہیل نے کہا کہ................اگر ابو جندل کو واپس نہیں کرو گے تو ہمیں یہ معاہدہ ہی منظور نہیں ہے !

حضورؐ نے پھر حجت کے طور پر فرمایا کہ اچھا صرف میری ذاتی خواہش پر اسے مجھے دے دو مگر سہیل نے ایک نہ مانی ....اور مجبوراً حضور اقدس ﷺ نے ابو جندلؓ سے بصد حسرت فرمایا کہ

یا ابا جندل اصبر واحتسب فان اللّٰہ جاعل لک ولمن معک من المستضعفین فرجا . انا قد عقد نابیننا وبین القوم صلحا وانا لانغد رھم . (ابن ھشام)

ابو جندل صبر اور ضبط سے کام لو خدا تمہارے لئے اور دوسرے مظلوموں کے لئے کوئی راہ نکالے گا۔ اب صلح ہوگئی ہے اس لئے صلح کے خلاف کوئی عہد شکنی نہیں ہو سکتی!

واہ رے ابو جندلؓ کا یہ جذبہ اطاعت وایثار نفس وہ صریحاً دیکھ رہے تھے کہ بھاگ کر آنے کے بعد پھر واپس جانا پہلے سے کہیں زیادہ کٹھن موت کے منہ میں جانا ہے، مگر اطاعت رسول کے جذبے نے تمام تکالیف اور مصیبتیں جھیلنے پر آمادہ کرلیا۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہوتو محبت کا کچھ مزا ہی نہیں

خطیب کہتا ہے

ابو جندلؓ کا عشق اور عقیدہ دونوں پختہ ہو چکے تھے۔قریش کے مظالم نہ ان کے عشق کو ختم کر سکتے تھے!اور نہ ہی ان کے عقیدہ میں کوئی کمزوری پیدا کر سکتے تھے۔

عشق بھی پختہ

عقیدہ بھی پختہ

گویا کہ ابھی کا ابو جندلؓ کو عشق الٰہی کو بھٹی میں چڑھنا تھا۔

ابھی اور عشق کی منزلیں طے کرنا تھیں
ابھی اور عشق کے پرچے حل کرنا تھے

اور

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشائے لب بام ابھی

ابو جندلؓ نے پختہ عقیدہ نے انہیں بتایا کہ

پیغمبر کی زبان مبارک سے نکلا ہوا یہ جملہ ضرور پورا ہو کر رہے گا کہ..........صبر کرو اللہ تمہارے لئے ضرور کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔

اللہ سبیل پیدا کر دے گا۔

گویا کہ ضرور راستہ مولیٰ کریم نکال دیں گے اور مصائب کا دور ختم ہو جائے گا!

ابو جندلؓ جانے کو تو چلے گئے مگر مسلمانوں کو بے تاب کر گئے! اصحابہ کرام اس امتحان میں کامیاب ثابت ہوئے کہ انہوں نے اپنی طبیعتوں کی شدت کو اور اپنے جذبات کے طوفان کو رسول اللہؐ کے معاہدہ صلح پر قربان کر دیا..........اللہ۔اللہ..............کیا شان فرمانبرداری ہے !

قید خانہ مرکز تبلیغ بن گیا

حضرت ابو جندلؓ کو ان کا والد مارتا پیٹتا مکہ مکرمہ لے گیا اور وہاں جا کر انہیں قید کر دیا گیا اور ایک

شخص کو ان کا نگران مقرر کر دیا گیا۔ تاکہ وہ کہیں بھاگنے نہ پائیں۔ جناب ابو جندل رضی اللہ عنہ نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے نگران کے سامنے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی اور اس کو اس خلوص اور محبت سے اسلام کی عظمت سمجھائی کہ وہ بصد خوشی اسلام لے آیا۔ قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس نگران کو بھی قید کر دیا اور ان دونوں پر ایک اور آدمی کو نگران مقرر کر دیا۔ اب ان دونوں نے مل کر تبلیغ شروع کی تو اس نگران کو بھی مسلمان کر دیا۔ اب کیا تھا کہ قید خانہ تبلیغ اسلام کا مرکز بن گیا اور یہ تبلیغ کا کام اس قدر موثر ہوا کہ ابو جندلؓ رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے تین سو آدمی مسلمان ہو گئے!

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ان حالات نے قریش مکہ کو اس قدر بددل کر دیا کہ انہوں نے معاہدہ کی اس شق کو منسوخ کرانے پر سوچنا شروع کر دیا اور ادھر ابو بصیر مکہ مکرمہ سے مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تو قریش نے اپنے آدمی بھیج کر ابو بصیر کو واپس لے لیا۔ حضرت ابو بصیر واپس تو آ گئے مگر انہوں نے راستہ میں ہی ان دو مشرکین میں سے ایک کو جہنم رسید کر دیا اور خود ساحل سمندر پر اپنا بسیرا بنا لیا، مکہ کے مسلمانوں کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ایک ایک کر کے بھاگنا شروع کر دیا اور ابو بصیرؓ کا ڈیرہ مسلمانوں کا مرکز بن گیا۔ اب قریش کا جو تجارتی قافلہ گزرتا انہوں نے ان کا آنا جانا دوبھر کر دیا۔ قریش نے مجبور ہو کر سرکار دو عالم ﷺ کو لکھا کہ ہم معاہدے کی اس شق کو منسوخ کرتے ہیں اور آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارا کوئی آدمی آپ کے پاس آئے تو واپسی کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو گرامی نامہ لکھا کہ تم اور تمہارے تمام رفقاء مدینہ منورہ آ جائیں۔ تمہارا خیر مقدم کیا جائے گا۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ادھر رسول اللہ ﷺ کا قاصد حضورؐ کا والا نامہ لے کر ابو بصیرؓ کے پاس پہنچتا ہے اور ادھر ابو بصیرؓ موت و حیات کی کش مکش میں زندگی کے آخری لمحات گزار رہے تھے۔ یونہی والا نامہ آپ کو ملتا ہے آپ اسے آنکھوں پر رکھ کر لبوں سے چومتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے اور اس طرح یہ عشق و محبت کی داستان تکمیل تک پہنچ گئی اور بیعت رضوان کے تمام ثمرات ایک ایک کر کے سامنے آنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ کو مندرجہ ذیل انعامات سے سرفراز فرمایا!

خطیب کہتا ہے

☆ لقد رضی اللّٰہ عن النومنین

یقیناً اللہ راضی ہو گئے مومنین سے

☆ صحابہ کو رضائے خداوندی کا حقیقی سٹیفکیٹ مل گیا!

☆ اذیبا یعونک تحت الشجرۃ

وہ درخت خدا کو اتنا پسند آیا جس کے نیچے صحابہ کرامؓ نے بیعت کی تھی کہ اس کا ذکر قرآن میں آ گیا!

شجرۃ.................کا ذکر قرآن کی زبان پر آ گیا

شجرۃ.................کا ذکر رحمٰن کی زبان پر آ گیا

جس شجر کو حضورؐ سے نسبت ہوئی وہ درخت بلند ہو گیا

جن صحابہؓ کو حضورؐ سے نسبت ہوئی وہ صحابہ بلند ہو گئے

نسبت حضورؐ ہو تو درختوں کو اونچا کر دیتی ہے

اگر نسبت حضورؐ سے درخت اونچے ہو گئے

تو یقیناً

ابوبکرؓ بھی نسبت رسول سے صدیق بن گئے

عمرؓ بھی نسبت رسول سے فاروق بن گئے

عثمانؓ بھی نسبت رسول سے ذی النورین بن گئے

علیؓ بھی نسبت رسول سے اسد اللہ الغالب بن گئے

پھل دار درخت حسرت میں رہ گئے

اور کیکر کا درخت نسبت رسول سے بازی لے گیا۔

مسجدوں میں اس کا تذکرہ

منبر پر اس کا تذکرہ

محراب پر اس کا تذکرہ

پیغمبر کی زبان پر اس کا تذکرہ

قرآن کے صفحات پر اس کا تذکرہ
معمولی درخت شجرہ بن گیا
اسی طرح نسبت رسول سے صحابہ آسمان نبوت کے ستارے بن گئے۔
اور اللہ کے پیارے بن گئے
اور مومنوں کی آنکھ کے تارے بن گئے۔

☆ **فعلم ما فی قلوبھم** . خدائی انعام صحابہ کے دلوں کو جانچ کر اور خوب دیکھ بھال کر کے دیا گیا!

سبحان اللہ

دلوں کی صداقت آشکارا ہوگئی اور دلوں کے ایمان کی گواہی عرش والے نے دے دی۔

☆ **فَاَنْزَلَ السّکِیْنَۃَ**..................صحابہ کو سکون دائمی عطا کر دیا گیا!
☆ فتح مبین کی خوش خبری سنائی گئی۔
☆ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ اور رسول کے ہاتھ پر بیعت ہوگئی۔
☆ عثمان غنیؓ کی عظمتوں کا چار دانگ عالم میں ڈنکا بجا دیا گیا!
☆ نبی کا ہاتھ عثمان غنیؓ کا ہاتھ قرار دیا گیا!
☆ صحابہ کے فضائل ومناقب کا قیامت تک ڈنکا بجا دیا گیا!
☆ اور پھر ان سب صحابہ کرام کے لئے جنت کے سرٹیفکیٹ جاری کر دیئے گئے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یّشاء

اس طرح بیعت رضوان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان و یقین کا دستاویزی ثبوت بن گیا!

سبحان اللہ۔ ماشاء اللہ

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

چوتھا خطبہ جمعہ ذیقعد

زبان پر کنٹرول کرنا اور

سچ بولنا بہت بڑی عبادت ہے،

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ. (سورۃ ق)

اور نہیں کہتا انسان کوئی بات مگر یہ کہ اس کے نزدیک نگہبان مقرر رہے جو اسی کام کے واسطے تیار ہے۔(یعنی لکھنے کے لئے)

قال النبی ﷺ ...... الا اخبرک بملاک ذالک کلہ قلت بلی یا رسول اللّٰہ ﷺ فاخذ بلسان نفسہ .... کف ھذا . (مشکوٰۃ)

سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے ان تمام اعمال کے شیرازہ سے باخبر نہ کردوں۔ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کہ اس کو قبضہ میں رکھو!

حضرات گرامی! اس وقت میں نے جو آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ آپ حضرات کے سامنے پڑھی ہیں ان میں زبان کی ذمہ داریوں کے اہم مسئلہ کو بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ مثلاً ہاتھ۔ آنکھ۔ کان۔ دل ودماغ اور جسم حسین کی ایک بے بہار دولت دی ہے۔ ان نعمتوں میں ایک اہم نعمت زبان کی ہے۔

اس وقت جو آیت کریمہ تلاوت کی گئی ہے۔ اس میں ایک اہم نکتہ ہے جس کی طرف دھیان کرنے سے زبان کو جھوٹ سے بچا کر صداقت کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے!

زبان پر ہر وقت پہرے دار ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان خبردار ذرا سوچ سمجھ کر بولنا، کیونکہ تیری ہر بات پر ایک نگہبان موجود ہے جو تیری ہر بات کو لکھتا ہے۔

مَایَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡهِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ .

جو بات بھی انسان کرتا ہے اس پر ایک نگہبان مقرر ہے جو مستعدی سے اس کی ہر بات کو (احاطہ تحریر میں لاکر اس کی فائل بناتا رہتا ہے)

بس یہی ایک بنیادی نکتہ ہے جو انسان کو بے شمار برائیوں سے روک سکتا ہے اور زبان پر سچی بات لانے کے لئے آمادہ کرتا ہے کہ میرے ہر بول کو تولا جائے گا اور مجھے ہر کہی ہوئی بات کا جواب دینا ہوگا۔ اس میں جھوٹ سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ اس میں غیبت اور عیب جوئی سے پرہیز کرے گا۔ گویا یہ نگہبان کا خوف اسے سچ کا عادی بنادے گا۔ حسن اخلاق کا خوگر بنائے گا۔ سچی گفتار اور نکھری ہوئی گفتگو کا سلیقہ سکھائے گا۔

اِنَّ الصِّدۡقَ یُنۡجِی وَالۡکَذِبَ یُهۡلِکَ.

سچ انسان کو نجات اور راحت دیتا ہے اور جھوٹ تباہ و برباد کر دیتا ہے۔!

ایک مقام پر قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا۔ لوگوں کو اچھی بات کہو!

اچھی بات کا مطلب یہی ہے کہ انسان کی زندگی میں نکھار پیدا کرے اور اس میں معاشرے کا فرد صالح بننے کی صلاحیتیں پیدا کرے!

سب سے اچھی بات وہی ہوگئی جو سچی ہو، اس لئے زبان کو اس مسئلہ میں بنیادی کردار ادا کرنا ہوگا۔

انسان کو ایک غیر مرئی احساس بھی سچی بات کہنے کا عادی بنائے گا۔ جب بولنے والے کی الگ ڈیوٹی ہے۔ مثلاً آنکھ کی ڈیوٹی دیکھنا ہے اور کان کی ڈیوٹی سننا ہے، اسی طرح زبان کی ڈیوٹی مزے دار ذائقوں سے محظوظ ہوکر بولنا ہے اور پورے جسم کے احساسات اور جذبات کی ترجمانی کرنا ہے۔ گویا کہ انسان کے تمام خیالات وافکار کی ذمہ دار ترجمان زبان ہے۔ زبان انسان کو بام ثریا تک بھی پہنچا سکتی ہے اور زبان انسان کو قعر مذلت میں بھی ڈال سکتی ہے! زبان کی درشتی سے فتنے اور حادثات ابھرتے ہیں اور زبان کی شیرینی سے محبت اور پیار خلوص و اعتماد کی فضا ہوتی ہے اس لئے قرآن وحدیث میں زبان کی ذمہ داریوں پر بہت کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے تا کہ انسان ان سے آگاہ ہوکر ان حدود کو معاشرے میں قائم رکھ سکے جو ایک نیک اور صالح معاشرہ کی امتیازی

خصوصیات ہوسکتی ہے۔

یوں تو زبان کی بے شمار ذمہ داریاں ہیں، لیکن سردست جس اہم ذمہ داری کا بیان میں آپ حضرات کے سامنے کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ ہے زبان کا سچ بولنا اور جھوٹ سے پرہیز کرنا۔ سچ بولنا دراصل تمام خوبیوں کی روح ہے جس سے معاسرے کے تمام روگ دور ہوسکتے ہیں اور جھوٹ بولنا ایک ایسا روگ اور نجاست کا ڈھیر ہے جو تمام معاشرہ کو بدبودار کردیتا ہے ایک دفعہ سچ بول دیا جائے ۔ اگرچہ غلیظ معاشرے میں شاید اس کے فوری اثرات تلخ ہوں گے، مگر نتائج نہایت ہی خوشکوار ہوں گے۔ اسی طرح اگر جھوٹ سے بروقت ایک بات ٹل جائے گی، مگر جوں جوں جھوٹ کی بدبو پھیلتی جائے گی وہ حال اور مستقبل کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور جھوٹا انسان خواہش کے باوجود اس کے بداثرات سے نہیں بچ سکے گا۔ اس لئے قرآن نے اور حدیث نے بار بار صداقت اور سچ بولنے کی تاکید فرمائی ہے اور جھوٹ بولنے کی مذمت کی ہے ہم لوگ جس قدر مہذب کہلاتے ہیں اسی قدر زبان سچ بولنے سے عاری ہوتی چلی جارہی ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں جھوٹ ایک بنیادی حیثیت اختیار کرگیا ہے۔ تجارت میں جھوٹ، دفتر میں جھوٹ کچہری میں جھوٹ اور عدالت میں جھوٹ ۔ مسجدوں میں بیٹھ کر جھوٹ اور مدارس میں جھوٹ خلوت میں جھوٹ ہماری زندگی کا وطیرہ بن گیا ہے۔ علماً اور خطباء اور تعلیمی اداروں کے ذمہ دار عمائدین کا فرض ہے کہ وہ اس غلیظ اور مہلک بیماری کے خاتمے کی طرف توجہ دیں اس سے معاشرہ میں پھر سے ایک خوشبودار فضا اور خوشگوار محبت وآشتی کو یہ معلوم ہوگا کہ میں

جو بولوں گا اس کا احتساب ہوگا

جو کہوں گا اس کا حساب ہوگا

اور جو کچھ زبان پر لاؤں گا وہ میری نجات وعدم نجات کا معیار قرار پائے گا! تو وہ خود بخود زبان کی ذمہ داریوں کا احساس کرے گا۔

زبان ہی صلاح وفساد کا مرکز ہے

حضرات گرامی! زبان فساد اور اصلاح احوال میں بے حد دخل انداز ہوتی ہے۔ اس لئے اس

پر کنٹرول کرنے کے لئے سرکار دو عالم ﷺ نے خاص طور پر ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ جو حدیث میں نے ابتداء میں پڑھی ہے اس میں اسی بات کو نہایت ہی فصاحت و بلاغت سے بیان فرمایا گیا ہے

الا اخبرک بملاک ذالک کله قلت بلی یا رسول اللّٰہ ﷺ فاخذ بلسان نفسه کف هذا .

فرمایا کہ کیا میں تجھے ان اعمال کے تمام تر شیرازہ سے واقف نہ کر دوں؟ آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر سمجھایا کہ اس کو روکنے سے تمام مسائل اور مصائب سے بچا جا سکتا ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی زبان دراز ہے اور واہی تباہی بکتا رہتا ہے ہر شریف آدمی اس سے گریز کرے گا اور کوشش کرے گا اس سے آمنا سامنا نہ ہونے پائے! اس کی زبان کی آوارگی ہی اس کو تنہا کر دے گی، اس کی محفل اجڑ جائے گی۔ اس کا حلقہ یاراں تنگ سے تنگ ہوتا چلا جائے گا! لیکن اس کے برعکس جس شخص کو زبان کی شیرینی میسر ہوگی۔ اس کی محفل سدا بہار ہوگی اور اس کا حلقہ یاراں وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے گا اور اس کی خوش اخلاقی کے جگہ جگہ تذکرے ہوں گے اور اسی طرح جو آدمی سچ بولتا ہے۔ اس کے کاروبار میں برکت ہوگی! اس کی شرافت وصداقت کی مثالیں دی جائیں گی اور اس کا ہر حلقے میں احترام کیا جائے گا! اس لئے ضروری ہے کہ ہر آدمی اپنی زبان کو قابو میں رکھے اور یہ تو عہد کر لے کہ زبان پر جھوٹ کا گزر نہ ہونے پائے۔ جھوٹ سے ہزاروں برائیاں پھوٹتی ہیں۔

تمام اعضا زبان کے حضور ہاتھ جوڑتے ہیں

محترم حضرات! چونکہ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ راحت وکلفت خوشی اور غم کا باعث بنتے ہیں اس لئے سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

اذا اصبح ابن ادم فان الاعضاء کلها تکفر اللسان فتقول اتق اللّٰہ فینا فانا نحن بک فان استقمت استقمنا و ان اعوججت اعوججنا .

(مشکوٰۃ)

جب آدمی صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر ہمارا خیال رکھنا کیونکہ اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے! اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو

ہم بھی ٹیڑھے چلیں گے!

تمام اعضاء کو زبان کے لئے اور کہے کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے!

بولی زبان ڈنڈے کھائے جسم

بولے زبان تکلیف جھیلے سر

بدزبانی کی زبان نے اور مار کھائی اعضائے انسان نے ہاتھ کو تکلیف زبان کی وجہ سے ہوئی۔ انکھوں کو تکلیف زبان کی وجہ سے ہوئی، کیونکہ جس آدمی کو زبان سے برا بھلا کہا ہوگا اس کے سامنے پھر شرم کے مارے آنکھ نہیں اٹھائی جاسکتی۔

آؤ بھئی ذرا فلاں کی بات سن کر آئیں .... نہیں بھیا............ میں اس کی بات کیسے سنوں میری زبان تو اس کو تکلیف پہنچا چکی ہے۔ اس لئے انسان کے تمام اعضاء جس قدر صدمے اور دکھ اٹھائیں گے وہ زبان کا کیا ہوا ہوگا۔ اس لئے سرکار دوعالم ﷺ نے تمام برائیوں سے رکنے کے لئے زبان پر قابو پانا ضروری قرار دیا ہے!

مسلمان کی علامت

سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده.** مسلمان وہ ہے جن کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں .... اس حدیث میں تو زبان کی ذمہ داری کا احساس اس قدر اہمیت سے بیان فرمایا گیا ہے کہ مسلمان زخمی نہ ہونے پائے۔ عیب جوئی، جھوٹ۔ غیبت۔ ناجائز تنقیص۔ زبان درازی۔ یاوہ گوئی یہ تمام چیزیں زبان پر جب بلاتکلف جاری ہوں گی تو ایسے شخص کو کسی طور پر بھی اچھا مسلمان نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے رحمت دوعالم ﷺ نے زبان کو پابند کرنے کا ارشاد فرمایا ہے!

جنت ودوزخ کے فیصلے میں زبان کا دخل

سرکار دوعالم ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ

یارسول اللّٰہ ان فلانة تذکر من کثرة صلاتها وصیامها وصدقتها غیر انها تئوذی جیر انها بلسانها قال هی فی النار قال یا رسول اللّٰہ فان

فلانة تذكر قلة صيامها وصدقتها وصلاتها وانها تصدق بالاثوار من الاقط ولا توذى بلسانها جيرانها قال هى فى الجنة . (مشكوٰة)

کہ اے اللہ کے رسول ﷺ فلاں عورت کے متعلق مشہور ہے کہ وہ نمازیں پڑھتی ہیں بڑے روزے رکھتی ہے اور بڑی خیرات کرتی ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ زبان سے اپنے ہمسایوں کو بڑا ستاتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی! اس شخص نے عرض کی کہ یا رسول اللہ فلانی عورت کے متعلق مشہور ہے کہ وہ پہلی عورت سے روزے کم رکھتی ہے، خیرات کم کرتی ہے اور نمازیں کم پڑھتی ہے (یعنی نوافل) اور وہ پنیر کے ٹکڑے خیرات کرتی ہے اور وہ اپنی زبان سے ہمسایوں کو تکلیف نہیں دیتی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جنت میں جائے گی!

اس ارشاد پیغمبر ﷺ کا واضح مطلب یہ ہے کہ کثرت نوافل کے باوجود اگر انسان اپنی زبان درازیوں سے معاشرے میں تکلیف اور دکھ کی فضا پیدا کئے رکھتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں قطعاً محبوب نہیں ہوتا، بلکہ اسکی زبان سے معاشرے کو سکون اور راحت ملنی چاہیئے جھوٹ بولنا ایک ایسا فتنہ ہے جس سے سینکڑوں فتنے ابھرتے ہیں۔ اس لئے زبان کو جہاں اور تمام برائیوں سے روکنا ضروری ہے اسی طرح جھوٹ جیسی لعنت سے زبان کا پاک رکھنا تو بیحد ضروری ہے۔ اس سے قبائل قبائل کے دشمن ہو سکتے ہیں۔ بھائی بھائیوں سے جدا ہو سکتے ہیں اور باپ کی بیٹے کی جنگ ہو سکتی ہے۔ استاد شاگرد سے نفرت کر سکتا ہے۔ غرضیکہ ایک جھوٹ سینکڑوں گھرانوں کو تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ یہ سب کا سب زبان کو کنٹرول نہ کرنے کے نتیجے میں ظاہر ہوگا۔ اس لئے سرکار دو عالم ﷺ نے زبان کی ذمہ داریوں کو دور کرنے کی خصوصی طور پر تاکید فرمائی ہے!

زبان ہی سکون کا ذریعہ ہے

زبان ہی آفتوں کا ذریعہ ہے

زبان پر قابو رکھنے میں نجات ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لقيت رسول اللّٰه ﷺ فقلت ما النجاة فقال عليك بلسانك

ولیسعک بیتک وابک علیٰ خطیئتک (مشکوٰۃ)

میں رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آفتوں سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور گھر میں بیٹھنے کی عادت ڈالو اور اپنی خطاؤں پر پشیمان ہونا سیکھو!

زبان پر قابو رکھنا گویا کہ تمام آفتوں سے نجات کا ذریعہ ہوگا۔ ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ زبان کی حفاظت انسان کو بے شمار خرابیوں سے بچا سکتی ہے اور انسان صرف زبان کو کنٹرول کرنے کی وجہ سے ہزاروں آفتوں سے نجات پا سکتا ہے۔

جھوٹ بولنا سب سے بڑا فتنہ ہے

حضرات گرامی! یوں تو زبان بہت سی خرابیاں پیدا کر دیتی ہے، مگر زبان سے ایک برائی کا ارتکاب تو ہزار برائیوں کو جنم دیتا ہے اور وہ برائی ہے، جھوٹ بولنا اور ہر وقت بولنا اور بے ساختہ بولنا۔ جھوٹ انسان کے اخلاق۔ اعمال اور کردار کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اس دور میں معاشرے میں اکثر خرابیاں اسی جھوٹ کی پیداوار ہیں۔ اس قدر کثرت سے جھوٹ بولا جا رہا ہے کہ اس پر نہ تو ضمیر شرمندہ ہے اور نہ انسان کا دل اسے ملامت کرتا ہے، بلکہ اس جھوٹ بولنے کو سیاست اور ذہانت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آپس کی گفتگو میں کہا جاتا ہے کہ دیکھا میں نے کس طرح فلاں شخص کو باتوں باتوں میں بیوقوف بنا دیا۔ حالانکہ اس کو کیا بے وقوف بنایا بلکہ بے وقعت ہو گیا اور اپنی قبر کالی کر لی۔ کیونکہ جھوٹ سے انسان کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں و رعاقبت خراب ہو جاتی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے جہاں زبان سے لایعنی اور بیہودہ باتوں سے اجتناب کی تاکید فرمائی ہے۔ اسی طرح زبان سے جھوٹ بولنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے! حضرت جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ **قال سمعت النبی ﷺ یقول ان بین یدی الساعۃ کذابین فاحذروھم** (مشکوٰۃ)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے قریب جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے ان سے بچتے رہنا۔

معلوم ہوا کہ اب قرب قیامت کی وجہ سے جھوٹ بولنے والوں کی ایک پارٹی اور گروہ ہے جن

کی سرپرستی شیطان کرتا ہے اور وہ لوگ ہر مقام پر پائے جاتے ہیں اور اس کثرت سے جھوٹ بولتے ہیں کہ شیطان کے بھی کان کترتے چلے جا رہے ہیں۔ جھوٹ بولنے والا زندگی کے ہر شعبے میں موجود ہے اور معاشرے کے تمام محاسن کو اپنی بدبودار روش سے تباہ و برباد کر رکھا ہے۔ مساجد میں جھوٹ، مدارس میں جھوٹ، تجارت میں جھوٹ، مکاتب میں جھوٹ، دفاتر میں جھوٹ، لین دین میں جھوٹ، معاہدات میں جھوٹ، تحریروں میں جھوٹ تقریروں میں جھوٹ وہ کون سا شعبہ ہے جو اس نجاست سے بچ سکا ہے، اس لئے حفاظت لسان کے سلسلے میں جس بات کا شدت سے خیال رکھنا چاہیئے اور زبان کو خاص طور پر جس برائی سے روکنا چاہیئے وہ جھوٹ ہے جھوٹ ہے جھوٹ ہے۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے جھوٹے لوگوں سے بچنے کا ارشاد فرمایا ہے!

مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا

حضرات گرامی! جھوٹ اس قدر برا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے اس بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ

قیل رسول اللّٰہ ﷺ ایکون المومن جباناً قال نعم فقیل له ایکون المومن بخیلاً قال نعم فقیل له ایکون المومن کذاباً قال لا . (مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ مومن بزدل ہوسکتا ہے۔ فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا گیا کہ مومن بخیل ہوسکتا ہے فرمایا ہاں! پھر پوچھا گیا کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے، فرمایا نہیں؟

جھوٹ زبان سے بھی بولا جاتا ہے۔ روپ بدل کر بھی جھوٹ بولا جاسکتا ہے۔ ظاہر و باطن کے تضاد سے بھی جھوٹ کا اظہار ہوتا ہے۔ فریب، مکر، دجل خواہ اس کا رنگ کوئی ہی کیوں نہ ہو، یہ سب جھوٹ کی مختلف تصویریں ہیں۔ ان سے سب کو بچنا چاہیئے!

کیونکہ مومن ایک ایسا شفاف اور صاف آئینہ ہوتا ہے اس میں جھوٹ کی پرچھائیاں اور لکیریں فوراً نظر آنے لگتی ہیں، جھوٹ کا اثر چہرے پر پڑتا ہے اور دل و دماغ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے جھوٹ کا مومن سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہونا چاہیئے!

جھوٹ اور سچ کا انجام

قال رسول اللّٰہ ﷺ ان الصدق بر وان البر یھدی الی الجنة وان

الکذب فجور وان الفجور یھدی الی النار ۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا۔سچائی نیکی ہےاور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہےاورجھوٹ بدی ہےاور بدی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔

صدق کے معنی سچائی کے ہیں یعنی ظاہراور باطن میں یکساں ہونالیکن عربی میں صادق کے معنی اس سے کہیں زیادہ وسیع ہوتے ہیں۔صرف بولنے ہی پرسچائی موقوف نہیں ہے سچائی، زبان، ہاتھ، پاؤں، اخلاق، برتاؤ، معاملات، میل جول، کردار و رفتارغرض سارے اندرونی اور بیرونی افعال میں ظاہر ہوتی ہے۔آدمی کو جیسےقول کا سچا ہونا چاہیئے ۔ایسے ہی اپنے افعال میں بھی سچا ہونا چاہیئے، وہ ہنسےتو اپنے ظاہر و باطن دونوں سے ہنسے روئے تو دل اور آنکھ دونوں سے روئے ملےتو دل سے ملے دکھاوے اور ظاہرداری سے دور بھاگے! یہ نہ کرے کہ ظاہر میں دوستی کرے اور دل میں بیر کرے۔ بہت سے انسان زبان سے وعظ ونصیحت کرتے ہیں اور جو کہتے ہیں سچ کہتے ہیں،لیکن معاملہ کے وقت بدترین انسان ثابت ہوتے ہیں۔یعنی ظاہر و باطن میں یکساں ہونا نیکی ہےاور اس کا بدلہ جنت ہے اور دھوکے بازی خواہ کسی طرح کی ہو بری بات ہےاوراس کی سزا دوزخ ہے۔

اس لئے آدمی کو ہر وقت سچائی اور صداقت کو اپنانا چاہیے اورسختی سے زبان پر کنٹرول کرتے ہوئے اسے سچ بولنے کا عادی بنانا چاہیئے۔

جھوٹی شہادت

حضرات گرامی! جب زبان کی مختلف قباحتوں کا ذکر آئے گا تو اس میں جھوٹی گواہی کا ذکر بھی آئے گا۔جھوٹی شہادت عدالتوں میں اورتفتیشی افسروں کے سامنے اس قدر عام ہوگئی ہے کہ اس کے لئے باقاعدہ کچہری میں جھوٹے گواہ کرایہ پر ملتے ہیں ان سے جو مرضی کہلوالیا جائے اور جہاں چاہیں قرآن اٹھوا کر جھوٹی شہادت دلوالیں یہ ان کا کاوبار ہےاوراسے دھندے کے بطور اپنائے ہوئے ہیں۔عدالت کوعلم ہے۔ پولیس کوعلم ہے، وکیل کوعلم ہےاور کچہری کے ہرفرد کوعلم ہے کہ یہ پیشہ ور گواہ ہےاوراس نے پیسے لے کر جھوٹی گواہی دی ہے،مگر فیصلے کا دارومدار انہی گواہوں پر ہے

جو زبان سے قرآن اٹھا کر جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں اور معاشرے میں اس کی بدبو پھیلاتے ہیں۔ سینکڑوں بے گناہ اس کے جھوٹ سے تختہ دار پر کھینچ جاتے ہیں۔ جیل کے مصائب برداشت کرتے ہیں، بلکہ عادی مجرم بن جاتے ہیں۔ س لئے جہاں زبان کو اور بے احتیاطوں سے باز رکھنا وہیں زبان کو جھوٹی گواہی سے بھی بچانا چاہیئے۔ اسی لئے سرکار دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

قال صلّی رسول اللّٰہ ﷺ صلوٰۃ الصبح قلما انصرف قام قائما فقال عدلت شہادۃ الزوربا الا شراک بااللّٰہ ثلاث مرات ثم قرء فاجتنبو الرجس من الاوثان واجتنبو اقول الزور حنفاء للّٰہ غیر مشرکین .

(ابو دائود)

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ جب فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر فرمایا (آج) جھوٹی شہادت شرک کے برابر کر دی گئی .... تین بار فرمایا۔ اس کے بعد قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی بتوں کی نجاست سے بچو اور جھوٹی شہادت سے بھی اجتناب کرو!

قرآن کی آیت بالا میں شرک اور بت پرستی کے ساتھ جھوٹی شہادت کو بھی منع فرمایا گیا ہے!

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی نظر میں ان تینوں کے درمیان کوئی تناست ہے۔ قرآن حکیم جب ایک سیاق میں چند امور کو ذکر کرتا ہے تو وہ ضرور کسی تناسب کی بنیاد ہی پر ذکر کرتا ہے گویا کہ شہادت زور ایسی چیز ہے جس کو اسلام ہے کوئی تناسب نہیں، اگر جھوٹ کو کسی سے تناسب ہے تو وہ صرف اور صرف شرک سے ہے۔ حق کے خلاف جو کچھ ہے وہ باطل اور جھوٹ میں داخل ہے۔ خواہ عقائد فاسد شرک و کفر ہوں یا معاملات میں شہادت میں جھوٹ بولتا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور عام باتوں میں جھوٹ بولنا، حضرت سعد بن زید پر ایک عورت نے جھوٹی شہادت دی کہ انہوں نے میرا مکان غصب کر لیا ہے۔ حاکم وقت نے یہ گھر حضرت سعدؓ سے لے کر اس عورت کو دلا دیا، مگر حضرت سعدؓ

کی زبان سے نکل گیا کہ یا اللہ اگر اس نے جھوٹی شہادت سے اس کو لیا ہے تو اسے اندھا کر دے اور اس کی قبر اسی گھر میں بنے۔ وہ عورت اندھی ہوگئی اور اسی طرح وہ عورت ایک دن جو اٹھ کر چلی تو اسی گھر کے کنوئیں میں گر کر مر گئی۔

معراج کی شب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی دونوں باچھیں چیر دی جاتی ہیں۔ اسی طرح اس کے ساتھ یہ عمل قیامت تک ہوتا رہے گا۔ آپ نے جبرئیل امین سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ جھوٹ بولنے والا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدمی پورا مومن اس وقت تک نہیں ہوسکتا۔ جب تک جھوٹ کو بالکل نہ چھوڑ دے۔

جھوٹ کی بدبو سے فرشتے دور ہو جاتے ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قال رسول اللہ ﷺ اذا کذب العبد تباعد عنه الملک میلاً من نتن ماجاء به . (مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب جھوٹ بولتا ہے۔ فرشتہ اس سے میل بھر دور بھاگ جاتا ہے، کیونکہ اس کے اس فعل سے ایک بدبو نکلتی ہے جو اس سے برداشت نہیں ہوتی۔

حضرات گرامی! قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ زبان ایک رحمت بھی ہے اور زبان ایک فتنے بپا کرنے والا ٹکڑا بھی ہے۔ دانشمند ہے وہ شخص جو اس زبان پر کنٹرول کر کے اس کو رحمت اور رضائے الٰہی کا ذریعہ بنا لے اور زبان پر صداقت اور سچ جاری ہو جائے اور ہمیشہ نغمات توحید و رسالت سے سرشار رہے۔ امین۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

پانچواں خطبہ جمعہ ذیقعد

ایمان اور اعمال صالحہ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ .

زمانہ کی قسم کہ انسان گھاٹے میں ہے لیکن جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے!

حضرات گرامی! اس وقت جو آیت کریمہ آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی گئی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کا مدار نجات دو باتوں کو قرار دیا ہے!

(۱) ایمان باللہ

(۲) عمل صالح

ایمان باللہ سے مراد ان تمام بنیادی اصولوں کو لیا جائے گا جو انسان کے عقیدے کا جز و اعظم کہلاتے ہیں۔ عقیدہ، ایمان یہ انسان زندگی میں اساس اولین اور بنیادی خشت قرار دیئے جائیں گے، اسی پر عمل کی دیواروں قائم کی جائیں گی اور اسی پر پھر تمام تر عمارت تعمیر کی جائے گی!

اس وقت مجھے پہلے حصہ پر کچھ بیان کرنا مقصود نہیں ہے، کیونکہ پہلے کئی بیانات میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ آج کا میرا موضوع سخن عمل صالح ہے جو ایمان اور یقین کی دولت حاصل کر لینے کے بعد ہر آدمی کے لئے ضروری ہے اور عمل صالح کے بغیر ایمان کی عمارت مکمل ہی نہیں ہوتی! قرآن مجید میں جس طرح اقامت صلوٰۃ کے بعد ایتائے زکوٰۃ کو بار بار دہرایا گیا ہے اسی طرح ایمان اور عمل صالح کو بھی یک جا کر کے بار بار تکرار اور اصرار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے!

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور عقیدے کی پختگی کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور سب سے زیادہ جس بات کو پسند یا محبوب سمجھا گیا ہے وہ اعمال صالح کا گلدستہ ہے جس کی خوشبو سے پورے عقیدے کا گلشن مہک جائے گا۔ چنانچہ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے جو آیات بینات کا نقشہ

سامنے آتا ہے اس کا تذکرہ اور خاکہ مختصر سا آپ حضرات کے سامنے بیان کرتا ہوں، تاکہ آپ حضرات اعمال صالحہ کی اہمیت سے باخبر ہوسکیں اور عقیدے کی پختگی کے بعد سب سے زیادہ اعمال صالحہ کی طرف متوجہ ہوسکیں، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَالتِّيْـنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ .

قسم ہے تین کی اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی! بے شک ہم نے انسان کو بہترین حالت درستی میں پیدا کیا۔ پھر اس کو سب سے نیچوں کے نیچے لٹا دیا۔ لیکن جو ایمان لائے اور اچھے کام لئے۔

اس آیت کریمہ میں انسان کی بلندی اور پھر اس کی انتہائی پستی کے پہلو کو بیان کرنے کے بعد جن لوگوں کو پستی اور ذلت سے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے، وہ ایمان باللہ اور اعمال صالحہ سے مالا مال لوگ ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ پستی سے بلندی اور ذلت سے عزت جس بات سے اور جس عمل سے میسر آتی ہے۔ اسے عمل صالح کہا جاتا ہے۔ اس لئے ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ اعمال صالح کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالے تاکہ اس کی زندگی ایک تابندہ ستارہ بن جائے!

☆ ایک مقام پر قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہی جنت والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جنتی لوگ وہی ہوں گے جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہونے کے ساتھ اعمال صالحہ کی زینت سے بہرہ ور ہوں گے، گویا کہ جنت ان لوگوں کا حصہ ہوگی اور اعمال صالحہ انسان کو جنت کی خوبیوں اور نعمتوں سے مالا مال کردیں گے!

☆ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءِ ِ الْحُسْنٰى. (کھف)

اس نے کہا کہ جو کوئی گناہ کا کام کرے گا تو ہم اس کو سزا دیں گے۔ پھر وہ اپنے رب کے پاس لوٹ کر جائے گا تو وہ اس کو بری طرح سزا دے گا اور جو کوئی ایمان لایا اور نیک عمل کئے تو اس کے لئے بدلہ کے طور پر بھلائی ہے!

(۱) اس آیت کریمہ میں حضرت ذوالقرنین کی زبانی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ظلم اور برائی کرنے والا دنیا میں بھی سزا کا مستحق ہوگا اور آخرت میں بھی اس کو سخت سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔ مگر نیک اعمال ایسی ڈھال ہیں جو انسان کو دنیا اور آخرت میں خدا کی گرفت سے محفوظ کر سکیں گے!

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ

(الانبیاء)

تو جو کوئی نیک عمل کرے اور وہ مومن بھی ہو تو اس کی کوشش اکارت نہ ہوگی! اور ہم اس کے نیک عمل لکھتے جاتے ہیں۔

اس کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا ایک نیک عمل بھی ضائع نہیں جائے گا۔ بلکہ وہ اپنے تمام تر ثمرات کے ساتھ خداوند قدوس کے ہاں جمع ہوگا اور انسان کی نجات وفلاح کے کام آئے گا۔

☆ ایک مقام پر قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے کہ

فَخَلَفَ مِنْ م بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا.

تو ان کے بعد ان کے ایسے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی! تو وہ گمراہی سے ملیں گے! لیکن جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کئے تو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرا سا حق بھی نہیں مارا جائے گا۔

اس آیت کریمہ اور اسی قسم کی دوسری آیات سے معلوم ہوا کہ جنت کا استحقاق دراصل انہی کو ہے جو ایمان اور ایمان کے ساتھ عمل صالح سے بھی آراستہ ہیں اور جو عمل سے محروم ہیں وہ ان عظیم نعمتوں سے محروم ہوں گے، ہاں اگر اللہ تعالیٰ ہی مغفرت اور بخشش سے سرفراز فرمادیں تو ان کا

معاملہ اور ہوگا!

☆ ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے کہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ. (شوریٰ)

اور جو ایمان لائے اور نیک کام کئے وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے! ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس وہ ہے جو چاہیں۔ یہی بڑی مہربانی ہے یہی وہ ہے جس کی خوشخبری اللہ اپنے بندوں کو دیتا ہے! جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے!

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی فضیلت اور عظمت بیان فرمائی ہے جو نیک اعمال کرتے ہیں۔ نیک اعمال ایک ایسا ذخیرہ آخرت ہیں جس کے صلے میں جنت عطا ہوگی! اور جنت میں ان کی تمام خواہشات کی تکمیل کی جائے گی جو ان کے دل میں بار بار پیدا ہو رہی ہوں گی! معلوم ہوتا ہے کہ جنت اعمال صالحہ کرنے والوں کی منتظر ہے اور عمل صالح ایمان کے بعد انسانی زندگی کا زیور ہے جس سے پوری زندگی آراستہ پیراستہ ہو جائے گی!

☆ ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (كهف)

بیشک جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کی مہمانی کے لئے باغ فردوس ہیں۔

☆ ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا. (كهف)

تو جس کو پروردگار سے ملنے کی امید ہو تو چاہیئے کہ وہ نیک عمل کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہ بنائے!

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق خصوصی قائم کرنے کے لئے عمل صالح کولازمی قرار دیا گیا ہے۔

☆ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (حج)

جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، وہ آرام کے باغ میں ہوں گے!

اسی طرح قرآن حکیم میں تھوڑے تھوڑے الفاظ کے تغیر کے ساتھ تقریباً پینتالیس مقامات پر ایمان اور عمل دونوں کو جمع کر کے بیان فرمایا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان اور عمل کے بغیر انسان کی روحانی زندگی کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی۔

☆ ایک اور مقام پر ارشاد ربانی تعالیٰ ہے کہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا

اللہ نے ان میں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ۔بخشش اور بڑی مزدوری کا وعدہ کیا ہے۔!

حضرات گرامی! میں نے آپ کے سامنے قرآن حکیم کی ایسی دس آیات کریمہ پیش کی ہیں جن میں ایمان کے ساتھ عمل صالح کو لازم وملزم بیان فرمایا گیا ہے! ایمان اور عمل صالح نجات کا دارومدار ہیں ۔اس لئے اب ہمیں نہایت سنجیدگی سے اس بات پر بھی غور کرنا ہے کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کو اس قدر جو ضروری قرار دیا گیا ہے آخر عمل صالح ہے کیا؟ جس کی اس قدر اہمیت ہے کہ ایمان کے بعد اسی کا درجہ ہے اور اسے اس قدر بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ اس کے بغیر نجات وفلاح نہیں ہوسکتی!

اس لئے قرآن مجید میں غوطہ لگانے سے پتہ چلتا ہے کہ عمل صالح ہر اس عمل کو کہا جاتا ہے جو خدا اور اس کے سچے رسول کے احکامات کے مطابق ہو! جو کام جو فعل اور جو عمل خدا اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے سے ہٹ جائے گا۔ وہ عمل غیر صالح قرار پا جائے گا۔ خواہ اس کا تعلق نظریات سے ہو یا اخلاق ومعاملات سے ہو! مثلاً ایک نظریہ خواہ کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو،

لیکن اس کا دائرہ فکر خدا اور رسول سے ہٹا ہوا ہے تو اسے نظریاتی طور پر غیر صالح نظریہ قرار دیا جائے گا!

کمیونزم یا سوشلزم یا کیپٹیل ازم یہ تین نظریات ہیں، ممکن ہے ان کو وضع کرنے والے اور انہیں تشکیل دینے والے اپنے ہاں انہیں فلاح انسانی کے لئے ضروری سمجھتے ہوں، چونکہ ان کے پس منظر میں خدا اور رسول کی حقیقی اطاعت اور نظریاتی قوت نہیں ہے۔ اس لئے ان کو اسلام میں رد کر دیا جائے گا اور ان کے مقابل میں اسلام کا نظریہ حیات ہی بلند و بالا اور کامل و اکمل ہوگا۔ اسی طرح ایک عمل خواہ اپنے ہاں بہت اچھے مقاصد کے لئے بنایا گیا ہو۔ اگر اس پر خدا اور رسول کی مہر تصدیق ثبت نہیں ہوگی تو اس عمل کو غیر صالح قرار دیا جائے گا۔

نماز

روزہ

حج

زکوٰۃ

نوافل

انفاق فی سبیل اللہ ان تمام عبادات کی وہی شکلیں اعمال صالحہ کی تعریف میں آئیں گی جو قرآنی احکامات اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں خدا اور رسول کے معیار پر پوری اترتی ہوں گی!

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرات گرامی! آج تک عمل صالح صرف ان اعمال کو سمجھا گیا ہے جو مستحبات یا نوافل کے درجے کے ہوں! مثلاً صالح مرد اور درویش صفت آدمی یا صوفی اور نیک آدمی اس کو کہتے ہیں جو نوافل کثرت سے پڑھتا ہو! یا زیادہ گفتگو نہ کرتا ہو! یا دنیا سے الگ تھلگ رہتا ہو! ایسے لوگوں کے متعلق فوراً کہہ دیا کہ فلاں شخص بہت نیک ہے کہ وہ دنیا سے الگ تھلگ رہتا ہے۔ گویا کہ نیکی اور صالحیت کو انہی امور تک محدود کر دیا گیا ہے اور ان کے علاوہ جو امور ہیں وہ عمل صالح کی تعریف میں نہیں آتے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ عمل صالح کا مفہوم ہی وسیع ہے۔ فرائض واجبات،

سنن، مستحبات حقوق اللہ، حقوق العباد اور معاملات یہ تمام عنوان اعمال صالحہ کے ہی ہیں۔ ایمان دراصل یقین کا نام ہے اور اعمال صالح اس یقین کیساتھ عملی زندگی کو انہی اصولوں پر گامزن کرنے کے ہیں جو ایمان کی دولت کے بعد شریعت مطہرہ نے ہمیں عطا کی ہیں۔

اعمال صالح

حضرات گرامی! ایمان کی دولت نصیب ہونے کے بعد انسان پر دو بنیادی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ایک ذمہ داری تو یہ ہے کہ انسان کا تعلق اپنے خالق حقیقی کے ساتھ اتنا گہرا اتنا پیارا اور اتنا مخلصانہ ہونا چاہیے کہ اس کے رگ وریشے میں خدا کی عبادت کی خوشبو سرایت کر جائے گویا کہ یہ انسان کا تعلق مع اللہ کہلائے گا !

تعلق مع اللہ میں سب سے بڑی مشکل نماز کی سامنے آئے گی اس لئے اس میں عمل صالح کی وہ تمام روح آجانی چاہیے جو تعلق مع اللہ کو اور گہرے سے گہرا کردے! اسی طرح تمام عبادت میں مثلاً۔ صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے عبادت کرنا۔

نماز پڑھے تو رضائے الٰہی کے لئے

روزہ رکھے تو رضائے الٰہی کے لئے

حج کرے تو رضائے الٰہی کے لئے

زکوٰۃ دے تو رضائے الٰہی کے لئے

نوافل پڑھے تو رضائے الٰہی کے لئے

خیرات کرے تو رضائے الٰہی کے لئے

گویا کہ یہ رضائے الٰہی جو ہے وہ عمل صالح ہوگیا۔ اس عبادت نماز کا اور دیگر عبادت کا اگر رضائے الٰہی کا ارادہ اس عمل میں شامل نہ کیا جاتا تو یہ تمام عمل عبادت نہیں ہوگا، بلکہ ریاکاری ہوگا اور عمل غیر صالح ہوگا۔ اس لئے یہ یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ عمل غیر صالح ہر اس نظریہ اور ارادہ کو کہتے ہیں جو سنت رسول سے ہٹا ہوا ہو! پیغمبرانہ طریقہ سے الگ تھلگ ہو اسی لئے سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز بر پئے مصطفٰے

خطیب کہتا ہے

نماز عمل صالح ہے
روزہ عمل صالح ہے
زکوٰۃ عمل صالح ہے
حج عمل صالح ہے
انفاق فی سبیل اللہ عمل صالح ہے
بیوی کے حقوق
والدین کے حقوق
اولاد کے حقوق
معاشرے کے حقوق

یہ تمام حقوق اعمال صالحہ کی تعریف میں آتے ہیں۔ ان کو ادا کرنے سے انسان ایک صالح مسلمان بنتا ہے اور عمل صالح کا جو قرآنی مطالبہ ہے۔ اس سے مراد بھی یہی ہے کہ حسن نیت سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرنا عمل صالح ہے۔

ان اعمال کو کرنے والا جنتی ہوگا۔ اعمال کو کرنے والا خدا اور رسول کا پسندیدہ ہوگا!
ان اعمال کو کرنے والا آخرت میں نجات پائے گا اور جنت کا مستحق ہوگا۔

خدا کی دوستی

حضرات گرامی! جس طرح انسان بالخصوص مسلمان اپنے معبود حقیقی اللہ رب العالمین سے محبت کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے محبت فرماتے ہیں۔ آیئے ذرا قرآن مجید میں غوطہ لگائیں کہ خداوند قدوس کن لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔

کیا دولت مندوں سے

کیا محلات والوں سے؟

کیا دنیاوی جاہ وجلال والوں سے؟

کیا بادشاہوں سے؟

جب قرآن سے پوچھا گیا کہ اے قرآن تو بتا کہ خداوند قدوس کن لوگوں سے محبت فرماتے ہیں تو قرآن مجید نے فرمایا کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا. (مریم)

بلاشبہ جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں۔ بڑی رحمت والا پروردگار ان کو ضرور محبت سے نوازے گا!

مقام فکر ہے! کسی بندے کے لئے اس دنیا میں اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے اس کے دل کو اللہ سے محبت وتعلق کی دولت نصیب ہوجائے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی محبت کے لئے چن لے اور عامۂ مخلوق کے دلوں میں بھی اس کی محبت ومقبولیت پیدا کردی جائے!

صرف مادی لذتوں اور برائیوں سے دلچسپی رکھنے والے جو انسان اپنی انسانیت کھوکر حیوانات کی سطح پر آچکے ہیں۔ غالباً ان کے نزدیک تو اس دنیا کی بڑی نعمتیں صرف روپوں کے ڈھیر انیٹوں اور پتھروں سے بنے ہوئے عالی شان محلات طرح طرح کے مرغن کھانے بیش قیمت کپڑے اور قیمتی سواریاں ہی ہوں گی۔ لیکن جو واقعی انسان ہیں انہیں ان میں قطعاً کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ اللہ کی محبت ومحبوبیت اور مقبولیت سے محرومی بہت بڑا زوال ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ جس بندے کو اس دنیا میں اپنی محبت ومقبولیت کا کوئی حصہ عنایت فرمادیں تو یہ اس کے لئے بہت بڑی دولت ہے جس پر جس قدر فخر اور شکر کیا جائے وہ کم ہے!

اس سے معلوم ہوا کہ عمل صالح سے انسان کو محبت الٰہی کی دولت سے سرفراز فرمایا جاتا ہے۔ **ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشاء** ۔ گویا کہ وہ شخص خدا کا دوست بن گیا۔ جو اعمال صالحہ سے مزین ہوگا اور اس کا نامہ اعمال پاکیزہ اعمال سے روشن ہوگا۔ الحمد اللہ۔

حیاۃ طیبّہ عطا ہوگی

حضرات! آپ حضرات نے سینکڑوں نہیں، لاکھوں نام سنے اور پڑھے ہوں گے جن کو دنیا محبت وعظمت سے یاد کرتی ہے تاریخ کے اوراق ایسی شخصیات کے اسمائے گرامی سے بھری پڑی ہے۔جن کا نام سنتے ہی انسان کے دل میں محبت واحترام کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔آخروہ کون سا عمل یا فعل تھا جن کے کرنے سے وہ شخصیات آج بھی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز ہیں قرآن حکیم میں جب نظر دوڑائی جاتی ہے تو قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةًوَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (النمل)

جو بندہ عمل صالح والی زندگی گزارے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو تو ہم ضرور اس کو(حیاۃ طیبۃ) دیں گے اور آخرت میں ان کے اعمال حسنہ کا ان کے استحقاق سے بہت زیادہ اچھا صلہ ان کو عطا فرمائیں گے!

اس آیت میں عمل صالح والی زندگی پر جس حیات طیبہ کا وعدہ کیا گیا ہے۔اس کا تعلق اس دنیا سے ہے اور وہ اللہ کی محبت ومحبوبیت سکینت وطمانینت اور اللہ کی مخلوق میں مقبولیت کی وہی زندگی ہے جو اہل اللہ کو حاصل ہوتی ہے اور اس کا سرور وکیف وہی جانتے ہیں جو اس محبت کی وادی میں قدم رکھ چکے ہیں۔

آج لاکھوں خدا کے مقبول بندے جو اپنی محنت کی بادشاہی لوگوں کے دلوں پر کررہے ہیں وہ صرف اور صرف اس بات کا صلہ ہے جو ایمان اور عمل صالح کی بدولت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا کیا گیا ہے اس لئے بڑے ہی دولت مند ہیں وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے اصولوں اور طریقوں کے مطابق زندگی گزار کے حیات طیبہ کے مستحق قرار دیئے گئے اور انہیں حقیقی زندگی کی لذتوں سے سرشار کیا گیا!

حسن نیّت

حضرات گرامی! اعمال صالحہ میں آپ کو سب سے بڑی بات جو ہر وقت یاد رہنی چاہیے وہ یہ

ہے کہ کوئی عمل اس وقت تک صالح اور نیک نہیں ہوسکتا جب تک اس میں نیت اچھی نہیں ہوگی۔ اس لئے آپ کوئی بھی عمل کریں اس کے کرنے سے پہلے بار بار اس بات کا ارادہ کرلیں کہ یہ عمل صرف اور صرف خداوند قدوس کی رضا کے لئے کرر ہا ہوں، گویا کہ جس قدر آپ اپنی نیت کو درست کریں گے اسی قدر اس عمل میں نکھار پیدا ہوتا چلا جائے گا۔!

مثلاً آپ نماز پڑھتے ہیں۔ نماز میں جس قدر رضائے الٰہی کی نیت کی جائے گی اسی قدر ثواب اور اجر زیادہ ملے گا۔ خیرات ہے اس میں جس قدر زیادہ خلوص اور رضائے الٰہی کو دخل ہوگا۔ اسی قدر زیادہ اس خیرات کا درجہ بڑھ جائے گا۔ حسن نیت حسن عمل کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے ایمان اور اعمال صالحہ میں مٹھاس پیدا کرنے کے لئے ان کو عنداللہ مقبولیت کا درجہ دلانے کے لئے ضروری ہے کہ ان میں حسن نیت پیدا کی جائے یعنی خدا اور اس کی رضا کو اس کی روح قرار دیا جائے۔ اگر آپ کی عبادت اور حقوق العباد کے نقشے حسن نیت کے رنگ سے خالی ہوئے تو سمجھ لیں کہ محنت اکارت گئی۔ بس یہ ایک یاد رکھئے کہ حسن نیت ہر عمل کو حسن عطا کرے گی! اور پھر سنت مصطفٰے اس میں نورانیت لائے گی! خوب یاد رکھیئے عمل میں حسن حسن نیت سے آئے گا اور حسن نیت رسول کی سنت کی نسبت سے نکھرے گی۔ نیت اسی قدر زیادہ پاکیزہ ہوگی جس قدر اسے سرکار دو عالم ﷺ کی سنت سے نسبت ہوگی اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰه اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ .** (قرآن)

تمہارے لئے رسولؐ اللہ کے عمل میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ گویا کہ بتایا گیا ہے کہ تمہارے اعمال کی میل کچیل اسوہ رسولؐ پر عمل کرنے سے اترے گی! جس طرح انسان اپنے میلے کچیلے کپڑے کو صابن سے دھوتا ہے کہ ان میں نکھار پیدا ہوجاتا ہے۔ اسی طرح عمل کو اسوہ حسنہ سے دھویا جائے تو اعمال کی میل اتر جائے گی! اعمال میں نکھار پیدا ہوگا تو اسوہ رسولؐ سے! اور انسان کی روحانی زندگی میں نکھار پیدا ہوگا تو اسوہ رسولؐ سے! جس رسولؐ نے قرآن دیا اور اعمال صالح کی ہدایات عطا فرمائیں۔ اسی رسولؐ نے اپنے اسوہ حسنہ سے عمل صالح کی عملی تفسیر بھی امت کو عطا فرمادی جو قیامت تک کے لئے امت کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا گیا کہ

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

تمام انسان گھاٹے اور خسارے میں سوائے ان کے جنہوں نے ایمان اور اعمال صالح کی دولت سے اپنے آپ کو محفوظ کرلیا۔

حضرات گرامی ! قرآن مجید کی ان آیات سے آپ پر اعمال صالحہ کی اہمیت واضح ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اعمال صالحہ صرف نوافل اور مستحبات کا نام نہیں ہے، بلکہ اعمال صالحہ ان تمام احکامات کا نام ہے جو سرکار دوعالم ﷺ ایک ضابطہ حیات کی شکل میں امت کے لئے لائے اور جسے حالی نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
یہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی!

اقبال مرحومؒ نے بھی اسی فلسفہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اقبالؒ کے ذہن میں بھی عمل کا وہ وسیع مفہوم تھا جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے اسی کو اقبالؒ نے ایک اور مقام پر اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

یقین محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

اور مولانا جامی رحمۃ اللہ نے اسے اپنے انداز سے یوں بیان فرمایا ہے کہ

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

میری دلی دعا ہے کہ مولیٰ کریم ہمیں اعمال صالح کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔!

اعمال صالحہ پیدا کرنے کے مراکز

حضرات گرامی ! اس گئے گزرے دور میں بھی جن مقامات پر اعمال صالحہ کا درس دیا جاتا ہے وہ

تین مرکز ہیں۔مسجد، مدرسہ،اہل اللہ کی مجالس۔

مساجد میں قرآن وحدیث کا درس دینے والے علماء کا وجود اللہ تعالیٰ کی نعمت غیر مترقبہ ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہوکر درس قرآن وحدیث سنا جائے تا کہ آپ کے ایمان کو تازگی اور حلاوت نصیب ہواور آپ کے عقائد واعمال کو قرآن وحدیث کا آب شیریں ملتا رہے اور عقائد واعمال کے شجر بارآور اور ثمرآور ہوسکیں اسی طرح دینی مدرسہ بھی ایک ایسا مرکز ہے جہاں سے ایسے رجال کار بنتے ہیں جولوگوں میں ایمان اوراعمال صالحہ کا بیج بوتے ہیں۔اپنی تقریروں،تحریروں اور دینی محنت سے عوام وخواص کے قلوب میں دینی عظمت پیدا کرکے انہیں دین اور دینی افکار ونظریات کا مبلغ اورامین بناتے ہیں جو پوری دنیا میں دینی محنت کا کام کرتے ہیں۔یہ صرف اورصرف دینی مدارس کا سرمایہ ہیں اور دینی مدرسے اور ادارے اس میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔آج دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی دینی محنت اور دین کا کام ہورہا ہے۔یہ علمائے کرام اور دینی مدارس کی جدوجہداور عظیم قربانیوں کا نتیجہ ہے۔اس لئے اعمال صالحہ کی روشنی حاصل کرنے کے لئے اپنا تعلق دینی مدارس سے بھی قائم رکھئے۔

اہل اللہ کی مجالس بھی فکر صالح اور عمل صالح پیدا کرنے میں ایک بہت بڑا کردارادا کررہی ہیں۔شاہ ولی اللہ سے لے کر حضرت نانوتوی وگنگوہی قدس سرہما اور حضرت مدنیؒ اورحضرت لاہوری تک اہل اللہ کا یک خاص کردار رہا ہے جن کے دم قدم سے لاکھوں قلوب ذکراللہ میں لگ گئے۔اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر متقدمین میں سے تمام اولیاء کرام حضرت شیخ جیلانیؒ ،حضرت علی ہجویریؒ ،حضرت اجمیری،حضرت زکریا ملتانی ان اکابر کے دم قدم سے لاکھوں انسانوں کواعمال صالحہ کی دولت میسر آئی۔اس لئے اہل اللہ کی صحبت بھی اعمال صالحہ کے لئے اکسیر ہے۔اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ مولیٰ کریم ہم سب کو ایمان اورعمل صالح کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

پہلا خطبہ جمعہ

ذو الحجہ

قربانی کی اہمیّت

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. (سورۃ انعام)

اے نبی! کہو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ رب العلمین کے لئے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت خم کرنے والا میں ہوں!

حضرات گرامی! یہ ذوالحجہ کا مہینہ ہے اس مہینہ میں پورا عالم اسلام قربانی کرتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی سنت کو زندہ کرتا ہے! جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہمت اور توفیق عطا فرمائی ہے وہ قربانی کرنا ایک فریضہ سمجھتا ہے اور اس مہینہ میں قربانی نہ کرنا بہت بڑی بدنصیبی اور بدبختی سمجھی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ سے منکرین حدیث نے جس طرح اسلام کے اور بہت سے عظیم الشان احکامات اور شعائر کا مذاق اڑانا شروع کر دیا ہے، اسی طرح انہوں نے قربانی جیسے عظیم اسلامی نشان کو ہدف تنقید بنا کر رکھا ہے۔ ان کی نظر میں قربانی کا جانور ذبح کر کے مال اور وقت کو ضائع کیا جاتا ہے اور ستم بر ستم یہ کہ وہ اپنے ان خیالات فاسدہ کو اسلامی فلسفہ بھی قرار دیتے ہیں کہ اور قرآن مجید پر بھی بہتان باندھتے ہیں کہ قرآن بھی ان کے اس خیال فاسد کی تائید کرتا ہے (العیاذ باللہ)

آج کے خطبہ میں آپ حضرات کے سامنے قرآن و حدیث کے ان دلائل کو بیان کروں گا۔ جن میں قربانی کے مسئلہ کو وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے اور پوری امت اس پر ۱۴سو سال

سے عمل پیرا ہے۔آیئے سب سے پہلے قرآن مجید میں تلاش کریں کہ کیا قرآن مجید میں بھی قربانی کا حکم اور ذکر ملتا ہے یا نہیں؟

چنانچہ جب قرآن مجید کا مطالعہ کیا گیا تو قرآن مجید نے ہی فصیح اور بلیغ انداز سے مسئلہ قربانی کو بیان فرمایا۔

قرآن اور قربانی

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. (سورة انعام)

کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العلمین کے لئے ہے۔

یہ آیت کریمہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تھی اس وقت حج بھی فرض نہیں ہوا تھا۔جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس آیت کے جس لفظ نُسُکُ سے قربانی کا حکم دیا گیا ہے یہ قربانی حج کی قربانی کے علاوہ ہے اور وہ قربانی دسویں ذوالحجہ کی ہے جسے پورا عالم اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت سمجھ کرادا کرتا ہے۔لفظ نُسُکُ کے معنی قربانی کے ہیں اور اس آیت میں اسی قربانی کا ذکر ہے جس کو ہر مسلمان عبادت سمجھ کر کرتا ہے۔قرآن مجید نے ایک اور مقام پر نُسُک کوقربانی کے معنی میں بیان فرمایا ہے۔ارشاد ہوتا ہے کہ

فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْبِہٖٓ اَذًی مِّنْ رَّاْسِہٖ فَفِدْیَۃٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَۃٍ اَوْ نُسُکٍ (البقرة)

تم میں سے جو شخص سفر حج میں بیمار ہوجائے یا اس کے سر میں تکلیف ہو اور وہ سر منڈالے تو فدیہ میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔

اس نظیر سے معلوم ہوا کہ سورۃ انعام کی مذکورہ بالا آیت میں بھی نُسُکُ کے معنی قربانی کے ہیں۔ تاہم اگر اس لفظ کو عبادت کے معنی میں بھی لیا جائے،تو قربانی کا مفہوم اس میں ضرور شامل مانا

جائے گا! اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قربانی کا حکم علماء کی ایجاد نہیں ہے، بلکہ یہ خداوند قدوس کا حکم ہے اور پوری امت نے اسے حکم خداوندی سمجھ کر ہی اطاعت کی ہے اور فرمانبرداری سے اس کو قبول کیا ہے!

آیت ثانی

قرآن حکیم کی سورۃ کوثر میں ارشاد ہوتا ہے کہ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ بس اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

یہ آیت کریمہ بھی مکی ہے اس میں قربانی کا حکم ہے۔ نحر کے معنی اہل لغت نے اگرچہ اور بھی کئے ہیں۔ مگر نحر کا حقیقی معنی قربانی کرنے کا ہی ہے۔ چنانچہ احکام القرآن میں علامہ جصّاص فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس کے معنی اونٹ ذبح کرنے کے بیان کئے ہیں انہی کی بات صحیح ہے کیونکہ اس لفظ کا حقیقی مفہوم یہی ہے اور مطلق لفظ نحر سن کر ایک عرب اس مفہوم کے سوا اور کوئی مفہوم نہیں سمجھے گا کہ اگر کہا جائے کہ فلاں شخص نے آج نحر کیا ہے تو ہر شخص یہی سمجھے گا کہ آج اونٹ ذبح کیا ہے نہ یہ کہ اس نے آج بائیں ہاتھ پر سیدھا باندھا ہے۔ (احکام القرآن ج ۳)

یہی وجہ ہے کہ قرآن کے تمام مترجمین شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالقادرؒ، شاہ رفیع الدینؒ مولانا محمود احسنؒ مولانا تھانویؒ قدس سرہم نے اس کا ترجمہ بالاتفاق قربانی کرنا کیا ہے۔ یہ علماء کی ایجاد نہیں ہے بلکہ قربانی کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے۔ (سبحان اللہ)

عمل رسول اور قربانی

حضرات گرامی! قرآن حکیم کی ان دو آیتوں میں قربانی کا حکم ہے وہ از خود متعین نہیں کیا گیا، بلکہ قرآن کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف کا معنی زبان نبوت اور عمل نبوت سے متعین ہوا ہے۔ قرآن مجید کا وہی مفہوم اور وہی معنی امت کے لئے قابل قبول ہوگا جو زبان نبوت سے اس کی صحیح تفسیر ہوگئی ہو! قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ

اب ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہوگا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے قرآن مجید کی ان آیتوں کا منشاء کیا

سمجھا اور اس پر کیا عمل فرمایا! کیا آپ نے صرف حج پر ہی قربانی کی ہے یا مدینہ منورہ میں بھی آپ قربانی کرتے رہے؟ کیا آپ نے بقرعید پر قربانی کبھی کبھار کی ہے یا اس پر بھی آپ بالالتزام قربانی کرتے رہے! کیا اس پر آپ نے بذات خود ہی عمل کیا یا مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیتے رہے!

ان تمام باتوں کا جواب آپ کو سرکار دو عالم ﷺ کے عمل سے ملتا ہے اور عمل رسول تمام امت کے لئے مشعل راہ ہے اور روشنی کا مینار ہے۔ جب ہم بنظر غائر عمل رسول اللہ ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو قربانی کے تمام پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے اور وہ تمام امت کے لئے ایک جامع ضابطہ حیات ہے جو رہتی دنیا تک واجب التعظیم اور واجب الاتباع رہے گا!

حدیث اوّل

عن براءؓ قال قال رسول الله ﷺ ان اول مابتدائنا به فی یومنا هذا ان نصلی ثم نرجع فنخر من فعله اصاب سنتنا فمن ذبح قبل فانما هو لحم . قدمالا هله .

براء ابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلا کام جس سے ہم آج کے روز ابتدا کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ پھر واپس جا کر قربانی کرتے ہیں جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہمارے طریقے کے مطابق کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا تو اس کا شمار قربانی میں نہیں بلکہ وہ ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے مہیا ہے!

اس حدیث پاک میں بقرعید کے دن حضور ﷺ کے معمولات کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے! دس ذوالحجہ کو آپ کے معمولات کے چند نکات اس طرح ہیں۔

☆ عید کی نماز پڑھنا

☆ عید کے بعد قربانی کرنا

☆ قربانی کو سنت محمدی قرار دینا

☆ نماز سے پہلے قربانی کرنے والے کو تادیب فرمانا۔

معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ بذات خود قربانی کرتے تھے اور اس کو مسلمانوں کے لئے سنت محمدی قرار دیتے تھے۔اس سے زیادہ اور کیا وضاحت ہوسکتی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے خود اپنے عمل سے قربانی کی سنت کو مسلمانوں کے لئے خیر وثواب اور برکات وانوارات کا مجموعہ قرار دے دیا۔

دوسری حدیث

بخاری شریف میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

من صلّی الصلوٰۃ ثم نسکه و اصاب سنة المسلمین . (بخاری)

جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہوئی اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پالیا......

گویا کہ اصحاب رسول سے لے کر تمام امت کے اہل حلّ وعقد اور مسلمان اس سنت مصطفوی کے پیروکار رہے اور اسے ہی سرکار دو عالم ﷺ اپنے ارشاد گرامی میں قابل تحسین فرمارہے ہیں کہ اس سنت نبوی کو پوری امت نے اپنایا ہے اور یہی سنت نبوی ہے جسے عمل پیغمبر نے متعین فرما کر تمام امت کو سنت نبوی اور حکم ربانی پر عمل کرنے کا ارشاد فرمایا ہے!

تیسری حدیث

قال یحیی ابن سعید سمعت اباامامة بن سھل قال کنا نسمن الاضحیة بالمدینة و کان المسلمون یسمنون . (بخاری کتاب الاضاحی)

یحیٰی بن سعید کہتے ہیں میں نے ابوامامہ ابن سہل انصاری سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہم لوگ مدینہ میں قربانی کے جانور کو کھلا پلا کر خوب موٹا کرتے تھے! اور عام مسلمان کا یہی طریقہ تھا!

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل بھی قربانی کے سلسلہ میں وہی تھا جو انہیں سرکار دو عالم ﷺ کی سنت اور عمل مبارک سے معلوم ہوا تھا!

خطیب کہتا ہے

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قربانی کے جانور کی خوب خوب خدمت کی جائے!

اس کو خوب کھلا یا پلا یا جائے۔

اس سے شفقت و محبت کی جائے

اس کی دیکھ بھال کی جائے!

اور اس کی صحت و صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔

یہ سنت صحابہؓ ہے

یہ معمول صحابہؓ ہے

صحابہ کا معمول خدا کو پسند

صحابہ کا معمول مصطفیٰ ﷺ کو پسند

حضرت انس بن مالک کی قربانی

سیدنا انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ جو سرکار دو عالم ﷺ کے خادم خاص تھے وہ اپنا اور سرکار دو عالم ﷺ کا معمول بقر عید کے دن کا بیان فرماتے ہیں کہ

قال كان النبی ﷺ . يضحی بكبشين و انا اضحی بكبشين. (بخاری كتاب الاضاحی)

نبی کریم ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں!

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بقر عید کے دن سرکار دو عالم ﷺ کا معمول مبارک قربانی کرنا تھا۔ حضرت انس کا معمول بھی سنت نبوی کے مطابق قربانی کرنا تھا، بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تو محبت نبوی میں ڈوبی ہوئی ایک اور بات فرمادی کہ چونکہ میرے آقا اور محبوب کا معمول بھی دو مینڈھے قربان کرنا تھا میں نے بھی ادائے رسولؐ کی پیروی اپنا معمول بنالیا تھا۔

خطیب کہتا ہے

یہ ہے عشق رسول

محبوب کی اداؤں کو اپنانا

محبوب کی اداؤں پر مرمٹنا

محبوب کی اداؤں کو سرمایہ حیات سمجھنا

جومحبوب پسند کرے اس کو پسند کرنا

جن سے محبوب دوستی کرے ان سے دوستی لگانا

جن کومحبوب ناپسند کرے ان سے گریز کرنا

سچ ہے صحابہ تو فنافی الرسول تھے!

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ

لاتتخذو هم من بعدی غرضا

میرے بعد صحابہ کونشانہ تنقید وتنقیص نہ بنانا۔

سیّدہ عائشہؓ کا معمول

عن عايشه قالت الا ضحية كنا نملح منه فنقدم به الى النبى ﷺ بالمدينة . (بخارى)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم مدینہ میں قربانی کے گوشت کونمک لگا کر رکھ دیا کرتے تھے اور پھر نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے!

سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے معمول سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عید کے دن سرکاردوعالم ﷺ قربانی دیا کرتے تھے! قربانی ایجاد بندہ نہیں ہے، بلکہ قربانی خدا کا حکم اوراس کے رسول کی سنت ہے!

سیّدنا فاروق اعظمؓ کا خطبہ

عن ابى عبيد مولى ابن ازبير انه شهدالعيد يوم الاضحٰى مع عمر بن الخطاب فصلّٰى قبل الخطبة ثم خطب الناس فقال ايها الناس ان رسول اللّٰه ﷺ قد نها كم عن صيام هٰذين العيدين احدهما فيوم فطركم من صيام كم واما الأخر فيوم تاكلون من نسككم. (بخارى كتاب

الاضاحی)

ابوعبید مولیٰ ابن زبیر کہتے ہیں کہ انہوں نے بقرعید کے روز حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے پہلے نماز پڑھائی اور پھر خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ لوگو! رسول اللہ ﷺ نے تم کو ان دونوں عیدوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک عید تو تمہارے لئے افطار کا دن ہے رہی یہ دوسری تو اس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو!

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک معروف ومتواتر عمل رسول کا اس انداز سے تذکرہ فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کا عمل تمام اکابر صحابہ میں جاری وساری تھا اور اصحاب رسول اس کو دل وجان سے ادا کرتے تھے!

ساتویں حدیث

قال ابو الزبیر انه سمع جابر بن عبداللّٰه یقول صلیٰ بنا النبی ﷺ یوم النحر بالمدینة فتقدم رجال فنحرو اوظنوا ان النبی ﷺ قد نحر فامر النبی ﷺ من کان نحر قبله ان یعید بنحرٍ اٰخر ولا ینحرو احتّٰی ینحر النبی ﷺ (مسلم)

ابی زبیر کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ نے ہمیں یوم النحر کو مدینہ میں نماز پڑھائی۔ پھر بعض لوگوں نے یہ سمجھ کر حضورؐ قربانی کر چکے ہیں آگے بڑھ کر اپنے جانور قربان کر دیئے! اس پر حضورؐ نے حکم دیا کہ جس نے مجھ سے پہلے قربانی کر لی ہے اسے پھر دوسری قربانی کرنی چاہیئے! اور آئندہ کوئی شخص اس وقت تک قربانی نہ کرے جب تک کہ میں قربانی نہ کرلوں۔

خطیب کہتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت وہی قابل قبول ہوگی جو سنت رسول کے مطابق ہو!

جو نماز

جو روزہ

جو انفاق

جو نوافل

جو ذکر و فکر

جو قیام و قعود

جو خیرات و صدقات

سنت رسول کے مطابق ہوں گے

وہ خدا اور رسول کے ہاں محبوب ہوں گے

اور جو عبادت و ریاضت سنت رسول کے مطابق نہیں ہوگی وہ منہ پر ماردی جائے گی۔

مَنْ اَحدَثَ فِیْ اَمْرِناھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَرَدٌّ .

غریبوں کی طرف سے قربانی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

صلیت مع رسول اللّٰہ ﷺ عید الاضحٰی فلما انصرف اتی بکبش فذبحہ فقال بسم اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللھم ھذا عنی وعمن لم یضح من امتی. (ابوداؤد . ترمذی)

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بقرعید کی نماز پڑھی پھر جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں ایک مینڈھا پیش کیا گیا اور آپ نے اسے ذبح کرتے ہوئے فرمایا اللہ کے نام پر اور اللہ سب سے بڑا ہے خدایا یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان سب لوگوں کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہ کی ہو!

خطیب کہتا ہے

حضور اکرم ﷺ کو امت کے غریبوں کا اس قدر فکر تھا جو گھرانے قربانی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے ثواب میں ان کو بھی شریک کرلیا!

خوش قسمت ہیں وہ غریب جو حضور کی یادوں میں شامل تھے۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی قربانی پیغمبر نے ادا کی۔

امتی کا بھی فرض ہے کہ رسولؐ رحمت کی اطاعت کرے۔

امتی کا بھی فرض ہے کہ رسولؐ رحمت سے محبت کرے۔

امتی کا بھی فرض ہے کہ رسولؐ رحمت کی سنت کو زندہ کرے۔

امتی کا بھی فرض ہے کہ رسولؐ رحمت کے مشن کو زندہ کرے۔

یاران رسول سے محبت کرے، دین رسول کو حرز جاں بنائے

یارب صل وسلم دائما ابداء

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے قربانی کی

قربانی اس قدر عظیم الشان عبادت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے قربانی کے جانور کو ذبح فرمایا۔

عن علی بن الحسین عن ابی رافع ان رسول اللّٰہ ﷺ کان اذ اضحیٰ اشتری کبشین سمینین اقر نین املحین فاذا صلیٰ وخطب الناس اتی باحدھما وقائمٌ فی مصلاہ فذبحہ بنفسہ بالمدینۃ (مسند احمد)

علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بقر عید کے دن دو مینڈھے خریدتے تھے۔ خوب موٹے تازے بڑے سینگوں اور چت کبرے پھر جب آپ نماز پڑھ چکتے اور خطبے سے فارغ ہولیتے تو ان میں سے ایک مینڈھا پیش کیا جاتا اور آپ اپنے مصلے پر ہی کھڑے کھڑے اس کو ذبح فرمادیتے!

حضورؐ نے مدینہ میں دس سال قربانی کی

حضرات گرامی! جو لوگ یہ راگ الاپتے ہیں کہ قربانی ملاؤں کی ایجاد ہے انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ملاؤں کی ایجاد نہیں ہے، بلکہ سرکار دوعالم ﷺ کا معمول مبارک تھا۔ اس لئے میں آپ کے سامنے ایک ایسی حدیث پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پوری

مدنی زندگی میں متواتر اور مسلسل قربانی کی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ

عن ابن عمر قال اقام رسول الله ﷺ بالمدينة عشر سنين يضحى (ترمذی)

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دس سال مدینہ میں رہے اور ہمیشہ قربانی کرتے رہے!

قربانی نہ دینے والے کا عیدگاہ میں داخلہ بند

سرکار دوعالم ﷺ کو قربانی کی اہمیت کا اس قدر شدت سے احساس تھا کہ آپ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من وجد سعة فلم يضح فلايقربن مصلانا. (مسند احمد ابن ماجه)

ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے!

خطیب کہتا ہے

فَلَا يَقْرَبنّ مُصَلَّانا

حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی منکرین قربانی کے لئے زبردست طمانچہ ہے!

جو قربانی کی سنت کا استہز کرتا ہے

جو قربانی کی سنت کا مذاق اڑاتا ہے

جو قربانی کی سنت کو فضول قرار دیتا ہے

جو قربانی کی سنت کو غیر ضروری سمجھتا ہے۔

وہ اس قابل نہیں کہ مسلمانوں کی عیدگاہ میں جائے۔ اسے مسلمانوں سے الگ تھلگ اپنا راستہ بنانا چاہیئے۔ مسجدیں اور عیدگاہیں ایسے لوگوں کی ہیں جو سرکار دوعالم ﷺ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتے ہیں! اور اپنی زندگی کا سرمایہ سبیل رسول کو سمجھتے ہوئے اطاعت خدا اور رسول کو اپنی

زندگی کا ماحصل سمجھتے ہوں!

آخری گذارش

حضرات گرامی! میں نے اس وقت تک آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید کی دو آیتیں اور گیارہ احادیث پیش کی ہیں۔ جن سے قربانی کا ضروری ہونا اور سنت رسول ہونا ثابت ہو گیا۔ قرآن و حدیث کے اس ذخیرے کے ہوتے ہوئے کسی کو اس بات کا اختیار نہیں دیا جا سکتا کہ وہ دین کی وہ تعبیر کرتا پھرے جو اس کے ذہن کی پیدا کردہ ہو! دین خدا کا ہے اور نبی اکرم ﷺ اسے امت کے لئے لائے ہیں۔ آپ نے اپنے عمل مبارک سے دین اسلام کی تعبیرات امت کو سمجھائی ہیں قربانی کرنا اور قربانی کا جانور ذبح کرنا یہ مسائل علماء اور فقہا نے خود بخود نہیں گڑھ لئے بلکہ عمل رسولؐ سے قربانی کا اہم مسئلہ امت کے سامنے آیا ہے۔ دراصل منکرین قربانی لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے صرف قرآن مجید تک اپنی تحقیقات کو محدود رکھنا چاہتا ہے! حالانکہ قرآن مجید بھی اس کا ساتھ نہیں دیتا، کیونکہ قرآن مجید کی چلتی پھرتی تفسیر پیغمبر ﷺ کا وجود اقدس ہے اس لئے قرآن حکیم کا جو معنی اور جو مفہوم پیغمبر کی زبان اور عمل سے متعین ہوگا۔ وہی مفہوم اور معنی قرآن حکیم کی حقیقی تفسیر اور مفہوم سمجھا جائے گا!

اقیموا الصلوٰۃ نماز قائم کرو!

اب نماز قائم کرو............ ایک حکم ہے! اسکی تفصیل قرآن مجید میں نہیں ہے کہ نماز میں کتنی قرأت پڑھو اس کی رکعتیں کتنی ہوں گی اور اس کے سجدے کس قدر ہوں گے اس میں التحیات کس وقت بیٹھنا ہے اور سلام کس وقت پھیرنا ہے۔ یہ سب کچھ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے عمل سے دکھایا اور سمجھایا ہے کیونکہ قرآن حکیم ہی نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ان باتوں کو جاننے کے لئے پیغمبر کے اسوہ حسنہ کی طرف رجوع کرو۔ یہ باتیں تمہیں عمل رسول اور زبان رسول سے معلوم ہوں گی **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ**............ رسول تمہیں بتائیں گے!

ظہر کس وقت ہوگی اور اس کی رکعتیں کس قدر ہوں گی اور عصر کب ہوگی اور اس کی تفصیلات کیا ہوں گی؟ عشاء کب ہوگی اور اس کو کس ترتیب سے ادا کرنا ہے۔ اسی عمل رسول اور قول رسول کا نام

حدیث ہے۔منکرین حدیث رسول کو درمیان سے نکال کر دین کو اپنانا چاہتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ رسول کے بغیر نہ قرآن سمجھ آسکتا ہے اور نہ ہی دین............!اور سچی بات پوچھو تو رسول کے بغیر تو خدا کا عرفان بھی نہیں ہوسکتا۔اس لئے جس طرح قرآن ہماری رہنمائی کے لئے ضروری ہے اس طرح سنت رسول اور فرمان رسول ہماری رہنمائی کے لئے ضروری ہے۔جس طرح قرآن مجید کے بغیر دین سمجھ نہیں آسکتا۔اسی طرح فرمان رسول کے بغیر بھی دین سمجھ میں نہیں آسکتا۔

مصطفٰی برساں خویش راکہ دیں ہمہ است
گر باو نہ رسی تمام بولہبی است

اسی طرح قربانی کا مسئلہ ہے اور بقرعید کے دن جانور ذبح کرنے کا مسئلہ ہے! قرآن مجید نے قربانی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ **فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ**............اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر۔

اس حکم ربانی کو سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے عمل مبارک سے سمجھایا کہ قربانی اس پر واجب ہوگی جو صاحب نصاب ہوگا اور اسی طرح قربانی کے جانوروں کے اوصاف بیان فرمادیئے اور پھر صحابہ کرام کو قربانی کرنے کا حکم دیا اور پھر خود اپنے دست مبارک سے قربانی کے جانور کو ذبح کیا اور پھر اپنی طرف سے اور امت کے غریبوں کی طرف سے قربانی کی۔اور پھر جو لوگ قربانی نہیں کرتے ان کو تہدید فرمائی۔آپ کے فعل اور زبان مبارک سے قربانی کی جو تفصیلات سامنے آئیں۔یہ تمام تر تفسیر ہے وانْحَرْ کے قرآنی ارشاد کی۔اس لئے اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر کا ارشاد اسی طرح حجت ہے جس طرح قرآن حکیم کے ارشادات مسئلہ قربانی سے انکار کرنے والے اس بات پر خوب غور کرلیں کہ کیا وہ اپنے وضع کردہ فلسفہ سے خود دامن رسول سے جدا ہوکر جہنم کا راستہ تو نہیں اختیار کررہے۔

کیا یہ قرآن پر ظلم نہیں ہے کہ قرآن لانے والے کو درمیان سے نکال کر خود اس منصب پر بیٹھنے کی کوشش کی جائے۔ (العیاذ باللہ)

مگر یاد رکھیئے کہ مسلمان بیدار ہے کوئی ایسی کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی جو مسلمانوں کو دامن

رسول سے جدا کردے تم مٹتے ہوتو مٹ جاؤ۔قربانی حکم ربانی ہےاورقربانی سنت رسول ہےاس کو نہ تو مٹایا جاسکتا ہےاور نہ ہی مسلمانوں کواس سنت کی ادائیگی سے ہٹایا جاسکتا ہے۔اقبال مرحومؒ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

وَاٰخر دعوٰنا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین

دوسرا خطبہ جمعہ

ذوالحجہ

حج بیت اللہ

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ(اٰلِ عمران)

اللہ کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے۔ان لوگوں پر جو اس کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو نہ مانے تو اللہ کو پرواہ نہیں ہے دنیا بھر کی۔

حضرات گرامی ! آج میں آپ حضرات کے سامنے حج کے عنوان پر چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ ذوالحجہ کے مہینہ میں پوری دنیا کے لوگ والہانہ انداز میں بیت اللہ شریف کی زیارت اور مناسک حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ پہنچتے ہیں اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات کو حج اور اس کے فضائل سے روشناس کرایا جائے اور آپ کو یہ بتایا جائے کہ حج کرنے سے آدمی کن بلندیوں سے سرفراز ہوتا ہے اور استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے سے انسان کن سعادتوں سے محروم ہوجاتا ہے! حج اسلام کا پانچواں رکن ہونے کی حیثیت سے بے پناہ انوارات اور محاسن کا مجموعہ ہے۔حج کو اگر اجتماعی رنگ میں دیکھا جائے تو حج مظاہر قدرت کا ایک عظیم سنگم نظر آئے گا اور قدرت کے رنگا رنگ نظارے اس قدر سامنے آئیں گے کہ انسان بے اختیار پکار اٹھے گا۔ **سبحانک ماخلقت ھٰذا باطلا** ۔کہیں کالے ہوں گے تو کہیں گورے کہیں بلند قامت اور لمبے دھڑ نگے انسانوں کا قافلہ ہوگا۔تو کہیں چٹے گورے پست قد انسانوں کا سیلاب بہتا نظر آئے گا۔کالوں میں بھی مختلف ڈیزائن ہوں گے اور ہر ڈیزائن کا اپنا ہی انداز ہوگا۔ اسی طرح ملائشیا اور انڈونیشیا،مصر،شام،الجزائر،فلسطین، جاپان،امریکہ، برطانیہ،چین، پاکستان،

ہندوستان، عرب وعجم کے لاکھوں انسانوں کا سمندر اور اس میں رنگ برنگے موتی ہیرے اور خوبصورت مگر ایک دوسرے سے الگ الگ چہرے مہرے نظر آئیں گے جو قدرت خداوندی کا عظیم شاہکار ہوں گے جنہیں دیکھ کر بے ساختہ زبان پر آتا ہے کہ **تبارک اللہ احسن الخالقین.**

اس ذات باری تعالیٰ کے قربان جاؤں جس نے طرح طرح کے نقشے بنا دیئے اور مجال ہے کہ ایک نقشہ دوسرے سے ملتا ہو، نقشہ الگ، رنگ الگ، زبان الگ، انداز الگ، بولی الگ، مگر لگن ایک، درد ایک، فکر ایک، اور سوز وساز ایک، اور ایک اور سر ایک،۔

لوگ حج کے اجتماع کے فلسفے بیان کرتے ہیں۔ حج کو ایک بین الاقوامی کانفرنس کا نام دیتے ہیں اور پھر اس پر طرح طرح کے حاشیے چڑھاتے ہیں۔ لیکن یہ سب تعبیرات انسانی تعبیرات ہیں جو درد اور سوز کا رنگ نہیں رکھتی، بلکہ اگر حج پر ایک مسلمان توحید پرست اور کیف مستی میں ڈوب کر دیکھا جائے تو۔

حج کیا ہے

حج کیا ہے؟ حج نام ہے ابراہیم علیہ السلام کی چند اداؤں کا اور حج نام ہے اسماعیل علیہ السلام کی وفاؤں کا۔ اور حج نام ہے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے چہیتے بیٹے کی چند دعاؤں کا۔

خطیب کہتا ہے

چند ادائیں
چند وفائیں
چند دعائیں
کس کی............ابراہیم علیہ السلام کی
کس کی؟ اسماعیل علیہ السلام کی
کس کی؟ سیّدہ ہاجرہ کی
یہی ادائیں حج بن گئیں

یہی وفائیں حج بن گئیں
یہی دعائیں حج بن گئیں

سبحان اللہ ۔ ماشااللہ

احرام اور تلبیہ

اچھا بھلا لباس پہنے ہوئے ایک حاجی گھر سے روانہ ہوتا ہے۔ حکم ہوتا ہے گھر کا لباس اتار دو، قیمتی لباس اتار دو، شاہانہ لباس اتار دو، امیری چھوڑ دو، فقیری اختیار کرلو۔ یہ ہزاروں روپے کی قیمتی پگڑی اتار دو۔ یہ کوٹ پتلون، یہ اعلیٰ اور قیمتی لباس جو زیب تن کر رکھا ہے اسے بدن سے الگ کر دیا جائے۔ یہ کلاہ فخر اتار دو! اور دیکھو! ذرا یہ بھی اتار دو............ایسا جوتا پہنو............جس کی ہیئت ترکیبی سے پاؤں ننگا نظر آئے اور ذرا سر سے عمامہ بھی اتار دو!

اوہو ! میں تو مفسر ہوں
فرمایا تم بھی کلا اتار دو
میں تو محدث ہوں۔ فرمایا تم بھی لباس اتار دو

محدث ہو تو
مفسر ہو تو
مجاہد ہو تو
عالم ہو تو
قطب ہو تو
ابدال ہو تو
ولی ہو تو
صدیقؓ ہو تو
فاروقؓ ہو تو
عثمانؓ ہو تو

مرتضیٰؓ ہوتو

مصطفیٰ ﷺ ہوتو

گھر والا لباس اتار دیا جائے

اور

قبر والا لباس پہن لیا جائے

لباس اتار دیا گیا۔ایک تہہ بند۔ایک چادر

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

سب کا ایک ہی لباس۔وطن مختلف مگر لباس ایک

زبان مختلف مگر لباس ایک

رنگ مختلف مگر لباس ایک

غریب ہو یا امیر

سرمایہ دار ہو یا فقیر

عالم ہو یا ان پڑھ

بڑا ہو یا چھوٹا

سب ایک ہی لباس میں ...... وہی کفن والی چادریں شروع میں ہی احساس پیدا کر دیا کہ کس بات پر اکڑے ہوئے ہو۔تمہارا انجام کار یہی لباس ہوگا۔

اسی لباس کو پہن کر امتحان کے لئے جاؤ گے

اسی لباس کے ساتھ قبر میں پرچے حل کرو گے

اب بھی تمہیں اعتماد ہے کہ سیم و زر تمہارا ساتھ دے گا۔بتایئے کہاں ہے تمہارا سرمایہ دارانہ لباس کہاں ہیں تمہارے کَرّ و فَرّ

کہاں ہیں تمہارے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ۔یہ سب کچھ اس لئے تمہیں کرایا گیا ہے تاکہ تم سب فکر

آخرت کرو!

دنیا کی بے ثباتی پر یقین کرلو

اور درویش خدا پرست بن جاؤ

فقیر الست ہو جاؤ!

کُوۡنُوۡا ربانیین ....اور لگاؤ نعرہ اور تلبیہ بلند کرو اس ذات کا جس نے سدا رہنا ہے جس پر کوئی اور کبھی تغیر نہیں آئے گا۔ جس پر کبھی بے بسی اور عاجزی نہیں آئے گی۔ جو کبھی دریوزہ گر نہیں ہوگا۔ جو کبھی سائل اور منگتا نہیں ہوگا۔ جو کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ جو ہمیشہ رہے گا۔ جس کا حکم ہمیشہ چلے گا حَیّ و قیُّوم ہے اور جس کی حکومت سب پر ہے اور تمام کائنات اسی کی محتاج ہے۔ وہی اوّل، وہی آخر، وہی حی و قیوم اور تمام کائنات کا رب۔ داتا۔ اور الہٰ ہے۔ لا الٰہ لاھو.

نعرہ لگاؤ اور زور سے پکارو۔

تلبیہ اور اس کی وحدانیت کا ڈنکا بجادو.............رہے نام اللہ کا

ایک ترانہ

سب کی زبان پر ایک ہی ترانہ سب کے دل پر ایک ہی ذات کی وحدت و ربوبیت کا نقش ....اور سب ہی ایک ترانہ کے کیف و سرور سے مست اَلَسْت ہیں اور سب کی ایک ہی پکار ہے اور ایک ہی آواز ہے۔

لَبَّیۡکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ لَبَّیۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ . اِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَۃَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ.

حاضر ہوں۔ اے اللہ میں حاضر ہوں۔

حاضر ہونے والا صدا لگاتا ہے کہ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں! مگر حاضر والے کو کیا معلوم کہ تیری حاضری کیسے قبول ہوگی۔

آواز آتی ہے............حاضر ہونے والے۔ تیری حاضری مجھے معلوم ہے! لیکن پہلے یہ بتا کہ

تیرا میرے متعلق عقیدہ کیا ہے؟

پہلے عقیدے کی صفائی کر۔ پھر اگلی منزل پر روانہ ہونا کیونکہ حج کی برکات اسی کو حاصل ہوں گی جس کا عقیدہ میری مرضی کے مطابق ہوگا۔ چنانچہ حاجی کی آواز بلند ہوتی ہے اور وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ

لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ .

اے خدا تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں حاضر ہوں۔

خطیب کہتا ہے

پہلے عقیدے کا اعلان کرایا

پہلے شرک سے بیزاری کا اعلان کرایا!

کیونکہ اگر عقیدے میں شرک ہوگا۔

تو

نہ ہی احرام قبول

نہ ہی تلبیہ قبول

نہ ہی صفا مروہ کی سعی قبول

نہ ہی منی اور عرفات کی حاضری قبول

نہ ہی دعائیں قبول

نہ ادائیں قبول

اس لئے عقیدہ مقدم۔ عقیدہ صحیح ہوگا

تو عبادات بھی قبول ہوں گی۔

عقیدہ صحیح نہیں تو عبادات بھی قبول نہیں ہوں گی!

شرک اس قدر جرم عظیم ہے کہ سب سے پہلے اس سے برٔات کا اظہار کرایا گیا۔

کیونکہ حج اس پیغمبر کی اداؤں کا نام ہے۔

جس نے توحید کا ڈنکا بجایا

اور شرک کو عالم سے بھگایا

سبحان اللہ

لَبَّیۡکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ لَبَّیۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ . اِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَةَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ.

ان کلمات حقہ کو حاجی کا عالمی ترانہ بنا دیا..................... زبان مختلف ہو، رنگ نسل مختلف ہو، اطوار و عبادات مختلف ہوں تو کوئی فکر نہیں؟ ترانہ ایک ہی ہو! اور عقیدہ سب کا ایک ہی ہو! سب توحید کا اقرار کریں اور شرک سے انکار کریں!

وَمَا اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ

یہ عالمی ترانہ کہتے ہوئے حاجی آگے بڑھتے ہیں۔ حاجیو؟

یہ تو بتاؤ یہ ترانہ کیا ہے؟

یہ سب کی زبان پر کیوں جاری ہے؟

حاجی آواز دیتا ہے................ یہ ترانہ اور ہے، جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کے لئے آواز دی تو آپ لبیک لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیغمبر کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ تمام کائنات کے حاجیوں کو حکم ہو گیا کہ ہر ملک سے آنے والا حاجی لبیک **اَللّٰھُمَّ لبیک** کا ترانہ گاتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح اپنے رب کے حضور حاضر ہو جائے۔

حج کیا ہے خدا کے محبوبوں کی اداؤں کا نام!

سبحان اللہ

اکڑ کے چلو

طواف شروع ہو گیا۔ حاجی کو حکم ہوتا ہے کہ اکڑ کے چلو۔ پہلوانوں کی طرح کندھے ہلاتے ہوئے چلو........... کیوں؟

اس لئے کہ کفار نے مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر طعنے دینے شروع کر دیئے تھے،تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے فرمایا کہ اپنے یاروں سے فرما دو کہ ذرا اکڑ کے چلیں اور کندھے ہلاتے ہوئے چلیں تا کہ دنیائے کفر پر رعب قائم ہو جائے اور کفر وشرک کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو جائے کہ یہ نحیف اگر چہ جسم وجان سے غعیف ہیں۔مگر عقیدے اور ایمان سے ضعیف نہیں ہیں۔

خطیب کہتا ہے

مولیٰ اب تو وہ سماں نہیں رہا

مولیٰ اب تو وہ ہود شمن نہیں رہے

کیا اب رمل موقوف کرایا جائے

کیا اب اکڑ کے چلنا بند کر دیا جائے

تصورات کی دنیا میں آواز آتی ہے کہ نہیں اور ہرگز نہیں۔

اسی طرح اکڑ کے کیونکہ یہ محبوب اور ان کے پیاروں کی ادا ہے اسے قیامت تک جاری رہنا چاہیئے! کیونکہ حج کیا ہے؟

اللہ کے محبوبوں کی اداؤں کا نام ہے۔

اور اللہ کے محبوب کے پیاروں کی اداؤں کا نام ہے۔

سبحان اللہ

معلوم ہوا کہ کبھی اکڑ کے چلنا عبادت ہے

اور کبھی اکڑی ہوئی گردن کو جھکانا عبادت ہے

کبھی اکڑنا عبادت ہے

کبھی جھکنا عبادت ہے

کبھی اکڑ کے اپنے معبود کو مناؤ

اور کبھی جھک کے اپنے معبود کو مناؤ

کبھی رکوع میں مناؤ،کبھی سجود میں مناؤ

داتا کا دروازہ

حاجیو.................داتائے کائنات کا دروازہ آ گیا۔ دروازے کی دہلیز پر سر رکھ دو۔ دیوانے ہو جاؤ۔ جھولی پھیلاؤ۔ آنکھیں سے آنسوؤں کے سیلاب بہادو۔ دل کھول کر رکھ دو، اپنی پوری مرادیں پیش کر دو! یہ داتا کا در ہے۔ یہ سخی کا گھر ہے جو مانگو گے پاؤ گے۔ جو چاہو گے دیا جائے گا۔ گناہوں سے بخشش مانگو۔ رحمت کے خزانے مانگو۔ بیماریوں سے شفا مانگو۔ دنیا و آخرت کی نعمتیں مانگو۔ عذاب قبر سے پناہ مانگو۔ ایمان و عمل کی دولت مانگو۔ دین و دنیا کی دولت مانگو۔ اپنے لئے مانگو۔ اپنے والدین کے لئے مانگو۔ اپنی اولاد کے لئے مانگو۔ اپنے دوستوں کے لئے۔ اساتذہ کے لئے۔ رشتہ داروں کے لئے۔ پوری امت کے لئے مانگو۔ سب کچھ مانگو عاجزی سے مانگو اخلاص سے مانگو۔ اس یقین سے مانگو کہ جو مانگو گے وہی پاؤ گے، کیونکہ یہی سخی کا در ہے۔ یہ داتا کا گھر ہے۔ یہ غنی کا گھر ہے۔ یہ رب العلمین کا گھر ہے۔ یہ غفور الرحیم کا گھر ہے۔ یہ رحمٰن کا گھر ہے۔ یہ رحیم کا گھر ہے۔ اس کے پاس سب کچھ ہے اس کے پاس وسیع سے وسیع خزانے ہیں۔ اس کے پاس نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہیں۔ مانگتے جاؤ یہ سخی ہے خالی واپس نہیں بھیجے گا۔ دنیا کے سخی خالی نہیں بھیجتے یہ کیسے خالی بھیجے گا۔ اس لئے عطا کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہ دیکھو اس کی رحمت تمہارے گناہوں کو دھونے کے لئے آ رہی ہے وہ دیکھو اس کی رحمت اس کے غضب سے سبقت لے گئی ہے۔ وہ دیکھو تمہاری بخشش کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ یہی وہ در ہے جہاں خلیل اللہ نے حبیب اللہ کو مانگا تھا۔ یہی وہ در ہے جہاں حبیب اللہ نے فاروق اعظمؓ کو مانگا تھا۔ تمہیں بھی عطا کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہ دیکھو آواز آ رہی ہے کہ

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْ لِیْ !

تیرے کرم سے اے کریم کون سی شے ملی نہیں

آواز آتی ہے

جھولی ہی تیری تنگ ہے میرے یہاں کمی نہیں

اور دیکھو! شرمانا نہیں۔عربی اگر نہیں آتی تو کوئی فکر نہیں۔عربی کی دعائیں اگر نہیں آتیں تو کوئی فکر نہیں!

اردو میں مانگو
فارسی میں مانگو
انگریزی میں مانگو
پشتو میں مانگو
سندھی میں مانگو
بلوچی میں مانگو
پنجابی میں مانگو
عربی میں مانگو

وہ ہر ایک کی سنے گا
وہ ہر ایک کو جواب دے گا
وہ ہر ایک کا مولیٰ ہے
وہ ہر ایک کا داتا ہے
وہ سب کی سنتا ہے
اور سب کی سن کر ان کی دعا کو قبول کرتا ہے

اس کی عطا بھی بے مثال
اس کی وفا بھی بے مثال

سبحان اللہ

آگے بڑھیئے۔طواف کیجئے۔ہر چکر میں دعائیں کیجئے۔یہ انبیاء کی سنت ہے۔ہمارے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔صحابہ کی سنت ہے۔ذرا اور آگے بڑھیں وہ دیکھیں کہ حجر اسود آ گیا۔

حجر اسود کا بوسہ

وہ دیکھو حجر اسود آ گیا اس پر منہ رکھ دو۔ اس پر لب رکھ دو اسے محبت سے چوم لو............ کیوں چومیں کیوں لب دیں۔ اس لئے کہ حج کیا ہے!

اللہ کے پیاروں کی چند اداؤں کا نام ہے

یا

اللہ کے پیاروں کی چند وفاؤں کا نام ہے

حجر اسود جوں ہی بوسہ دیا جائے گا۔ وہ تمہارے تمام گناہ چوس لے گا۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دینے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

فاروق اعظمؓ کا نعرۂ توحید

حجر اسود کو مصطفیٰؐ نے چوما۔ صدیقؓ نے چوما۔ عمرؓ نے چوما اور مرتضیٰؓ نے چوما۔ صحابہ نے چوما اور اولیاؒ نے چوما، لیکن آج یہ کیا ہو گیا کہ اچانک فاروق اعظمؓ کھڑے ہو کر حجر اسود کو خطاب فرما رہے ہیں۔

اِنَّکَ حَجَرٌ . لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ

اے حجر اسود تو ایک پتھر ہے نہ تو نفع کا مالک ہے اور نہ نقصان کا، تو ایک پتھر ہے تجھے اگر میرے مصطفیٰؐ نے نبوت کے ہونٹوں سے نہ چوما ہوتا تو میں کبھی نہ چومتا۔ اس موحد اعظم نے بتا دیا کہ نفع نقصان کا مالک صرف اور صرف معبود حقیقی رب العالمین ہے۔ اس کے سوا نفع و نقصان کا کوئی مالک نہیں ہے یہ ہے توحید کا عقیدہ جو حجر اسود کے بوسہ کے بعد پوری امت کو حضرت فاروق اعظمؓ نے عطا فرمایا۔

یہ ہے مصطفیٰ کی یونیورسٹی کا طالب علم

یہ ہے مصطفیٰ کی یونیورسٹی کا سند یافتہ

جس نے کلمہ توحید سے پوری امت کو سرشار کر دیا اور فلسفہ حج کی روح کو بیان کر دیا کہ ہم حجر اسود کو بوسہ کیوں دیتے ہیں اس لئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کو بوسہ دیا ہے اور

سرکاردوعالم ﷺ نے اس پر نبوت والے رس بھرے ہونٹ رکھے ہیں یہی حج ہے۔ یہی حج کا فلسفہ، یہی حج کی روحانیت ہے۔

خطیب کہتا ہے

اور حج نام ہے چند پیغمبر کی اداؤں کا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ان اداؤں کو پیغمبر کو سنت کہہ لیجئے اوران وفاؤں کو پیغمبر کی اپنے رب سے والہانہ محبت اور اطاعت کہہ لیجئے۔شرعی اور علمی الفاظ بولنے ہیں تو

سنت اوراطاعت کہہ لیجئے

عشق ومحبت میں ڈوبے ہوئے لفظ بولنے ہوں تو ادائیں اوروفائیں کہہ لیجئے۔

مقام ابرہیمؑ

طواف کرلیا، ملتزم سے لپٹ لئے حطیم میں سجدہ ریز ہولئے۔ درمولیٰ سے جھولیاں بھرلیں تواب آیئے ذرا بیت اللہ شریف کے سامنے مقام ابراہیم ہے۔وہاں پر دوگانہ نفل ادا کرلیجئے، کیوں اس لئے کہ یہاں پر دونفل ادا کرنے کا حکم ہےاورارشادربانی ہے فَاتَّخِذُوْا مَنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلّٰى ....اورمقام ابراہیم کےقریب نمازادا کرو......................بھلا یہ بتایا جائے کہ اس مقام کو مقام ابرہیم کیوں کہا جا تا ہےاور یہاں پر دونفل کیوں ادا کئے جائیں ۔ارشاد ہوتا ہے۔کہ اس مقام کو مقام ابراہیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس جگہ وہ پتھر نصب ہے جہاں کھڑے ہوکر ابرہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی ۔آپ جس مقام پر کھڑے ہوئے تھے وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان نقش ہوگئے جو آج تک موجود ہیں ۔ یہ خدا کی قدرت کا نشان ہےاور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ ہےاور پیغمبر کی وفا کا اس کوصلہ ملا ہے کہ جو پتھر پیغمبر کے قدموں سے جڑ جائے اس کا ڈنکا دو عالم میں بجادیا جائے گا اوراسے پوری دنیا کی عقیدت ومحبت کا مرکز بنادیا جائے گا۔

خطیب کہتا ہے

جو پتھر نبی کے قدموں سے جڑ گیا۔

اس پتھر کا ڈنکا دنیا و جہاں میں بج گیا۔

اور جو صدیقؓ پیغمبر کے سینے اور مدینے سے جڑ گیا اس کی دھوم عرش و فرش پر مچ گئی۔

پتھر کا سینہ خلیل اللہ سے متاثر ہو گیا۔

صدیقؓ و فاروقؓ کا سینہ حبیب اللہ سے متاثر ہو گیا

....

پتھر بازی لے گیا اور صدیقؓ بھی بازی لے گیا

....

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشاء

مقام ابراہیم پر نفل

مقام ابراہیم اور اس کے قرب و جوار میں نفل کیوں ادا کئے جائیں گے اس لئے کہ ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ کے دل میں یوں آیا کہ طواف ختم کر کے مقام ابراہیم کے پاس دو نفل کیوں نہ ادا کئے جائیں، مگر خود کیسے کرتے۔ جب تک خدا اور رسولؐ کا حکم نہ ہوتا، ادھر فاروق اعظمؓ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی اور ادھر عرش سے آواز آتی ہے کہ فاروق کیوں فکر کرتے ہو جو تمہارے دل کی آواز ہوگی میں اسے قرآن کے حروف بنا کر پیغمبر کے سینے پر نازل کر دوں گا۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے محبوب فاروق اعظمؓ کی آرزو اور خواہش کو خدا نے قرآن بنا کر عرش سے نازل کر دیا ہے۔ چنانچہ وحی ربانی نازل ہوتی ہے کہ

فَاتَّخِذُوْا مَنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلّٰی

عمرؓ کی خواہش قرآن بن گئی

عمرؓ کی آرزو وحی رحمان بن گئی

اور آج تک دنیا کوشش کر کے اس مقام پر نفل ادا کرنے کے لئے جاتی ہے۔

صدیقؓ جائیں تو وہاں

فاروقؓ جائیں تو وہاں

عثمانؓ جائیں تو وہاں

علیؓ جائیں تو وہاں

کون انہیں جانے سے روک سکتا ہے۔ روک سکتا ہے تو روکے۔ واعظ روکے۔ مقرر روکے۔ خطیب روکے۔ ذاکر روکے۔ ملنگ روکے۔ تبرائی روکے۔

جانے والے جا رہے ہیں۔ سنت فاروقؓ زندہ ہو رہی ہے۔

حسنؓ جا رہے ہیں

حسینؓ جا رہے ہیں

عباسؓ جا رہے ہیں

عقیلؓ جا رہے ہیں

جعفرؓ طیار جا رہے ہیں

سب جا رہے ہیں کہاں جا رہے ہیں سنت عمرؓ ادا کرنے کے لئے

یہ خدا کی عطا ہے۔ یہ عمر کی التجا ہے......................سبحان اللہ

کوئی روک کے دکھائے

خطیب کہتا ہے

جہاں حضورؐ جائیں گے

جہاں صدیقؓ جائیں گے

جہاں عثمانؓ جائیں گے

جہاں علیؓ جائیں گے

جہاں اہل بیت جائیں گے

اہل سنت بھی وہیں جائیں گے۔ جو وہاں جائے گا وہ محبوب خدا ہوگا۔ جو وہاں نہیں جائے گا وہ مردود خدا ہوگا۔ (العیاذ باللہ)

خطیب کو کہنے دو ! کہ

حج نام ہے محبوب کے محبوبوں کی اداؤں کا

صفا مروہ

آیئے ذرا صفا مروہ بھی ہوآئیں۔قرآن کہتا ہے کہ **انَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰه** . صفا مروہ فروہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

صفا مروہ کی سعی ہورہی ہے۔حاجی دیوانہ وار کبھی صفا مروہ کی طرف جارہے ہیں اور کبھی مروہ سے صفا کی طرف آرہے ہیں۔ہاں ذرا دیکھئے کہ درمیان میں جہاں سبز پٹی سے نشان لگا ہوا ہے یہاں پر یک دم حاجی کیوں بھاگتے ہوئے گزر رہے ہیں کیا ان کو کوئی جلدی ہے یا کسی کی ادا کی پیروی ہورہی ہے یا کسی کی سنت ادا کی جارہی ہے۔

ذرعلماء سے پوچھو؟ یہ دوڑنا کیسا ہے؟ علماً فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدہ ہاجرہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی لینے گئی تھیں،تو تلاش بسیار کے باوجود پانی نہیں مل رہا تھا آپ کبھی صفا پر جاتی تھیں اور کبھی مروہ پر جاتی تھیں جب مایوس ہوکر وہاں آئی تھیں جہاں ایک پتھر کے سائے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے اور پیاس سے ان کی زبان سوکھ چکی تھی تو فوراً بے تاب ہوکر سیّدہ ہاجرہ دوڑ پڑتی تھیں تاکہ اپنے لخت جگر کے لئے پانی لاسکیں،مگر تقدیر کے سامنے کسے یارا۔دوڑتی تھیں اور پانی نہیں ملتا تھا۔اسی طرح جب سات چکر پورے ہوگئے تو رحمت خداوندی کو خوش آگیا اور جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت اسماعیلؑ کے پاؤں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔اسی کو سیدہ ہاجرہ نے آکر فرمایا کہ زم زم۔یعنی رک جا۔رک جا............سیدہ ہاجرہ کے دوڑنے کی یہ ادا خدا کو اس قدر پسند آئی کہ قیامت تک آنے والے حاجیوں کے لئے اس مقام پر دوڑنا ضروری قرار دے دیا گیا اور حکم ہوا کہ جہاں میری بندی مضطرب ہوکر بھاگتی رہی تم بھی وہیں مضطربانہ اور فقیرانہ حالت میں بھاگو جیسے ہاجرہ کے لئے میری رحمت جوش میں آکر اور میں نے رحمت کے دروازے کھول دیئے اسی طرح تمہارے لئے بھی میری رحمت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور میری رحمت تمہیں اپنے دامن میں لے لے گی۔!

معلوم ہوا کہ صفا مروہ پر دوڑنا اور اضطرابی کیفیات کا پیدا ہونا سیدہ ہاجرہ کی سنت ہے اور یہ سنت قیامت تک جاری رہے گی!

پھر بات تو وہی بنی نا؟ کہ حج نام ہے چند اداؤں کا..........اور چند وفاؤں کا۔ خدا جس کو اس وجدان سے بہرہ ور کردے۔ وہی دولت مند ہے۔ وہی خوش نصیب ہے اور وہی بخت بلند ہے۔ اور وہی خدا کی نعمتوں سے مالا مال ہے۔

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشاء

منٰی عرفات کو روانگی

آج حاجی منٰی کو روانہ ہو رہے ہیں وہاں آج کوئی کام نہیں ہے۔ صرف رات کو ٹھہرنا ہے، کیوں ٹھہرنا ہے۔ بس یہ بھی کسی کی ادا کی تکمیل ہے۔ چلئے آج عرفات ہو کر آئیں۔ بس بیٹھ جاؤ اور شام تک بیٹھے رہو روتے رہو۔ مانگتے رہو۔ توبہ کرتے رہو۔ اپنے گناہوں پر نادم ہوتے رہو۔ کیوں بس میری مرضی..........فرمایا یہ بھی میرے محبوب کی اداؤں کی تکمیل ہے۔ آؤ ذرا منٰی میں جمرات کو کنکریں مارلو۔ سات سات کنکریں مارتے چلے جاؤ۔ یہ کنکریں کیوں ماریں۔ اس لئے کہ اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو کنکریں ماری تھی۔ شیطان نے آ کر ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا کہ بھلا باپ بھی بیٹے کو ذبح کیا کرتا ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ او مردود شیطان دور ہو جا اور اس کو سات کنکریں ماریں۔ وہ بھاگا اور پھر تھوڑی دور جا کر رک گیا اور پھر ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اپنا ارادہ چھوڑ دیجئے۔ بھلا باپ بھی بیٹے کو ذبح کیا کرتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے پھر اس مردود کو کنکریں مار بھگا دیا۔ مگر شیطان آخر شیطان تھا اس نے پھر کوشش کی۔ آپ نے پھر تیسری مرتبہ اس کو دھتکار دیا اور اسی طرح شیطان کو کنکریں ماریں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیامت تک آنے والے حاجیوں کو حکم ہو گیا کہ تمہیں شیطان نظر آئے نہ آئے مگر خلیل اللہ کی سنت کو زندہ کرتے رہو!

اور کنکروں کا سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے۔ کیوں اس لئے کہ

حج نام ہے ابراہیم علیہ السلام کی اداؤں کا

اور حج نام ہے ابراہیم علیہ السلام کی وفاؤں کا

قربان گاہ

یہ لوگ ہاتھ میں چھری لئے نہایت ولولے سے اور نہایت ہی خوش وخروش سے کہاں جا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ قربانی کرنے کے لئے قربانی گاہ کی طرف جارہے ہیں۔ بھلا حاجی صاحب سے پوچھو تو سہی صاحب آپ کہاں جا رہے ہیں۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں قربانی کرنے کے لئے جارہا ہوں۔ حاجی صاحب کیسی قربانی .... اور کیوں ! حاجی کہتا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور اس کی ادائیگی کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا .... اس لئے مجھے اس سنت ابراہیمی کو ادا کرنے دو!

قطب ابدال۔ غوث۔ مجدد۔ صوفی۔ واعظ۔ زاہد۔ عالم۔ عامی۔ غیر عامی۔ مصری۔ سوڈانی۔ چینی۔ فلسطینی۔ شامی۔ سعودی۔ پاکستانی۔ ہندوستانی۔ سب حاجی جارہے ہیں۔ بھئی کیوں جارہے ہیں۔ سب کی زبان پر جاری ہے کہ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایْ. وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. ہم سب خلیل اللہ کے فدائی ہیں۔ ہم اپنے پیغمبر آخرالزمان پر درود بھیجتے وقت سیّدنا خلیل اللہ علیہ السلام کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ آج ہم ان ہی کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے۔ آپ کو اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی کا خواب دیکھا اور لبیک کہا تھا اور جس کی تعمیل کے لئے وہ اس دور دراز مقام میں آئے تھے اور عین اس وقت جب چھری لے کر بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کرنا چاہا تھا اور بیٹے نے بھی خدا کا حکم سن کر گردن جھکادی تھی اور آواز آئی تھی۔

یٰٓاِبْرٰھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْ یَا. اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ. (صفت)

ابراہیم علیہ السلام تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی نیکو کاروں کو بدلہ دیتے ہیں ایک بڑی قربانی دے کر ہم نے اس کے بیٹے کو بچالیا۔

اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ اس خواب کی تعبیر بیٹے کو خدا کے گھر کی

خدمت اور توحید کی دعوت کے لئے مخصوص کر دینا ہے اور اس کے ذریعہ سے اس گھر کو دائرہ ارضی میں خدا پرستی کا مرکز بنانا ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ

وَاِذْجَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ . وَاِذْقَالَ اِبْرٰهِمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ .وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ . وَاِذْيَرْفَعُ اِبْرٰهِمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ . رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَا سِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ . (بقره)

اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کا مرجع اور امن بنایا اور کہا کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ! اور ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے عہد لیا کہ تم دونوں میرے گھر کو، سرکار دوعالم ﷺ سے جب دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ

ماهذ الاضاحى يا رسول الله فقال هى سنة ابيكم ابراهيم.

یارسول اللہ ﷺ یہ قربانی کیا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے والد روحانی ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے!

تو معلوم ہوا کہ **سنة ابيكم** ابراہیم فرما کر حضور اکرم ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ حج نام ہے ابراہیم علیہ السلام کی اداؤں کو زندہ کرنے کا اور آپ کی وفاؤں کی تکمیل کرنے کا۔

سبحان اللہ

خطیب کہتا ہے

احرام ہو یا تلبیہ

طواف ہو یا حجر اسود کا بوسہ

رمل ہو یا مقام ابراہیمؑ کے نوافل

صفا مروہ کی سعی ہو یا دوڑنا

منٰی کی روانگی ہو یا عرفات کا قیام

جمرات کو کنکریں مارنا ہو یا قربانی

یہ سب ارکان افعال۔کردار۔عبادت۔ریاضتیں۔رونا۔دھونا۔مضطربانہ۔دوڑنا یا بے تابانہ التجائیں کرنا۔یہ سب کا سب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور سیدہ ہاجرہ اور سرکار دوعالم ﷺ کی اداؤں اور وفاؤں کا نام ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس رحمت اور محبت بھرے گلشن سے بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری جھولیاں حج کے ثمرات اور برکات سے بھر دے۔آمین یارب العلمین۔

قرآن اور حج

حضرات گرامی! اب میں مختصر طور پر ان آیات بینات کا خلاصہ بیان کروں گا جن میں اللہ تعالیٰ نے حج کا حکم دیا ہے یا حج کے انوار و برکات کو بیان فرمایا ہے یا حج کی ان یادگار اور لائق احترام تاریخی واقعات و مقامات کا تذکرہ فرمایا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ادائیں اور وفائیں اور دعائیں قرار دی جاسکتی ہیں۔چنانچہ طواف اور قیام اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کرو! اور یاد کرو جب ابراہیم نے کہا کہ میرے پروردگار اس کو امن والا شہر بنا اور اس کے بسنے والے کو کچھ پھلوں کی روزی دے۔جو ان سے خدا اور پچھلے دن پر ایمان لائے۔خدا نے کہا! اور جس نے انکار کیا اس کو تھوڑا فائدہ پہنچاؤں گا۔پھر اس کو دوذخ کے عذاب کے حوالے کروں گا اور وہ کتنی بری بازگشت ہے اور یاد کرو جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور یہ دعا مانگ رہے تھے کہ اے ہمارے پروردگار (ہماری اس تعمیر کو) ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے!

ایک اور مقام پر قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ

وَاِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّا ئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ . وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ . لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ م بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ. فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ .ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ .ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ .

(سورۃ حج)

اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیمؑ کے لئے اس گھر کی جگہ کوٹھکانا بنایا کہ کسی کو میرا ساجھی نہ بنانا۔ اور میرے گھر کوطواف قیام اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر۔لوگوں میں حج کا اعلان کردے وہ تیرے پاس پیادہ اودور کے سفر سے تھکی ماندی دبلی سواریوں پرآئیں گے! ہر دور دراز راستہ سے آئیں گے! تاکہ وہ اپنے نفع کی جگہ پر حاضر ہوں اور ہم نے ان کو جو چوپائے جانور روزی کیلئے دیئے ہیں۔ان کی (قربانی) پر چند جانے ہوئے دنوں میں خدا کا نام لیں تو ان میں سے کچھ تم کھاؤ اور بدحال فقیر کوکھلاؤ۔اس کے بعد اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا چکر لگائیں۔ یہ سن چکے اور جوکوئی اللہ کے آداب کی بڑائی رکھے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے پاس بہتر ہے!

ایک اور مقام پر قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے کہ

وَاِذْقَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ . رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ. فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ. وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ . رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ. (سورۃ ابرٰھیم)

اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا اور

مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچا۔ میرے پروردگار ان بتوں نے بہتوں کو گمراہ کیا ہے .... تو جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی کچھ اولاد کو اس بن کھیتی کی زمین میں تیرے مقدس گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے ہمارے پروردگار یہ اس لئے تا کہ یہ تیری نماز کھڑی کریں۔ تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا بنا کہ وہ ان کی طرف مائل ہوں اور ان کو کچھ پھلوں کی روزی دے تا کہ یہ تیرے شکر گزار رہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ . اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ . فِيْهِ اٰيٰتٌ م بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ.

آپ فرما دیجئے کہ خدا نے سچ فرمایا تو ابراہیمؑ کے دین کی پیروی کرو۔ شرک سے منہ موڑ کر اور ابراہیمؑ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ بے شک وہ پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا۔ وہی ہے جو مکہ میں ہے بابرکت اور دنیا کے لئے راہنما۔ اس میں کچھ کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں داخل ہوا وہ امن پا جائے اور خدا کے اس گھر کا لوگوں پر قصد کرنا فرض ہے جس کو اس راستہ کی طاقت ہو! اور (جو اس قدرت کے باوجود) اس سے باز رہے تو خدا دنیا والوں سے بے نیاز ہے

حضرات گرامی! یہ وہ آیتیں ہیں جن کا تعلق حج کے موضوع سے ہے۔ ان میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان بت پرستوں کی سازشوں سے بچا کر ایسے مقام پر پہنچایا جس کی وہ تلاش کر رہے تھے۔ تا کہ وہ خدائے واحد کی پرستش کے لئے ایک گھر بنائیں اس لئے ان کو مکہ اور بیت اللہ شریف جیسا مرکزی مقام عطا فرمایا جو ازل سے اس کام کے لئے منتخب تھا تا کہ وہ یہاں خدا کے گھر کی چار دیواری کو کھڑی کریں اور پھر اس کو توحید

کا مرکز اور عبادت گزاروں کا مسکن بنائیں۔ یہ مقام ویران تھا اور پیداوار سے خالی تھا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ خداوندا یہاں تیرے مقدس گھر کے پڑوس میں اپنی اولاد بساتا ہوں۔ان کو روزی پہنچانا اور لوگوں کے دلوں کو مائل کرنا تا کہ وہ ادھر آتے رہیں اور ان کو اس لئے بساتا ہوں تا کہ وہ آس پاس کے بت پرست قوموں کی بت پرستی سے بچے رہیں۔اور تیری خالص عبادت بجالائیں۔

قرآن کا دعویٰ ہے کہ اس مقام اور اس گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت سی یادگار نشانیاں ہیں اور ان کے کھڑے ہونے اور نماز پڑھنے کی جگہ اور قربانی کا مقام ہے۔اس لئے لوگوں کو چاہیئے کہ دور دور سے یہاں آئیں اور اپنے دینی اور دنیاوی فائدوں کو حاصل کریں اور اس قدیم خانہ خدا کا طواف کریں اور یہاں اسماعیل علیہ السلام کی یادگار میں قربانی کر کے غریبوں کو کھلائیں۔اپنی نذر پوری کریں اور اس حالت میں وہ امن سلامتی کے مجسم پیکر ہوں نہ وہ کسی پر ہتھیار اٹھا سکتے ہوں۔نہ ایک چیونٹی تک کو مار سکتے ہوں اور وہ اس حالت میں ظاہری زیبائش و آرائش اور عیش و آرام اور پر تکلف مصنوعی زندگی سے بھی پاک ہوں اور چند روز یہاں رہ کر ابراہیمی یادگاروں پر ٹھہر ٹھہر کر ابراہیمی زندگی بسر کر کے ابراہیمی طریقہ پر خدا کو یاد کریں............ یہی حج ہے، یہی حج کا فلسفہ ہے اور یہی حج کی روح ہے اور یہی ابراہیمی یادگاریں ہیں جن کو میں نے ابراہیم علیہ السلام کی اداؤں، وفاؤں اور دعاؤں سے تعبیر کیا تھا۔

عقیدہ عمل، ایثار، قربانی، اخلاص، جذبہ، ولولہ، جوش وخروش، راہ خدا میں مرمٹنا، اپنے آپ کو مٹا دینا یہ سب کچھ حج کی روحانی تفسیریں اور کیفیات ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی حلاوت سے سرفراز فرمائے!

آؤ مدینہ چلیں

حضرات گرامی! ارکان حج سے فارغ ہو کر سرکار دوعالم ﷺ کے شیدائی اور دیوانے پروانہ وار مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ حج میں گناہ دھل گئے اور سیاہی جاتی رہی۔آنکھوں نے مسلسل آنسوؤں کی جھڑی سے وضو کرلیا۔دل کا ایک بوجھ تھا جو رحمت خداوندی

سے اتر گیا۔ اب حاجی نہایت ہی وجد و کیف سے مدینہ منورہ روانہ ہوتا ہے۔ مدینہ طیبہ مرکز نبوی ہے۔ مدینہ طیبہ انوارات ربانی کا مرکز ومحور ہے۔ رات دن یہاں برکات کی بارش ہوتی ہے۔ مکہ مکرمہ میں رحمت خداوندی سے دامن بھرلیا اور مدینہ طیبہ میں شفاعت نبوی کی آرزو لئے جارہے ہیں۔ درود سلام لب پر جاری ہے۔ وہ ابھی مدینہ بارہ کلومیٹر دور ہے مگر روضہ انور کی پہلے ہی زیارت ہورہی ہے۔ مسجد نبوی کے مینار پورے مدینہ کی بلند و بالا عمارات سے بھی بلند تر نظر آرہے ہیں کیوں اس لئے کہ خداوند قدوس اپنے محبوب سے وعدہ فرما چکے ہیں کہ **ورفعنا لک ذکرک** آج یہ معجزہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھئے کہ مسجد نبوی کے مینار پورے شہر کی عمارتوں سے اونچے نظر آرہے ہیں۔

سبحان اللہ

آپ مدینہ میں داخل ہوگئے ہیں تو درودوسلام کو ورد زبان بنا لیجئے۔ اپنا وظیفہ درود سلام بنا لیجئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایھا الّذین اٰمنو اصلّوا علیہ وسلّمُوا تسلیما. (اخراب)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو تم بھی درود وسلام بھیجو جو اس کا حق ہے۔

مسجد نبوی کی نمازیں نہایت قیمتی ہیں ایک نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوگی تو پچاس ہزار نماز کا ثواب ملے گا۔ مواجہہ شریف میں حاضر ہوکر درود وسلام کیجئے! شفاعت کی درخواست کیجئے۔ اس یقین سے مواجہہ شریف میں درود بھیجیں کہ سرکار دو عالم ﷺ خود سماعت فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے نہایت خشوع وخضوع سے دعا کریں۔ ریاض الجنۃ دعاؤں کے مقبول ہونے کا مرکز ہے وہاں نوافل ادا کیجئے۔ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اہتمام کیا جائے کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ

عن عبداللّٰہ بن الزبیر قال رسول اللّٰہ ﷺ صلوٰۃٌ فی مسجدی ھذا

افضل من الف صلوٰةٍ فیما سواہُ من المساجد الا المسجد الحرام و صلوٰةٌ فی المسجد الحرام افضل من مائة صلوٰةٍ فی ھٰذا (رواہ احمد)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ہزار نمازوں سے افضل ہے۔سوائے مسجد حرام کے اور مسجد حرام کی ایک نماز میری مسجد کی سونمازوں سے افضل ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوگئی کہ دنیا کی عام مسجدوں کے مقابلے میں مسجد نبوی میں نماز کا ثواب ہزار گنا بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہے اور مسجد حرام کی نماز مسجد نبوی کی نماز سے بھی سو درجہ افضل ہے یعنی عام مساجد کے مقابلہ میں مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ گنا بلکہ اس بھی کچھ زیادہ ہے۔

مسجد نبوی کی چالیس نمازیں

سرکار دوعالم ﷺ کی مسجد کا مرتبہ اور مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر بلند ہے اور اس میں نماز پڑھنے والوں کو کن درجات اور برکات سے نوازا جاتا ہے اس کا اندازہ آپ اس حدیث مبارک سے لگا سکتے ہیں جس میں سرکار دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ

عن انسؓ قال رسول اللہ ﷺ من صلی فی مسجدی اربعین صلوٰة لاتفوتہ صلوٰة کتب لہ براء ة من النار وبراء ة من العذاب وبراء ة من النفاق .

(رواہ احمد والطبرنی فی الاوسط)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔جس نے میری اس مسجد میں مسلسل چالیس ۴۰ نمازیں پڑھیں ایک نماز بھی فوت نہیں ہوئی اس کے لئے لکھ دی جائے گی نجات اور برات دوزخ سے اور ہر عذاب سے اسی طرح برات نفاق سے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی خاص مقبولیت ومحبوبیت

کی وجہ سے بڑے بڑے فیصلوں کا باعث بن جاتے ہیں۔اس حدیث میں مسجد نبوی میں مسلسل ۴۰ نمازیں ادا کرنے پر بشارت سنائی گئی ہے کہ ایسے شخص کے بارے میں فرمان باری ہو جائے گا کہ یہ بندہ نفاق کی نجاست سے بالکل پاک ہے اور دوزخ اور ہر قسم کے عذاب سے نجات اور چھٹی ہے۔

خطیب کہتا ہے

جو لوگ مسجد نبوی میں امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔اس کا فلسفہ یہی ہے کہ وہ اپنے ناپاک عقائد کی وجہ سے بخشش اور شفاعت کے مستحق نہیں ہوتے۔اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی توفیق ہی نہیں عطا فرماتے!

مدینہ کی برکات سے بھی اس خوش نصیب کو بہرہ ور کیا جاتا ہے جس کا عقیدہ درست ہو!

ریاض الجنۃ

حضرات گرامی! ریاض الجنۃ مسجد نبوی میں ایک مقام ہے جو جنت کا ٹکڑا ہے اس میں وہی خوش نصیب جاتا ہے جس کو خداوند قدوس جنت کی نعمتوں سے مالا مال کرنا چاہتے ہیں۔اس لئے آپ حضرات کو جب مسجد نبوی کی زیارت سے مشرف ہونے کا موقع ملے تو ریاض الجنۃ میں نوافل ادا کر کے دارین کی سعادتوں سے ضرور دامن بھرنا۔سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ. منبری علی حوضی. (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر میرے حوض کوثر پر ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا مسجد نبوی میں جس جگہ رسول اللہ ﷺ کا منبر تھا جس پر رونق افروز ہو کر آپ خطبات دیتے تھے اور وہ اپنی جگہ اب بھی معلوم اور متعین ہے وہ آپ نے فرمایا کہ منبر کی اس جگہ آپ کے حجرہ شریفہ کے درمیان جو قطعہ زمین ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں کا خاص مورد اور محل ہے اور اس کی وجہ سے گویا کہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور اس لئے اس کا مستحق ہے کہ اللہ کی رحمت اور

طالبوں کواس کے ساتھ جنت کی سی دلچسپی ہواور کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کا جو بندہ ایمان اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی رحمت اور جنت کے ایک باغیچہ ہی میں پائے گا۔ حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے اس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ آخرت میں حوض کوثر پر میرا منبر ہوگا اور جس طرح اس دنیا میں اس منبر سے میں اللہ کے بندوں کو اس کی ہدایات پہنچاتا ہوں! اور پیغام سناتا ہوں اسی طرح آخرت میں اس منبر سے جو حوض کوثر پر میرا نصب ہوگا۔ اس خداوندی ہدایت کے قبول کرنے والوں کو رحمت کے جام پلاؤں گا۔ پس جو کوئی قیامت کے دن کے لئے آب کوثر کا طالب ہو، وہ آگے بڑھ کر اس منبر سے دیئے جانے والے پیغام ہدایت کو قبول کرے اور اس دنیا میں اس کو اپنی روحانی غذا بنائے۔

زیارت روضہء مطہرہ

سرکار دوعالم ﷺ کے روضہ کی زیارت ایمان کو جلا بخشتی ہے اور روحانی دنیا میں ایک کیف و مستی کا سرور عطا کرتی ہے۔ دین کی سربلندیوں کے لئے ایک خاص جذبہ اور کیف پیدا کرتی ہے۔ اس لئے سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی. (رواہ البیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے حج کیا اور اس بعد قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو وہ زیارت کی سعادت حاصل کرنے میں انہی لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے میری حیات میں میری زیارت کی۔

اس حدیث کا مفہوم اہل علم نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اپنی قبر مبارک میں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہونا جمہور امت کے مسلمات میں سے ہے۔ اگرچہ حیات کی نوعیت میں اختلاف ہے اور روایات اور خواص امت کے تجربات سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو امتی قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔ آپ ان کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں بعد وفات آپ کے قبر مبارک پر حاضر ہونا اور سلام عرض کرنا

ایک طرح سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے اور بالمشافہ سلام کا شرف حاصل کرنے کی ایک صورت ہے! اور بلاشبہ ایسی سعادت ہے کہ اہل ایمان ہر قیمت پر اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(معارف الحدیث)

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ

عن ابن عمرؓ فقال قال رسول اللّٰه ﷺ من زار قبری و جبت له شفاعتی.

(رواه ابن خزیمة وادار قطنی والبیهقی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا............ جس نے میری قبر کی زیارت کی۔اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

حضرات گرامی! مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہمارے ایمان وعقیدت کا مرکز محور ہیں ہر مسلمان کو ان مراکز سے عقیدت ومحبت ہے۔مکہ مکرمہ حج اور اس کے مناسک کی دولت سے مالا مال ہے اور مدینہ منورہ سرکار دو عالم ﷺ کے وجود مقدس اور شفاعت کی دولت سے مالا مال ہے۔خوش نصیب ہیں وہ بندے جو ان نعمتوں سے مالا مال ہوکر سعادت حج اور زیارت روضہ اقدس سے بہرہ ور ہوکر آئے۔میری دعا ہے کہ مولیٰ کریم ہم سب کو حرمین شریفین کی زیارت سے بہرہ ور فرمائے اور وہاں کے انوارات سے جھولیاں بھرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔اگر اللہ تعالیٰ آپ کو اس دولت سے سرفراز فرمائے تو اپنے اس خادم کو بھی یاد رکھنا!

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰه رب العالمین

تیسرا خطبہ جمعہ

ذوالحجہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم الشان قربانی

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ

اور بدلہ دیا ہم نے اس کو بڑے ذبح (مینڈھے) کے ساتھ

حضرات گرامی! یہ ذوالحجہ کا مہینہ ہے اس مہینہ میں جہاں اور بہت سے تاریخی واقعات نظر آتے ہیں۔ وہیں پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا تاریخ ساز واقعہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہ فقید المثال قربانی عظمت وعزیمت کا ایک ایسا نادر اور محیر العقول واقعہ ہے جس سے انسانی عقل حیرت زدہ ہوکر رہ جاتی ہے جوں ہی ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہوتا ہے۔ پورا عالم اسلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس یادگار قربانی کے تذکرہ سے اپنے ایمان اور یقین کی دنیا کو آباد کرتے ہیں اس پر تقریریں ہوتی ہیں۔ مضامین آتے ہیں۔ کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ اور جمعہ کے خطبات میں اس واقعہ کی یاد سے دلوں کو منور کیا جاتا ہے۔ اس لئے آج کے خطبہ میں آپ حضرات کے سامنے میں بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی حیات طیبہ اور قربانی جیسے اہم موضوع پر گزارشات پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے شرح صدر سے بیان کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔!

ابراہیم علیہ السلام کی دعا

حضرات گرامی! ذرا خدا کی بے نیازی پر غور فرمائیں کہ دینے پر آئے تو اپنے دشمنوں کو اور اپنے نافرمانوں کو درجنوں کی درجنیں بیٹے عطا فرمادے اور نہ دے تو اپنے پیارے اور لاڈلے پیغمبر کو جوانی میں اولاد نہ عطا فرمائے! یہی فرق ہے نیازمند اور بے نیاز میں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جوانی گزر گئی ابھی تک ایک بیٹا بھی نہیں دیا! کس کو بیٹا نہیں دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو؟ اور کس کی گود اولاد کی نعمت سے محروم ہے سیدہ ہاجرہ کی؟ اور کون ابھی تک اولاد کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ اللہ کے محبوب پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام؟ اور ان کے لاڈلے پیغمبر کی عابدہ، زاہدہ اور ساجدہ بیوی سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا............

خدا کی اپنی مرضی ہے وہ بے نیاز ہے اور اس پر کسی کا زور نہیں چلتا وہ **فعال لما یرید** ہے۔ ایک دن ابراہیم علیہ السلام موج میں آ گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور انکساری سے سوال کر دیا اور درخواست کر دی کہ

رَبِّ هَبْ لِيُ مِنَ الصَّالِحِيُن

اے پروردگار مجھے نیکوکار بیٹا عطا فرما............!

خطیب کہتا ہے

بیٹے بیٹیاں دینے کا خزانہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے
خدا کے پیغمبر بھی اولاد اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹا کس سے مانگا

صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے

کسی نبی سے نہیں مانگا
کسی فرشتہ سے نہیں مانگا
کسی قبر سے نہیں مانگا
کسی شجر سے نہیں مانگا
کسی حجر سے نہیں مانگا
کسی پیر سے نہیں مانگا
کسی فقیر سے نہیں مانگا
ابراہیم علیہ السلام نے بیٹا کس سے مانگا؟

زور سے بتاؤ! بلند آواز سے بتاؤ؟

ابراہیم علیہ السلام نے بیٹا صرف اور صرف اللہ رب العالمین ہی سے مانگا!

معلوم ہوا کہ بیٹے دینے کا ڈپو، اولاد دینے کا ڈپو میرے خدا کے پاس ہے اس لئے اولاد اسی سے مانگنی چاہیئے۔

سبحان اللہ

جو لوگ اللہ کا دروازہ چھوڑ کر غیروں سے اولاد مانگتے ہیں وہ مشرک ہیں اور شرک جلی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی موج میں تھے جوں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور بیٹے کے لئے درخواست دی۔ فوراً خدا کے حضور سے آواز آتی ہے کہ

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ .

بس بشارت دی ہم نے ان کو بردبار لڑکے کی۔

خطیب کہتا ہے

مانگا کیا تھا؟............اور ملا کیا؟ مانگا تھا صالح بیٹا............اور عطا کیا تھا حلیم بیٹا............اس لئے کہ خدا کو معلوم تھا کہ صالح کے ساتھ اس کو صفت حلیمی سے بھی نوازا جائے گا، کیونکہ اس کو عشق اور امتحان کی ان وادیوں سے گزرنا تھا جو صالح ہونے کے ساتھ ساتھ حلیم ہی برداشت کرسکتا ہے!

والد سے جدا ہونا

بے آب و گیاہ جنگل میں رہنا

سخت محنت اور مشقت کرنا

اور پھر بھی چھری تلے گردن رکھنا

یہ سب کام ایسے بیٹے کے ہو سکتے ہیں۔ جو صالح ہونے کے ساتھ ساتھ حلیم بھی ہو!

خدا کی شان ہے کسی کو حلیم دیا.................اور کسی کو حلیمہ دی!

ابراہیم علیہ السلام نے دو دعائیں ایسی مانگیں کہ خدا کے خزانے کی روح لوٹ لی۔

ایک اسماعیل علیہ السلام کو مانگا۔

دوسرے محمد رسول اللہ ﷺ کو مانگا

پہلے کو مانگا جوزم زم والا ہے۔

دوسرے کو مانگا جو کوثر والا ہے۔

زم زم والا بھی دعائے خلیل ہے

کوثر والا بھی دعائے خلیل ہے

زم زم کی تاثیر بھی دیکھو۔ نہ رنگ بدلے نہ ذائقہ بدلے۔ نہ خوشبو بدلے!

کوثر کی تاثیر بھی دیکھو نہ رنگ بدلے نہ ذائقہ بدلے نہ خوشبو بدلے۔

جو اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں سے جڑ گیا۔ نہ اس کا رنگ بدلا نہ ذائقہ بدلا اور نہ ہی خوشبو بدلی۔

جو سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی سے جڑ گیا نہ اس کا رنگ بدلے نہ ذائقہ بدلے اور نہ خوشبو بدلے۔

ہائے صدیقؓ و فاروقؓ اور اصحاب رسول آپ کے قربان جاؤں آپ میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ایسے جڑ گئے کہ آپ کا آخر دم تک نہ رنگ بدلا نہ ذائقہ بدلا نہ خوشبو بدلی۔

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا۔

بیٹا دیا اور ساتھ امتحان کا پرچہ دے دیا

حضرات گرامی! خدا کی شان دیکھئے ادھر چاند سا بیٹا عطا فرما دیا اور بڑھاپے میں محبت بھرا لخت جگر دیا اور ساتھ ہی امتحان کا پرچہ بھی دے دیا کہ اسے حل کرو! کیا پرچہ ہے؟

کیا بتاؤں بہت ہی مشکل پرچہ ہے۔ یہ کوئی پیغمبر ہی حل کر سکتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے ابراہیمؑ؟

جی رب جلیل؟

فرمایا جاؤ............ اور اس ماں بیٹے کو کسی ایسے مقام پر چھوڑ آؤ جہاں نہ چرند ہو نہ پرند نہ مکان نہ آبادی، نہ آب ہو نہ دانہ، بس ایک سنسان بے آب و گیاہ وادی ہو!

ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم سنتے ہی حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اونٹنی پر سوار کرتے ہیں اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ چلتے چلتے جب وہ وادی آتی ہے جس کو قرآن نے وادی غیر ذی زرع کے نام سے موسوم کیا ہے وہاں حضرت ہاجرہ کو اتارتے ہیں اور ان کی گود میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دے دیتے ہیں۔ پانی کا ایک مشکیزہ اور کھجوروں کی ایک تھیلی ان کے حوالے کر کے نہایت خاموشی سے اونٹنی کی نکیل پکڑ کر واپس روانہ ہونے لگتے ہیں۔ حضرت ہاجرہ نے جب اس بے آب و گیاہ جنگل میں جہاں دور دور تک کوئی انسان تو کیا کوئی چرند پرند بھی نظر نہیں آتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یوں چھوڑ کر جاتے ہوئے دیکھا تو سیدہ ہاجرہ نے دامن خلیل پیچھے سے تھام کر سوال کیا؟

کہاں چھوڑے جا رہے ہیں آپ؟

یہاں نہ دانہ ہے نہ پانی!

یہاں تنہا کیسے رہوں گی۔ بچے کا کیا بنے گا۔

چلو میرا نہیں تو اس معصوم کا سوچا ہوتا جو بڑھاپے میں رو رو کر خدا سے مانگا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پیغمبرانہ صبر اور حوصلے کا ضبط غالب تھا!

بیوی کی اس بے بسی اور فریاد کو سن کر فرمایا!

ہاجرہ میں تمہیں اور اسماعیل کو خدا کے حوالے کرتا ہوں! اللہ کا نام آنا تھا کہ حضرت ہاجرہ نے دامن خلیل کو چھوڑ دیا اور در جلیل کو پکڑ لیا۔

سیّدہ ہاجرہ نے عرض کیا؟

کہ اے خلیل اگر آپ آتش نمرود میں رب جلیل کو نہیں بھول سکتے! تو میں اس سنسان وادی میں اس ذات باری کو نہیں بھلا سکتی!

جو خدا آتش نمرود میں آپ کا کفیل ہو سکتا ہے۔

وہ خدا وادی غیر زرع میں بھی میرا کفیل ہو سکتا ہے۔

حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر

خطیب کہتا ہے

یہی وہ درس توحید ہے جو سیدہ ہاجرہ نے پوری امت کی ماؤں اور بہنوں کو دیا۔

حفیظ نے اس وادی کا بہت ہی پیارا نقشہ کھینچا ہے۔

یہ وادی جو بظاہر ساری دنیا سے نرالی تھی
یہی اک روز دین حق کا مرکز بننے والی تھی
یہ وادی جس میں سبزہ تھا نہ پانی تھا نہ سایہ تھا
اسے آباد کردینے کو ابراہیم آیا تھا !
یہیں ننھے سے اسمٰعیلؑ کو لاکر بسانا تھا
یہیں اپنی جبینوں سے خدا کا گھر بسانا تھا

عجیب سماں تھا۔ عجیب سناٹا تھا۔ عجیب امتحان تھا۔ پیغمبر اپنے اکلوتے بیٹے کو اور اپنی عفت مآب بیوی کو تنہا جنگل میں چھوڑ کر خدا کے حوالے کر کے روانہ ہو گئے۔ دور جا کر پیچھے مڑ کر دیکھا تو ہاجرہؓ اور اسمٰعیلؑ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو پیغمبر نے اس وادی میں ایک ایسی رقت انگیز درد و سوز میں ڈوبی ہوئی دعا مانگی کہ کروبیاں کے جگر پھٹ گئے۔ عرش و فرش پر اس کی اثر انگیزی کے اثرات پھیل گئے۔ آپ خدا کے حضور نہایت گریہ و زاری سے دست بدعا ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون .

اے اللہ ہم سب کے پروردگار تو دیکھ رہا ہے کہ ایسے میدان میں جہاں کھیتی کا نام ونشان نہیں ہے میں نے اپنی بعض اولاد تیرے محترم گھر کے پاس لاکر بسائی ہے کہ نماز قائم رکھیں۔ (تا کہ یہ محترم گھر عبادت گزاران توحید سے خالی نہ رہے) پس تو (اپنے فضل و کرم سے) ایسا کر لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور ان کے لئے زمین کی پیداوار سے سامان رزق مہیا کر

دے تا کہ تیرے شکر گزار رہوں!

دعائے ابراہیمی حفیظ کی زبان میں

سحر کے وقت ابراہیمؑ نے اٹھ کر دعا مانگی
سکون قلب مانگا خوئے تسلیم ورضا مانگی
کہ اے مالک عمل کو تابع ارشاد کرتا ہوں
میں بیوی اور بچے کو یہاں آباد کرتا ہوں
اسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا ساماں دے
اسی بے برگ و سامانی کو شان صد بہاراں دے
الٰہی نسل اسماعیل بڑھ کر قدم ہوجائے
یہ قوم اک روز پابند صلوٰۃ و صوم ہوجائے
بشارت تیری سچی ہے تیرا وعدہ بھی سچا ہے
بس اب تو ہی محافظ ہے یہ بیوی ہے یہ بچہ ہے

سیّدہ ہاجرہ اور سیّدنا اسماعیلؑ

حضرت ابراہیم علیہ السلام بیوی اور بچے کو اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی پناہ میں چھوڑ کر روانہ ہوگئے۔ باوجود چند روز تک مشکیزہ سے پانی اور خود جی سے کھجوریں کھاتی رہیں اور اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی رہیں، لیکن وہ وقت بھی آگیا کہ پانی رہا نہ کھجوریں۔ تب وہ سخت پریشان ہوئیں اور اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر پانی کی تلاش میں نکلیں، بے چینی کے عالم میں کبھی صفا پر جاتی تھیں اور کبھی مروہ پر اور جب اسماعیلؑ سامنے تڑپتے اور بلکتے ہوئے نظر آتے تھے تو دوڑ پڑتی تھیں اسی عالم اضطراب میں چکر لگاتی رہیں آخر اسماعیل علیہ السلام کی شدت پیاس ایڑیاں رگڑنا اور سوکھی ہوئی زبان جب سامنے آئی تو بے اختیار ہوگئیں اور رو کر عرض کیا کہ بارالہا............میرا تیرے سوا کوئی نہیں میری مشکل حل فرما.................اور اسماعیل علیہ السلام کے لئے اس کی سوکھی ہوئی زبان کے لئے پانی کا انتظام فرمادے۔ رحمت حق کو اپنی پاک بندی کے اس والہانہ دوڑنے

اور بے کسی کے عالم میں خدا کے ہاں دست سوال کرنے پر جوش آ گیا اور جبرئیل سے فرمایا .... جاؤ............ اور جلدی پر مار کر اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں سے پانی کا چشمہ جاری کر دو! جبرائیلؑ آتے ہیں۔ پر مارتے ہیں اور اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں تلے ایک آب شیریں چشمہ جاری ہو جاتا ہے۔

سبحان اللہ العظیم

زم زم کا چشمہ وہی ہے جو حضرت اسماعیلؑ کی برکت سے تمام کائنات کو سیراب کر رہا ہے۔ ہر سال حاجی لاکھوں کی تعداد میں وہاں بھی سیراب ہوتے ہیں اور لاکھوں ٹن پوری دنیا کے حجاج ساتھ لاتے ہیں۔ خدا کی دین ہے۔ سیدہ ہاجرہ نے صبر کیا تو بیٹے کے پاؤں سے چشمہ نکل آیا۔ سیدہ مریم نے صبر کیا تو خشک زمین سے پانی نکل آیا اور خشک کھجور سے تر و تازہ کھجوریں کھانے کے لئے مہیا کر دی گئیں۔

تبارک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ شیئٍ قدیر

حفیظ جالندھری مرحوم نے اس کا نقشہ نہایت ہی پیارے انداز میں کچھ اس طرح سے کھینچا ہے کہ ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

یہاں صحرا ہی صحرا تھا چٹانیں ہی چٹانیں تھیں
جناب ہاجرہ یا ایک بچہ دو ہی جانیں تھیں
نہ دانہ تھا نہ پانی بھروسہ تھا فقط رب پر
بڑھی جب دھوپ کی گرمی تو جان آنے لگی لب پر
کبھی اس سمت جاتی تھیں کبھی اس سمت جاتی تھیں
خیال آتا تھا بچے کا تو فوراً لوٹ آتی تھیں
بہت ڈھونڈا نہ کچھ آثار پانی کے نظر آئے
جدھر اٹھتی نظر جھلسے ہوئے ٹیلے نظر آئے

....

سنی آواز ننھے کے بلکنے اور رونے کی
تڑپ اٹھیں کہ ساعت آگئی ہے جان کھونے کی
پلٹ آئیں تو دیکھا دور سے ننھا تڑپتا ہے
کہ جس پتھر کے سائے میں لٹایا تھا وہ تپتا ہے
رگڑتے ایڑیاں دیکھا زمین پر اپنے بچے کو
پکارا ہاجرہ نے کانپ کر اللہ سچے کو
قریب آئیں تو پر کھولے ہوئے جبریلؑ کو پایا
انگوٹھا چوستے سائے میں اسماعیلؑ کو پایا
جہاں پر ایڑیاں بچے نے رگڑی تھیں بہ ناچاری
ہوا تھا چشمہ آب سردو شیریں کا وہاں جاری

حضرات گرامی!

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس مقام پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیئے ایک دن بنی جرہم کا ایک قبیلہ اس وادی کے قریب سے گزر رہا تھا کہ انہوں نے دیکھا کہ تھوڑے فاصلے پر کچھ پرندے اڑ رہے ہیں۔ جرہم نے کہا کہ یہ پانی کی علامت ہے اس پر جرہم نے قریب آ کر دیکھا کہ ایک نیک خاتون ایک بچے کو لئے بیٹھی ہیں تو اس قبیلے کے قافلہ سردار نے سیّدہ ہاجرہ سے اس چشمہ کے قریب ٹھہرنے کی درخواست کی جس کو سیدہ ہاجرہ نے منظور فرمالیا اس طرح وہاں آبادی ہوگئی اور قبیلہ کے سردار نے اپنے دوسرے رفقاء اور احباب کو بھی وہاں بلالیا جس سے اچھی خاصی آبادی ہوگئی اور آہستہ آہستہ یہ وادی ایک قریہ کی شکل اختیار کرتی گئی اور آج اسی جنگل میں منگل کا سماں ہے۔ نہ قریہ ہے نہ بستی آج اس مقام پر وہ شہر آباد ہے جسے مکہ مکرمہ کہا جاتا ہے جہاں صرف اس سال بیس لاکھ انسانوں کا سمندر حج کرنے گیا ہوا تھا اور **تھوی الیه افئدة الناس** کی عجیب تفسیر سامنے آتی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دردوسوز میں ڈوبی ہوئی دعا وہ کام کرگئی کہ آج پوری کائنات کے مسلمانوں کے دل مکہ مکرمہ کی حاضری کے لئے نہ صرف تڑپتے ہیں، بلکہ

سر کے بل بھی جانا پڑے تو اس کے لئے بھی دیوانہ وار تیار ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس مدت میں ایک مرتبہ تشریف لائے، مگر اسماعیل علیہ السلام کی غیر حاضری میں واپس تشریف لئے گئے۔ آخر ایک دن پھر ایسا آیا کہ سیدنا خلیل علیہ السلام پھر اپنے فرزند ارجمند کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے اب کے ملنے کی تو اجازت تھی اور پیار کرنے پر بھی کوئی قدغن نہیں تھی، البتہ ایک اور سخت امتحان کا پرچہ ڈال دیا گیا جسے قرآن حکیم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے تاریخ ساز عنوان سے یاد کرتا ہے۔ چنانچہ خلیل اللہ علیہ السلام تشریف لے گئے اور اپنے لخت جگر اور فرزند ارجمند کو دیکھ کر اپنا سینہ ٹھنڈا کیا مگر قدرت کو اب کچھ اور ہی مقصود تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس امتحان میں سرخرو فرما کر سرفراز فرمانا مقصود تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام آرام فرما رہے تھے کہ خواب میں امر الٰہی ہوتا ہے قرآن مجید کے الفاظ میں ہی سماعت فرمائیں تا کہ ایمان کو تازگی نصیب ہو!

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ

پھر جب وہ پہنچا اس سن کو کہ باپ کے ساتھ دوڑے تو باپ نے کہا میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ دیکھو تم کیا سمجھتے ہو بیٹے نے کہا میرے باپ جو حکم کیا گیا ہے کر گزرو مجھے صابر پاؤ گے!

خطیب کہتا ہے

ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم خواب میں دیا گیا۔
والد نے خواب بیان کیا
اور بیٹے نے خواب سن کر سمجھ لیا
والد بھی نبی

بیٹا بھی نبی

اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ میرے والد کی یہ اپنی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ امر الٰہی ہے!

نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔

سَتَجِدنِیٓ اِنْشَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ .

اپنے ارادہ کا مشیت خداوندی کے ساتھ وابستہ کرنا یہ سنت انبیاء ہے۔

اسی لئے ہر کام کا عہد کرتے وقت اور بات کا وعدہ کرتے وقت ہر مسلمان کو انشأ اللہ کہہ لینا چاہیئے!

کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ ہے کہ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہیں گے!

ابراہیم علیہ السلام کا ارادہ ہوگا ذبح کرنے کا

اور اسماعیل علیہ السلام کا ارادہ ہوگا ذبح ہونے کا

مگر ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا۔

خدا کی مشیت کے ہاں سب کی مشیتّیں مغلوب

اس لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے انشاء اللہ کا جملہ بولا جو انبیاء علیہم السلام کے قلب کی ترجمانی ہے!

صابرین............ سے معلوم ہوا کہ پیغمبر امتحان کے وقت صابر ہوا کرتا ہے۔

دامن صبر سے وابستہ رہنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے

نہ واویلا ہوگا۔ نہ دامن پھاڑا جائے گا۔ نہ ماتم ہوگا۔ نہ چیخ و پکار ہوگی، بلکہ نہایت ہی صبر سے اپنے مولیٰ کے حضور جان کا نذرانہ پیش کر دیا جائے گا۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

باپ بیٹا دونوں روانہ ہو گئے

حضرات گرامی! حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے جان جگر اور نور چشم کو ساتھ لے کر صحرا کی

طرف روانہ ہوگئے۔ شیطان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا پسند نہ آئی وہ فوراً تعاقب میں نکل پڑا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب پہنچ کر کہتا ہے کہ ابراہیم فوراً سوچ لو بھلا کبھی والد بھی بیٹے کو چھری سے ذبح کیا کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ شیطان مجھے ناصح بن کر اپنے عشق کے امتحان سے روکنا چاہتا ہے! مگر آپ نے فوراً اس کے وار کو اس طرح روک لیا کہ سات کنکریں اٹھا کر اس کو مار بھگایا۔ آپ پھر آگے روانہ ہوگئے مگر شیطان نے پھر ہمت کر کے وہی تقریر کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پھر شیطان کو سات کنکریں ماریں اور وہ پھر دور ہوگیا، لیکن یہ شیطان تھا بھلا اپنے ارادے سے کس طرح باز آ سکتا تھا! اس لئے اس نے پھر ہمت کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رحم کی اپیل کی اور پھر وہی تقریر کی۔ مگر سیّدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے اس زور سے کنکریں ماریں کہ شیطان کی تمام تدبیریں دھری کی دھری رہ گئیں اور وہ ناکام خائب و خاسر ہو کر واپس ہوگیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لٹا لیا اور اَذْبَحُکَ کی عملی تفسیر کا نقشہ جما دیا۔

خطیب کہتا ہے

خلیل چھری چلاتے ہیں۔
ذبیح گلہ پیش کرتے ہیں۔
خلیل زور لگاتے ہیں مگر چھری نہیں چلتی
خلیل اللہ کا اپنا زور اور نہیں چلتا
مگر جلیل کے سامنے کسی کا زور نہیں چلتا
جب دیر ہوگئی تو اسماعیلؑ نے عرض کیا کہ
ابا جی جلدی کرو کہیں پرچے کا ٹائم نہ ختم ہو جائے!
فرمایا بیٹا میں نے بہت زور لگایا ہے مگر چھری چلتی نہیں۔
اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا نہیں چلتی تو تیز کرلو!
اقبال یہاں تڑپ کو بولتا ہے کہ

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

میں اقبال کے پاس ہوتا تو انہیں بتاتا کہ یہ فیضان نظر بھی ہے اور مکتب کی کرامت بھی ہے

مکتب ہاجرہ کی گود تھا
اور نظر خلیل اللہ کی تھی

سبحان اللہ

ماں کی گود ہی تو پہلا مکتب ہوا کرتی ہے

ماں بھی سیدہ ہاجرہ جیسی۔

یہی مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا
انہی گودوں میں انسان نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا

اسماعیل علیہ السلام کو سیدہ ہاجرہ کی گود ملی تھی

کون سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا!

یہ وہ عورت ہے قربان عورتیں جس کی شرافت پر
یہ ایسی ماں ہے مائیں رشک کھائیں جس کی قسمت پر
یہ ام المسلمین ہے اور شہزادی ہے صحرا کی
اسی کے نازنیں قدموں سے آبادی ہے صحرا کی
یہ عورت اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے
یہ پیغمبر کی بیوی ہے وہ پیغمبر کا بیٹا ہے

ماں کی گوداور والد کی نظر کرم تھی

جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کیمیا بنا دیا۔ (سبحان اللہ)

جب چھری نہ چلی تو سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کو غصہ آ گیا اور فرمایا اے چھری اگر میں تجھ سے کسی درخت کو کاٹتا تو اس کا ریزہ ریزہ کر دیتی۔

اگر کسی جانور پر چلاتا تو اس کی بوٹی بوٹی کر دیتی۔
مگر اپنے معصوم بیٹے کے گلے پر چلایا تو اس کا بال تک بیکا نہیں کیا۔
چھری کو قوت گویائی ملی۔
اس نے کہا
خلیل مجھ سے کیوں ناراض ہوتا ہے
خلیل چلاتا ہے اور جلیل روکتا ہے
اب تو ہی بتا کہ میں خلیل اللہ کی مانوں
یا جلیل کی؟
آواز آتی ہے۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ . وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ . قَدْ صَدَّقْتَ الرُّو يَا. اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ . اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ . وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ . وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِی الْاٰخِرِيْنَ . سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ . كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ . اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ . وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ . وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِ سْحٰقَ (الصافات)

پس جب ان دونوں نے رضا وتسلیم کو اختیار کرلیا اور پیشانی کے بل اس بیٹے کو بچھاڑ دیا۔ ہم نے اس کو آواز دی کہ اے ابراہیم علیہ السلام تو نے خواب سچ کر دکھایا بے شک ہم اسی طرح نیکو کاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ کھلی ہوئی آزمائش ہے اور بدلہ دیا ہم نے اس کو بڑے ذبح (مینڈھے) کے ساتھ اور ہم نے آنے والی نسلوں میں اس کے متعلق یہ باقی چھوڑا کہ ابراہیمؑ پر سلام ہو۔ اس طرح ہم نیکو کاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہے! اور بشارت دی ہم نے اس کو اسحاق کی جو نبی ہوگا اور نیکو کاروں میں سے ہوگا اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحاق پر۔

خطیب کہتا ہے

ایک وہ پرچہ ہوتا ہے جسے طالب علم مشکل کہتے ہیں۔
ایک یہ پرچہ ہے جسے خود ممتحن نے مشکل ترین قرار دیا

اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ .

یہ بہت بڑا پرچہ تھا۔!
اس سے زیادہ اور کیا مشکل پرچہ ہوگا کہ
گلہ بیٹے کا اور چھری والد کی!
بیٹا بھی اکلوتا اور بڑھاپے میں مانگا ہوا
اور پھر وہ بیٹا جس کے چہرے پر نبوت کے آثار نمایاں!
اس کے گلے پر چھری رکھ دینا کوئی آسان کام نہیں تھا۔
اور پھر اپنے ہاتھوں سے اس کو ذبح کرنا
عرش وفرش پر اسماعیل علیہ السلام وابراہیم علیہ السلام کی دھوم مچ گئی۔ دونوں کا ڈنکا بج گیا۔ خود خالق کائنات نے ابراہیم علیہ السلام پر انعامات کی بارش کردی۔

☆ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ .
☆ وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ
☆ وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ
☆ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ
☆ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ
☆ وَبَشَّرْنٰہُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ
☆ وَبٰرَکْنَا عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ

یہ سات اعزاز۔ یہ سات تمغے۔ یہ سات انعامات فوری دیئے۔
جدّ الانبیاء بنادیا۔
انی جاعلک للناس اماما

حضور اکرم ﷺ کے درودوسلام میں داخل کردیا۔

نماز میں آپ پر رحمتوں کی دعا داخل کردی۔

گویا جب تک دنیا باقی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور اسماعیل علیہ السلام کا ڈنکا بجتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عشق خلیل اور جذبہ اسماعیلؑ سے سرشار کرے!

قربانی کا یہی سبق ہے اور یہی فلسفہ ہے۔

نماز وروزہ وقربانی وحج

یہ سب باقی ہیں! تو باقی نہیں ہے

وما علینا الا لبلاغ

چوتھا خطبہ جمعہ

ذوالحجہ

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰھِیْمَ رُشْدَہٗ مِنْ قَبْلُ وَ کُنَّا بِہٖ عٰلِمِیْنَ.

حضرات گرامی! آپ حضرات نے ذوالحجہ کے مہینہ میں قربانی اور دیگر اہم عنوانات پر جو خطبات سماعت فرمائے ہیں۔ان میں مرکزی کردار حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔آپ نے بار بار حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر سنا اور آپ کی بے شمار قربانیوں اور امتحانات کا تذکرہ بھی سنا۔اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ جس پیغمبر کا آپ نے اس کثرت سے بار بار تذکرہ سنا ہے ان کی مختصر سیرت اور ایک مختصر تقریر آپ کو سناؤں جو قرآن مجید میں اب تک ریکارڈ ہے۔

اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ تقریر اس قدر پسند اور محبوب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے لئے قرآن حکیم میں محفوظ کر دیا تا کہ پوری کائنات اس تقریر پر اور عقیدہ ابراہیمی سے محظوظ ہو سکے!

چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰھِیْمَ رُشْدَہٗ مِنْ قَبْلُ وَ کُنَّا بِہٖ عٰلِمِیْنَ.

اور بلاشبہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اول ہی سے رشد و ہدایت عطا کی تھی اور ہم اس کے معاملہ کو جاننے والے تھے۔

رُشد کیا ہے

رُشد .... اس کسوٹی کا نام ہے جو حق و باطل، سچ اور جھوٹ، توحید اور شرک کے درمیان فرق کو واضح کر دے اور یہ بتا دے کہ یہ بات سچ ہے اور یہ جھوٹ ہے اور یہ بات حق ہے

اور یہ بات باطل ہے............ اَلْفَارِقُ بَیْنَ الحَق وَالْبَاطِل۔نبوت کی بصیرت اور خداداد وجدانی کیفیات کو بھی رشد کہا جاتا ہے جن میں پیغمبر کے سامنے حق اور باطل کی کیفیات آ جاتی ہیں۔

وَکُنَّابِه عَالِمِیْنَ ۔اور ہم اس کو جانتے تھے۔قرآن مجید کے اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رشد کی یہ خداداد کسوٹی اس لئے عطا کی گئی تھی تا کہ حق و باطل کے پیش آنے والے معرکوں میں ابراہیم علیہ السلام کو حق وصداقت کی تائید اور باطل کی پہچان میں دیر نہ لگنے پائے، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نکھر کر سامنے آ جائے! اللہ تعالیٰ اس بات کو جانتے تھے کہ ان کے معرکے ہوں گے۔ان کے امتحان ہوں گے۔انہیں اپنوں بیگانوں سے ٹکرانا ہوگا۔اس لئے ان کو رُشد کی دولت سے مالا مال فرما دیا۔اس لئے اس موحد اعظم اور خدا کے لاڈلے پیغمبر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو رشد کی دولت عطا کر کے مبعوث فرمایا گیا۔ابھی آپ جوانی کی سرحدوں تک بھی نہیں پہنچے تھے کہ بچپن میں ہی باطل سے کئی معرکے ہو گئے۔مثلاً ماں کی آغوش میں ذات باری تعالیٰ کے متعلق سوال کر دیا کہ میرا رب کون ہے! اسی طرح بچپن میں قوم کے سامنے طرح طرح سے توحید خداوندی کے لئے گفتگو فرماتے رہے اور کوئی موقعہ مقام ایسا نہیں جانے دیا جس میں اظہار حق اور ابطال باطل نہ کیا ہو! آخر وہ وقت بھی آ پہنچا کہ ابراہیم علیہ السلام نے ڈنکے کی چوٹ خدا کی توحید وعظمت کا ڈنکا بجانے کا فیصلہ کر لیا۔چنانچہ ایک مجلس میں جہاں عمائدین سلطنت اور ان کے سربراہ وزراء اور قوم کے رہنما اور عوام بھی شامل تھے اس میں ایک ایسی مدلل ایمان افروز تقریر کرنے کا فیصلہ کر لیا جس سے دنیائے کفر میں زلزلہ برپا ہوگا............ چنانچہ قرآن مجید اس مجلس کی تقریر اور کارروائی کا خود اپنے الفاظ میں نقشہ کھینچتا ہے کہ

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاهٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰکِفُوْنَ قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآئَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ

جب اس نے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ مجسمے کیا ہیں جن کو تم لئے بیٹھے ہو۔کہنے لگے ہم نے اپنے باپ دادا کو ان ہی کی پوجا کرتے ہوئے پایا!۔

خطیب کہتا ہے

پیغمبر کا خطاب پہلے اپنے گھر سے شروع ہوا

☆ پہلے خویشاں پھر درویشاں!

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلا مخاطب اپنے والد کو بنایا۔

☆ سرکار دو عالم ﷺ کو ارشاد ہوتا ہے کہ

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے

☆ گویا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے بھی اپنی دعوت کا آغاز پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں سے فرمایا۔

☆ اس سے معلوم ہوا کہ دعوت و تبلیغ میں پہلا فریضہ اپنے قریبی رشتہ دار دوست احباب کے سامنے ادا کیا جائے گا۔

☆ والد ایک ایسی قابل احترام شخصیت ہوا کرتا ہے کہ اس کے سامنے تو بیٹے کو دوسری بات کرتے ہوئے بھی حجاب ہوتا ہے مگر دعوت توحید کو پیش کرنا اور ان حالات میں جبکہ والد کے خیالات عقیدہ توحید کے بالکل منافی ہوں تو اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ مگر قربان جاؤں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کہ انہوں نے نہایت جرأت و بہادری سے اس پیغمبرانہ منصب اور فریضہ کو ادا کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنے خطاب کا آغاز اپنے والد سے کیا تاکہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی توحید کے چراغ کو روشن رکھا جائے۔ قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے والد سے خطاب کو مختلف مقامات پر بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے جن کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کا والد سے خطاب

☆ اِذْقَالَ لِاَبِيْهِ (انبیاء)

جب فرمایا آپ نے اپنے والد سے!

سورۃ مریم میں بیان فرمایا گیا ہے کہ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا . اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا. (مریم)

اور اے پیغمبر الکتاب میں ابراہیمؑ کا ذکر کر کہ یقیناً وہ مجسم سچائی تھا اور اللہ کا نبی تھا۔

اس وقت کا ذکر جب اس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ تو کیوں ایک ایسی چیز کی پوجا کرتا ہے جو نہ تو سنتی ہے نہ دیکھتی ہے نہ تیرے کسی کام آسکتی ہے۔

☆ **يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا .**

اے میرے باپ میں سچ کہتا ہوں علم کی روشنی مجھے مل گئی ہے جو تجھے نہیں ملی۔ پس میرے پیچھے چل میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں گا۔

☆ **يٰٓاَبَتِ لَاتَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ. اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا .**

اے میرے باپ شیطان کی بندگی نہ کر شیطان تو خدائے واحد سے نافرمان ہو چکا ہے۔

☆ **يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا .**

اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدائے رحمان کی طرف سے کوئی عذاب تمھیں پکڑ لے اور تو شیطان کا دوست بن جائے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. (انعام)

اور جب کہا ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کیا ٹھہراتا ہے تو بتوں کو خدا میں تجھ کو اس تیری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔

حضرات گرامی! اس وقت میں نے قرآن مجید کے چھ مات سے چھ آئیتیں آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہیں جن میں پانچ مقامات پر تو لفظ اَبِيْهِ سے خطاب فرمایا ہے اور چھٹی آیت میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آزر کا نام لے کر خطاب فرمایا ہے نہ صرف نام لیا ہے بلکہ ایک زبردست کھلم کھلا فتویٰ بھی صادر فرما دیا ہے کہ

اِنّی اَرَاکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلَالٍ مُبِیْن

ان آیات بینات سے جو نکات اور مسائل ثابت ہوئے ہیں۔ان کا ذکر مناسب ہوگا۔

خطیب کہتا ہے

تبلیغ کرنے والا	عبد رب	تھا
	مخاطب اب	تھا
توفیق عطا کرنے والا	رب	تھا

سبحان اللہ

☆ معبود کا ہر بات ہر زبان میں ہر کسی کی ہر وقت سننا ضروری ہے

☆ جو ہر وقت ہر زبان میں ہر کسی کی بات نہیں سنتا وہ معبود نہیں ہوسکتا!

☆ اللہ جو معبود حقیقی ہے اس کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں ہے!

☆ صراط مستقیم کے حصول کے لئے پیغمبر کی اتباع نہایت ضروری ہے۔اگر والد کا اتباع پیغمبر کرنا ضروری ٹھہرا تو دوسرے کون ہوتے ہیں جو اتباع رسول کے بغیر روحانی ترقی کرسکیں!

☆ کسی کا نام لے کر وعظ میں اس کو خطاب کرنا یہ سنت ابراہیمی ہے! جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نام لے کر اپنے والد کو خطاب کیا اور نہ صرف خطاب بلکہ اس پر اور اس کی قوم پر کھلی گمراہی اور ضلالت کا فتویٰ صادر فرمایا!

☆ بعض لوگ جو آداب تبلیغ سے ناواقف ہیں اور ہر وقت مثبت مثبت کی رٹ لگاتے ہیں وہ آداب تبلیغ اور اصول تبلیغ سے ناواقف ہیں۔انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تبلیغ میں دونوں انداز اختیار کئے جاتے ہیں۔بعض اوقات مثبت انداز زیادہ مؤثر ہوتا ہے اور بعض اوقات منفی انداز زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مثبت کا مطلب بھی وہ نہیں ہے جو بعض جاہلوں نے بنا رکھا ہے کہ مسئلہ

اوراس کی حقیقت کو بیان ہی نہ کیا جائے بلکہ بات کو گول مول کردیا جائے یا ضرورت سے ہٹ کر اور مسئلہ بیان کیا جائے!

مثال کے طور ایک بستی میں قبر پرستی کا زور ہے لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ان سے مرادیں مانگتے ہیں ان پر نذرانے اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں وہاں اس بستی میں اس بات کی ضرورت ہوگی کہ قرآن وحدیث کی ان آیات واحادیث کا بیان کیا جائے جن میں قبر پرستی اور غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی حرمت بیان کی گئی ہو!

لیکن ایک مفاد پرست واعظ وہاں پر صرف علماء کے فضائل بیان کرتا رہے اور سمجھے کہ میں نے دین بیان کرنے کا حق ادا کردیا ہے یا ایک جاہل آدمی یہ سمجھے کہ اس نے مثبت تقریر کا معنی یہ ہوگا کہ اچھے انداز سے اچھے الفاظ سے قرآن وحدیث کے ان دلائل کا بیان کیا جائے جو قبر پرستی اور سجدہ غیر اللہ کی تردید کرتے ہوں اوراس معبود حقیقی کو سجدہ کرنے کی دعوت دیتے ہوں۔اس کو مثبت تقریر کہا جائے گا اور جو جانتے بوجھتے اس مسئلہ کو بیان کرنے سے پہلوتہی کرے اور صرف اپنا حلوہ مانڈا سیدھا کرے اسے مداہن فی دین اللہ اور کتمان حق کا مجرم قرار دیا جائے گا۔آپ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام **یَـااَبَـتِ یَـااَبَتِ** ....بار بار خطاب کرکے والد کو سمجھایا مگراس کی سمجھ میں پیغمبر کی بات نہ آئی اور وہ مسلسل ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتا رہا تو اللہ کے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھل کر اس کا نام لے کر **اِذْقَالَ اِبْرَاھِیْمُ لِابیه آزر** مسئلہ کو بیان فرمایا۔

اوراس کی ہٹ دھرمی کو ہدف تنقید بنایا اور بالآخراس پر ضلالت وگمراہی کا فتویٰ لگایا!

☆ بعض ناعاقبت اندیش جاہل کہتے ہیں کہ کسی پر فتویٰ بازی نہیں کرنی چاہیئے۔کسی کو برا نہیں کہنا چاہیئے۔وہ جاہل ذرا بتائیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے **اِنِّـیٓ اَرٰکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ** ۔کہہ کر اپنے والد اور اپنی قوم کی تعریف کی ہے یا مذمت؟............**فـاتـو برھانکم ان کنتم صادقین**.

☆ شرک شرک ہے کفر کفر ہے اسلام اسلام ہے دین دین ہے۔دین کے بارے میں مسلمان کو باغیرت ہونا چاہیئے۔یہی جذبہ ہے جسے ایمان۔اطاعت۔اوراحسان کی روح قرار دیا

جائے گا اوراسی پرآخرت میں نمبرملیں گے۔انشاءاللہ۔

☆ لِاَبِیْهِ؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں پر اَبِیْهِ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدمراد نہیں ہیں بلکہ ان کے چچا مراد ہیں۔ان کومعلوم ہونا چاہیئے کہ علم معانی اورفصاحت وبلاغت کے مطابق جہاں کسی لفظ کا حقیقی معنی متعذر رہو۔وہاں مجازی معنی لیا جاتا ہے اس مقام پر حقیقی معنٰی مراد لینا کوئی متعذر نہیں ہے۔اس لئے خواہ مخواہ کی لن ترانیاں نہ کی جائیں۔

قرآن کے ان مقامات سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی والد ہی مراد ہیں۔اگراللہ تعالیٰ نے ان کودولت توحید نصیب نہیں فرمائی تواس کا جھگڑا خدا سے کرو............قرآن اوراسلام کی تعبیرات میں تحریف نہ کرو!

☆ آزر کے بھتیجو! اگرآزرحضرت ابراہیم علیہ السلام کا والدنہیں ہے، بلکہ چچا ہے۔اس سے تمہارا مسئلہ بھلا کیسے سیدھا ہو جائے گا۔خواہ کوئی بھی ہو جوشرک کرے گا اس سے خدا کی جنگ ہے اورخدا کے رسول کی بھی جنگ ہے!

☆ اگرتم شرک سے بازنہیں آتے توتمہارا حشر بھی وہی ہوگا جوآزرکا ہوگا اورابولہب وابوجہل کا ہوگا۔کیونکہ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عظیم.

مشرکین کا جواب اوردلیل

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے والداورقوم سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

مَاهٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْ اَنْتُمْ لَهَا عَاکِفُوْنَ.

یہ مجسمے کیا ہیں جنہیں تم لئے بیٹھے ہو۔کہنے لگے ہم نے اپنے باپ دادا کوانہی کی پوجا کرتے ہوئے پایا ہے! گویا کہ ان کے پاس سوائے باپ دادا کے کوئی دلیل نہیں تھی!

قَالُوْا وَجَدْنَا اٰبَاءَ نَالَهَا عَابِدِیْنَ.

خطیب کہتا ہے

اہل باطل کی تین قسمیں ہوگئیں۔

☆ ....آبائی

☆ ....رضائی

☆ ....تبرائی

آبائی صدر ہوگا

رضائی اور تبرائی اس کے وزیر ہوں گے!

ان تینوں سے پوچھا جائے، تمہارے پاس اپنے نظریات کی کوئی دلیل ہے تو جواب میں کہا جائے گا کہ ہاں ہے؟

بھئی وہ کیا ہے!

تو جواب ہوگا۔ ہمارے باپ دادا بھی ایسا کرتے تھے اور ہم بھی ایسا ہی کریں گے!

تو معلوم ہوا کہ ان کا مذہب اور عقیدہ مصطفائی نہیں، بلکہ آبائی ہے

مپندار سعدی کہ راہ صفا

تواں رفت جز بر پئے مصطفٰے

مثال کے طور پر اگر مجھ سے کوئی پوچھے گا کہ تم فجر کی سنتیں دو کیوں پڑھتے ہو۔ میں جواب میں کہوں گا............ چونکہ میرے محمد مصطفٰے ﷺ نے دو ہی پڑھی تھیں اور دو ہی کا ارشاد فرمایا تھا اس لئے میں دو ہی سنتیں فجر کی پڑھتا ہوں!

اگر آبائی سے پوچھا جائے کہ تم جنازے کے بعد ستر قدموں پر کیوں کھڑے ہوتے ہو۔ تم میت کے تیسرے روز۔ دانے۔ گنڈیریاں۔ کنوں ملا کر جمع ہو کر میت کے گھر کا کھانا کیوں کھاتے ہو اور یتیم کا مال کیوں کھاتے ہو!

تو جواب ملے گا کہ............صاحب! ہمارے باپ دادا بھی اسی طرح کیا کرتے تھے اور ہم نے بھی ایسا ہی کرنا شروع کر دیا۔ اس قسم کا عقیدہ رکھنے والا یا تو آبائی ہوگا۔ یا رجائی ہوگا یا تبرائی ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کا جواب سن کر فوراً ارشاد فرمایا کہ

قَالَ لَقَدُ كُنتُمُ اَنْتُمُ وَاَبَاءُ كُمْ فِيُ ضَلَالٍ مُبِيُنَ.

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں ہیں۔

خطیب کہتا ہے

پیغمبر کی تقریر میں فتویٰ کے الفاظ قابل غور ہیں۔

ل . قد . كُنتُمُ . اَنتُمُ

یہ سب الفاظ بات کو موکد اور پختہ کرنے کے لئے لائے گئے۔ تاکہ رواداری کا کوئی پہلو بھی ان میں شامل نہ ہووہ۔

وَاَبَاءُ كُمُ کے جملہ سے اور بھی ضرب کاری لگادی تاکہ دنیائے کفر وشرک کے تمام محلات کو پیوند زمین کردیا جائے!

اوران کے تمام شرک وبت پرستی کے ایوان خاکستر ہوکر رہ جائیں۔!

☆ فی ضلالٍ مبین۔ کھلی گمراہی............ سے مراد کفر وطغیان کی وہ سرکشی ہے، جوعناد اور ضلالت کا نقطہ عروج ہوا کرتی ہے!

معلوم ہوا کہ پیغمبر کے قول وعمل کے سامنے اپنے آباؤاجداد کی خودساختہ باتوں کا لانا کوئی نیا فارمولا نہیں ہے، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے مقابل آباؤاجداد کی رسومات کا سہارا لے کر ان کی دعوت کا مذاق اڑایا گیا اور یہی آبائی مذہب ہے جو ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت سے متصادم ہوا۔

☆ جس طرح اس دور میں کتاب وسنت کا جب بھی کوئی مسئلہ پیش کیا جائے، تو اس کے مقابلہ میں آباؤاجداد کی رسومات کو لا کھڑا کیا جاتا ہے!

☆ جیسے۔ تیجہ۔ ساتا۔ چالیسواں۔ ختم۔ گیارھویں۔ اذان کے ساتھ اضافی کلمات اردو والا مروجہ صلوٰۃ وسلام قیام اور جلوس یہ سب آبائی اور رضائی رسومات ہیں جن کا کتاب وسنت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

کافر کھسیانے ہوگئے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس موحدانہ للکار سے دنیائے کفر وشرک لرزہ براندام ہوگئی اور نہایت ہی کھسیانے ہوکر کہنے لگے۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ. (الانبیاء)

انہوں نے جواب دیا کہ کیا تو ہمارے لئے حق لایا ہے یا یوں ہی مذاق کرنے والوں کی طرح کہتا ہے۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔(یہ بت تمہارے رب نہیں ہیں) بلکہ تمہارا رب زمینوں اور آسمانوں کا پروردگار ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے اور میں اسی بات کا قائل ہوں!

قوم اور عمائدین سلطنت اور سربراہ سلطنت اس ابراہیمی دعوت اور بے باکانہ للکار سے جہاں حیرت زدہ ہوئے وہیں پر انہیں خفت بھی اٹھانی پڑی کہ ابراہیم علیہ السلام نے تو ہمارے منہ پر ہمارے سامنے ہی سب کچھ کہہ ڈالا اور ہم سے کسی کا بھی لحاظ نہیں کیا............اس لئے اپنی خفت مٹانے کے لئے بولے کہ

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ

کیا تم سنجیدگی سے ہمارے سامنے بات کررہے ہیں یا ہمارے ساتھ دل لگی کررہے ہو!

گویا کہ انہوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو دل لگی قرار دیا اور نہایت ہی شرمندگی سے کہا کہ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ .

☆ پیغمبر نے ان سب کے سامنے خداوند قدوس کی توحید کا ڈنکا بجادیا کہ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ....آسمان اور زمین! اللہ تعالیٰ کی توحید کی دو اس قدر مضبوط دلیلیں ہیں جن کا وجود ہر پڑھے لکھے اور ان پڑھ کے لئے برہان قاطع کی حیثیت رکھتا ہے۔

☆ ان لوگوں کے لئے یہ بہت بڑا چیلنج ہے جو اپنے آپ میں رب بنے پھرتے ہیں۔کیا کوئی ایک سائبان بھی بغیر سہارے کے کھڑا کرسکتا ہے۔کیا کوئی ایک دری بھی پانی پر بچھا سکتا ہے؟

یہ صرف اور صرف اس ذات باری تعالیٰ کی قدرت وعظمت ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون

کے کھڑا کر دیا اور زمین کو پانی پر بچھا دیا۔

اَنَا ذَالِکُمْ مِنَ الشَّاهِدِیْن !

خطیب کہتا ہے

تیرے استغاثے کا گواہ نمبردار

تیرے استغاثے کا گواہ ذیلدار

تیرے استغاثے کا گواہ تحصیلدار

تیرے استغاثے کا گواہ ٹھیکیدار

لیکن خدا کی توحید کا گواہ ابراہیم خلیل اللہ

مقدمہ بھی اعلیٰ گواہ بھی اعلیٰ

سبحان اللہ

نمرود بول اٹھا

ابراہیم علیہ السلام نے ہماری توہین کی ہے اس کو سخت سے سخت سزا دی جائے گی، لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس کو سزا دینے سے پہلے سوچنے کا ایک موقعہ دیا جائے، تاکہ وہ اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ سمجھ سکے! اور اپنے انجام سے پہلے اس پر ٹھنڈے دل سے غور کر سکے۔ اس لئے نمرود نہایت تمرد اور تکبر سے بولا کہ اے ابراہیم اگر آپ اپنے اس رویہ اور دعوت پر غور کر لیں تو ہمیں خوشی ہوگی اور آپ کی بھی جان بچ جائے گی، لیکن اگر آپ نے اپنے رویہ اور دعوت میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی تو یاد رکھئے کہ آپ کو وہ عبرت ناک سزا دی جائے گی کہ

صنم بھی پکاریں ہری ہری

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی یہ بات سن کر فرمایا کہ موت و حیات کا مالک میرا خدا ہے۔ دنیا کی طاقت مجھے اپنے عقیدے کے اظہار اور بیان سے نہیں روک سکتی۔ اس لئے آپ سے جو ہوسکتا ہے کر گزریں۔ میں اپنے عقیدے پر قائم ہوں اور قائم رہوں گا!

اقبال نے غالباً کسی ایسے موقع کے لئے ہی کہا ہے کہ

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

آزر بیٹے کی یہ بات سن کر بہت ہی آزردہ خاطر ہوتا ہے الگ جا کر ابراہیم علیہ السلام سے کہتا ہے کہ بیٹا؟ یہ میرا رب ہے مجھے اس کے سامنے شرمندہ نہ کر.................آپ نے بزبان حال فرمایا!

کہ ابا جی...........تجھے نمرود سے حیا آتی ہے
مجھے اپنے معبود سے حیا آتی ہے
تیری خواہش ہے کہ میں تجھے اس کے سامنے شرمندہ نہ کروں۔
میری خواہش ہے کہ تو مجھے رب کے سامنے شرمندہ نہ کر۔

سبحان اللہ

یہ تھی ابراہیم علیہ السلام کی اپنے عقیدہ توحید پر دلجمعی اور استقامت جس کے صلے میں ابراہیم علیہ السلام کو عظمتوں اور نعمتوں سے مالا مال کیا گیا!

یہ کہہ کر نمرود نے مجلس برخواست کر دی اور اعلان کر دیا کہ سب لوگ میلے کو چلیں اور تفریح کر کے اپنے دل و دماغ سے اس بوجھ اور اضطراب کو دور کر لیں۔ تمام لوگ جب میلے (یا عرس) کو جا رہے تھے تو ایک نمرودی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ

وَتَاللّٰهِ لَاَ كِيۡدَنَّ اَصۡنَامَكُمۡ بَعۡدَ اَنۡ تُوَلُّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ .

اور اللہ کی قسم میں تمہاری عدم موجودگی میں ضرور تمہارے بتوں کے ساتھ خفیہ چال چلوں گا۔
اس معاملہ میں اصل صورت حال یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے آذر اور قوم کے جمہور کو بت پرستی کے عیب ظاہر کر کے اس سے باز رکھنے کی کوشش کر لی اور ہر قسم کے پند و نصائح کے ذریعے ان کو یہ باور کرانے میں قوت صرف کر دی کہ یہ بت نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اور یہ کہ تمہارے کاہنوں اور پیشواؤں نے ان کے متعلق تمہارے دلوں میں غلط خوف بٹھا دیا ہے! کہ اگر ان سے

منکر ہو جاؤ گے! تو یہ غضب ناک ہو کر تم کو تباہ کر ڈالیں گے! یہ تو اپنی آئی ہوئی مصیبت کو بھی نہیں ٹال سکتے۔ مگر آزر اور قوم کے دلوں پر مطلق اثر نہ ہوا اور وہ اپنے دیوتاؤں کی خدائی قوت کے عقیدے سے کسی طرح باز نہ آئے، بلکہ کاہنوں اور سرداروں نے ان کو اور زیادہ پختہ کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام نے سوچا اب مجھ کو رشد و ہدایت کا ایسا پہلو اختیار کرنا چاہیئے۔ جس سے جمہور کو یہ مشاہدہ ہو جائے! کہ واقعی ہمارے دیوتا صرف لکڑیوں اور پتھروں کی مورتیاں ہیں۔ جو گونگی بھی ہیں اور بہری بھی اور اندھی بھی اور دلوں میں یہ یقین راسخ ہو جائے کہ اب تک ان کے متعلق ہمارے کاہنوں اور سرداروں نے جو کچھ کہا تھا۔ وہ بالکل غلط اور بے سر و پا بات تھی اور ابراہیم علیہ السلام ہی کی بات سچی ہے۔ اگر کوئی ایسی صورت بن آئی تو میرے لئے تبلیغ حق کے لئے آسان راہ نکل آئے گی! یہ سوچ کر انہوں نے ایک نظام عمل تیار کیا جس کو کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا اور اسکی ابتدا اس طرح کی کہ باتوں باتوں میں اپنی قوم کے افراد سے یہ کہہ گزرے کہ میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک خفیہ چال چلوں گا۔ گویا اس طرح ان کو متنبہ کرنا تھا کہ اگر تمہارے دیوتاؤں میں کچھ قدرت ہے جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو، تو وہ میری چال کو ختم اور مجھ کو مجبور کر دیں کہ میں ایسا نہ کر سکوں! حسن اتفاق کہ قریب ہی زمانہ میں قوم کا ایک مذہبی میلہ آ گیا۔ جب ساری قوم اس کے لئے چلنے لگی تو کچھ لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی ساتھ چلیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی مقام پر فرمایا تھا۔ انّی سقیم.

اب جب کہ ساری قوم بادشاہ کاہن اور مذہبی پیشوا میلہ میں مصروف اور شراب و کباب میں مشغول تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اپنے عمل کی تکمیل کروں! اور مشاہدہ کی شکل میں ظاہر کر دوں کہ ان کے دیوتاؤں کی حقیقت کیا ہے وہ اٹھے اور سب سے بڑے مندر میں پہنچے۔ وہاں دیکھا تو دیوتاؤں کے سامنے قسم قسم کے حلووں پھلوں، میووں اور مٹھائیوں کے چڑھاوے رکھے ہوئے تھے! ابراہیم علیہ السلام نے طنزیہ لہجہ میں چپکے چپکے ان مورتیوں سے خطاب کر کے کہا کہ یہ سب کچھ موجود ہے۔ ان کو کھاتے کیوں نہیں! اور پھر فرمایا کہ میں ثابت کر رہا ہوں کیا بات ہے کہ تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ اور پھر ان سب کو توڑ پھوڑ ڈالا اور

سب سے بڑے بت کے کاندھے پر تبر رکھ کر واپس چلے آئے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ

فَرَاغَ اِلٰی اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ مَالَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ. فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًام بِالْيَمِيْنِ

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ.

بس چپکے سے جا گھسا ان کے بتوں میں اور کہنے لگا (ابراہیمؑ) ....اب ان کے دیوتاؤں سے کیوں نہیں کھاتے تم کو کیا ہو گیا، کیوں نہیں بولتے ؟

پس کر دیا ان کو ٹکڑے ٹکڑے مگر ان میں سے بڑے دیوتا کو چھوڑ دیا تاکہ (اپنے عقیدہ کے مطابق) وہ اس کی طرف رجوع کریں (کہ یہ کیا ہو گیا)

خطیب کہتا ہے

مشرکین کے دیوتاؤں کو ابراہیم علیہ السلام نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

معلوم ہوا کہ جو خدا ٹکڑے ہو جائے وہ نمرود کا رب تو ہو سکتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا رب نہیں ہو سکتا!

جو لوگ چراغ سے چراغ لگاتے پھر رہے ہیں۔ ان سیاہ چراغوں سے پوچھا جائے کہ خدا کے ٹکڑے ماننے والو!

بتاؤ تو سہی کہ خدا کے نور سے کیسے الگ الگ نور کے ٹکڑے بنتے گئے۔ تم جو کہتے ہو کہ

وہی جو مستوی عرش پر تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینہ میں مصطفٰے ہو کر

خدا کس طرح مصطفٰے بن کر مدینے میں اتر آیا۔ کیا یہ خدا کی توہین نہیں۔ کیا یہ سرکار دو عالم ﷺ کی توہین نہیں۔؟

کیا تمہیں خدا کا خوف نہیں ہے۔ کیا تم مشرکین عرب کا کردار تو نہیں ادا کر رہے۔

(اعاذنا اللہ تعالٰی)

کسی رب کے کان توڑے

کسی کا ناک توڑا

کسی کے گھٹنے پھوڑے

کسی کے بازو توڑے

غرض کہ سب کو توڑ پھوڑ کر کلہاڑا سب سے بڑے (اعلیٰ حضرت) کے کندھوں پر رکھ کر رب باڑے سے باہر تشریف لے آئے۔

قوم کی واپسی اور حیرانگی

قوم جب میلے سے واپس ہوئی تو نمرود نے اعلان کیا کہ سب لوگ سیدھے رب باڑے چلیں تاکہ اپنے دیوتاؤں کو سلامی دی جائے۔ تمام قوم نمرود کے حکم کے مطابق واپس رب باڑے آتی ہے۔ یہ دیکھ کر ان کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ پورے دیوتا خود سلامی میں پڑے ہوئے ہیں۔ کسی دیوتا کا سر نہیں ہے، کسی کی آنکھ نہیں ہے۔ کسی کی گردن نہیں ہے اور کسی کے ٹخنے نہیں ہیں۔

اس منظر کو دیکھ کر نمرود اور پوری قوم غصے سے بھڑک اٹھی اور پکار اٹھے کہ

قَالُوا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ .

وہ کہنے لگے۔ یہ معاملہ ہمارے خداؤں کے ساتھ کس نے کیا ہے۔ بلاشبہ وہ ضرور ظالم ہے نمرود کے غصے میں نتھنے پھول رہے تھے! منہ سے رال بہہ رہی تھی۔ آنکھیں سرخ تھیں، بھلا اس کو کون بتائے کہ ان دیوتاؤں کا بیڑہ غرق کس نے کیا ہے، کیونکہ جب استاد غصے میں ہوتا ہے۔ شاگرد کو یاد کیا ہوا سبق بھی بھول جاتا ہے اور پیر غصے میں ہو تو بھلا اس کا بنا سپتی بندہ کیسے بولے اور کیونکر بولے۔ ہر طرف سناٹا تھا اور چپ کا سماں تھا۔ آخر جب اس کا غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو چند آدمیوں نے کہا!

جناب اگر جان کی امان دی جائے تو ہم کچھ عرض کریں............اس نے کہا؟

کہو کیا کہتے ہو!

اس پر چند نمرودی بولے! کہ جناب

سَمِعۡنَا فَتًی یَذۡکُرُ ھُمۡ یُقَالُ لَهُ اِبۡرَاھِیۡمُ (الانبیاء)

ان میں بعض کہنے لگے ہم نے ایک جوان کی زبان سے ان بتوں کا (برائی کے ساتھ) ذکر سنا ہے۔اس کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔(یہ اسی کا کام ہے)

بادشاہ اور کاہنوں اور سرداروں نے جب یہ سنا تو کہنے لگے اس کو مجمع کے سامنے پکڑ کر لاؤ، تاکہ سب دیکھیں کہ مجرم شخص کون ہے؟

قَالُوا فَأتُوۡا بِهِ عَلیٰ اَعۡیُنِ النَّاس لَعَلَّھُمۡ یَشۡھَدُونَ. (الانبیاء)

انہوں نے کہا کہ ابراہیم کو لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ دیکھیں۔

ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر کے نمرود اور اس کی کابینہ کے سامنے کھلی کچہری میں پیش کیا گیا تاکہ لوگ پوری کاروائی کو خود دیکھ سکیں۔

قَالُوۡا اَنۡتَ فَعَلۡتَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَا یَااِبۡرَاھِیۡمُ .

خطیب کہتا ہے

اگر ابراہیم علیہ السلام اقرار کرتے ہیں تو جان گئی

اور اگر ابراہیم علیہ السلام انکار کرتے ہیں تو نبوت گئی

یہ امتحان دو شخصیتوں کا ہوا ہے

ایک ابراہیمؑ صدیق کا

اور ایک ابوبکر صدیقؓ کا

☆ لیکن میں قربان جاؤں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ یہ دونوں اس امتحان میں سو بٹہ سو نمبر لے کر پاس ہوئے!

ابراہیم علیہ السلام بھی سو نمبر لے گئے

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی سو نمبر لے گئے

صدیق اکبرؓ جب سرکار دو عالم ﷺ کو لے کر مدینہ جا رہے تھے تو راستے میں تعاقب کرنے والوں نے پوچھ لیا کہ

من ھٰذا............؟ یہ کون ہے؟

اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بتادیتے ہیں کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے تو پھر محبوب گیا!

اور اگر کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ کون ہے تو پھر صدیق صدیق نہ رہا............؟

آواز آتی ہے! دیکھنا صدیق تمہیں اس لئے ساتھ نہیں بھیجا کہ میرے محبوب کو آنچ نہ آئے جان بھی رکھنی ہے............ اور میرے محبوب کو دشمن کے ہاتھوں تکلیف نہ ہونے پائے صدیق اکبرؓ نے پوچھنے والے کو وہ جواب دیا کہ قیامت تک کے لئے صدیق اکبرؓ کی صداقت کا ڈنکا بج گیا!

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ **ھٰذا رجل یَھْدِیْنِی**........................ یہ شخص مجھے راہ بتانے والا ہے........................ سبحان اللہ

کافروں نے سمجھا کہ اس کو راستہ نہیں آتا۔ کسی کو راستے سے راہ بتانے کے لئے بٹھا لیا چلو چھوڑو۔ یہ وہ نہیں ہے جس کی ہمیں تلاش ہے۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ تم کسی شہر کا راستہ سمجھ لو۔ میں اپنے مالک کا راستہ سمجھ لیتا ہوں۔

تیری جدا پسند ہے میری جدا پسند
تجھ کو خودی پسند ہے مجھ کو خدا پسند

اسی طرح اگر ابراہیم علیہ السلام نمرودیوں کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے تمہارے دیوتاؤں کو توڑا ہے تو جان گئی!

اور اگر فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں توڑا تو نبوت گئی۔ آپ نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا کہ جان بھی بچ گئی اور شرک اور معبودان باطلہ کی دھجیاں بھی فضائے آسمانی میں بکھر گئیں!

آپ نے فرمایا

بَلْ فَعَلَهُ ! بلکہ اس نے کیا ہے؟

اب اس جملہ کو الگ پڑھئے کہ اس نے کیا ہے................ **بَلْ فَعَلَهُ** اس نے کیا ہے۔

نمرود حیران ہو کر پوچھنے لگا۔اس نے کس نے؟

فرمایا **فَعَلَهٗ**.......................اس نے کیا ہے!

بھئی سیدھی بات کرو کس نے کیا ہے؟

فرمایا **کَبِیْرُ هُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْا هُمْ .**

یہ تمہارا بڑا ہے اس سے پوچھ لو کس نے کیا ہے!

پوچھ لو اپنے بڑے سے پوچھ لو۔ **اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ** ....اگر یہ بول سکتے ہیں تو بتائیں کہ ان کا بیڑا غرق کس نے کیا ہے!

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ. لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ.

پس انہوں نے اپنے جی میں سوچا پھر کہنے لگے کہ اے ابراہیم تو خوب جانتا ہے کہ یہ بولنے والے نہیں ہیں !

جان بھی بچ گئی اور کلمہ حق بھی بلند ہو گیا اور دشمنوں کے سر بھی سرنگوں ہو گئے۔ بھلا وہ ان سے کیا پوچھیں۔ وہ تو بول ہی نہیں سکتے تھے..................فرمایا کہ بولو نا؟ ان سے پوچھو نا؟ کہنے لگے یہ تو بولتے نہیں ہیں۔

فرمایا میرے ساتھ سودا کر لو!

یا آج تم ان کو بلوا لو!

یا میرے ساتھ آؤ میں اپنے خالق کو بلاتا ہوں۔

بس لبیک کہنا تمہارا کام ہوگا
جواب دینا میرے مولیٰ کا کام ہوگا

کفر شرمندہ ہو گیا

جب کافر اور نمرود ابراہیم علیہ السلام کے اس دندان شکن سوال کا جواب نہ دے سکے! تو انتہائی سوچ بچار کے بعد......................منہ لٹکائے...........اور گردنیں جھکالیں ۔ پھر نہایت

شرمندگی سے کہنے لگے......

لَقَدْ عَلِمْتَ مَاهٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ.

اے ابراہیم تو خوب جانتا ہے کہ یہ بولنے والے نہیں ہیں۔

معلوم ہوا کبھی کبھار بڑے کافر معاند۔حاسد بھی صداقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ صداقت ادھر ہی ہے اور سچائی بھی ان کے ساتھ ہے جو حق کا بول بالا کرنا چاہتے ہیں۔مگر ہٹ دھرمی۔انانیت۔چودھراہٹ۔جھوٹا وقار اس کو صداقت کا اظہار نہیں کرنے دیتا۔یَااَسَفیٰ......؟

ابرہیم علیہ السلام کا نعرہ توحید

حضرت ابرہیم علیہ اسلام کے اس جواب سے جان بھی بچ گئی اور نبوت کی صداقت بھی روز روشن کی طرح آشکار ہوگئی اور دنیائے کفر وشرک بھی عاجز ودر ماندہ ہوکر سوچنے پر مجبور ہو گئے اور انہوں نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر کوسنا شروع کر دیا کہ اَنَكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ .

ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت پھر پیغمبرانہ منصب کو نبھایا اور نہایت وجد آفریں اور پیغمبرانہ انداز سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

(ابراہیم علیہ السلام نے کہا) تو کیا تم اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکیں اور نہ تمہیں نقصان ہی پہنچا سکیں۔تف ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو!

تو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے!

خطیب کہتا ہے

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل اللہ جو مبغوضین فی اللہ سے سختی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ان کا ماخذ یہی آیت ہے!

اُفٍّ لَّكُمْ.

وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ .

والدین کو اف نہ کہو!

معلوم ہوا کہ اف کوئی ایسا جملہ ہے جس سے سننے والے کو تکلیف ہوتی ہے۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مقام پر تمام مشرکوں کو اف کہا اور اس سے ان کے دلوں کو تکلیف پہنچائی۔ ثابت ہوا کہ بعض اوقات مشرکین کو ایسے جملے کہنا جن سے ان کو تکلیف ہو۔ یہ سنت ابراہیمی ہے!

حکم ہے فَاتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ ....ملت ابراہیمی کی پیروی کر...........نجات اسی میں ہوگی اور رحمت خدوندی کے خزانے اسی میں ملیں گے..........محبت بھی اللہ کے لئے اور بغض بھی اللہ کے لئے۔

ابراہیم علیہ السلام کو سزا دینے کا فیصلہ

حضرات گرامی! جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اپنی قوم اور تمام عمائدین سلطنت اور نمرود کو دلائل کی دنیا میں شکست فاش دے دی اور ان پر حجت تمام کرنے کا کوئی وقیقہ فروگزاشت نہ کیا تو پھر نمرود اور اس کا کابینہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فیصلہ کیا کہ انہیں سخت ترین سزا دی جائے۔ باطل پرستوں اور شرک و بت پرستی میں مبتلا قوموں کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ جب وہ اپنے مؤقف کو دلائل و براہین سے ثابت نہیں کر سکتے تو پھر تشدد کی راہ پر اتر آتے ہیں۔ پھر وہ اس جارحیّت اور ظلم پر اتر آتے ہیں جو غنڈہ اور اوباش مشرکوں کا شعار ہوا کرتی ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ان کی اس ظالمانہ روش اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ان کے جارحانہ فیصلہ کا اس طرح بیان ہوا ہے کہ ہر انسان اسے پڑھ کر حیران اور ششدر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں بیان ہوتا ہے کہ مشرکین نمرودیوں نے ابراہیم علیہ السلام کی موحدانہ یلغار اور ایک خدا کی وحدانیت پر مشتمل تقریروں سے تنگ ہوکر یہ اعلان کر دیا کہ

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا الِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فاعِلِيْنَ . (الانبیاء)

وہ سب کہنے لگے (ابراہیمؑ) کو جلا ڈالو اور اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو۔ اگر تم کرنا چاہتے ہو!

اب دلائل و براہین کی قوت کے مقابلہ میں مادی طاقت وسطوت نے مظاہرہ شروع کر دیا۔ باپ اس کا دشمن جمہور اس کے مخالف اور بادشاہ وقت اس کے درپے آزار ایک ہستی اور چار جانب

سے مخالفت کی آواز دشمنی کے نعرے اور نفرت وحقارت کے ساتھ انتقام اور خوفناک سزا کے ارادے ایسے وقت میں اس کی مدد کون کرے اور اس کی حمایت کا سامان کس طرح مہیا ہو!

مگر ابراہیم علیہ السلام کو نہ اس کی پرواہ تھی اور نہ اس کا خوف وہ اسی طرح بے خوف وخطر اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے بے نیاز۔ اعلان حق میں سرشار اور دعوت رشد وہدایت میں مشغول تھے۔ البتہ ایسے نازک وقت میں جب تمام مادی سہارے ختم دنیوی اسباب ناپید اور حمایت ونفرت کے تمام ظاہری اسباب مفقود ہو چکے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت بھی ایک ایسا بڑا سہارا حاصل تھا جو تمام سہاروں کا سہارا اور تمام نصرتوں کا ناصر کہا جاتا ہے اور وہ خدائے واحد کا سہارا تھا۔ اس لئے اپنے جلیل القدر پیغمبر قوم کے عظیم المرتبت ہادی اور رہنما کو بے یارو مددگار نہ رہنے دیا اور دشمنوں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

خطیب کہتا ہے

وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ..................کا جملہ قابل غور ہے!

مشکل کشاؤں کی مدد کرو!

یعنی بیمار ہو جائیں تو دوا لا کر دو!

سردی محسوس کریں تو ہیٹر جلا کر دو!

گرمی محسوس کریں تو ائرکنڈیشنڈ لگا کر دو!

پیاس محسوس کریں تو شربت بنا کر دو!

بھوک محسوس کریں تو کھانا پکا کر دو!

غرض کہ ان کی کوئی حاجت ہو تو ان کی پوری خدمت کرو............اور اس کی نصرت کرو!

اور تمہیں کوئی مشکل ہو تو (معاذ اللہ) انہیں پکارو؟

اُفٍّ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ الله ....!

جن کو مشکل کشا کہتے ہو۔ یہ تو تمہارے گھروں سے مردہ ٹیکس، سالانہ ٹیکس، گیارھویں کا ٹیکس وصول کرتے پھرتے ہیں۔ یہ مشکل کشا کیسے ہو سکتے ہیں، کچھ تو خوف خدا کرو!

سچ ہے۔ شرک آئے تو عقل جائے۔

جہاں شرک کی شاہی ہوگی
وہاں عقل کی تباہی ہوگی

آتشِ نمرود

حضرات گرامی! ان لوگوں نے اعلان کر دیا کہ اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو! اور اس مدد کا یہ طریقہ ایجاد کیا کہ ایک زبردست آگ جلائی گئی۔ آگ جلانے میں تمام قوم نے حصہ لیا، کوئی لکڑیاں اٹھائے چلا آ رہا ہے تو کوئی پرانے کپڑے ڈال رہا ہے کسی کے ہاتھ میں تیل کا ڈبہ ہے تو کوئی ایندھن لئے آ رہا ہے۔ غرضیکہ جس سے جو بن پڑا اس آگ جلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا رہا۔ جب آگ آسمان سے باتیں کرنے لگ گئی اور آس پاس کے درخت اور کھیتیاں بھی بھسم ہونے لگیں تو اچانک دیکھا گیا کہ

ایک چڑیا اور چھپکلی کا کردار

ایک چڑیا۔ چونچ میں پانی لا لا کر آتش نمرود میں ڈال رہی ہے اور ایک (کوہڑ کرلا) پھونکوں سے آگ کو تیز کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہے! کسی اہل دل نے چڑیا سے پوچھ لیا کہ اے چڑیا تیرے اس پانی سے بھلا اتنی آگ بجھ سکتی ہے!

تو یہ کیا دیوانہ پن کر رہی ہے۔؟

چڑیا نے جواب دیا کہ وہ آگ میں پھونکیں لگا رہا ہے بھلا اس سے آگ تیز ہو سکتی ہے

اس نے کہا نہیں!

تو چڑیا نے جواب دیا.................. نہ اس کی پھونکوں سے آگ بڑھے گی........... اور نہ ہی میرے پانی سے آگ بجھے گی!

یاری نبھانا میرا کام ہے
آگ بجھانا میرے مولیٰ کا کام ہے

قیامت کے روز جب مجھ سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو نے میرے پیغمبر کا حق رفاقت ادا کیا تھا تو میں عرض کر دوں گی کہ مولیٰ میں اپنی ہمت کے مطابق جو مجھ سے ہو سکتا تھا کر دیا تھا اور تیرے پیغمبر

کے سامنے یاری نبھائی تھی نہ اس کے پانی سے آگ بجھی............نہ (کرلے) کی پھونکوں سے آگ بڑھی۔ مگر ایک حصے میں رحمت آ گئی اور دوسرے کے حصے میں لعنت آ گئی۔

جو پیغمبر سے تعاون کرے گا وہ رحمتوں کا مستحق ہوگا۔

اور جو پیغمبر سے عداوت کرے گا وہ لعنت کا مستحق ہوگا

....

آگ کیا تھی۔ ایک دہکتا ہوا سمندر تھا۔ ایک آتش کدہ تھا۔ جس کے قریب کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ دشمن خوش تھے، آج ابراہیم علیہ السلام کی توحید پرستی کا پتہ چل جائے گا۔ نمرود خوش تھا کہ آج میرا دشمن ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ شیطان خوش تھا آج توحید کا غلغلہ بلند کرنے والا پیغمبر نیست و نابود ہو جائے گا۔ دنیائے شرک میں آج عید کا سا جشن تھا۔ آج ان کے ہاں خوشی اور مسرت کے گیت گائے جا رہے تھے............ادھر فرشتوں میں اضطراب تھا۔ الٰہی آج کیا ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام پر کیا بیتے گی۔ اللہ کا جلیل القدر پیغمبر آج آتش نمرود میں ڈالا جائے گا تو یہ کتنا بھیانک منظر ہوگا۔ جبریلؑ عرض کرتے ہیں۔ مجھے اجازت دیں۔ میں ابراہیم علیہ السلام کی خدمت کرنا چاہتا ہوں!

حکم ہوتا ہے کہ تم بھی اپنا شوق پورا کرلو!

جبریلؑ بارگاہِ ابراہیمی میں حاضر ہوتے ہیں اور نہایت ادب سے گزارش کرتے ہیں۔

حضور؟ اگر اجازت ہو تو پر مار کر یہ تمام آگ بجھا کر ٹھنڈا کر دوں؟

اسرافیل حاضر ہوئے۔ حضور! اگر اجازت ہو تو ابھی صور اسرافیل سے اس آگ کو درہم برہم کر دوں؟

میکائیل حاضر ہوئے............حضور؟ اگر حکم ہو تو ابھی بارش برسا کر اس تمام آگ کو پانی کے سیلاب کی نذر کر دوں!

عزرائیل حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! اگر حکم ہو تو ابھی ان کے گلے دبا کر ان کے تمام پروگرام تہس نہس کر کے رکھ دوں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سب کو فرمایا کہ!

خود آئے ہو یا کسی کے بھیجے ہوئے؟

سب نے جواب دیا کہ............خود بھی آئے ہیں اور کسی کی اجازت بھی لے کر آئے ہیں!

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کی اجازت لے کر آئے ہو کیا وہ مجھے دیکھ رہا ہے یا نہیں؟

سب نے جواب دیا کہ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا!

اے جبرائیل نہ مجھے تیری ضرورت ہے

اے اسرافیل نہ مجھے تیری ضرورت ہے

اے میکائیل نہ مجھے تیری ضرورت ہے

اے عزرائیل نہ مجھے تیری ضرورت ہے

تم سب چلے جاؤ!

آج خلیل جانے یا اس کا جلیل جانے

خدا کی رحمت جوش میں آ گئی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نصرت خداوندی پر اعتماد کی انتہا کر دی اور توکل علی اللہ کا فقید المثال مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت جوش میں آ گئی۔

اور فوراً.........................فرمایا........................

یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْداً وَسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ .

(ہم نے حکم دیا کہ) اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا! ابراہیم علیہ السلام کے حق میں۔

خطیب کہتا ہے

یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْداً............................

نار کو براہ راست حکم دے دیا کسی ضابطے کو محبت کے آڑے نہیں آنے دیا!

غیرت توحید کا یہ زبردست انعام تھا جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمایا!

بَرْداً.......................ٹھنڈی ہو جا.................

ٹھنڈک کے بھی کئی مدارج ہوتے ہیں۔ہلکی۔درمیانی اور شدید............اس لئے فرمایا **بَــرْداً وَسَلَامًــا** ....سلامتی والی ٹھنڈک............گویا کہ ائرکنڈیشنڈ ہو جا، تا کہ میرے خلیل کو سردی کی شدت سے تکلیف نہ ہو!

کیونکہ............**مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰه له**............

نار کو یار نے گلزار بنا دیا۔

وَاَرَادُوْبِهٖ كَيْداً فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ . (انبیاء)

اور لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہی تھی سو ہم نے (انہی) لوگوں کا ناکام کر دیا۔

مشرکین کی تدبیر ایک طرف

مولیٰ کی تقدیر ایک طرف

مشرکین کی تدبیر پر

مولیٰ کی تقدیر غالب آ گئی

سبحان اللہ..................................

اَللّٰهُ اَكْبَرُ......................**وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِه وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ** .

حضرات گرامی! آپ حضرات کے سامنے نہایت تفصیل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت طیبہ اور آپ کی تاریخی تقریر کا بیان ہو چکا ہے۔اس کے ثمرات اور نتائج کا تذکرہ بھی ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے عقیدہ توحید پر ثابت قدمی اور اس کے اظہار پر جن انعامات کی بارش فرمائی ہے۔اس کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔اب میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو انبیائے کرام اور اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور عقیدہ توحید و سنت پر ثابت قدمی کی توفیق مرحمت فرمائے۔

بے خطر آتش نمرود میں کود پڑا عشق
اور عقل تھی محو تماشائے لب بام ابھی

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

پانچواں خطبہ جمعہ

ذوالحجہ

شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

لكلّ نبی رفيق و رفيقی فی الجنّة عثمان.

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہوگا اور میرا رفیق جنت میں عثمان ہوگا!

حضرات گرامی! ذوالحجہ اور محرم دو مہینے اسلام کی تاریخ میں ایک یادگار حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دومہینوں میں قربانی کی ایسی عدیم المثال یادیں پائی جاتی ہیں جو تاریخ اسلام کا تاریخی سرمایہ ہیں۔

اقبال نے اپنے رنگ میں کہا تھا کہ

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین اور ابتدا ہے اسماعیل

تاریخ اسلام میں جس طرح سیّدنا حسینؓ بن علیؓ اور سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی ایک بے مثال اور ناقابل فراموش داستان ہے۔ اسی طرح ذوالحجہ کے مہینہ میں داماد رسول وفا و حیا کے بادشاہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قربانی بھی ایک نادر اور مظلومانہ شہادت کا بے مثال واقعہ ہے! یوں تو ہر شہید پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹے اور ہر شہید اپنے خون میں نہا کر اپنی زندگی کو زندہ و جاوید بنا گیا۔ مگر سید الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہؓ اور سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک خاص رنگ لئے ہوئے ہے۔ اس لئے آج کی مجلس میں آپ حضرات کے سامنے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے ان منتخب واقعات کا تذکرہ کروں گا جو آپ کی حیات طیبہ کے انوکھے اور مظلومانہ شہادت کے عجیب وغریب مناظر ہیں۔

حضرات گرامی!

جب باغیوں نے مدینہ منورہ میں اپنی چھاؤنی قائم کرلی اور ہر قیمت پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کوشہید کرنے کا فیصلہ کرلیا تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مظالم کا آغاز آپ پر خطبہ میں حملہ کرکے کیا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک باغی نے گستاخی کرکے آپ کو ٹوک دیا اور بلند آواز سے کہا کہ آپ خطبہ نہیں دے سکتے۔ اسی طرح مسجد کے تمام کونوں سے بیک وقت آواز بلند ہوئی کہ منبر سے نیچے اتر آئیں اور جمعہ خطبہ آپ نہ دیں، آپ کو قطعاً اس کی اجازت نہیں دی جائے گی! اسی شور و ہنگامہ میں ایک باغی آگے بڑھتا ہے اور عثمان غنیؓ سے وہ عصا چھین کر توڑ دیتا ہے۔ جو سرکار دو عالم ﷺ کی مبارک یادگار تھی۔ جو حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ بھی خطبہ جمعہ میں استعمال فرمایا کرتے تھے۔!

ایک عصائے کلیم تھا۔ یہ عصائے حبیب تھا اس کو اس بے دردی سے یوں توڑ دینا ایک قیامت تھا جو مسلمانوں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دلوں پر بجلی بن کر ٹوٹا نہ صرف اس عصاً کو دو ٹکڑے کیا گیا، بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر سنگ باری شروع کردی گئی۔ گویا کہ آغاز ہی حملے کا سنگ باری سے ہوتا ہے۔

مسجد نبوی کی توہین اور امام مظلوم پر حملہ

امام ابن جریر رحمہ اللہ اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ

اس دوران میں نماز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پڑھانے آئے۔ لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر منبر پر کھڑے ہو کر باغیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے باہر سے آنے والو! خدا سے ڈرو۔ خدا کی قسم اہل مدینہ (اصحابؓ رسولؐ) جانتے ہیں کہ بارشاد رسول تم ملعون ہو۔ پس تم اپنی خطا سے نیکی مٹاؤ۔ اللہ عزوجل برائیوں کو نیکیوں سے مٹاتے ہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں (یعنی حضور ﷺ نے تم لوگوں کو ملعون فرمایا ہے)

حکیم بن جبلہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا۔ حضرت زید بن ثابت کھڑے ہوئے۔ ان کو بھی بٹھا دیا گیا۔ پھر تمام باغی اہل مسجد پر پل پڑے۔ لوگوں پر سنگ باری شروع کردی! یہاں تک کہ

انہیں مسجد سے نکال دیا اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اس قدر شدید پتھر برسائے کہ آپ بے ہوش ہوکر منبر سے گر پڑے۔

وَحَبِمُوْا عُثْمَانَ حَتّٰی صَرَعَ عَنِ الْمِنْبَرُ مغْشِياً عَلَيْهِ (طبری. البدایه والنسایه)

خطیب کہتا ہے

☆ باغیوں نے مسجد نبوی میں داخل ہوکر سب سے پہلے عصائے نبوی کو توڑا!

☆ اس عصا کو نبیؐ نے ہاتھ لگائے تھے

☆ اس عصاٗ کو صدیقؓ نے ہاتھ لگائے تھے

☆ اس عصاٗ کو فاروقؓ نے ہاتھ لگائے تھے!

اس مبارک عصا کو وہی توڑ سکتا تھا۔

جو عظمت و محبت مصطفٰے سے خالی ہو!

اس عصاٗ کو وہی توڑ سکتا تھا جو عظمت صدیقی سے ناواقف ہو!

اس عصاٗ کو وہی توڑ سکتا تھا جو رفعت فاروقی سے بے خبر ہو!

ہمارا عقیدہ ہے کہ عصاٗ خواہ کلیم کا ہو۔

اور عصاٗ خواہ حبیب کا ہو دونوں انورات و برکات کے حامل تھے!

توڑ پھوڑ............سبائیوں کا پرانا مشغلہ ہے!

مسجد نبوی کی توہین..................مسجد نبوی وہ قابل احترام مقام ہے۔ جہاں پر بلند آواز سے بولنا بھی جائز نہیں ہے۔ لاتر فعوا اصوا تکم فوق صوت النبی. اے لوگو نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو! گویا کہ آواز میں اس قدر پستی اور آہستگی پیدا کرو کہ تمہارے بولنے میں آواز بلند نہ ہونے پائے۔ یہ مقام ادب ہے! مگر باغیوں نے اس ضابطے کو بھی توڑ دیا! معلوم ہوا جس طرح عثمانؓ کے باغی محبت و ادب رسول سے خالی ہیں اسی طرح عثمانؓ کی محبت و ادب سے بھی ان کے دل خالی ہیں!

باغیوں کو نہ عصائے نبوی کا احترام

باغیوں کو نہ مسجد نبوی کا احترام

باغیوں کو نہ داماد مصطفیٰ کا احترام

سچ ہے بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

مسجد میں نماز پڑھنے سے ممانعت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غشی کے عالم میں قصر خلافت پہنچایا گیا۔ آپ جب ہوش میں آتے ہیں تو سب سے پہلا سوال کیا کہ؟ اہل مدینہ کو تو کوئی تکلیف نہیں پہنچی؟

اللہ، اللہ............ مدینہ اور اہل مدینہ کی آپ کو کس قدر فکر تھی! اپنی جان اور اپنے زخموں کی تو فکر نہیں ہے۔ فکر ہے تو اہل مدینہ کا! فکر ہے تو دیار رسول کے مکینوں کا! ابھی آپ قصر خلافت میں زخمی حالت میں تھے کہ مدینہ کی گلیوں میں باغیوں کی آواز گونجتی ہے کہ خبردار! آج کے بعد............ عثمانؓ مسجد نبوی میں نہ تو جماعت کرا سکتے ہیں اور نہ ہی خود نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں آسکتے ہیں۔ گویا کہ اب مسجد نبوی میں خطبہ جمعہ تو کیا دیں گے بلکہ جماعت اور نماز ادا کرنے سے بھی روک دیا گیا! اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ جس مسجد نبوی کو ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے خرچ کر کے آپ نے وسیع اور تعمیر کیا تھا آج باغیوں نے اس میں نماز اور جماعت سے روک دیا!

خطیب کہتا ہے

خلیفۃ المسلمین............ ہی نماز پڑھاتا ہے

خلیفۃ المسلمین............ ہی خطبہ جمعہ دیتا ہے

اسلامی مملکت کا............ خطیب بھی خلیفۃ المسلمین

اسلامی مملکت کا............ امام بھی خلیفۃ المسلمین

اسلامی مملکت کا............ سربراہ وہی ہوسکتا ہے

جو فرائض امامت سے بھی باخبر ہو!

اور فرائض عدالت سے بھی باخبر ہو!

قصرِ خلافت کا محاصرہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر جو سورج طلوع ہوتا تھا! پہلے کی نسبت زیادہ تشدد اور مظالم کا پیغام لاتا تھا۔ پہلے زخمی ہوئے۔ پھر خطبہ جمعہ سے روک دیے گئے۔ پھر نماز باجماعت ادا کرنے سے منع کر دیا گیا۔ پھر مسجد نبوی میں داخلہ بند کر دیا گیا۔ پھر اس پر اکتفا نہیں ہوئی بلکہ آپ کو قصر خلافت میں محصور کر کے باہر نکلنے سے منع کر دیا گیا۔ گویا کہ باغیوں نے آپ کو گھر ہی میں نظر بند کر دیا تو مختلف اصحاب رسول نے آپ کو مشورہ دیا کہ ہمیں باغیوں کے ساتھ لڑنے کی اجازت دیں تا کہ ہم ان کی اکڑی ہوئی گردنوں کو سرنگوں کر سکیں یا پھر آپ مدینہ منورہ سے سفر کر کے مکہ مکرمہ یا شام تشریف لے جائیں مگر حضرت عثمان غنیؓ نے دونوں باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں نہ تو مدینہ طیبہ میں کسی کو خون ریزی کی اجازت دے سکتا ہوں! اور نہ ہی مدینہ طیبہ کو چھوڑ سکتا ہوں! چنانچہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت ہے کہ وہ ایام محاصرہ میں حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور کہا............ آپ عوام کے امام ہیں اور اس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ میں آپ کے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں! آپ ان میں سے ایک کو اختیار فرمائیں۔

☆ یا تو نکل کر محاصرہ کرنے والوں سے جنگ کیجئے۔

فَاِنَّ مَعَکَ عَدَدًا وَقُوَّةً وَاَنْتَ عَلَى الْحَقِّ .... بلاشبہ آپ کے ساتھ لوگ ہیں۔قوت ہے اور آپ پر حق ہیں اور وہ باطل پر

☆ یا جس دروازہ پر محاصرین نہیں ہیں اس کے علاوہ ایک اور دروازہ مکان کے عقب میں بنایا جائے۔آپ ادھر سے اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ معظّمہ چلے جائیں۔ یہ لوگ وہاں آپ کا قتل جائز نہیں سمجھیں گے۔!

☆ یا آپ شام تشریف لے جائیں۔ وہاں حضرت معاویہؓ موجود ہیں۔ وہ آپ کی پوری پوری حمایت کریں گے!

میں مدینہ نہیں چھوڑ سکتا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی تمام تجاویز سن کر ارشاد فرمایا کہ میں

باہر نکل کر باغیوں سے جنگ نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ میں رسول اللہ ﷺ کے شہر میں قتل وخون ریزی کا مرتکب نہیں ہونا چاہتا۔ میں حرم رسول کے احترام کو پامال نہیں کروں گا اور میں مکہ کی طرف نکل کر چلا جاؤں میں یہ بھی نہیں کرسکتا! کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ایک قریشی مکہ میں ظلم کرے گا اس پر آدھی دنیا کا عذاب ہوگا۔ میں ایسا بھی نہیں کرسکتا

اور نہ ہی میں مدینہ چھوڑ کر شام یا کہیں اور جاؤں گا۔ کیونکہ **فلن افارق دارھجرتی ومجاورة رسول** ﷺ.

میں اپنے دار ہجرت (مدینہ طیبہ) اور رسول خدا کا قرب اور ہمسائیگی نہیں چھوڑ سکتا! سبحان اللہ مدینہ طیبہ اور جوار رسول سے اس قدر شدید پیار ہے کہ جان تو دے دی مگر جوار رسول سے دوری کو برداشت نہیں فرمایا! پھر امت رسول کی خیر خواہی کا کیا ٹھکانا ہے کہ جان شیرین سے ہاتھ دھونا تو منظور کر لیتے ہیں مگر امت میں خون ریزی کا دروازہ کھولنے کے روادار نہیں۔ اسی طرح حرم محترم کا احترام ملاحظہ ہو کہ شہادت منظور رہے۔ مگر حرم مدینہ میں قتال منظور نہیں ہے۔

خطیب کہتا ہے

مدینہ رحمتوں کا خزینہ ہے

مدینہ برکتوں کا خزینہ ہے

مدینہ نبوت کا دفینہ ہے

مدینہ مایوسوں کے لئے سکینہ ہے

اس سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی محبت وعقیدت کا نگینہ ہے۔

مدینہ سے مومن کو محبت ہے اور دشمن رسالت کو کینہ ہے۔

سبحان اللہ................ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنے محبوب کے شہر سے اس قدر والہانہ لگاؤ ہے کہ ہر بات ہر مصیبت اور ہر دکھ گوارا کر لیا مگر شہر محبوب سے دوری گوارا نہیں فرمائی!

کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نظر میں یہ ارشاد رسول تھا کہ

من استطاع ان یموت فی المدینة فلیمت بها فانی اشفع لمن یموت

بھا۔

جو آدمی مدینہ میں دفن ہونے کی کوشش کرے گا اور وہ یہاں وفات پائے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید مدینہ

عثمان غنی رضی اللہ عنہ مدفون مدینہ

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ والے کی شفاعت بھی ملی

اسی لئے ہمیشہ عشق رسالت سے سرشار مستانوں کی ہمیشہ خواہش اور کوشش رہی ہے کہ ان کی موت مدینہ میں آئے اور انہیں دیار رسول کے انوارات اور شفاعت رسول کی سرفرازیوں سے نوازا جائے۔ چنانچہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اسی کیف وسرور کو حاصل کرنے کے لئے نہایت درد ومحبت رسول میں ڈوب کر نغمہ سرا ہوتے ہیں۔

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے
کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار

....

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مجھے مدینہ کے مورو مار

....

سبحان اللہ...... حضرت نانوتویؒ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پیروی میں اسی ادا کو اپنائے ہوئے ہیں کہ میرا مدفن بھی مدینہ بن جائے۔ زہے نصیب............ یہی محبت رسول ہے۔

یہی عقیدت رسول ہے جو نانوتویؒ اور ان کے خدام کو حاصل ہے

صحابہ کرام نے جس خوشبو کو پوری دنیا میں پھیلایا تھا اس کا ایک حصہ علمائے حق کو بھی نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کے دامن کو مشکبار ہی رکھے!

مدینہ نہیں چھوڑوں گا اور نہ ہی چھوڑ سکتا ہوں۔ کیونکہ میرے محبوب کا دارالہجرت ہے اور مجھے

آپ کی ہمسائیگی گا شرف حاصل ہے یہ تھے وہ الفاظ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں سے فرمائے!

دانا، پانی بند

حضرات گرامی! امام مظلوم سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر باغیوں کے مظالم دن بدن بڑھتے چلے جارہے تھے!

پہلے مسجد میں خطبہ بند کیا

پھر نماز باجماعت بند کردی

پھر آپ کو مکان میں بند کردیا

اب پھر مدینہ کی گلیوں میں آواز بلند ہوتی ہے!

عثمانؓ پر آج سے کھانا بند کیا جاتا ہے!

خبردار کوئی شخص آج کے بعد عثمانؓ کو روٹی کا نوالہ تک نہ دینے پائے!

اس سے بڑا ظلم کیا ہوسکتا ہے جس عثمان رضی اللہ عنہ کے خزانوں سے غریب ونادار مسلمانوں کے فاقے ختم ہوئے۔ جس عثمانؓ کے ہاتھوں ہزاروں اجڑے ہوئے گھر آباد ہوئے۔ جس عثمانؓ کے ہاتھوں ہزاروں سوہاگ مسرتوں سے مالا مال ہوئے، جس عثمانؓ کے ہاتھوں علیؓ کے گھر رونق آئی اور جس عثمانؓ کے ہاتھوں سخاوت نے عزت حاصل کی............ آج وہی عثمانؓ............ کھانے سے محروم ہے۔ یک کھانا کھلانے والے کو سزا دی جارہی ہے اس کے کھانے پہنچانے والے کو سزا کی دھمکیاں دی جاوہی ہیں۔ **تلک الا یا م ند اولھابین الناس**

اسی پر بس نہیں ہے، بلکہ پھر باغیوں کی مدینہ کی گلیوں میں آواز بلند ہوتی ہے کہ خبردار!

آج کے بعد کسی کو عثمان کے گھر پانی پہنچانے کی اجازت نہیں ہے!

گویا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا کھانا پانی بند کردیا گیا

خونے نہ کردہ ایم وکسے رانہ کشتہ ایم

جرم ہمیں است کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

امام ابن جریر طبریؒ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ محاصرین عوام اور حضرت عثمان غنیؓ کے درمیان حائل ہوگئے اور ہر چیز یہاں تک کہ پانی اندر بھیجنے سے منع کر دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت عائشہؓ کے پاس پیغام بھجوایا کہ............

فانهم قد منعونا الماء فان قدرتم ان ترسلوا الينا شيئا من الماء فافعلوا.

کہ باغیوں نے ہمارا پانی بند کر دیا۔ اگر تم تھوڑا پانی بھیج سکتے ہو تو بھیجو............!

حضرت علیؓ پانی لے گئے

حضرات گرامی! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پیغام سنا تو فوراً پانی کا مشکیزہ بھر کر حضرت عثمانؓ کے آستانہ عالیہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ باغیوں نے حضرت علیؓ کو پانی لئے جاتے ہوئے دیکھا تو وہ آپ پر ٹوٹ پڑے اور نہایت دیدہ دلیری سے اس مشکیزے کو چھین کر پانی گرادیا اور حضرت علیؓ کو واپس جانے پر مجبور کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غصے کے عالم میں فرمایا کہ اے لوگو! جو کچھ تم کر رہے ہو۔ یہ نہ تو مسلمانوں کا دستور ہے نہ ہی کافروں کا! تم آپ سے کھانے پینے کی چیزیں کیوں روکتے ہو۔ کیونکہ کھانے پینے سے تو روم و فارس کے کافر بھی کسی کو نہیں روکتے تھے!

وہ قیدیوں کو کھانے پینے کی پوری سہولتیں دیتے تھے!

تمہیں شرم آنی چاہیئے.................. **فيما تستحلون حصره و قتله**.................کس بنا پر تم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے محاصرہ اور قتل کو روا رکھے ہوئے ہو!

حضرت علیؓ کے ارشادات کا بھی سبائیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور انہوں نے سختی سے حضرت علیؓ کو پانی دینے سے روک دیا تو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنا عمامہ اتار کر دیوار سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دار خلافت میں پھینک دیا۔ تا کہ حضرت عثمانؓ کو معلوم ہو جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو انتہائی کوشش کی کہ پانی آپ تک پہنچ جائے! مگر باغی آڑے آگئے اور حضرت علیؓ بطور یقین دہانی اپنا عمامہ چھوڑ کر چلے گئے تا کہ محبت عثمانؓ کا حق ادا ہو جائے! اور اعتماد علیؓ اور محبت عثمانؓ کی جیتی جاگتی تصویر سامنے آجائے!

خطیب کہتا ہے

واہ عثمانؓ تیری شان کے قربان.......................!

کربلا میں حسینؓ پر پانی بند ہوا تو.......................!

ساقی عباسؓ بنا......!

اور مدینے میں عثمانؓ پر پانی بند ہوا تو

ساقی علیؓ بنا......!

جس کو عباسؓ پانی پہنچائے وہ بھی شان والا

اور

جس کو علیؓ پانی پہنچائے وہ بھی شان والا

حسینؓ کا ساقی عباسؓ

عثمانؓ کا ساقی علیؓ

امت کا ساقی یا تو محمد مصطفیٰ ﷺ ہوگا

یا

مصطفیٰ ﷺ کا ساتھی ابوبکر صدیقؓ ہوگا

انت صاحبی علی الحوض

چالیس دن پانی بند رہا

معزز سامعین...........آپ نے سنا ہوگا کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا کربلا میں دس دن پانی بند رہا........... یا تین دن پانی بند رہا۔ مجھے ان روایات پر نقد و جرح نہیں کرنا............ میں نے تسلیم کیا کہ سیدنا حسین بن علیؓ پر دس دن پانی بند رہا یا تین دن پانی بند رہا...........مگر آؤ......تمہیں ایک ایسا مظلوم دکھاؤں۔

مظلوم عثمانؓ پر

دس دن نہیں

بیس دن نہیں

تیس دن نہیں................. پورے چالیس دن پانی بند رہا............ ...... جب آپ سے پوچھا گیا کہ عثمانؓ اتنے دنوں سے پانی بند ہے آخر جب شدت پیاس سے بے چین ہو جاتے ہو تو کیا کرتے ہو۔ فرمایا مجھے جب پیاس کی شدت بے چین کر دیتی ہے تو میں قرآن کی تلاوت شروع کر دیتا ہوں۔ قرآن پڑھتا جاتا ہوں اور پیاس بجھتی رہتی ہے۔

سبحان اللہ

خطیب کہتا ہے

خطیبو۔ مقررو! واعظو۔ ذاکرو! حکمرانو۔ مدیرو۔ اخبار نویسو! کیا بات ہے؟

جن کا پانی تین دن بند رہا................. ان کے لئے ٹی وی وقف۔ ان کے لئے ریڈیو وقف۔ ان لیے منبر و محراب وقف۔ ان کے لئے محافل و مجالس وقف................. اور جن کا چالیس دن سے پانی بند رہے۔ ان کے ذکر سے خطیب کی زبان گنگ، مقرر کا گلہ بند۔ واعظ کی رگ بند................. بند................. حکمران کی رگ حمیت بند................. مدیر و ادیب کی فصاحت و بلاغت بند.................

کیا حسین بن علیؓ نواسہ رسول ہے تو............

عثمانؓ داماد رسول نہیں ہے؟

اگر نواسۂ رسول کا امت پر حق ہے تو داماد رسول کا بھی امت پر حق ہے۔ اگر حسین ابن علیؓ ہمارے ایمان اور ایقان کی حلاوت ہیں اور جب اہل بیت ہمارے ایمان کا حصہ ہے تو پھر محبت عثمانؓ کا بھی حق ادا کیجئے۔ ان کی شہادت کا ذکر بھی ٹی وی۔ ریڈیو۔ محافل و مجالس اور تقریبات میں کیجئے۔ حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت بھی آپ کو آواز دے کر دعوت انصاف دے رہی ہے۔

آیئے.................. اس مظلوم کی شہادت کا بھی ذکر کریں۔

آیئے.................. اس کے لئے بھی ریڈیو، ٹی وی کو مجبور کریں۔

آیئے.................. اس کے لئے بھی مدیروں و ادیبوں کو لکھنے کا درس دیں۔

آیئے.................اس کے لئے بھی اپنی تقریر اور وعظ میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائیں۔

آیئے.......................اس محسن اعظم شہید وفا مظلوم مدینہ کے ذکر شہادت سے ایمان کو جلا بخشیں۔

پانی کس کا.................جس نے اپنی جیب خاص سے بیر روحہ خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف فرمایا!

گویا کہ تمام اہل مدینہ کو پلانے والا آج خود پانی کی بوند بوند کی ترس رہا ہے۔

مجھے کہنے دیجئے...............حسینؓ پیاسوں کا امام تھا۔

مگر عثمانؓ پیاسے اماموں کا امام ہے!

یاحی یا قیوم برحمتک استغیث

سبحان اللہ

عثمانؓ پیاسا ہے...........................مگر نماز پڑھ رہا ہے

عثمانؓ پیاسا ہے...........................مگر تہجد پڑھ رہا ہے

عثمانؓ پیاسا ہے...........................مگر قرآن پڑھ رہا ہے

عثمانؓ پیاسا ہے...........................مگر عبادت کر رہا ہے

عثمانؓ پیاسا ہے...........................مگر سجدے کر رہا ہے

حسینؓ کا عثمانی یونیورسٹی میں داخلہ

حضرات گرامی...........ان حالات میں جب کہ باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزندان گرامی حضرت حسن مجتبیٰؓ اور حضرت حسینؓ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہرہ دینے کا حکم دے کر بھیجا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ تم دونوں عثمانؓ کے دروازے پر پہرہ دو اور کسی باغی کو اندر نہ گھسنے دینا..........

حضرات حسنینؓ کریمین اپنے والد گرامی قدر سیّدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا رشاد گرامی سن کر فوراً

روانہ ہوجاتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کے دروازہ اقدس پر پہرہ دینے کی ڈیوٹی ادا کرتے ہیں۔

چنانچہ امام ابن کثیر قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ محاصرین نے قصر خلافت کو احاطہ میں لے لیا تو..................

سار اليه جماعة من ابناء الصحابة من امر اباء هم عن الحسن والحسين وعبدالله بن الزبير. وكان امير الدار وعبد الله بن عمر

(البدايه والنهايه)

اور اصحاب رسول کے صاحبزادوں کی ایک جماعت اپنے آباء کے حکم سے آپ کے پاس پہنچی...........مثلاً.................حضرت حسینؓ حضرت عبد اللہ بن زبیر (آپ قصر خلافت میں موجود مجاہدین کے امیر تھے) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ یہ سب حضرات باغیوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قریب جانے سے روکتے تھے اور ان پر تیراندازی کرتے تھے!

استیعاب میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم دونوں جاؤ اور **تقوما باب عثمان. (استيعاب)**

اور حضرت عثمان غنیؓ کے دروازے پر کھڑے ہوجاؤ اور کسی کو ان کے قریب نہ جانے دو! باغیوں نے جب حملہ کر کے اس دروازے سے داخل ہونے کی کوشش کی تو حضرت حسنؓ اور حسینؓ نے پوری قوت سے مدافعت کر کے باغیوں کو اندر جانے سے روک دیا اور اسی کشمکس میں دونوں شہزادے زخمی اور خون آلود ہو گئے!

خطیب کہتا ہے

حضرت علیؓ نے حسنؓ و حسینؓ سے کہا کہ تم دونوں عثمانؓ کے دروازہ پر کھڑے رہو!

و تقوما باب عثمان

خطیب کی نظر میں ان شہزادوں کو حضرت علیؓ کا تربیت دینا مقصود تھا!

گویا کہ حضرت علیؓ زبان حال سے ان کو بتا گئے...........کہ ان کے دروازے پر کھڑے ہو کر تربیت حاصل کرو! کہ

قید کسی طرح کاٹی جاتی ہے

بھوکے پیاسے رہ کر قرآن کس طرح پڑھا جاتا ہے

بھوکے پیاسے رہ کر تلاوت کس طرح کی جاتی ہے

بھوکے پیاسے رہ کر عبادت کس طرح کی جاتی ہے

بھوکے پیاسے رہ کر سجدے کس طرح کئے جاتے ہیں

شاید تمہیں بھی

پیاسا رہ کر قرآن پڑھنا پڑے

پیاسا رہ کر سجدہ کرنا پڑے

پیاسا رہ کر نماز پڑھنی پڑے

پیاسا رہ کر جام شہادت نوش کرنا پڑے

تربیت لے لو.................سیکھ لو۔ ادائیں سیکھ لو۔ وفائیں سیکھ لو۔

یہ عثمانی یونی ورسٹی ہے۔ یہ درس گاہ ہے۔ یہ دارالتربیت ہے!

یہاں درس توحید دیا جاتا ہے

یہاں درس سخاوت دیا جاتا ہے

یہاں درس شہادت دیا جاتا ہے

یہاں درس عبادت دیا جاتا ہے

یہاں پیاسوں کو تلاوت کا طریقہ سکھایا جاتا ہے

یہاں پیاسوں کو سجدہ کے انداز سکھائے جاتے ہیں

یہاں پیاسوں کو معبود حقیقی کے در پر سر کٹانا سکھایا جاتا ہے

یہاں پیاسوں کو صبر و رضا کی تفسیر پڑھائی جاتی ہے۔

یہاں پیاسوں کو حیا و وفا کی حقیقی تصویر دکھائی جاتی ہے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

مجھے کہنے دیجئے............ حسینؓ ابن علیؓ نے پیاسا رہ کر قرآن پڑھنا یہیں سے سیکھا۔

سجدے میں سر کٹانا یہیں سے سیکھا۔

عبادت میں سر دینا یہیں سے سیکھا۔

اور ظالموں کے سامنے نہ جھکنا یہیں سے سیکھا۔

عثمانؓ پرنسپل تھے عثمانی یونیورسٹی مدینہ کے

حسینؓ طالب علم تھے عثمانی یونیورسٹی مدینہ کے

اس لئے خطیب کہتا ہے کہ کربلا میں جو کچھ اندازِ شہادت اور وفا وسخا کے مناظر آتے ہیں ان میں جھلکیاں ہیں اس شہادت عثمانؓ کی جن کے دروازے پر حسینؓ نے کھڑے ہو کر پہرہ دیا تھا اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا!

علیؓ اور حسینؓ

علیؓ باب مدینہ العلم بنا

حسینؓ باب عثمانؓ کا پہرے دار بنا

نبی کے دروازے پر علیؓ کا پہرہ............ اس لئے نبی کے گھر میں جو داخل ہوگا۔ وہ علیؓ سے پوچھ کر جائے گا۔ کیونکہ مدینۃ العلم کا دروازہ جو ہوا.................. صدیقؓ جائے گا تو علیؓ سے پوچھ کر۔

عمرؓ جائے گا تو علیؓ سے پوچھ کر!

صدیقؓ کے حجرہ رسول میں جانے کا ذمہ دار علی ہوگا

فاروقؓ کے حجرہ رسول میں جانے کا ذمہ دار بھی علیؓ ہوگا

حسینؓ عثمانؓ کا پہرے دار

علیؓ نبیؐ وصدیقؓ وفاروقؓ کا پہرے دار

حق ادا کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے فرزندان گرامی نے محبت عثمانؓ اور داماد رسول کی عظمت کا سبحان اللہ۔

بس رحماءُ بینھم کی تفسیر کا نقشہ جمادیا۔!

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمَ

حضرت عثمانؓ کا تاریخی خطبہ

حضرات گرامی! جب محاصرہ روز بروز تنگ ہوتا چلا گیا اور باغیوں نے کسی قسم کی رواداری اور نرمی کا رویہ اختیار نہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کاشانہ اقدس کی چھت پر کھڑے ہوکر ایک خطبہ دیا جو مظلوموں کی آواز بن کر آج تک تاریخ کے اوراق میں ثبت ہے اور رہتی دنیا تک آپ کی عظمتوں کا آفتاب بن کر آسمان انصاف وعدل پر چمکتا رہے گا اور اس کا درد اور ٹیسیں پوری دنیا کو دردمند اور غم زدہ کردیں گی۔ مسند امام احمد اور سیر کی دوسری کتابوں میں حضرت عثمان غنیؓ کے اس تاریخی خطبہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ!

حضرت عثمانؓ نے چھت کے اوپر سے مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ آئے تو مسجد نبوی تنگ تھی............ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کون اس زمین کو خرید کر وقف کرے گا؟ اس کے صلہ میں اس کو جنت میں اس سے بہتر جگہ ملے گی! تو میں نے اس حکم کی تعمیل کی تھی............ کیا تم مجھے اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتے ہو؟

تم خدا کی قسم کھا کر بتاؤ کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہے کوئی بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کردے، کیونکہ یہی ایک میٹھے پانی کا کنواں تھا تو میں نے اس کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا تھا تو اس پر سرکار دوعالم ﷺ نے زبان نبوت سے مجھے جنت کی بشارت دی تھی! کیا تم آج مجھے اسی کنوئیں سے پانی پینے سے روکتے ہو!

کیا تم جانتے ہو کہ عسرت کے لشکر کو میں نے ہی ساز وسامان سے آراستہ کیا تھا! سب نے جواب میں کہا کہ سب باتیں سچ ہیں!

اس کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ آپ کے تمام ارشادات صحیح ہیں اور درست ہیں۔ مگر سنگ دلوں نے پھر بھی کوئی اثر قبول نہ کیا، بلکہ اس محاصرے کو اور بھی شدید کردیا۔ پھر آپ نے بیان جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو یاد ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت

ﷺ پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا آپ نے پہاڑ کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر فرمایا۔ اے پہاڑ ٹھہر جا تیری پیٹھ پر اس وقت ایک نبی ایک شہید اور ایک صدیقؓ ہے اور اس بشارت کے وقت میں آپ کے ساتھ تھا۔ لوگوں نے کہا کہ یاد ہے!

پھر فرمایا کہ مکہ میں آپ نے مجھے حدیبیہ سے سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ تو کیا اپنے دست مبارک کو میرا ہاتھ قرار نہیں دیا تھا! اور میری طرف سے خود ہی بیعت نہیں فرمائی تھی! سب نے کہا کہ سچ ہے۔ (مسند امام احمد)

خطیب کہتا ہے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پانچ نعمتوں کا اس تقریر میں ذکر کیا ہے جو خصوصی طور پر آپ کو عطا کی گئی تھیں! یوں تو بے شمار فضائل ومحاسن ہیں جو حضرت عثمان غنیؓ کے مراتب اور بلندی درجات پر مشتمل ہیں، مگر اس مقام پر پانچ محاسن کا تذکرہ فرمایا!

☆ مسجد نبوی کی توسیع وتعمیر میں عثمان غنیؓ کا زیادہ حصہ ہے!

☆ مدینہ منورہ کو میٹھا پانی حضرت عثمان غنیؓ کی سخاوت سے میسر آیا۔

☆ جنگ تبوک کے لئے ہزاروں سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کا چندہ حضرت عثمان غنیؓ نے دیا!

☆ حدیبیہ میں سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا۔

☆ پہاڑ پر آپ کو شہید کا خطاب زبان نبوت نے دیا۔

معلوم ہوا!

☆ جو حضرت عثمانؓ کا دشمن ہے اسے مسجد نبوی میں نماز پڑھنا چھوڑ دینا چاہیئے ...... سجدے اسی کے قیمتی بنیں گے جو دل حضرت عثمانؓ غنی کی محبت سے سرشار ہوگا!

مسجد نبیؐ کی

عثمانؓ نبیؐ کا .... جو عثمانؓ کا نہیں وہ رحمان کا نہیں۔

اور جو رحمان کا نہیں وہ قرآن کا نہیں؟

یہی وجہ ہے کہ آج عثمان کے دشمن قرآن کریم سے بھی محروم ہیں اور مسجد سے بھی محروم!

☆ مدینے کا پانی بھی اسے میسر آئے گا جو محبت عثمانؓ کی حلاوت سے بہرہ ور ہوگا!

☆ جنگ تبوک میں سخاوت کی انتہا۔اور جنگ مدینہ میں شہادت کی انتہا۔

☆ نبیؐ کا ہاتھ...........عثمانؓ کا ہاتھ...........یہ تعبیر ہے...........اعتماد نبی کا اعتماد عثمانؓ پر شہید...........زبان نبوت جس کو شہید قرار دے دے۔اس کی شہادت کے اور ہی مزے...........قیامت کا دن ہوگا...........تو اللہ کے نبی خود فرمادیں گے کہ میرے مولیٰ عثمانؓ کو تو میں خود شہید قرار دے چکا ہوں گویا کہ زبان حال سے نبوت عثمانؓ غنی کی شہادت کی گواہ ہوگی...........سبحان اللہ

یہ وہ فضائل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول نے خود اپنی زبان نبوت سے عثمانؓ غنی کو عطا فرمائے ہیں۔گویا کہ یوں سمجھ لیا جائے!

تقریر نبی کی ،شان عثمانؓ کی

لسان نبوت نے فضائل عثمانؓ کا دلوں پر سکہ بٹھا دیا۔

ذالک فضل اللّٰہ یوتیه من یّشاء

حضرات گرامی! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دلوں کو ہلا دینے والی تقریر سے بھی ان باغیوں کے قلوب پر کوئی اثر نہیں ہوا۔سچ کہا ہے اقبال مرحوم نے

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

وہ دل جو حق وصداقت کی چاشنی سے کورے ہو چکے ہوں۔وہ کان جو صداقت کی آواز سننے سے بہرے ہو چکے ہوں۔وہ دماغ جو انصاف کے تقاضوں پر سوچنا چھوڑ چکے ہوں۔وہ ضمیر جو مردہ ہو چکے ہوں اور وہ انسان جو صرف گوشت پوست کا صرف لوتھڑا لئے پھرتے ہوں۔ان کے اندر کا انسان مر چکا ہو۔ان پر ایسی حق وصداقت کی تقریروں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔!

بھلا ان باغیوں پر اس کا اثر کیا ہوتا جو اندھے بھی تھے۔بہرے بھی تھے اور گونگے بھی تھے! وہ

انسان کی شکل میں بھیڑیئے اور درندے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے خون کے پیاسے تھے وہ خون عثمان کی شکل میں اسلام سے انتقام لینا چاہتے تھے۔ وہ اپنے درندہ صفت آباؤ اجداد کی رسم ورواج کے پابند تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی آنکھوں کے نور دل کے سرور جنت کے رفیق۔ وفا وحیا کے پتلے۔ سخاوت وشجاعت کے پیکر حضرت عثمانؓ کو آج اپنی تلواروں، برچھیوں، لاٹھیوں، تیروں، نیزوں سے چھلنی کر دینا چاہتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ زریں موقعہ تھا اور وہ اسے آج کسی قیمت پر بھی گنوانا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے نمازیں بند کیں۔ مسجد جانے سے روکا۔ خطبہ دینے سے روکا اور دانا پانی بند کر دیا۔ جب اس پر بھی ان کا سینہ پر کینہ ٹھنڈا نہ ہوا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے کاشانہ مبارک پر حملہ کر کے آپ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ادھر ان کے منصوبے شہید کرنے کے تھے اور ادھر حضرت عثمانؓ کا پروگرام شہید ہونے کا تھا۔ پروگرام ساتھ ساتھ چلتے گئے۔

شہادت کی تیاری

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب چہار سو سے باغیوں کو محاصرہ کئے ہوئے دیکھا تو آپ نے بلند آواز سے قصر خلافت سے اہل مدینہ کو فرمایا کہ

یااھل المدینة انی استو دعکم اللّٰہ و اسئلہ یحسن علیکم الخلافة من بعدی.

اے اہل مدینہ میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد تمہیں اچھا خلیفہ عطا فرمائے!

پھر آپ نے اہل مدینہ کو فرمایا کہ میری طرف سے کسی کو جنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ سب اپنے اپنے گھروں میں لوٹ جائیں۔

واقسم علیھم فرجعوا الا الحسن ومحمد وابن الزبیر واشباھالھم.

فجلسوا بالباب من امر اٰباءِ ھم

اور انہیں قسم دی کہ اپنے گھروں کو واپس ہو جائیں۔ مگر حضرت حسنؓ ابن علیؓ حضرت محمد بن طلحہ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور ان جیسے حضرات واپس نہ گئے بلکہ اپنے آباء کے حکم سے

دروازہ پر بیٹھ گئے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ آپ حج پر چلے جائیں اور حج کرآئیں، مگر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا کہ واللّٰہ یا امیر المومنین لجهاد هو لاء احب الی من الحج. (طبری)

خدا کی قسم اے امیر المومنین یہ آپ کی حفاظت کا جہاد مجھے حج سے زیادہ محبوب ہے!

اپنوں اور بیگانوں سے خطاب کے بعد آپ نے شہادت کی تیاری شروع فرمادی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق یہ یقین تھا کہ ان کی شہادت مقدر ہو چکی ہے۔سرکار دو عالم ﷺ نے ان کو کئی مرتبہ اس سانحہ سے باذن الٰہی باخبر کیا تھا اور صبر و استقامت کی تاکید فرمائی تھی۔!

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس وصیت پر پوری طرح قائم اور ہر لمحہ ہونے والے واقعہ کے منتظر تھے! جس دن شہادت ہونے والی تھی۔آپ روزہ سے تھے۔ جمعہ کا دن تھا خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تشریف فرما ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ عثمانؓ جلدی کرو............تمہارے افطار کے ہم منتظر ہیں۔حضرت عثمانؓ بیدار ہوئے کہ حاضرین سے اس خواب کا تذکرہ کیا۔اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میری شہادت کا وقت آ گیا۔ باغی مجھے قتل کر ڈالیں گے! انہوں نے کہا کہ امیر المومنین ایسا نہیں ہوسکتا!............پھر آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ میرا وہ پائجامہ دے دو جو میں نے کبھی نہیں پہنا۔انہوں نے پائجامہ لا دیا اور آپ نے اسے پہن لیا اور پھر اپنے بیس غلاموں کو بلا کر آزاد کر دیا............اور آپ تلاوت قرآن مجید میں مصروف ہو گئے! اور اپنے آپ کو قضائے الٰہی کے سپرد کر دیا اگر آپ لوگوں کو لڑائی سے نہ روکتے اور قسمیں نہ دیتے تو تاریخ کا بیان کچھ اور ہی ہوتا مگر۔

کان امر اللّٰہ قدرا مقدورا ....لیکن حکم الٰہی مقدر ہو چکا تھا اور وہ ہو کر رہا۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا آپ کو شوق شہادت بڑھتا چلا گیا اور وصل محبوب کے لئے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی چلی گئیں۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک

آتش عشق تیز تر گردد

امام مظلوم نے شہادت کی تیاری مکمل کر لی اب صرف اور صرف شہادت کا انتظار تھا۔شدید انتظار تھا! حکم دیا کہ دروازہ کھول دیا جائے!

ثم انه فتح الباب ووضع المصحف بین یدیه ذاک انه رای من الیل ان النبیﷺ یقول افطر عند ناالیلة

پھر آپ نے باغیوں کے لئے اپنا دروازہ کھول دیا اور اپنے سامنے قرآن حکیم رکھا یہ اس لئے کہ آپ نے رات کو خواب دیکھا تھا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں آج شام تم ہمارے ساتھ افطار کرو!

المناک شہادت

حضرات گرامی! آخر وہ وقت آہی گیا جس کا آپ کو انتظار تھا اور اسلام کے اس عظیم سپوت کو ان المناک واقعات سے دوچار ہونا پڑا جن سے تاریخ اسلام آج تک شرمندہ ہے۔باغیوں نے دیواریں پھاند کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔آپ اس وقت تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔ایک درندہ صفت باغی نے آپ کے سر مبارک پر لوہے کی ایک لاٹ اس زور سے ماری کہ آپ پہلو کے بل گر پڑے۔آپ کی زبان مبارک سے اس وقت یہ کلمہ نکلا کہ

بسم اللّٰه توکلت علی اللّٰه

سودان بن حمران نے دوسری ضرب لگائی جس سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ایک اور سنگ دل آپ کے سینہ پر چڑھ بیٹھا اور جسم اطہر کے مختلف حصوں پر پے در پے نیزوں کے نو زخم لگائے کسی شقی اور بدبخت نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔آپ کی وفادار بیوی حضرت نائلہ نے اس وار کو روکنا چاہا جس سے آپ کی تین انگلیاں کٹ گئیں۔باغیوں نے یہ حملہ اس قدر شدید کیا تھا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ **اِنَّا لِلّٰـه وَاِنَّا الیه راجعون** ....شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تلاوت فرما رہے تھے! آپ اس وقت جس آیت کریمہ کی تلاوت فرما رہے تھے وہ تھی............... **فَسَیَکْفِیْکَهُمُ اللّٰه وهو**

السمیع العلیم (بقرہ)

خداتمہارے لئے کافی ہےاور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے!

امام ابن جریرؒارشاد فرماتے ہیں کہ قاتل بد بخت نے جب آپ پر حملہ کیا تو آپ کے اگلے دانت ٹوٹ گئے اور خون کا فوارہ جو آپ کے منہ مبارک سے نکلا تو اس سے قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ رنگین ہوگئی.................. فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰه..................

مصحف ناطق کا خون ساکت پر

امام ابن کثیر رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ آپ کے خون کا پہلا قطرہ آیت کریمہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰه وهو السميع العليم پر پڑا۔آپ کی شہادت مبارکہ تلاوت قرآن کرتے ہوئے ہوئی............اور جب آپ نے خون بہتے ہوئے دیکھا تو بلا اختیار زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا۔

سبحان الله العظيم

وہ امیرالمومنین جو آغاز اسلام سے آنحضرت ﷺ کے رفیق تھے۔جنہوں نے اس زمانے میں اسلام کا کلمہ پڑھا تھا۔ جب ان کا تمام خاندان کفر پر نہایت شدت سے قائم تھا جو اسلام کی دومقدس ہجرتوں میں شریک ہوئے! جو اپنی مقبولیت عامہ کی وجہ سے صلح حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے سفیر بن کر گئے تھے جو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کے نہایت مخلص اور وفادار دوست تھے! جو آنحضرت ﷺ کی دامادی کے شرف سے مشرف تھے! جو صحابہؓ کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے بعد سب سے افضل تھے! جن کو آنحضرت ﷺ نے جنتی ہونے کی تین بار بشارت دی تھی۔جنہوں نے بیر رومہ مسلمانوں کے لئے وقف کیا تھا۔جنہوں نے غزوہ عسرت میں کثیر ساز وسامان دیا تھا۔ جو قرآن مجید کے ناشر تھے۔جنہوں نے بہت سے سرحدی ممالک کفار کے قبضہ سے نکال کر خلافت اسلامیہ میں داخل کئے تھے! وہ رحمت مجسم وہ خیر سراپا وہ اسوہ حسنہ وہ امام برحق وہ سردار کل، آج باغیوں کی شمشیر آبدار کی نذر ہوتا ہے۔ایسی شمشیر جو خدا کے احکام سے باغی ہوکر مصحف ناطق کا خون مصحف ساکت کے اوراق پر گراتی تھی!

امام مظلوم نے ایسے مصائب برداشت کئے جو اگر پہاڑ پر ڈالے جاتے تو وہ یقیناً ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ لیکن امام نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اس ابتلاء سے گزر گئے۔ اور آخر شہید ہونے کا شرف حاصل فرمایا۔ امام شہید ہو گئے اور حدیث نبوی نے جنت کی بشارت دے کر ان کی بے گناہی اور مظلومیت کا اعلان فرما دیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

خطیب کہتا ہے

☆ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات ذکر خدا اور تلاوت قرآن میں گزرے!

☆ خون بہتے ہوئے دیکھا تو خدا کی تسبیح بیان کرتے ہوئے فرمایا.....................

سبحان اللّٰہ العظیم

سب سے پاک اور سب سے بڑا وہی ہے جسے اللہ کہتے ہیں۔

بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ

یہ جملہ آخری وقت میں زبان پر جاری ہو گیا۔ محمدی یونیورسٹی کا یہ طالب علم عثمان غنی رضی اللہ عنہ آخری وقت بھی توحید خداوندی اور اعتماد علی اللہ کا درس دے گیا۔

بازی جیت گیا..................مظلوم کائنات شہید مدینہ بازی جیت گیا اور اس کے دشمن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون قرار پا گئے!

شہادت کا خون قرآن کی اس آیت پر گرا کہ

فَسَيَكۡفِيۡكَهُمُ اللّٰه

تیرے لئے اللہ کافی

اللہ تعالیٰ عثمانؓ کا کفیل ہو گیا

اللہ تعالیٰ عثمانؓ کا وکیل ہو گیا

گویا کہ خداوند قدوس کی طرف سے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کفایت کا سرٹیفکیٹ دے دیا گیا!

اے عثمانؓ فکر نہ کر تیرے لئے اللہ کافی ہے۔

جس کا اللہ ہو..................اسے اور کسی سہارے کی ضرورت نہیں!

شہادت عثمانؓ کا گواہ قرآن ہوگا!

کسی کی شہادت کی گواہی مکہ کی گلیاں دیں گی۔

کسی کی شہادت کی گواہی مدینہ کی گلیاں دیں گی۔

کسی کی شہادت کی گواہی میدان بدر دے گا۔

کسی کی شہادت کی گواہی میدان احد دے گا۔

کسی کی شہادت کی گواہی حجاز کے صحرا دیں گے۔

کسی کی شہادت کی گواہی میدان کربلا دے گا۔

لیکن قربان جاؤں تیرے اے عثمانؓ............!

تیری شہادت کی گواہی اللہ کا قرآن دے گا؟

ایک اور انداز............!

روضہ کھلے گا تو اندر سے صدیقؓ وفاروق نکلیں گے۔

قرآن کھلے گا تو اندر سے شہید عثمانؓ نکلیں گے۔!

روضہ انور کی چابی بھی رحمٰن کے پاس

قرآن حکیم کی چابی بھی رحمٰن کے پاس

صدیقؓ وفاروقؓ کے دشمنوں کو روضہ انور نصیب نہیں ہوگا

عثمانؓ کے دشمنوں کو قرآن نصیب نہیں ہوگا

جو سینہ عشق عثمانؓ سے خالی

وہ سینہ حفظ قرآن سے خالی

یاحی یاقیوم برحمتک استغیث

☆ عثمانؓ کے دشمن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حفظ قرآن اور خدمت قرآن سے محروم ہو گئے!

☆ مسجدیں قرآن سے آباد اور قرآن اہل سنت کے پاس!

☆ مدارس قرآن سے آباد اور قرآن اہل سنت کے پاس!

☆ سینے قرآن سے آباد اور حافظ اہل سنت کے پاس!

☆ مکہ مدینہ قرآن سے آباد اور قرآن اہل سنت کے پاس!

☆ قرآن اہل سنت کے سینے میں

☆ قرآن اہل سنت کے مدینے میں

☆ قرآن کی تشہیر اہل سنت نے کی

☆ قرآن کی تفسیر اہل سنت نے کی

☆ قرآن، رمضان، عثمان، تینوں اہل سنت کا سرمایہ ہیں۔

سبحان اللّٰہ العظیم

کتاب اللہ کی توہین

قرآن حکیم جس کی تلاوت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ اس کو ایک بدبخت طلعون غافقی نے پاؤں کی ٹھوکر مار کر پارا پارا کر دیا چنانچہ امام ابن جریرؒ طبری فرماتے ہیں کہ

ضرب المصحف رجله فاستدار المصحف فاستقر بين يديه وسالت عليه دماءٌ (طبری)

خطیب کہتا ہے

قرآن کی توہین کرنے والا چور پکڑا گیا!

جو عثمانؓ کا دشمن ہوگا وہ قرآن کا دشمن ہوگا!

آج قرآن کو جلایا جا رہا ہے۔ اس کو جلانے والے کو پہچاننا مشکل نہیں ہے۔ جو عثمان غنیؓ کو نہیں مانتا وہی اس فعل شنیع کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ آپ انکوائری کریں نہ کریں ہمیں علم ہے کہ قرآن کے دشمن قرآن کو جلانے والے وہی لوگ ہیں جو نسلاً بعد نسلٍ عثمان غنیؓ کے قاتلوں کی اولاد میں سے چلے آرہے ہیں۔ ان کی نگرانی کیجیے جس طرح قاتلان عثمان کا پتہ چل گیا ہے اسی طرح قرآن

جلانے والوں کا بھی سراغ مل گیا............ ہے!

شہادت عثمانؓ سے صحابہؓ کے ہوش اڑ گئے

حضرت امام مظلوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت سے مدینہ میں کہرام برپا ہوگیا اور ہر طرف اداسی چھا گئی۔لوگوں میں ہیجان پیدا ہوگیا۔سیدہ نائلہؓ نے جب قصر خلافت کی چھت سے اعلان کیا کہ اے لوگو! تاجدار وفا وحیاء عثمانؓ دامادِ رسول شہید کردیئے گئے ہیں تو پورے مدینہ میں سوگوار فضا پیدا ہوگئی اور لوگ بے قرار ہوکر قصر خلافت کی طرف بھاگتے ہوئے آنے لگے،آپ کے گھر میں داخل ہوتے تو آپ کی مظلومانہ شہادت اور کیفیت کو دیکھ کر بے تاب اور بے قرار ہورہے تھے!

علیؓ کی آمد اور حسینؓ پر غصہ

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو جب حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی خبر ملتی ہے تو آپ قصر خلافت میں آتے ہیں اور اپنے دونوں صاحبزادوں سے فرمایا کہ

کیف قتل امیر المومنین انتما علی الباب ورفع یدہ فلطم الحسن وضرب صدر الحسینؓ .

جب تم دروازوں پر متعین تھے تو امیر المومنین کس طرح قتل کردیئے گئے۔آپ نے حضرت حسنؓ کو طمانچہ مارا اور حضرت حسینؓ کے سینہ پر مارا۔

معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ صدمہ حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو ہوا اور صدمہ ہوتا بھی کیوں نا؟ آخر عثمان غنیؓ وہ شخصیت تھے جنہوں نے آڑے وقت میں حضرت علیؓ کا ہاتھ بٹایا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی کے لئے ایک خطیر رقم دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ممنون کردیا تھا۔یہ آپس میں شیر وشکر تھے اور جگری دوست تھے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کی شہادت سے اس قدر صدمہ ہوا کہ اپنے شہزادوں کو بھی اس وقت غصے میں مارا،اور دوسرے پہرے داروں پر بھی سخت ناراض ہوئے!

شہید مظلومؓ کی لاش پر مظالم

حضرات گرامی! اکثر ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ دشمن انسان کی زندگی تک اس کے در پے آزاد رہے ہیں۔ مگر یوں ہی آدمی کی زندگی اور حیات کی شمع گل ہو جاتی ہے۔ دشمنوں کے مصائب بند ہو جاتے ہیں اور جور و ستم کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسے مظلوم شہید ہیں کہ آپ کو شہید کرنے کے بعد بھی دشمنوں کے مظالم جاری رہتے ہیں اور انہوں نے ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا بلکہ جی بھر کر آپ کے جسم اطہر اور لاش مبارک کی بے حرمتی کرتے رہے چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ پہلے تو باغیوں نے یہ اعلان کر دیا کہ عثمانؓ کا جنازہ پڑھنے کی اور جنازہ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے اسی طرح آپ کا جسم اطہر تین دن تین راتیں یا دو دن اور دو راتیں بے گور کفن پڑا رہا۔ یہ ظلم کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے کہ جس کی دولت نے ہزاروں غریبوں کو جہیز اور کفن دیئے آج اس کا جسم اطہر دو گز زمین اور کفن سے محروم ہے اور باغی اس بات پر مسرور ہیں کہ انہوں نے عثمانؓ کو بے گور و کفن کر دیا ہے!

نعش کی بیحرمتی

حضرت علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ شہادت کے بعد ایک مصری ننگی تلوار لے کر آیا اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم میں عثمانؓ کی ناک کاٹ لوں گا۔ اس پر آپ کی زوجہ محترمہ نے آستینیں چڑھا لیں اور اس کی تلوار پکڑ لی جس سے آپ کا انگوٹھا کٹ گیا۔ پھر آپ نے حضرت عثمانؓ کے ایک غلام سے فرمایا کہ اس کو فی النار کر دو اس کے پاس حضرت عثمانؓ کی تلوار تھی اس نے باغی کو جہنم رسید کر دیا۔

اس کے بعد باغیوں نے آپ کا سر مبارک جسد اطہر سے کاٹنا چاہا، مگر آپ کی ازواج مطہرات نے دشمن کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا.................. لیکن ان کی آتش حسد ٹھنڈی نہ ہوئی۔

پسلی توڑ دی

ایک کمینہ باغی عمر بن ضابی آیا اس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زیارت کے بہانے

آپ کی پسلی مبارک پر وار کر کے آپ کی پسلی توڑ دی!

منہ پر طمانچہ

امام ابن کثیر رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں کعبہ میں طواف کر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہے جو کہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَمَا اَظُنُّ اَنْ تَغفِرَلِیْ..................

الٰہی تو مجھے بخش دے اور میرا گمان نہیں کہ تو مجھے بخشے گا۔

میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے جو کچھ تو کہتا ہے۔ میں نے یہ کسی سے بھی کہتے نہیں سنا۔ اس نے کہا کہ میں نے اللہ سے عہد و پیمان باندھا تھا کہ اگر میں عثمانؓ کے منہ پر طمانچہ مار سکا تو ضرور ماروں گا۔ پس جب وہ قتل کئے گئے اور ان کا جنازہ اپنے گھر میں چار پائی پر رکھا ہوا تھا تو میں وہاں داخل ہوا گویا کہ میں بھی ان کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ مجھے ذرا سی تنہائی کا موقع مل گیا تو میں نے آپ کے چہرہ اقدس سے کپڑا اٹھایا اور آپ کے چہرہ مبارک پر تھپڑ مارا جس کی وجہ سے میرا دایاں ہاتھ سوکھ گیا۔ حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا دایاں ہاتھ دیکھا تو **یَابِسَۃٌ کَاَنَّھَا عُوُدٌ** وہ اس طرح سوکھا ہوا تھا جیسے وہ لکڑی ہے۔

(البدایہ والنہایہ)

پسلی کا توڑنا، منہ پر طمانچہ مارنا، نعش مبارک کو بے گور و کفن رکھنا یہ وہ مظالم ہیں جو شہید مظلوم کے ساتھ شہادت کے بعد بھی جاری رکھے گئے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ باغیوں نے اعلان کر دیا کہ خبردار کوئی عثمانؓ کا نہ تو جنازہ اٹھائے اور نہ ہی آپ کو دفن کرنے کے لئے جائے۔ **یمنعونھم الصلوٰۃ علیہ ومنعوھم ان یدفن بالبقیع.** (طبری)

انہوں نے نماز جنازہ پڑھنے اور بقیع میں دفن کرنے سے روک دیا۔

ایک روایت میں ہے **لا واللہ لایدفن فی مقابر المسلمین** (طبری)

نہیں خدا کی قسم یہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہوں گے!

گویا کہ یہ بار بار اعلان کیا جاتا رہا کہ عثمانؓ کا جنازہ بھی نہ پڑھا جائے اور انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن نہیں کیا جاسکتا۔ ان دردناک واقعات سے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا ایک نہایت ہی دردناک اور المناک پہلو سامنے آتا ہے جو آپ کی شہادت کو ایک امتیازی اور منفرد مقام پر لا کھڑا کرتا ہے اور آپ کی شہادت شہدائے اسلام میں ایک انفرادی حیثیت کی حامل ہوگئی۔

سیّدہ ام حبیبہؓ کا شدید احتجاج

حضرات گرامی! جب باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کرنے کے بعد بھی ظلم وستم کا بازار گرم کئے رکھا اور شرافت واخلاق کی تمام حدود کو پامال کر دیا اور امام مظلوم کے جسم اطہر پر بھی پے در پے وار کرتے رہے اور آپ کو مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن کرنے سے روک دیا، تو سیّدہ طاہرہ، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو مسلمانوں کی ماں تھی اور حضور اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ محترمہ تھیں ان کو جلال آگیا۔ آپ کا شانہ مبارکہ سے تشریف لائیں اور مسجد نبوی کے دروازہ پر کھڑی ہوکر اعلان فرمایا کہ

اے باغیو.................... میں ام حبیبہ زوجہ رسول ہوں!

میں تمہیں وارننگ دیتی ہوں کہ یا تو حضرت عثمانؓ کا جنازہ اٹھا کر دفن کرنے کی اجازت دی جائے ورنہ میں بے حجابانہ تمہارے مقابلے میں آکر خود تجہیز وتکفین کا انتظام کروں گی۔

خطیب کہتا ہے

اللہ اللہ.................... کون ام حبیبہؓ؟

ام المومنین

زوجہ رسول

ہمشیرہ معاویہؓ

جن کے حق میں قرآن نازل ہوا۔

جن کی عفت و پاکیزگی پر خدا گواہ۔

جو پل صراط سے گزریں گی تو تمام انبیاء واولیاء کو حکم ہوگا نظریں جھکالو محمدؐ کے گھرانے

والے گزر رہے ہیں۔

عظمت عثمانؓ کے لئے خود میدان میں آ گئی۔

واہ عثمانؓ تیری شان ....!

اللہ تیری عظمت کا محافظ

پیغمبر تیری عظمت کا علمبردار

سیدہؓ تیری عظمت کے وارے نیارے۔

سبحان اللہ

باغیوں نے جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے اس نعرہ جہاد کو سنا تو ان کے پاؤں تلے سے مٹی نکل گئی اور ان کی تمام تدبیریں دھری کی دھری رہ گئیں اور انہوں نے بادل نخواستہ حضرت عثمانؓ کے جنازہ کو اٹھانے کی اجازت دے دی۔

علیؓ و حسنؓ نے کندھا دیا

حضرات گرامی! جب مظلوم مدینہ حضرت عثمان غنیؓ کا جنازہ اٹھانے کی اجازت دی گئی تو رات کا وقت تھا سب سے پہلے کندھا دینے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت حسنؓ شامل تھے۔ جنازہ رات کی تاریکی میں جارہا تھا اور مدینہ کی گلیوں میں گھوم رہا تھا۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے
محبوب کی گلی میں ذرا گھوم کے نکلے

جنازہ پر سنگ باری

حضرات گرامی! آپ نے ایسے جنازے تو ہزاروں دیکھے ہوں گے جن پر خوشبو چھڑکی گئی اور کافور چھڑکی گئی ہو اور ایسے جنازے بھی ہزاروں دیکھے ہوں گے جن پر پھول کی پیتاں نچھاور کی گئی ہوں۔ مگر آیئے آج ایک مظلوم شہید کا جنازہ بھی جاتا ہوا دیکھ لیں۔ اس پر پھول نہیں اور اس پر خوشبو نہیں بلکہ اس پر پتھروں کی بارش کی جارہی ہے کسی کے جنازے پر پھولوں کے ڈھیر ہوتے ہیں۔ عثمانؓ تیری مظلومیت کا کیا کہنا کہ تیرے جنازے پر پتھروں کے ڈھیر ہیں۔ امام ابن جریرؒ

فرماتے ہیں کہ تین دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نعش پڑی رہی اور دفن نہ کرنے دی گئی۔ پھر جب باغیوں نے مجبور ہوکر آپ کو دفن کرنے کی جازت دی تو باغیوں نے سنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ جنازہ گلی سے گزرے گا،تو راستہ میں چھتوں پر سنگ باری کی جائے گی۔ چنانچہ راستہ میں مختلف چھتوں پر باغی چڑھ گئے اور مظلوم مدینہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر سنگ باری کی۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ

فقعد واله فی الطریق بالحجارۃ فلما خرج علی الناس رجموا سریرہ. (طبری)

راستے میں پتھر لے کر بیٹھ گئے۔ جب جنازہ ظاہر ہوا تو جنازہ کی چارپائی پر پتھر برسائے

استغفر اللّٰہ ......معاذ اللّٰہ

حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کٹی ہوئی انگلیوں والے ہاتھ سے چراغ لے کر ساتھ ساتھ جارہی تھیں............ جب روضہ رسول قریب آیا............تو ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے !............آو بکا کی اجازت نہ تھی۔ نوحہ و ماتم روانہیں تھا۔ چیخ و پکار جائز نہیں تھا۔مگر دل کی دنیا میں جی کی بستی میں۔ دل ہی دل میں سب کچھ کہہ لیا گیا.................اے روضہ رسول کے مکین............آپ کا داماد.................. مظلوم عثمانؓ.................. اس کا جنازہ.................رات کے اندھیرے میں چند کندھوں پر جارہا ہے۔........... سینے پر بتاؤں کیا ہے۔ جنازے پر بتاؤں کیا ہے.................جسم عثمانؓ پر معلوم ہے کیا ہے.................پھول،خوشبو،نہیں نہیں پتھر ہی پتھر...........دانت ٹوٹ چکے ہیں۔جسم چور چور ہے۔ منہ پر شہادت کے بعد طمانچے مارے گئے ہیں۔پسلی توڑ دی گئی ہے تین دن نعش بے گور و کفن پڑی رہی ہے؟

یہ خیالات تھے۔ یہ تصورات تھے۔ یہ دل ہی دل میں درد و کرب کے اتھاہ سمندر تھے جن کو نائلہ لبوں پہ نہ لاسکی، دل کی باتیں زبان سے نہ کہہ سکی۔ روضہ رسول کے پاس سے گزرتے ہوئے نائلہ کی آنکھوں سے برسات کی جھڑی برس پڑی۔ سسکیوں اور آہوں نے عرش اعظم کو ہلا دیا مگر...........**بشر الصابرین**.................کی آیت نے دلاسہ دیا.................رحمت خداوندی

نے پیار کیا...............اور جنت کی بہاروں نے آغوش سکینت میں لے لیا اور یوں دل کی دنیا میں ہی نقشے بنے رہ گئے۔لب اظہار نہ کر سکے! اور حضرت عثمانؓ کا جنازہ آہستہ آہستہ فرشتوں کی سلامی میں روضہ رسول کے قریب سے گزر گیا۔

جنت البقیع

جنت البقیع جو واقعتاً جنت ہے جس میں دس ہزار جنتی آرام فرما رہے ہیں جس پر جنت بھی رشک کرتی ہے۔اس میں جنازہ داخل ہوگیا،تو باغیوں نے اس کے کونے میں دفنانے کی اجازت دی جوان کی نظر میں جنت نہیں تھا۔مگر عثمانؓ شہید کا جسم اطہر جس سرزمین پر پہنچ گیا وہ خود رشک جنت بن گئی اور جنت کی بہاروں نے جنت کی فضاؤں نے خود بڑھ کر درخواست کی کہ اے جنت کو جنت بنانے والے انسان ادھر بھی نظر کی ایک جھلکی فرما دیجئے،تاکہ میں بھی جنت ہونے کا شرف حاصل کرسکوں۔اس طرح حضرت عثمانؓ کو جنت البقیع کے ایک کونے میں دفنا دیا گیا...........اور جب مٹی ڈال دی گئی اور کسی نے ایک نظر سے جائزہ لیا تو یوں معلوم ہوا کہ دس ہزار جنتیوں کے قبرستان میں حضرت عثمانؓ کی قبر کی حیثیت ایسے ہی جیسے پورے قبرستان کا صدر محترم سردار اعلیٰ اور مظلوم مدینہ...........شہید وفا...........اور سب کا امام ....اور ذرا آپ کے پہلو میں ایک قبر کو دیکھا گیا تو بتانے والے نے بتایا کہ یہ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے جو سرکار دو عالم ﷺ کی دایہ مبارکہ تھیں جس سے یہ نیک فال نکلی کہ قیامت کے دن حضور ﷺ کی انگلی پکڑ کر سیّدنا صدیق اکبرؓ اور سیّدنا فاروق اعظمؓ اٹھیں گے اور سیّدہ حلیمہ طاہرہؓ کی انگلی پکڑ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنت کی طرف رواں دواں ہوں گے!

دشمن کا منہ یہاں بھی کالا
دشمن کا منہ وہاں بھی کالا

رہے نام اللہ کا

ولا تقو لو المن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن